ماہنامہ معارف رضا کراچی
صد سالہ جشن
دارالعلوم منظر اسلام بریلی نمبر
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

وقف لائبریری

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان (رجسٹرڈ)

جولائی تا ستمبر 2001ء

ادارہ

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

- علامہ تراب الحق قادری
- الحاج شفیع محمد قادری
- علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الباری
- منظور حسین جیلانی
- حاجی عبد اللطیف قادری
- ریاست رسول قادری
- حاجی حنیف رضوی

سرکولیشن و اشتہارات

سید محمد خالد القادری

محمد فرحان الدین قادری

کمپوزنگ

شیخ ذیشان احمد قادری

دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر

صد سالہ جشن

ہدیہ =/130 روپیہ

ہدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ

بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ:۔ ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489، پاکستان

فون:۔ 021-7725150 فیکس:۔ 7732369 (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی۔آئی۔ چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

شماریات

1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22

''معارف رضا'' کے اس شمارہ کے سرورق پر شہرِ علم وفن بریلی شریف کا فضائی منظر دکھایا گیا ہے جس میں مزار اعلیٰ حضرت اور مسجد رضا نمایاں ہیں۔ جبکہ پشت پر ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' کی عمارت کا منظر ہے۔

مشمولات

مشمولات

یَاسَیِّدِی ﷺ

للشیخ الجلیل الامام احمد رضاالقادری قدس سرہ الله العزیز

فَاقَتْ هُمُومِی کُلَّ حَدِ　　وَأَنَا عَبْدٌ لَکَ مُفْتَدِی　　یاسیدی ﷺ

کَادَتْ تَنْفَذُ حِیلَتِی　　رُحْمَاکَ بِی، خُذْ بِیَدِی　　یاسیدی ﷺ

وَکَادَ الظَّهْرُ یَنْقَصِمُ　　فَهَذَا أَزْرِی فَاشْدُدِ　　یاسیدی ﷺ

حُرِمْتُ الْحِیلَةَ فِی الأَمْرِ　　وَالأَمْرُ لَکَ یَا رَائِدِی　　یاسیدی ﷺ

بَعُدْتُ فَهَبْ لِی قُرْباً　　ذِی صَرْخَتِی یَا مُرْشِدِی　　یاسیدی ﷺ

جَرَفَ الْمَوْجُ سَفِینَتِی　　فَانْتَشِلْنِی یَا مُنْجِدِی　　یاسیدی ﷺ

أَنْعِمْ عَلَیَّ بِرَبِیعٍ　　یُنْسِی الْخَرِیفَ مَعْبَدِی　　یاسیدی ﷺ

مَنْ لَایَرُدُّ مَوْلَانَا　　لَهُ مَطْلَباً، هُوَقَائِدِی　　یاسیدی ﷺ

غَلَبَ النُّعَاسُ الْمُذْنِبَا　　مِنَ النَّحِیبِ الزَّائِدِ　　یاسیدی ﷺ

فَامْنَعْ رِضَا مِنْ رَحْمَتِکَ　　لَایَرَی سُوءَ الْمَقْصِدِ　　یاسیدی ﷺ

نوٹ: یہ منظوم ترجمہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی نعتیہ غزل ''غم ہو گئے بے شمار آقا'' کے دس اشعار کا ہے، قارئین کرام اس نعت کی عربی ترنم بحر، الفاظ اور بندشوں سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔ (ادارہ)

ترجم الغزلیة من الأردیةالی العربیة
فضیلة الشیخ دکتورابراهیم محمد ابراهیم
رئیس قسم اللغة الأردیة و آدابها
کلیة الدراسات الإنسانیة
جامعة الازهر – فرع البنات، القاهرہ، مصر

مولانا بدر القادری

منظرِ اسلام

فضل یزداں ہے منظر اسلام
قصر جاناں ہے منظر اسلام

گل بداماں ہے منظر اسلام
رشک ساماں ہے منظر اسلام

غوث اعظم کی پاک نسبت سے
کوئے جیلاں ہے منظر اسلام

فخر اجمیر و بلگرام کے ساتھ
فخر دوراں ہے منظر اسلام

لے کے انوار پاک مارہرہ
کان احساں ہے منظر اسلام

نور والوں کی جلوہ گاہ یہ ہے
جائے خوباں ہے منظر اسلام

رکھی احمد رضا نے تیری بناء
قصر جاناں ہے منظر اسلام

مہتمم تیرے حجۃ الاسلام
تو وہ دیواں ہے منظر اسلام

شاہ جیلانی کا تو پروردہ
باغ ریحاں ہے منظر اسلام

اک صدی سے سمائے علمی پر
مہر رخشاں ہے منظر اسلام

آئینہ خانۂ امام رضا
کوئے جاناں ہے منظر اسلام

قبلۂ علم و فن، مدارہمہ
ماغریباں ہے منظر اسلام

فکر رضوی کے پھول کھلتے ہیں
سنبلستان ہے منظر اسلام

خدمت دیں و سنیت کیلئے
خود نمایاں ہے منظر اسلام

اس میں صدر شرع نے درس دیا
نازِ شاہاں ہے منظر اسلام

دیکھ کر مکر وہ کید بوجہلی
زہر خنداں ہے منظر اسلام

چھٹ ہی جائے گا نجدیت کا دھواں
کیوں پریشاں ہے منظر اسلام

باغی سر کو اٹھاتے ڈرتے ہیں
تیغ براں ہے منظر اسلام

فخر کل ہند کے مدارس پر
تجھ کو شایاں ہے منظر اسلام

ہند و بیرون ہند دنیا میں
ماہ تاباں ہے منظر اسلام

جس کا ہر گل بجائے گلشن ہے
وہ گلستاں ہے منظر اسلام

قوم و ملت کا درد ڈھونڈنے میں
قلب سوزاں ہے منظر اسلام

فصل علماء کی یہ اگاتا ہے
باغ رضواں ہے منظر اسلام

مرکز علم و فہم قرآنی
باب عرفاں ہے منظر اسلام

جو بھی سنی ، ہے تیرا ہے ممنون
تجھ پہ قرباں ہے منظر اسلام

جھولیاں بھر لو طالبان علوم
فیض ساماں ہے منظر اسلام

کفر ساماں ہے گر عدو کیا ڈر
حق بداماں ہے منظر اسلام

علم و تقویٰ کی پیاس کے مارو
آب حیواں ہے منظر اسلام

عالم سنیت جہاں تک ہے
نور افشاں ہے منظر سلام

نور والوں کی جلوہ گاہ ہے یہ
قصر خوباں ہے منظر اسلام

یادگار رضا تجھے اے بدر
ان کا داماں ہے منظر اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

معطر ہے اس کوچے کی صورت، اپنا صحرا بھی　　　کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے، خوشبو کہاں تک ہے

حسب روایت ''امام احمد رضا کانفرنس'' کے موقع پر ''معارف رضا'' کا سالنامہ حاضر ہے۔ سالنامہ ۲۰۰۱ء میں گذشتہ سالناموں سے آپ ایک واضح فرق ملاحظہ فرمائیں گے، وہ یہ کہ ہر سال امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت اور ان کے ہمہ جہت علمی فتوحات کی بنیاد پر ''معارف رضا'' کے موضوعات میں تنوع ہوتا ہے لیکن اس بار شیخ الاسلام امام احمد رضا کے دست کرامت سے قائم شدہ دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کے صد سالہ جشن تأسیس کی تقریب کے حوالے سے ''معارف رضا'' کے ہر مقالہ کا موضوع ''منظر اسلام'' یا اس سے متعلقہ امور ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم اس بار ''معارف رضا'' کا خصوصی نمبر ''منظر اسلام'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

جب ہم نے منظر اسلام کے حوالے سے پاک و ہند کے علماء، اہل قلم اور محقق حضرات کو مقالہ تحریر کرنے کی دعوت دی تو شروع شروع میں ان کی طرف سے مطابقت (Response) کچھ زیادہ ہمت افزانہ تھی لیکن ہم حوصلہ نہیں ہارے اور الحمد للہ گذشتہ ۸/ماہ کی ہماری مسلسل جدو جہد، مقالہ نگار حضرات سے رابطے اور مواد و مآخذ کی نشاندھی نے اکناف عالم سے مقالات و مضامین کا اس قدر ذخیرہ فراہم کر دیا کہ گویا ''منظر اسلام'' کی سو سالہ تاریخ کی ایک ایسی عظیم دستاویز مرتب ہوگئی کہ آنے والے قلم کار اور محققین کا قلم اس بنیاد پر ان شاء اللہ تا صبح قیامت نئے نئے زاویں سے موشگافیاں کرتا رہے گا۔ چونکہ دارالعلوم بریلی (منظر اسلام) شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان نظر کی کرامت ہے لہذا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا فیضان اس دارالعلوم کی تاریخ اور کارناموں کو قلم بند کرنے والے قلم پر بھی جاری ہوا، مآخذ و مواد کی جستجو اور جدو جہد رنگ لائی بحمد اللہ ''معارف رضا'' کے ''منظر اسلام'' کا یہ حسین و جمیل گلدستہ آج آپ کی نظروں کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ حیرت انگیز مشاہدہ مخدوم محترم حضرت صاحب سجادہ مولانا سبحان رضا خاں قبلہ، مدیر اعلیٰ، ماہنامہ
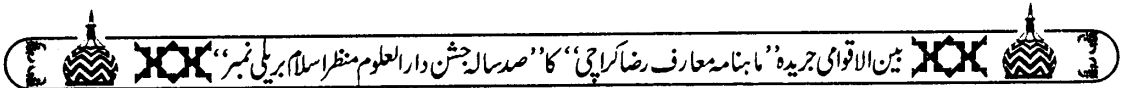
''اعلیٰ حضرت'' بریلی شریف نے راقم سے بیان فرمایا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ'' ابتداء میں مقالہ نویسی کی رفتار نہایت ہی سست بلکہ مایوس کن تھی لیکن جیسے جیسے عرس رضوی/جشن صد سالہ منظر اسلام کا دن قریب آتا جارہا تھا ویسے ویسے مقالہ جات اور مضامین کی بھرمار ہوتی جا رہی تھی حتیٰ کہ کمپوز شدہ صفحات (۱۴۰۰ چودہ سو) سے زیادہ بڑھ گئے اور ہم نے یہ طے کیا کہ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' کے ۲۰۰۴ء تک مزید تین خصوصی ایڈیشن شائع کئے جائیں اور جشن صد سالہ سنِ عیسوی کے اعتبار سے (۱۹۰۴ء تا ۲۰۰۴ء) آج سے ہر سال ۲۰۰۴ء تک منایا جائے۔ چنانچہ ہم پہلی قسط صرف ۳۶۰ صفحات کی شائع کر رہے ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ اب بھی ''منظر اسلام'' کے موضوع پر مقالات موصول ہو رہے ہیں''۔

بلاشبہ ''دارالعلوم اہل سنت منظر اسلام'' کا قیام امام اہل سنت، احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس اللہ سرہ، العزیز کا ایک ایسا عظیم کارنامہ اور برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسی حرکی قوت ثابت ہوا کہ جس سے ان میں علمی، دینی اور سیاسی بیداری پیدا ہوئی، اسلام دشمن قوتوں یعنی انگریزوں ہندوؤں اور ہندو نواز نام نہاد مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں ایک آزاد مسلم مملکت قیام کا خواب اس برصغیر میں شرمندۂ تعبیر ہوسکا۔

زیر نظر ''معارف رضا'' کے صفحات کے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ دارالعلوم اہل سنت، بریلی شریف اپنی ایک شاندار تاریخ رکھتا ہے، یہ عظیم روایات کا حامل ہے۔ اپنے وقت کے قابل ترین اساتذۂ کرام نے یہاں تدریس و تربیت کی خدمات اخلاص اور لگن کے ساتھ انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر صاحب طرز ادیب، مصنف اور محقق ہیں۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد ۵۰-۱۹۴۴ء کا دور دارالعلوم منظر اسلام کے لئے بڑی ابتلاء کا دور تھا، یہ وہ دور تھا جہاں ایک طرف تحریک پاکستان زوروں پر تھی تو دوسری طرف اکھنڈ بھارت کی کانگریسی تحریک نے مسلمانان ہند کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی، مسلمان اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کا نذرانہ پیش کر کے پاکستان کی تاریخ رقم کر رہے تھے۔ ہندو مسلم فساد زوروں پر تھا۔ تقسیم ہند کے فوراً بعد موجودہ ہندوستان سے مسلمانوں کا بڑا طبقہ پاکستان ہجرت کر گیا تھا، خصوصاً بنگال، بہار، یوپی اور پنجاب کا صوبہ اس ہجرت سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا۔ مسلمانوں کے تمام ادارے خصوصاً دینی ادارے اور دارالعلوم سب سے زیادہ تباہی کا شکار ہوئے۔ محلہ سوداگراں بریلی، جہاں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا خانوادہ آباد ہے چاروں طرف ہندو آبادی سے محصور ہے، محفوظ علاقے کی طرف نقل مکانی کی بناء پر تقریباً ۲/۳ سال خالی رہا۔ ان ایام میں صرف مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں خلف اصغر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہما الرحمۃ کی تنہا ذات مسجد و خانقاہ رضا کی حفاظت کرتی رہی۔ خانوادۂ رضا کے اکثر خالی گھروں پر شرنارتھی ہندوؤں اور سکھوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ''منظر اسلام'' اجڑ گیا تھا ''مسجد رضا'' صرف حضرت مفتی اعظم کی اذان کی آواز سے آباد تھی، خانقاہ عالیہ رضویہ جہاں زائرین کرام کا پنج وقتہ ہجوم رہتا تھا اور ذکر اذکار اور درود و سلام کی آوازوں سے گونجتی رہتی تھی، وہاں سناٹا تھا، لیکن رات کی تنہائیوں میں شاہزادۂ ''عبدالمصطفیٰ''، یعنی محمد مصطفےٰ رضا خاں کی صدائے ''اللہ ھو'' کافروں کے قلوب کو تھراتی رہتی تھی۔ یہ حضرت مفتی اعظم اور ان کے بھتیجے اور داماد حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہما الرحمۃ کی جرأت و جواں مردی تھی کہ نامساعد حالات کے باوجود یہ محلہ پھر آباد کیا گیا۔ یہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمۃ جیسے شیر دل اور بہادر شخصیت کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے نہایت ناگفتہ بہ حالات میں اور بعض اپنوں کے بھیس میں حاسدین کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ''منظر اسلام'' کی بحالی میں تن من دھن سب کچھ تج دیا اور یہاں دوبارہ نئی تنظیم اور ولولے کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، جید اساتذہ کا تقرر کیا، خود بھی بحیثیت شیخ الحدیث اور مدرس پابندی سے

کتابیں پڑھائیں۔ اساتذہ کرام، طلباء اور دارالعلوم کے دیگر اخراجات کیلئے بسا اوقات اپنے ذاتی اثاثے فروخت کرنے پڑے لیکن آپ نے دارالعلوم کے مفاد، تعلیمی معیار اور اس کے روز افزوں ترقی کو متاثر نہیں ہونے دیا، جدید عربی تعلیم کیلئے جامعہ ازھر سے اساتذہ بلوائے ان کے قیام کیلئے کمرے تعمیر کئے، اور طلباء کی نشست گاہ کو وسیع کیا، آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلف اکبر حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب نے بڑے تدبر، سوجھ بوجھ، محنت و لگن اور ایک منصوبہ بندی کے ساتھ دارالعلوم کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھا، اس کی عمارت کی توسیع کی، طلباء کے لئے ہوسٹل قائم کیا، بیرونی ممالک سے طلباء کو مدعو کیا، نئے فاضل اساتذہ کرام کا اور بعض رخصت شدہ اساتذہ کی دوبارہ تقرری کیا۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں سنی مدارس کی تعلیمی اسناد کو اسکول اور کالج کی سطح کے برابر منظوری کیلئے آواز بلند کی اور اس کے لئے عملی جدو جہد کی۔ وسائل کے حصول کی خاطر ہندوستان، پاکستان یورپ اور افریقہ، کا دورہ کیا آپ کا دور ''دارالعلوم منظر اسلام'' کی ترقی کیلئے ایک سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے وصال سے قبل دارالعلوم کو بیرون شہر (رنچھا قصبہ) منتقل کرنے کا پروگرام بھی بنالیا تھا۔ اس کے لئے ایک مخیر صاحب نے وسیع وعریض زمین مع چند تعمیرات نذر کی تھی، لیکن آپ کے وصال کے بعد چند دیگر سنی حضرات بیچ میں آگئے اور یہ منصوبہ روبعمل نہ ہوسکا۔ البتہ اب وہاں ایک سنی دارالعلوم بنام ''دارالعلوم قادریہ'' قائم ہوگیا ہے۔ آپ کے وصال (۱۹۸۵ء) کے بعد موجودہ مہتمم حضرت مخدوم محترم مولانا سبحان رضا خاں حفظہ اللہ تعالیٰ بڑی ہمت وفراست کے ساتھ دارالعلوم کا انتظام چلا رہے ہیں۔ ان کے دور میں بھی بحمد اللہ ادارہ ترقی پذیر ہے۔ دارالعلوم کی تیسری منزل تعمیر ہوچکی ہے، طلباء کے لئے مطبخ کا اہتمام وسیع بنیادوں پر کیا گیا ہے تعلیمی معیار مزید بلند کرنے کیلئے چند نئے اور تجربہ کار علماء کی خدمات حاصل کی گئی ہے۔ دارالعلوم کی نیک نامی میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ کے دور میں منظر اسلام کو ایک ''گشتی یونیورسٹی'' (Open University) کی حیثیت حاصل ہے۔ پورے ہندوستان سے طلباء مختلف مدارس اہل سنت سے فراغت کے بعد بریلی شریف ''منظر اسلام'' آتے ہیں اور تقریباً ۳ ماہ یہاں ایک نصاب کے تحت تعلیم حاصل کرنے کے بعد باقاعدہ تحریری امتحان اور انٹرویو سے گزار کر کامیاب طلباء کو دورۂ حدیث کی سند جاری کی جاتی ہے۔ جدید عصری تعلیم، حساب، انگریزی، جغرافیہ، معاشرتی علوم کی بھی کلاسیں ہوتی ہیں۔ راقم نے قیام بریلی کے دوران حضرت قبلہ سبحانی میاں صاحب سے درالعلوم منظر اسلام کو بیرون شہر کسی وسیع وعریض جگہ پر منتقل کرنے کے بارے میں متعدد بار طویل گفتگو کی، انہوں نے اس کی افادیت واہمیت سے اتفاق کیا مگر بعض مالی اور انتظامی مشکلات کا ذکر کیا۔ راقم نے جب ان کو یاد دلایا کہ یہ ان کے والد محترم علیہ الرحمۃ کا منصوبہ اور ملت اہل سنت و جماعت کی آرزو ہے، ''منظر اسلام'' اہل سنت کی عظمت کا نشان اور فخر وافتخار کا بلند علم ہے، لوگ اسے بلند سے بلند تر دیکھنا چاہتے ہیں، فقیر کم از کم پاکستان کے اہل سنت کے جذبات آپ تک پہنچانا چاہتا ہے اور یہ کہ ہمارا بھی آپ پر حق ہے تو مسکرا کر فرمایا کہ ''آپ وعدہ کریں کہ ہر سال عرس رضوی میں یہاں تشریف لائیں گے اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازیں گے تو ان شاء اللہ اس سمت میں بھی پیش قدمی کی کوئی صورت نکل آئے گی اللہ تبارک وتعالیٰ مسبب الاسباب ہے''۔ فقیر نے حامی بھرلی کہ اگر ناچیز کی یہاں حاضری سے ''منظر اسلام'' یا خانوادہ رضا کی بھلائی کا کوئی بھی کام ہوسکتا ہے تو یہ اس کے لئے سعادت اخروی کا باعث ہوگا، ان شاء اللہ حتی المقدور سال بہ سال حاضری کی کوشش کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ان ستاروں حضرت مولانا سبحان رضا خاں ان کے تمام برادران گرامی، حضرت مولانا علامہ مفتی اختر رضا خاں، حضرت مولانا قمر رضا خاں، حضرت مولانا منان رضا خاں اور ان تمام حضرات کے

صاحبزادگان اور آنے والی نسلوں کو تاابد علم و عمل کے آسمان پر یونہی فروزاں اور تابندہ رکھے (آمین)

فقیر کا یہ مشاہدہ ہے کہ ہندوستان اور خصوصاً بریلی شریف میں پاکستان کے علماء و اسکالرز کا خصوصاً ان حضرات کا جو امام احمد رضا یا مسلک اہل سنت کے حوالے سے تحقیقی تصنیفی اور تدریسی کام کر رہے ہیں، بڑا احترام اور پذیرائی ہے۔ وہاں کے علماء اساتذہ اور خانوادۂ رضا کے حضرات بڑی محبت و عقیدت سے ان کا ذکر کرتے ہیں اور اچھے الفاظ میں تحسین کرتے ہیں اور ان کی خدمات کو سراہتے ہیں۔ مثلاً، مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ بانی مرکزی مجلس رضا کو لوگ "محسن اہل سنت" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کو "مسعود ملت" اور "ماہر رضویات" کے خطابات سے پکارتے ہیں، حضرت مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ بانی و صدر اول ادارہ ھذا کی خدمات کو "صاحب فیض رضا" کے نام سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم عالیہ کے جدید طرز میں فتاویٰ رضویہ (اب تک ۲۰) جلدوں کی اشاعت کے کام کو اہل سنت کی اس دور کی تاریخ کا ایک عظیم علمی اور تصنیفی کارنامہ سمجھتے ہیں۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب حفظ اللہ تعالیٰ کی مسلک حقہ سے متعلق اردو، عربی تصنیفات اور درسی کتب کی تسہیل اور تحشیہ کو اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، ڈاکٹر محترم اقبال اختر القادری حضرت مولانا مفتی خاں محمد قادری صاحب، محترم سید صابر حسین شاہ صاحب، محترم سید عابد حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا جلال الدین قادری صاحب، حضرت مولانا حسن علی رضوی بریلوی، صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، حضرت مولانا کوکب نورانی وغیرھم کے رشحات قلم کی وہاں علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی ہے۔ اسی طرح پاکستان کے معیاری دینی علمی رسائل و جرائد بھی وہاں بہت شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ راقم کے خیال میں اگر یہ اور ان جیسے دیگر مؤقر علماء و مشائخ عرس رضوی پر سال بہ سال یا وقفہ وقفہ سے بریلی شریف تشریف لے جائیں تو عرس رضوی پر موجود ہندوستان اور بنگلہ دیش سے آئے ہوئے سینکڑوں علماء و مشائخ سے علمی ادبی تحقیقی اور تدریسی، اور اہل سنت کے عام احوال پر تبادلۂ خیال کا نہ صرف بہترین موقعہ مل سکے گا بلکہ اہل سنت میں یکجہتی و ہم آہنگی کے فروغ، جدید مسائل کے حل اور تصنیفی اور تحقیقی میدان میں ایک دوسرے کی پیش رفت سے آگاہی کا بھی اک سنہرا ذریعہ میسر آئے گا۔

سنی تحریک کے مولانا سلیم قادری شہید کی شخصیت بھی دیار رضا میں بہت معروف تھی۔ ۱۸ مئی کو ان کی شہادت کی خبر آناً فاناً وہاں پہنچ گئی خانوادۂ رضا کے تمام افراد غمگین تھے، ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب نے ٹیلیفون پر تعزیت کی وہاں کے اخبارات میں نمایاں جگہ پر شہادت کی خبر شائع ہوئی اور ان کے شاندار جنازے کی تصاویر شائع ہوئیں۔ ٹیلی ویژن نے بھی جھلکیاں دکھائیں۔

اس عرس رضوی پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے وفد کو بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ اس فقیر کو اس دورے میں اس قدر عزت افزائی ملی جس کا یہ ہیچمدان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، الحمد للہ علیٰ ذالک۔ بریلی شریف کے تینوں علمی مراکز، دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام اور دار العلوم نوریہ رضویہ میں ہمارے وفد کو جس کی قیادت شیخ الحدیث والتفسیر، استاذی حضرت علامہ مولانا نصر اللہ خاں دامت برکاتہم عالیہ فرما رہے تھے، شاندار استقبالیہ دیا گیا۔ جہاں اساتذہ اور طلباء نے حضرت علامہ مدظلہ العالی سے علمی استفادہ کیا وہیں بعض اساتذہ اور طلباء نے

تبرکا اسباق پڑھے بعضوں نے سندیں بھی لیں۔ دار العلوم منظر اسلام کے استقبالیہ میں صدر المدرس (پرنسپل) حضرت مولانا علامہ نعیم اللہ خان صاحب حفظ اللہ تعالیٰ نے خوش آمدید کہا اور استاذ محترم مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی زید مجدہٗ نے تمام اساتذۂ ذیوقار اور طلباء کی موجودگی میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا بعد میں دار العلوم کا معائنہ کرایا گیا اور ضیافت کی گئی۔ دار العلوم نوریہ رضویہ میں دو بار مجلس استقبالیہ منعقد ہوئی، پہلی اس فقیر قادری کیلئے جب شروع میں عرس رضوی سے قبل یہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا اور وفد کے دیگر حضرات ویزانہ ملنے کی وجہ سے اس وقت تک نہیں آسکے تھے۔ دوسری بار عرس رضوی کے بعد۔ پہلی مرتبہ حضرت محترم مولانا منان رضا خاں مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم اور حضرت علامہ مولانا حنیف رضوی صدر المدرس زید مجدہ نے خوش آمدید کہا اور حضرت مولانا عبد السلام استاذ محترم زید عنایتہٗ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ دوسری بار بھی حضرت مہتمم اور صدر المدرس صاحب نے خوش آمدید کہا۔ لیکن استقبالیہ حضرت مولانا محمد شکیل نوری مصباحی زید عنایتہٗ استاذ محترم نے پیش کیا۔ دونوں مرتبہ اساتذۂ کرام اور طلباء نے خیر مقدمی نعروں سے استقبال کیا اور پر تکلف ضیافت کی گئی۔ دار العلوم مظہر اسلام کے صدر المدرس حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعظم صاحب حفظ اللہ تعالیٰ واطال اللہ عمرہٗ نے کرم فرمائی کی۔ اس فقیر ہیچدان کو دار العلوم کے معائنہ کی دعوت دی۔ ہر چند کہ احقر نے کہا کہ چونکہ دیگر مؤقر علماء یعنی حضرت علامہ مولانا نصر اللہ خاں صاحب افغانی مدظلہ العالی، حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ابن علامہ نصر اللہ خان صاحب تشریف لے جاچکے ہیں لہٰذا فقیر آپ سے صرف شرف ملاقات کیلئے حاضر ہو جائے گا۔ استقبالیہ کی ضرورت نہیں ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب قبلہ نے استقبالیہ کیلئے اصرار فرمایا۔ چنانچہ آپ کے مرتبہ ومنصب اور آپ کو جو سیدی مولائی مرشدی مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے نسبت تلمذ ونیابت روحانی ہے اس کی برکت کے حصول کی خاطر مظہر اسلام میں حاضر ہوا۔ حضرت نے از راہ شفقت پر تپاک خیر مقدم کیا اور خطبہ استقبالیہ بھی ارشاد فرمایا۔ ان تینوں استقبالیہ میں خطبۂ استقبالیہ پیش کرنے والے محترم حضرات نے وفد کے علماء کی خدمات کی تعریف وتوصیف کی لیکن خاص طور سے حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی اور ان کی سرپرستی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تصنیفی اشاعتی اور تحقیقی کام کو بے حد سراہا گیا راقم کو بھی داد ستائش ملی اس ضمن میں فقیر کے جد امجد حضرت علامہ سید ھدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کی خدمات عالیہ کا بھی ذکر کیا گیا، راقم نے تمام موقعوں پر جوابی تقریر میں کہا کہ یہ فقیر ہیچدان نہ عالم ہے نہ فاضل آج جس مقام پر کھڑا ہے وہ نتیجہ ہے والد گرامی مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی اور جد محترم علامہ سید ھدایت رسول قادری برکاتی رحمہما اللہ کی دعاؤں کا اور فیضان ہے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی خدمات کا۔ ادارہ کی کارکردگی عالمی سطح پر آج مسلم ہے یہ سب برکات ہیں ادارے کے بانی حضرت مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کے اخلاص اور سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی بے لوث نگرانی اور رہنمائی کی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں اراکین کی ایک مخلص ٹیم ملی ہوئی ہے جن میں پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، مولانا شفیع محمد قادری اور منظور حسین جیلانی، حاجی عبد اللطیف قادری، ڈاکٹر حافظ عبد الباری، صاحبزادہ ریاست رسول قادری، حاجی محمد حنیف رضوی وغیرہم جیسے بے لوث حضرات شامل ہیں جو فقیر کا دست وبازو ہیں۔ بہر حال عرس رضوی کی حاضری کی بڑی برکات اور فوائد ہیں۔ ان تینوں دار العلوم میں بڑے بڑے فاضل علماء درس وتدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ان میں سے اکثر لبادۂ درویشی وگوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر قابل قدر تصنیفی اور تحقیقی خدمات بھی انجام دے

رہے ہیں۔ منظر اسلام کے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب حفظ اللہ تعالیٰ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی شریف کے مدیر معاون اور متعدد کتب کے مصنف ہیں ام.اے. پی.ایچ.ڈی ہیں ۔موصوف نے ماہر رضوات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی حیات اور علمی ادبی خدمات پر پی.ایچ.ڈی کی ہے۔حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب مدظلہ عالی شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام (سابق صدر مدرس منظر اسلام) جن کا شمار ہندوستان کے مدارس اہل سنت کے جلیل القدر اساتذۂ کرام میں ہوتا ہے، صاحب تصنیف بزرگ ہیں متعدد کتب کے مصنف ہیں، حال ہی میں انہوں نے قرآن مجید سے آیات احکام کو یکجا کر کے ایک نظم و ترتیب کے ساتھ ان کی تفسیر و تشریح کی ہے تقریباً ۵۰۰ صفحات کی یہ کتاب مسودہ کی صورت میں ہے اور طباعت کیلئے بالکل تیار ہے۔اسی طرح حضرت مولانا محمد انور علی رضوی نانپاروی صاحب زید مجدہٗ مدرس منظر اسلام بھی ایک صاحب قلم شخصیت ہیں۔راقم نے مشتے از خروارے ان چند شخصیات کا ذکر کیا حقیقت یہ ہے کہ منظر اسلام کے اساتذۂ کرام میں ان کے علاوہ بھی ذی علم، ادیب، شاعر، اہل قلم اور محقق شخصیات ہیں جن کی علمی کاوشوں کا احقر سے مختصر قیام کے دوران زیادہ تعارف نہیں ہوسکا۔جامعہ منظر اسلام کا دارالافتاء برصغیر پاک و ھند میں ایک بڑی مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق فارقی صاحب حفظ اللہ تعالیٰ کی زیر قیادت بڑی خوش اسلوبی سے دینی اور دنیوی معاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی کررہا ہے۔مفتی صاحب قبلہ ایک اچھے صاحب قبلہ، ایک اچھے محقق، مصنف، ادیب اور باذوق (نعت گو) شاعر بھی ہیں۔

دارالعلوم ''مظہر اسلام'' کے اساتذۂ کرام میں بھی علمی تحقیقی اور تصنیفی ذوق کی حامل بعض شخصیات کے متعلق فقیر کو اطلاع ملی لیکن افسوس کہ ان سے راقم کا تفصیلی تعارف نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت ان کے ذکر سے معذور ہوں، لیکن اس دارالعلوم کے صدر المدرس اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعظم صاحب دامت برکاتہم عالیہ کی ذات گرامی سے کماحقہ واقف ہوں۔ہندوستان کے بلند پایہ مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ علمی ذوق اور درویشانہ مزاج کے حامل ہیں۔ساتھ ساتھ عملی پاکیزگی و طہارت سے بھی بہرہ ور ہیں۔آپ نے سیدی و مرشدی حضرت مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر ان کے زیر نگرانی ۲۳ رسال تک درس و تدریس اور ''رضوی دارالافتاء'' میں فتویٰ نویسی کی ہے۔حضرت سے آپ کو شرف بیعت و خلافت بھی حاصل ہے۔آپ کا مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ دامن مصطفیٰ'' کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہورہا ہے۔ابھی اس کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔

دارالعلوم ''نوریہ رضویہ'' (جس کے مہتمم حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب مدظلہ العالی ہیں) میں بھی فاضل اساتذۂ کرام کا اجتماع دیکھنے میں آیا لطف کی بات یہ ہے کہ ان دنوں مذکورہ دارالعلوم میں یادگارہ اعلیٰ حضرت ''منظر سالام'' ہی کی جلوہ سامانیاں ہیں زیادہ تر تدریسی عملہ منظر اسلام کا یا پھر یہاں کے فارغ التحصیل علماء کا فیض یافتہ ہے۔یہاں کے محترم اساتذۂ کرام میں سے چند حضرات سے زیادہ ملاقات رہی۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی صاحب صدر المدرسین، حضرت مولانا عبدالسلام رضوی صاحب، حضرت مولانا صغیر احمد مصباحی صاحب، حضرت مولانا محمد شکیل نوری مصباحی صاحب، حضرت مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب، حضرت مولانا مشکور احمد صاحب، حضرت مولانا محمد رفیق عالم صاحب حفظہم اللہ تعالیٰ۔ان تمام حضرات گرامی کو فقیر نے خالصتاً علمی اور تحقیقی مزاج کا پایا۔سب سے خوشی کا امر یہ ہے کہ یہ تمام حضرات امام احمد رضا قدس سرہ کے ورثۃ العلمی خصوصاً ان کے مخطوطات اور فن سے متعلق ان کی تصنیفات، و تالیفات و

حواشی پر علمی اور تحقیقی کام کو جدید خطوط پر آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بات خوش آیند ہے کہ مرکز اہل سنت میں اب علمی اور تحقیقی سرگرمیاں عروج پر ہیں اور اس کے لئے تحقیقی اداروں اور لائبریریوں کا قیام بھی عمل میں آ گیا ہے۔ یہ بات بھی معارف رضا کے قارئین کے لئے باعث دلچسپی ہوگی کہ سرزمین بریلی پر امام الاتقیاء علامہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ، والد ماجد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ، کی حیات اور ان کے ورثۂ العلمی پر بھی تحقیقی اور تصنیفی کام گزشتہ کئی سال سے ''انجمن عاشقان بلال'' کے زیر اہتمام شروع ہو چکا ہے اور اس کے روح رواں ایک صالح نوجوان حاجی اقبال احمد خاں نوری صاحب ہیں۔ اس کے سرپرست اعلیٰ استاذ الاساتذہ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں دامت برکاتہم عالیہ ہیں۔

مذکورہ انجمن کے زیر اہتمام امام الاتقیا علامہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کے یوم وصال پر ہر سال عرس شریف کی تقریب ہوتی جس میں علمائے کرام کے تقریری پروگرام کے علاوہ امام الاتقیاء کے علمی، ادبی، مذہبی اور ملّی کارناموں پر سیمینار بھی منعقد ہوتا ہے جن میں علماء و فضلاء، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور ریسرچ اسکالرز اپنے مقالات پیش کرتے ہیں۔ ''انجمن عاشقان بلال'' بریلی شریف کا یہ کارنامہ یقیناً قابل مبارک باد اور لائق صد تحسین ہے کیوں کہ خاتم المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی بھی اپنے وقت کی ایک ہمہ جہت شخصیت تھی انہوں نے حیات مستعار کے نہایت مختصر عرصہ میں بہت بڑے علمی، دینی اور تصنیفی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنے زمانے کے ''اعلیٰ حضرت'' تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ امام احمد رضا خاں قادری اپنے والد ماجد کے علمی مقام و مرتبہ کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں:

''میں نے اس طبیب حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۳۱، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۴ء)

تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو شہر بریلی میں ''دار العلوم اہل سنت'' کے اول بانی آپ ہی کی ذات گرامی قرار پاتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس نابغۂ عصر پر تحقیقی اور تصنیفی کام کی رفتار نہ ہونے کے برابر تھی۔ مذکورہ سیمیناروں میں پڑھے گئے چند مقالات بنام ''معارف رئیس الاتقیا'' انجمن ھذا نے شائع کئے ہیں۔ فقیر حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی زید مجدہ پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ کا ممنون ہے کہ انہوں نے اس کے دو نسخے اس فقیر کو عطا فرمائے، یہ مجموعۂ مقالات ۱۰۱ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب نے تقریظ لکھی ہے، اس کا پیش لفظ حضرت مولانا عبد السلام رضوی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ نے تحریر کیا ہے جن حضرات کے مقالات شامل ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہے:

(۱) علامہ محمد حنیف خاں رضوی صاحب، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ

(۲) مولانا صغیر اختر مصباحی صاحب، استاذ جامعہ نوریہ رضویہ

(۳) ڈاکٹر محمد حسن قادری صاحب (چار مقالاجات)

(۴) ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب

(۵) مولوی فضل حق صاحب متعلم دار العلوم منظر اسلام۔

(۶) حاجی محمد اقبال خاں نوری صاحب نے اپنے ایک مضمون میں حقائق کو بیان کرتے ہوئے مثبت انداز کے ساتھ ساتھ بعض منفی روش

بھی اختیار کی ہے جس سے ان کے قلم کی آبرو مجروح ہوئی ہے۔ یہ اطلاع ارباب علم و تحقیق خصوصاً علماء اہل سنت پر تحقیقی اور تصنیفی کام کرنے والوں کیلئے باعث مسرت ہوگی کہ محترم ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی نے روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی سے ''مولانا نقی علی خاں، حیات اور علمی و ادبی کارنامے'' کے عنوان پر پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔ انہوں نے یہ تھیسس جناب ڈاکٹر نواب حسین خاں نظامی صاحب سابق ریڈر شعبہ اردو بریلی کالج کے زیر نگرانی پیش کی۔ دوران قیام بریلی، برادرم مولانا صغیر اختر مصباحی زید عنایۃ نے راقم کی ملاقات جناب ڈاکٹر محمد حسن قادری صاحب سے کروائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فقیر کو اپنے دولت خانے پر رات کے کھانے پر مدعو کیا، بڑی محبت و عقیدت سے پیش آئے اور اپنے غیر مطبوعہ مقالے کی ایک فوٹو کاپی بھی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی لائبریری کیلئے عنایت فرمائی، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ڈاکٹر صاحب نے اس مقالے کی تیاری، مواد و مآخذ کے حصول میں کیا دشواریاں پیش آئیں اور کہاں کہاں سے، کس کس سے اور کس طرح یہ چیزیں انہوں نے حاصل کیں اس کی کچھ تفصیل بتائی اور یہ بھی بتایا کہ بریلی کالج اور روہیلکھنڈ یونیورسٹی میں امام احمد رضا اور خانوادۂ رضا کی دیگر شخصیات کے علمی اور ادبی کارناموں پر طلباء کو پی۔ایچ۔ڈی کے لئے راغب کرانے میں اصل کردار آپ کے نگراں جناب ڈاکٹر نواب حسین خاں نظامی صاحب کا رہا ہے اور خود ڈاکٹر محمد حسن قادری صاحب کی تھیسس کے محرک بھی آپ ہی تھے۔ فقیر کی خواہش تھی کہ ڈاکٹر نظامی سے شرف ملاقات حاصل کرتا لیکن چونکہ ویزا ختم ہو رہا تھا اور دہلی پہنچ کر پی۔آئی۔اے کی سیٹ بھی کنفرم کرانی تھی اس لئے ملاقات نہ کر سکا۔ راقم اپنی جانب، ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی و نیز تمام اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) پاکستان کی جانب سے ڈاکٹر محمد حسن قادری صاحب کو ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور جناب ڈاکٹر نواب حسین خاں صاحب کی اس نگرانی اور رہنمائی کے اہم کام پر ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جناب ڈاکٹر نظامی صاحب امام احمد رضا کے حوالے سے بھی تحقیق کے میدان میں ریسرچ اسکالرز کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ مذکورہ حضرات اس حوالے سے بریلی شہر کی سطح پر سیمنار اور مذاکرے بھی منعقد کرتے ہیں اور ان میں مقالے پڑھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان حضرات کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی زید مجدہٗ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی علم حدیث میں دسترس کے حوالے سے ایک بڑا تحقیقی کام کیا ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور جس کی اشاعت عرس رضوی پر متوقع تھی لیکن جدید کمپیوٹر پر اس کی دوبارہ کمپوزنگ کی وجہ سے اس کی اشاعت اب عرس حامدی پر (ماہ اگست میں) متوقع ہے (ان شاء اللہ)۔ ان سے قبل حضرت مولانا محمد عیسیٰ رضوی صاحب (سابق استاذ منظر اسلام) بھی احادیث کے حوالے سے ۳ جلدوں میں ایک اچھا اور بنیادی کام کر چکے ہیں، لیکن علامہ حنیف رضوی صاحب کا کام ذرا مختلف نوعیت کا ہے احقر نے حضرت علامہ حنیف رضوی صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ اس کو عربی میں بھی منتقل کریں حضرت علامہ نے وعدہ فرمایا کہ اس کی اشاعت کے بعد اس کی تعریب دوسرا مرحلہ ہے اور ان شاء اللہ یہ کام جلد شروع ہوگا۔ اگر ایسا ہوگیا تو مصر، عراق، لبنان اور دیگر عرب ممالک کی جامعات اور وہاں کے تراث الاسلامی کے محققین و علماء کرام کو الشیخ الامام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کے علمی مقام سے روشناس کرانے کیلئے علامہ حنیف رضوی کا یہ تحقیقی کام ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔

نوجوان عالم، فاضل جلیل مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب سلمہٗ الباری نہ صرف ایک ذہین مفتی عالم اور استاد ہیں بلکہ علم ہیت، فلکیات، جغرافیہ، فلسفہ، توقیت، ریاضیات، جیومیٹری، الجبراء وغیرہ علوم میں بھی کافی دسترس رکھتے ہیں اور ان علوم میں وہ ماہر علوم عقلیہ حضرت علامہ مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے مخطوطات:

(۱) ''المعنی المجلی للمغنی وظلی''

(۲) ''قانون رویت اہلّہ''

(۳) ''کشف العلہ عن سمت القبلہ''

کی تبیض کا کام بھی کر رہے ہیں۔ ''کشف العلّہ'' کی طباعت جلد متوقع ہے۔ (ان شاءاللہ)

غرضیکہ یہ بات خوش آئند ہے کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے تینوں دارالعلوم کے اکثر اساتذہ کرام کا مزاج علمی و تحقیقی ہے اور اس بات کا ان جامعات کے طلباء پر بھی بڑا اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ فقیر نے وہاں علماء کی زبانی سنا کہ منظر اسلام، مظہر اسلام، اور جامعہ نوریہ رضویہ کے بعض فارغ التحصیل طلباء بی۔اے اور ام۔اے کرنے کے بعد ام۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعظم صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس دارالعلوم مظہر اسلام کے بڑے صاحبزادے (جن کا اسم گرامی راقم کو یاد نہیں رہا) جو اسی دارالعلوم کے فارغ ہیں اور جنہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فارسی میں ام۔اے کیا ہے۔ حضرت مولانا معین مسکین ہروی علیہ الرحمہ (صاحب معارج النبوت) کی فارسی غزلیات (دیوان مسکین) پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ ان کا ارادہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے فارسی کلام پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے کا تھا لیکن مسلم یونیورسٹی میں فارسی ڈپارٹمنٹ کے صدر نے مسلکی اختلاف کی بنیاد پر اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ یہ دنیا بھر کے اہل علم و دانش خصوصاً مسلم مفکرین اور علماء و محققین کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر علم و تحقیق کے میدان میں بھی مسلکی و مذہبی تعصب سے کام لیا جائے گا تو تحصیل علم اور ابلاغ علم کی کیا صورت ہوگی؟ اسلام تحصیل علم اور احقاق حقائق کی تعلیم دیتا ہے سید کائنات، در اللہ المکنون، سر اللہ المخزون، عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگر چہ تمہیں چین جانا پڑے (مفہوم) تو کیا چین میں اس وقت سارے مسلمان بستے تھے؟ ایک جگہ فرمایا کہ علم مومن کی متاع گم گشتہ ہے جہاں سے ملے حاصل کرو (مفہوم)، زیر نظر موضوع سے رو گردانی اور طوالت کے خوف سے قلم کو روکنا پڑتا ہے، لیکن راقم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہل پھر کس چیز کا نام ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریخت

البتہ ناچیز قارئین کرام سے درخواست گزار ہے کہ اگر کہیں ''دیوان مسکین'' کا نسخہ مخطوطہ یا مطبوعہ مل جائے تو حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ کو اس کی فوٹو کاپی ضرور بھجوادیں، یا پھر ''معارف رضا'' کے پتہ پر بھیجدیں اس لئے کہ نہ تو یہ دیوان علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے نہ ہندوستان کی کسی اور جامعہ کی لائبریری سے اب تک دریافت ہو سکا ہے۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ وہاں کے اساتذہ کے علاوہ فارغ التحصیل طلباء میں بھی تصنیف و تالیف اور مطالعہ و تحقیق کا ذوق و شوق بڑھ رہا ہے اور یہ ایک اچھی فال ہے۔ بریلی شریف میں اس وقت ایک ایسی مرکزی لائبریری کی اشد ضرورت ہے جس میں علوم اسلامیہ سے متعلق تمام

موضوعات پر وافر کتب موجود ہوں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی تمام مطبوعہ، اور غیر مطبوعہ کتب بھی یکجا ہوں، اس وقت دارالعلوم منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ اور حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں مدظلہ العالی کے دارالافتاء کی لائبریری میں ایک محتاط اندازے کے مطابق مجموعی طور سے دس ہزار کے لگ بھگ کتب ہوں گی۔ فقیر کی اطلاع کے مطابق اس وقت سب زیادہ کتب کا ذخیر حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں الازہری صاحب قبلہ کے کتب خانے میں ہے حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب کے مطابق دارالعلوم مظہر اسلام کی لائبریری کی توسیع کا ایک جامع پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان الازہری صاحب نے بریلی شریف میں شہر کے باہر رام پور، دہلی روڈ پر ایک بہت بڑے قطعہ زمیں پر (تقریباً ۲۴ ربیگہ) ایک عظیم الشان اسلامک یونیورسٹی "مرکز الداسات الاسلامیہ" کا سنگ بنیاد اسی عرس رضوی کے موقعہ پر رکھا ہے۔ جس کا بلیو پرنٹ اور مجوزہ نقشہ اس فقیر نے دیکھا ہے۔ جب اس کی عمارت مکمل ہوجائے گی تو اس میں تقریباً ۳ ر ہزار طلباء اور سینکڑوں اساتذہ کے قیام و طعام کا جدید سہولیات کے ساتھ مکمل انتظام ہوگا۔ ایک بڑی لائبریری بھی ہوگی جس میں ایک لاکھ کتابوں کے رکھنے کی گنجائش ہوگی۔ مزید برآں یہاں مسجد، طلباء اور اساتذہ کے لئے قیام گاہ، ایک کلینک اور مہمانوں کے لئے ریسٹ ہاؤس بھی تعمیر ہوگا۔ اگر اِن شاءاللہ اس کی تعمیر کے لئے مطلوبہ وسائل مہیار ہے تو اندازاً ۳/۴ ر سال کے عرصہ میں یہ پروجیکٹ مکمل ہوجائے گا اخراجات کا تخمینہ تقریباً ۳ ر کروڑ روپیہ سے زیادہ ہے۔

اس وقت خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں علم وتقویٰ کے اعتبار سے سب سے بلند و بالا شخصیت صدر العلما حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں مدظلہ العالی واطال اللہ عمرہ نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ہے۔ آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں ان کو بریلی شریف کا محدث کبیر کہا جائے تو قطعی بے جانہ ہوگا۔ خانوادۂ رضا میں وہ "ہم شبیہ مفتی اعظم" کے لقب سے مشہور ہیں، فقیر نے جب ان کی زیارت کی تو یہ بات بالکل صحیح لگی چونکہ اس ناچیز نے اپنے پیر ومرشد حضرت مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی زیارت ۱۹۶۳ء، پھر ۱۹۸۰ء میں کی ہے۔ بریلی شریف کے بعض جید علماء نے فقیر کو بتایا کہ حضرت علامہ تحسین رضا خاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی کتب اسلامی کا بڑا ذخیرہ ہے آپ منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث اور آج کل جامعہ نوریہ رضویہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ وہ خانوادۂ رضا کے ہر فرد سے یکساں محبت وشفقت سے پیش آتے ہیں اور خانوادہ کے تمام خورد وکلاں بھی ان کا ویسا ہی احترام کرتے ہیں۔ دوسری عظیم علمی روحانی شخصیت مخدوم ومحترم حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری دامت برکاتہم عالیہ کی آپ بھی منظر اسلام سے فارغ التحصیل ہیں۔ بعد میں اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمۃ کے حکم پر جامعہ ازہر قاہرہ مصر جا کر کلیہ اصول الدین میں ۳ ر سال تعلیم حاصل کی اور پہلی پوزیشن میں کامیابی حاصل کی۔ آپ فتویٰ اور تقویٰ کے اعتبار سے ایک بلند مقام کے حامل ہیں اردو، عربی اور انگریزی میں متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ تقریباً ۱۰ ر سال آپ نے دارالعلوم منظر اسلام میں درس تدریس کے فرائض بھی انجام دیئے۔ آپ کے فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے البتہ ازہر الفتاویٰ "Azharul Farwa" کے نام سے ۳۲ ر اور ۴۴ ر صفحات پر مشتمل دو حصوں میں منتخب انگریزی فتاویٰ ڈربن ساؤتھ افریقہ سے شائع ہوچکے ہیں۔ آپ صاحب دیوان نعتیہ شاعر بھی ہیں۔ عربی، اردو، فارسی میں کمال دسترس رکھتے ہیں۔ آج کل بخاری شریف کی شرح عربی زبان میں لکھ رہے ہیں۔ فقیر نے دوران قیام بریلی حضرت استاذی علامہ مولانا نصر اللہ خاں افغانی مدظلہ العالی اور حضرت علامہ مولانا

جمیل احمد نعیمی صاحب زید مجدہ کے ساتھ اس شرح کی سماعت وزیارت کی ہے تقریباً ۷۰۰رسے زیادہ صفحات کمپوز ہو چکے ہیں اس کے علاوہ آپ اپنی قیام گاہ پر باقاعدہ دورۂ حدیث کرارہے ہیں۔شرکاء میں زیادہ تر فارغ التحصیل طلباء ہوتے ہیں اس عرس رضوی پر پہلا دورۂ حدیث مکمل ہوااور آپ نے اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم کیں اور دستار فضیلت باندھیں۔دورۂ حدیث کی سند حاصل کرنے والوں میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عسجد رضا خاں سلمہ تعالیٰ بھی تھے۔فقیر نے بھی قیام بریلی کے دوران ۳ردن دورۂ حدیث کے اختتامی ایام میں آپ سے درس حدیث سماعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔آپ نے جس طلاقت زبان،اور سلاست وروانی کے ساتھ عربی میں احادیث کے مطالب ومعانی بیان کئے،متن حدیث پر جرح کی،اسرار ورموز اور نکات کی تشریح کی،اور اشکال رفع فرمائے اس سے علم حدیث اور اصول حدیث پر آپ کی دسترس،وسعت مطالعہ اور عربی لغت اور صرف ونحو پر عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔درس حدیث سماعت کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے امام الحدیث الشیخ احمد رضا خاں محدث بریلوی اور ان کے فاضل وقابل صاحبزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعہ کا فیضان ان کے قلب وزبان پر جاری ہے۔انداز تکلم ایسا حسین کہ دل چاہ رہا تھا کہ یہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں اگرچہ بعض نکات کے سمجھنے میں اس ناچیز کی جہالت مانع رہی۔**اللھم زد فزد و حفظه الله تعالیٰ من کل عین الآمه۔**

علامہ اختر رضا خاں الازہری قبلہ نے ایک بہت اہم کام یہ بھی کیا ہے کہ اپنے دارالافتاء (مرکزی دارالافتاء) میں فارغ التحصیل طلباء کے لئے افتاء کی عملی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا ہے۔بیک وقت ۶/۷نوجوان فارغ التحصیل طلباء وہاں موجود رہتے ہیں۔حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالرحیم بستوی صاحب قبلہ (سابق مفتی منظر اسلام) کی نگرانی میں یہ علماء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔حضرت علامہ مفتی قاضی صاحب اپنی علمی صلاحیتوں کے اعتبار سے ہندوستان میں بہت معروف ہیں،آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔فقیر کو ان میں سے دو،تین طلباء سے تبادلۂ خیالات کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ یہ منتخب اور ذہین طلباء ہیں۔ان کے اندر طلب علم کا شوق اور تحقیق ومطالعہ کا ذوق سلیم پایا جاتا ہے ان میں زیادہ تر منظر اسلام کے فارغ التحصیل ہیں راقم کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو علم وعمل کے نور سے منور رکھے اور ان سے درس وتدریس،تعلیم وتعلم اور تحقیق تصنیف کی مجلسوں کے مزید چراغ روشن ہوں۔

مولانا عمران رضا خاں سمنانی سلمہ الباری ابن مولانا منان رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے اور پھر مرکزی دارالافتاء الازہری کے ان فاضل نوجوانوں سے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ جو نایاب تھے، ان کا مجموعہ بحمد اللہ تیار ہو گیا ہے ازہری دارالافتاء کے انہی فاضل نوجوان علماء نے اس کی تبیض،کمپوزنگ اور تصحیح کی ہے۔تقریباً ۳۵۰رصفحات پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ حامدی اب طباعت کا منتظر ہے۔یہ ایک اہم علمی پیش رفت ہے۔

محترم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی شخصیت بریلی شریف بلکہ ہندوستان کی علمی اور ادبی حلقوں میں بہت معروف ہے۔طرز زندگی درویشانہ اور اس قدر سادہ ہے کہ پہلی ملاقات میں زائر کے لئے ان کی شخصیت کی معرفت ممکن نہیں۔خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اوران کے خانوادے کے علمی اور ادبی کارناموں پر جامعات کی سطح پر تحقیقی کام کرنے والے ریسرچ اسکالرز کے ساتھ ان کا تعاون اور رہنمائی

بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ صاحب تصنیف کتب کثیرہ ہیں۔ امام احمد رضا اور خانوادۂ رضا کی علمی، ادبی اور دینی خدمات کے حوالے سے مختلف موضوعات پر ان کے متعدد تحقیقی مضامین اور کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔ امام احمد رضا اور ان پر لکھے ہوئے متعدد کتابچوں اور مقالوں کا انگریزی میں ترجمہ بھی کرچکے ہیں۔ وہ ریاضیات اور اس سے متعلقہ علوم سے بھی شغف رکھتے ہیں چنانچہ اس فن سے متعلق امام احمد رضا کے بعض رسائل کی انہوں نے تسہیل بھی کی ہے اور بعض موضوعات پر تبصرے بھی لکھے ہیں۔ گذشتہ چھ، سات سال میں ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا ریسرچ اسکالر ہو جس نے امام احمد رضا یا ان کے خانوادے کے حوالے سے پی.ایچ.ڈی کی ہو اور اپنے مقالے کے سلسلے میں ان کی مدد و رہنمائی نہ حاصل کی ہو۔ یہ بات تحدیث نعمت کے طور پر ڈاکٹر عزیزی صاحب نے خود احقر سے ارشاد فرمائی۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی دو کتابوں "الکلمۃ الملہمۃ" اور "فوز مبین" کی اوقلیدس کی اشکال، اور الجبراء کے فارمولاجات کی تبیض و تصحیح کا کام ۷۰ رفیصد کے قریب مکمل ہوچکا ہے اور اس ضمن میں حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب، استاذ و مفتی جامعہ نوریہ رضویہ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد ڈاکٹر صاحب اس کو انگریزی میں منتقل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک ذاتی لائبریری بھی بنائی ہے جس کے متعلق احقر نے یہ سنا ہے کہ امام احمد رضا پر تحقیقی کام کے لئے مآخذ و مواد کے اعتبار سے اس سے بہتر ذاتی لائبریری بریلی شریف میں کسی کے پاس نہیں۔ افسوس کے یہ فقیر اور ہمارا وفد اس کی زیارت سے محروم رہا چونکہ بریلی شریف کے تقریباً ۱۸ ردن کے قیام کے دوران باوجود اظہار خواہش کے ایک دن بھی ڈاکٹر عزیزی صاحب نے ہمیں اپنے دولت کدے کی زیارت نہ کرائی۔ ان کی ایک انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ خانوادۂ رضا کے خورد و کلاں ہر فرد سے نیاز مندانہ برابر کے تعلقات ہیں ان کی علمی تصنیفی اور تحقیقی سرگرمیوں میں رضا کارانہ معاونت فرماتے ہیں۔ اس لئے خانوادہ کا ہر بزرگ اور صاحبزادہ اس ضمن میں ان سے رجوع کرتا ہے اور مفید مشوروں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

عرس شریف کے موقع پر اور قیام بریلی کے دوران جن دیگر بیرونی علمائے کرام اور اسکالرز حضرات سے شرف ملاقات حاصل ہوئی ان کی فہرست بہت طویل ہے، عرس شریف کے اس اژدھام میں زیادہ تر حضرات سے ملاقات سرسری رہی، لیکن جو حضرات عرس کے بعد بھی کچھ دن بریلی شریف میں مقیم رہے اور جن حضرات سے علمی اور تحقیقی عناوین پر خصوصاً امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر تحقیقی اور تصنیفی کام کے حوالے سے گفتگو رہی ان کے اسماء گرامی جو راقم کو یاد رہ گئے وہ یہ ہیں:

☆ مولانا امین میاں برکاتی صاحب (سجادہ نشین سلسلہ برکاتیہ) (مارہرہ شریف)
☆ علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب (پٹنہ)
☆ علامہ مولانا شمس الھدیٰ صاحب (مبارکپور)
☆ ڈاکٹر سرتاج حسین رضوی ایڈووکیٹ صاحب (بانس منڈی، بریلی)
☆ ڈاکٹر مولانا حسن رضا خاں صاحب (پٹنہ)
☆ مولانا عبدالمصطفےٰ صدیقی حشمتی صاحب (جامعہ مخدومیہ رضویہ ردولی)

☆ مولانا سید فاروق نوری بخاری صاحب (منڈی، ڈسٹرکٹ پونچھ، مقبوضہ کشمیر)

☆ مولانا خواجہ عبداللطیف صاحب، ریٹائرڈ ٹیچر سنی، سورن کوٹ، (پونچھ، مقبوضہ کشمیر)

☆ مولانا رشید رضا ابن علامہ مولانا غلام آسی صاحب (ملک، ڈسٹرکٹ، رامپور)

☆ مولانا سید محمد نورانی صاحب ابن علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی (سنبھل ضلع مرادآباد)

☆ علامہ مولانا مفتی سید شاھد علی رضوی صاحب (رامپور)

☆ مولانا علی احمد سیوانی صاحب (سیوان)

☆ صاحبزادہ محمد حسن زور عیشی صاحب (بڑاپل بلرام پور)

☆ مولانا ادریس رضاخاں صاحب (ابن علامہ مولانا حشمت علی خان صاحب) (پیلی بھیت)

☆ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب، ڈائرکٹر اسلامک سینٹر (دیناجپور، بنگلہ دیش)

☆ مولانا محمد انیس الزماں استاد جامعہ احمدیہ سنیہ، عالیہ (چاندگاؤں، چٹاگانگ، بنگلہ دیش)

☆ مولانا محمد اسمٰعیل رضوی صاحب بانی وسرپرست، اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر (مغربی پٹیہ، چٹاگانگ)

☆ مولانا قاضی محمد شہید الرحمٰن ہاشمی صاحب (کول گاؤں، چٹاگانگ، بنگلہ دیش)

☆ مولانا محمد نظام الدین صاحب (کول گاؤں، چٹاگانگ، بنگلہ دیش)

☆ صوفی اقبال احمد نوری (مرتب شمع شبستان رضا صاحب، مدیر ماہنامہ نوری کرن) (باقر گنج، بریلی)

بنگلہ دیش کے مہمانان گرامی نے ہمیں بتایا کہ وہاں ''کنزالایمان'' کے علاوہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی متعدد کتب اور ان پر لکھی ہوئی ماہر رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (پاکستان) اور محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری جنرل سیکریٹری ادارہ ھذا کی بعض تصانیف کا بنگالی زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے اور ہر سال وہاں یوم رضا کے موقعہ پر سیمینار/ کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں اور اس موقع پر لکھے گئے اور پڑھے گئے مقالات (بنگالی/اردو/انگریزی) پر مشتمل ایک سالنامہ مجلّہ شائع ہوتا ہے اخبارات میں خبریں اور آرٹیکل بھی شائع ہوتے ہیں۔ الحمدللہ یہ کام اب بنگلہ دیش کے کئی شہروں مثلاً، چٹاگانگ، ڈھاکہ، دیناجپور وغیرہ میں شروع ہو چکا ہے۔ جب بنگلہ دیشی برادران دینی یہ باتیں کر رہے تھے اور درمیان میں ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کا ذکر آگیا تو امتنان وتشکر کے جذبات سے ان میں بعض حضرات کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئی تھیں اور ایک دو حضرات تو اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کرسکے اور پھوٹ پھوٹ کر رودیئے۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ:

> ''ہم اس آرزو کے ساتھ عرس رضوی اور جشن صد سالہ منظر اسلام میں حاضر ہوئے کہ شاید اس موقع پر ڈاکٹر صاحب قبلہ کی زیارت سے بھی وہ مشرف ہوسکیں گے۔ انہوں نے راقم سے درخواست کی آپ ایک بار حضرت کو بنگلہ دیش لائیں تاکہ ہم ان کے قدموں کو چوم سکیں اور اپنی آنکھوں سے لگائیں انہوں نے ''رضویات'' پر علمی اور تحقیقی کام کر کے دنیائے اہل سنت پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ انہی کی نگارشات، رہنمائی نگرانی اور سرپرستی کا صدقہ ہے کہ آج

ہمارے پاس اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لٹریچر کی فروانی ہے اور عالمی سطح پر ہر طرف جدید جامعات میں ان کی شخصیت اور کارناموں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے''

بلاشبہ اگر غور کیا جائے تو برصغیر جنوبی ایشیا کے ہر ذی علم اور سمجھدار سنی کے دل کی یہی آواز ہے۔

ایں صدا از من و تو جملہ جہاں خیرش باد!

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ماہر رضویات، مسعود ملت، حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ کو صحت و عافیت عطا فرمائے، دشمنوں کے شر، حاسدوں کے حسد سے بچائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ) رضائے احمد میں ''احمد رضا'' کا چرچا ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

ہند سے تا مدینہ و ام القریٰ	عشق احمد رضا کا وہ چرچا کیا
مچ گئی دھوم دنیا میں سب نے کہا	واہ احمد رضا! شاہ احمد رضا!

قارئین کرام محترم! بہت سی ایسی باتیں ہیں جو گوشۂ خیال میں موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے قرطاس پر نہیں لا سکتا لیکن بعض اہم اطلاعات کا آپ تک ابلاغ بھی ضروری ہے فقیر کی حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب سے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی بازیاب جلدوں کی اشاعت سے متعلق گوشۂ تنہائی میں نہایت مفید گفتگو رہی وہ تمام گفتگو تو راقم بیان نہیں کر سکتا کہ اس کا محل نہیں۔ لیکن اتنا بحمد اللہ باطمینان قلب کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ اس کی تبییض، کمپوزنگ، بانداز جدید ایڈیٹنگ، تحشی و تخریجات میں بنفس نفیس محنت کر رہے ہیں، خود اپنی نگرانی میں کام کروا رہے ہیں۔ یہ مرحلہ صبر آزما اور وقت طلب ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت کا شائع شدہ اور غیر شائع شدہ تمام حصہ ایک ساتھ شائع ہوگا۔ اس لئے اس میں دیر ہوگی لیکن ان شاء اللہ العزیز اشاعت یقینی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو صحت عافیت، وسائل و ہمت، اور نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے (آمین) بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

''معارف رضا'' کے اس شمارے کی خوبیوں اور خامیوں کا فیصلہ قارئین کرام کی نگاہ شوق اور ناقدانہ نظر پر ہے لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ آپ اس میں نفس موضوع کے اعتبار سے اطلاعات کا ایک ایسا ذخیرہ پائیں گے جو آنے والے اہل قلم اور محققین کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، انداز نگارش کے نئے زاویے دریافت ہوں گے۔ مواد و مآخذ کے نئے باب وا ہوں گے۔ البتہ فروگذاشت اور خطا انسانی فطرت ہے، اس لئے تعمیری نقد و نظر اور مخلص و مفید مشوروں کیلئے ہم ممنون ہوں گے۔

اس شمارہ کی ایک اہم دستاویزی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس شمارے میں ''شہر وفا'' بریلی شریف اور ''شہریار اقلیم عشق مصطفےٰ ﷺ''، احمد رضا اور ان کے متعلقین کے جتنے خوشنما زاویے (یعنی تصاویر میں) سموئے گئے ہیں برصغیر کے کسی جریدے، رسالے میں نہیں ملیں گے۔ اس میں ''معارف رضا'' کے نائب مدیر عزیزی مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کی اپنی جستجو، کاوش اور حسن انتخاب کا دخل ہے جن میں سے بعض

''معارف رضا'' کی زینت ہیں۔ان کے ملاحظہ کے بعد آپ یوں محسوس کریں گے کہ آپ بریلی شریف میں ہیں اور زمین اور فضا دونوں سے اپنے پیاروں کا نظارہ کر رہے ہیں۔

بریلی شریف سے واپسی سے قبل چند گھنٹوں کیلئے پیلی بھیت عرس حشمتی (حضرت علامہ مولانا حشمت خاں صاحب علیہ الرحمۃ) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔حضرت مولانا ادریس رضا خاں صاحب کی دعوت پر مخدوم ومحترم علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ وہاں حاضری کا شرف ملا۔اس موقع پر حضرت مولانا مشاھد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی عمارت کا سنگ بنیاد بھی بدست علامہ ازھری رکھا گیا۔حضرت مولانا تسلیم رضا خاں صاحب نے مخدوم محترم حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب دامت برکاتہم عالیہ کی نیابت کی۔ایک دن کیلئے رامپور بھی جانا ہوا وہاں جانے کے دو مقاصد تھے ایک تو جد امجد حضرت علامہ مولانا سید ھدایت رسول قادری لکھنوی علیہ الرحمۃ کے مزار کی زیارت اور دوسرے رضا لائبریری رامپور کا معائنہ۔حضرت علامہ مفتی سید شاھد علی رضوی مدظلہ العالی مفتی رامپور دوران قیام بریلی کئی بار فقیر کو دعوت دے چکے تھے۔اس لئے بھی جانا ضروری ہو چکا تھا۔انہوں نے جد امجد کی نسبت سے فقیر کی بڑی عزت افزائی کی ان کا انداز بود و باش درویشانہ اور مجاھدانہ ہے۔اپنے دولت کدے پر ٹھہرایا اور خوب مدارات کی۔حضرت مفتی صاحب متعدد کتب کے مصنف ہیں، علمی اور تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کے حوالے سے مواد و مآخذ کا کافی ذخیرہ ان کے پاس ہے۔اخبار دبدبۂ سکندری کے تقریباً ۶/ ۷ سو صفحات کی فوٹو اسٹیٹ بھی ان کے پاس موجود ہے۔فقیر کے جد امجد شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید ھدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کی حیات و کارناموں پر بقول مفتی صاحب کے تین، چار سو صفحات وہ تحریر کر چکے ہیں۔آپ کے زیر اہتمام رامپور میں دو تعلیمی ادارے (دارالعلوم) ''الجامعۃ الاسلامیہ'' اور مسلمان بچیوں کیلئے ''انوری جامعۃ المحسنات'' بحسن وخوبی چل رہے ہیں۔آپ ایک اچھے مبلغ اور مقرر بھی ہیں، غرض درس و تدریس، تحریر و تقریر اور رشد و ھدایت کے ذریعہ تبلیغ دین اور مسلک حقہ کی اشاعت کا کام تندھی سے کر رہے ہیں۔آپ کی وساطت سے راقم کو ''رضا لائبریری'' رامپور دیکھنے کا اتفاق ہوا۔رامپور کے آخری نواب، رضا علی خاں صاحب کے نام پر اس کا نام رضا لائبریری رکھا گیا ہے بقول ایڈیٹر ''رضا لائبریری جنرل'': (یہ لائبریری ہندوستان میں مشرقی مخطوطات کا سب سے قدیم اور مالدار خزینہ ہے۔یہاں عربی، فارسی اور سنکسرت کے مخطوطات ہی نہیں ترکی اور پشتو زبان کے خطی نسخے بھی موجود ہیں)۔نیز اس میں اسلامی نوادرات، مخطوطات، کتب اور رسائل و جرائد کا عظیم ذخیرہ بھی ہے۔اس کا شمار سرزمین ہند کی چند گنی چنی بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔یہ لائبریری نواب رضا علی خاں کے والد نواب حامد علی خان کے محل حامد منزل میں قائم ہے۔رسائل و جرائد کے شعبۂ میں راقم نے دوسروں کے درجنوں رسائل کے مقابلہ میں اہل سنت کے صرف تین ماہنامہ ''کنز الایمان'' دہلی، ''افکار رضا'' ممبئی، اور ''سنی دنیا'' بریلی پایا۔خاکسار پاک و ہند کے تمام سنی اشاعتی اداروں اور رسائل جرائد کے ناشرین سے اپیل کرتا ہے کہ رضا لائبریری اور اس جیسی پاک و ہند کی تمام بڑی پبلک اور نجی لائبریریوں میں اپنی مطبوعات اور رسائل و جرائد ضرور بھیجیں تاکہ علماء اور محققین اس سے استفادہ کر سکیں اور ہمارا نقطۂ نظر لوگوں کے سامنے آئے۔احقر کے بعد راولپنڈی (پاکستان) سے عرس رضا اور جشن صد سالہ میں شرکت کے لئے آئے ہوئے مہمان اسکالر پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد صاحب (نبیرۂ فقیہہ اعظم محمد بشیر الدین ابو یوسف سیالکوٹی علیہ الرحمۃ) بھی اپنی ڈاکٹریٹ کی تھیسس کی تیاری کے لئے تین دن کے لئے رضا لائبریری سے استفادہ کیلئے رامپور تشریف لے گئے۔وہ بھی وہاں علامہ مفتی سید شاھد علی صاحب زید مجدہ کے مہمان تھے۔ان کے ہاتھ راقم نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی

تقریباً ۱۰ ارکتب رضا لائبریری کے لئے عطیہ بھیجیں۔ بعد میں وہاں کے لائبریرین نے اس کی رسید گی اور شکریہ کا خط راقم کے نام لکھا۔ ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی صاحب افسر بکار خاص رضا لائبریری کے سکریٹری ہیں۔ مفتی شاھد علی صاحب نے، بتایا کہ وہ ایک ذی علم، علم دوست، اچھے منتظم اور خلیق انسان ہیں اتفاق سے اس دن وہ ناسازی طبع کی وجہ سے موجود نہیں تھے۔ اس لئے ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ اسسٹنٹ لائبریرین جناب ابو سعد اصلاحی صاحب سے تعارف ہوا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ راقم ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) پاکستان کا صدر ہے تو بڑی تواضع سے پیش آئے اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہم لوگ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ پر علمی انداز میں کام کر رہے ہیں اور ان کی عظیم شخصیت کا صحیح تعارف اہل علم و دانش کے حلقوں میں کرا رہے ہیں۔ انہوں نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ ادارہ کی مطبوعات، اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور "معارف رضا" رضا لائبریری کو ماہ بماہ بھیجی جائیں۔ راقم نے وعدہ کیا کہ ان شاءاللہ آئندہ سال عرس رضوی کی حاضری کے موقع پر ادارہ ھذا کی مطبوعات دیگر کتب اعلیٰ حضرت آپ کو پیش کی جائے گی لیکن اس کے لئے فقیر چاہے گا کہ ایک تقریب کی صورت ہو اور "معارف رضا" ان شاءاللہ آئندہ ماہ سے آنا شروع ہو جائے گا۔ رخصت کے وقت جناب اصلاحی صاحب نے سالانہ رضا لائبریری جنرل کے دو نسخے جنرل نمبر (۳) اور (۴،۵) عطا فرمائے۔ اس کے مدیر ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی ہیں، اور مجلس مشاورت میں آٹھ اسکالرز کے نام ہیں جنہیں ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ جناب ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی صاحب نے جب سے رضا لائبریری کا اہتمام سنبھالا ہے انہوں نے لائبریری کی از سر نو زیبائش و آرائش کے ساتھ صوروی اور معنوی دونوں تبدیلیاں کی ہیں، مثلاً سال، بسال اہم موضوعات کے حوالے سے سمینار کا انعقاد، رضا لائبریری کی اہم مخطوطات اور اس پر تحقیقی کام کی اشاعت وغیرہ۔ جنرل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ ۶/۵ سال میں اب تک گیارہ اہم مخطوطات اور ادبی تحقیقات زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ محترم مفتی شاھد علی صاحب نے لائبریری کے شعبۂ مخطوطات کے اہم عہدیدار اور رامپور کی اہم علمی شخصیت جناب حکیم محمد حسین خاں شفاؔ سے بھی ملاقات کرائی۔ حکیم صاحب کی تحقیقی نگارشات رضا لائبریری جنرل اور دیگر معیاری رسائل و جرائد میں شایع ہوتی رہتی ہیں۔ راقم نے ان کو امام احمد رضا کی تحقیقات و تصنیفات پر تحریر کیلئے راغب کیا ہے۔

دہلی میں بھی راقم کا مختصر قیام رہا۔ یہاں ۲/۳ بار حاضری ہوئی عرس رضوی میں شرکت کے لئے جاتے وقت ایک دن قیام رہا۔ درمیان میں استاذ گرامی علامہ نصر اللہ خاں مدظلہ العالی کو الوداع کہنے کیلئے دہلی آنا ہوا۔ ایک یوم قیام رہا۔ واپسی پر یہاں ایک روز قیام کے بعد کراچی بذریعہ جہاز روانہ ہوا۔ یہاں مندرجہ ذیل علمائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت علامہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشیں اور ان کے نبیرہ مولانا انفس حسن فاروقی زید مجدہٗ (انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری ابن صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب اور حضرت علامہ مولانا زید حسن فاروقی صاحب (علیہم الرحمۃ) جامعہ ازھر، قاھرہ مصر کی تعلیم کے زمانے میں ہم سبق تھے)۔ علامہ ارشد القادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، جامعہ نظام الدین اولیاء کے پرنسپل مولانا مقبول احمد مصباحی صاحب، محترم ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب شاھی خطیب مسجد فتح پوری، علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب، علامہ فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب، مولانا قمر الدین صاحب رضوی مالک رضوی کتاب گھر اور چیف ایڈیٹر ماہنامہ "کنز الایمان" دہلی۔ واپسی پر مولانا قمر الدین رضوی صاحب کے ہم مہمان تھے انہوں نے ہماری بڑی پذیرائی کی ہر طرح سے ہمارا خیال رکھا ہم ان کے نہایت ممنون ہیں۔ مولانا قمر الدین رضوی صاحب نے ایک اہم اشاعتی کام رضا اکیڈمی

ممبئی کے تعاون سے یہ کیا ہے کہ کتابت کی غلطیوں سے مبراء اور بعض متروک محاوروں اور روز مرہ کی تسہیل کے ساتھ ''کنزالایمان'' اپنے مکتبہ رضوی کتاب گھر، دہلی سے شائع کیا ہے۔اس کی رونمائی بدست علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں مدظلہ العالی عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف میں ہوئی۔ ''کنزالایمان'' کی کتابت کی تصحیح کا کام علامہ مولانا اختر رضا خاں الازہری کی سرپرستی میں علماء کے ایک بورڈ نے کیا جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

- مولانا مظفر حسین پورنوی
- علامہ محمد احمد مصباحی
- علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی
- مفتی عبدالمبین نعمانی قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی/اسلام آباد بھی ان شاءاللہ جلد اسی نسخہ کی اشاعت پاکستان میں کرے گا۔اس ضمن میں ادارے کی اسلام آباد برانچ کے چیئرمین جناب کے.ایم.زاھد صاحب ایک جامع پروگرام بنارہے ہیں جس کے تحت نسخے کے گیٹ اپ کی از سرنو ڈزائننگ اور کمپوزنگ کا کام شروع کیا جائے گا۔

دہلی کی جامع مسجد میں ہم سید عالم ﷺ کے تبرکات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے مزارات پر حاضری دی اور وہاں شاہی خلجی مسجد کے خطیب مولانا خواجہ سید اسلام الدین نظامی صاحب سے ملاقات کی انہوں نے ہماری ضیافت کی اور تبرکات سے نوازا۔علامہ ارشد القادری صاحب آج کل سخت علیل ہیں ان کے لئے دعائے صحت کی ضرورت ہے۔جامعہ نظام الدین اولیاء میں ہمیں بتایا گیا کہ حضرت علامہ صاحب کے قائم کردہ دارالعلوم ''جامعہ فیض العلوم'' جمشید پور (مشرقی یوپی، انڈیا) کا اکتوبر ۲۰۰۱ء کے اواخر میں پچاس سالہ جشن تاسیس منانے کی تیاریاں ہورہی ہیں اور ساتھ ہی علامہ صاحب کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ان کی حیات وخدمات پر علماء ومحققین مقالات پڑھیں گے۔اس موقع پر ایک ضخیم یادگاری مجلہ بھی شائع کیا جائے گا۔

آخر میں گرامی قدر قارئین سے ''دارالعلوم منظر اسلام'' کے جشن صد سالہ کے پس منظر میں اپنے چند مشاھدات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے سرزمین ہند میں علوم اسلامی کا ایک مرکزی ادارہ دارالعلوم منظر اسلام قائم فرما کر بدمذھبیت وہابیت اور نجدیت کے زہریلے اثرات کے خلاف مضبوط بند باندھا۔منظر اسلام دراصل عشق رسول ﷺ کی ایک ایسی تحریک تھی جہاں سے وابستہ فارغ التحصیل علماء نے معاشرے کی اصلاح کا اہم کام انجام دیا۔یہاں سے علم وعمل اور صدق وصفا کے وہ بطل جلیل پیدا ہوئے جو علماء حق میں پائے جانے والی جملہ خوبیوں کا عطر مجموعہ تھے۔اخلاص، محبت، ایثار و تواضع، تقویٰ وطہارت، حق گوئی و بے باکی ان کے زبان وعمل سے ثابت ہے۔آج اس روحانی اور علمی مرکز کا جشن صد سالہ مناتے وقت تشنگان علم حقیقی اور عقیدتمندان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کیلئے غور وفکر اور اپنے کردار کے جائزے کا دن ہے کہ جن اکابرین کے نام پر یہ تقریبات منعقد ہورہی ہیں ان کا مشن کیا تھا؟، انہوں نے کیا، کیا قربانیاں دیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکامات کا ابلاغ اکناف عالم میں کس طرح کیا.....؟، آج ہماری اوران اکابر کی زندگیوں میں کیا فرق ہے.....؟،

آج ہمارے قول وفعل کا تضاد ہمیں کہاں لے جائے گا......؟،

آج اس پس منظر میں بطور طالب علم، استاذ، عالم، عوام اہل سنت ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں......؟

آج ہمیں اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لینا ہے عہد صمیم اور پائے استقامت کے ساتھ دار العلوم اہل سنت بریلی شریف کے پیغام کو اس کائنات ارضی کے گوشے گوشے تک پہنچانا ہے، اپنی اور اپنوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی اصلاح اور ''عشق رسول ﷺ'' کے مرکزی نقطے پر اس کو مجتمع کرنے کی سعی کرنا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یادگار اعلیٰ حضرت ''دار العلوم منظر اسلام'' کی ترقی کے لئے نہ صرف خلوص دل سے دعا کرنی ہے بلکہ دامے، درمے، قدمے سخنے اس کی اور اس کے زیر سایہ پاک وھند میں پھیلنے اور پھولنے والے تمام جامعات اور مدارس اہل سنت کی صوروی اور معنوی ترقی کیلئے کام کرنا ہے۔

یک حرف بیش نیست سراسر حدیث شوق
ایں طرفہ ترکہ ہیچ بہ پایاں نمی رسد

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اخلاص اور عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصلی الله تعالی علی خیر خلقه سیدنا مولانا محمد وعلی اله وصحبه واولیاء ملته وعلمائے شریعته وبارک وسلم۔

''منظر اسلام کا ۹۸/واں جلسہ دستار فضیلت''

یادگار اعلیٰ حضرت، مرکز اہل سنت، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف اپنا سوسالہ علمی سفر خوش اسلوبی سے طے کر کے ۱۰۱/ویں منزل میں داخل ہوگیا۔ اس سال ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ/۲۰ مئی ۲۰۰۱ء کو عرس رضوی کے موقع پر جہاں اس کا صد سالہ جشن تاسیس تمام تر مذہبی تقدیس اور آب وتاب کے ساتھ منعقد ہوا۔ وہیں جامعہ رضویہ منظر اسلام کی ۹۸ ویں تقریب دستار فضیلت بھی ۹/اگست ۲۰۰۱ء/۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ اپنی سابقہ شان وشوکت کے ساتھ انعقاد پذیر ہوئی۔ اس مبارک موقعہ پر دار العلوم کے کامیاب طلباء کی کارکردگی مندرجہ ذیل رہی:

دورۂ حدیث:--۲۱۷ **قراءت:--۳۲** حفظ:--۳۸ **کل تعداد:--۲۸۷**

اراکین ''معارف رضا'' اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان اس بہترین کارکردگی پر جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت علامہ نعیم اللہ خاں اور جامعہ کے تمام اساتذۂ کرام خصوصاً اس کے مہتمم حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور جامعہ منظر اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں۔ **(ادارہ)**

از : ڈاکٹر محمد حسن قادری *

''مدرسہ اہل سنت کے مؤسس اول''

امام العلماء حضرت مولانا رضا علی خاں کے فرزند رئیس الاتقیاء مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ولادت جمادی الآخر یا رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ آپ نے جملہ علوم وفنون کی تعلیم اپنے والد ماجد امام العلماء مولانا رضا علی خاں سے حاصل کی آپ ایام طفلی سے ہی پرہیزگار اور متقی تھے۔ کیونکہ آپ امام العلماء کے زیر تربیت رہے جو نامور عالم اور عارف باللہ بزرگ تھے جن کی پرہیزگاری کا جوہر مولانا کو ورثہ میں ملا تھا پھر بفصل ایزدی میلان طبع بھی نیکی کی طرف تھا۔ مولانا نقی علی خاں علم وعمل کا بحر وذخار تھے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق وعلما تھی آپ کی آراء واقوال کو علمائے عصر ترجیح دیتے تھے۔ کثیر علوم میں تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔

مولانا نقی علی خاں ایک بلند پایا عالم اور اپنے وقت کے بے مثال فقیہ تھے۔ آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی توجہ دی آپ کا درس مشہور تھا۔ طلباء دور دور سے آپ کے پاس علم کی پیاس بجھانے آتے تھے۔ آپ بہت ذوق وشوق کے ساتھ طلباء کو تعلیم دیتے تھے۔ مولانا نقی علی خاں کی فلاح و بہبودگی کے لئے دینی تعلیم کو لازمی قرار دیتے تھے۔ آپ نے اس مقصد کے حصول کیلئے بریلی میں ''مدرسہ اہل سنت'' قائم کیا

مدرسہ اہل سنت کا قیام:

مولانا نقی علی خاں بریلوی کے عہد تک بریلی میں مختلف علمائے کرام انفرادی طور پر دینی و مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی بریلوی و مولوی یعقوب علی کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولوی ہدایت علی فاروقی بریلی کے محلہ قرولان کے ساکن اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ مولوی ہدایت علی نے ''مدرسہ شریعت'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں آپ دینی تعلیم دیتے تھے۔ اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ وہ تنہا اس مدرسہ کے مصارف برداشت کرتی تھیں۔ بریلی میں یہ سب سے پہلا دینی مدرسہ تھا(۱) مدرسہ میں شہر کہنہ کے رئیس مولوی یعقوب علی نے بھی کچھ عرصہ تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

ان مدارس کے باوجود بریلی میں ایسا کوئی مدرسہ نہیں تھا جو باقاعدہ مذہبی تعلیم دے سکتا اس لئے مولانا نقی علی خاں بریلوی نے کوٹھی رحیم داد خاں واقع محلہ گلاب نگر بریلی میں ''مدرسہ اہلسنت'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا(۲)۔ باوجود تلاش و جستجو کے قیام کے سن وتاریخ کا کوئی دستاویزی ثبوت حاصل نہیں ہو سکا۔ مدرسہ کے مصارف عوام کے مدد وتعاون سے پورے ہوتے تھے

(ریسرچ اسکالر، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا)

مولوی احسن نانوتوی نے بھی بعد میں بریلی کے محلہ
مداری دروازے کی ایک چھوٹی سے مسجد میں ''مصباح التہذیب''
نام سے ایک مدرسہ ۱۸۷۲ء میں قائم کیا(۳)۔''حیات اعلیٰ حضرت''
کے مصنف حضرت مولانا ظفر الدین بہاری نے مصباح التہذیب
بریلی کا بانی مولانا نقی علی خاں کو قرار دیا ہے۔ اس تسامح کو
اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے سبھی سوانح نگاروں نے مولانا ظفر
الدین کے حوالہ سے قائم رکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ
مصباح التہذیب مولوی احسن نانوتوی نے ہی قائم کیا تھا اور مولانا
نقی علی خاں نے مدرسہ اہل سنت'' قائم کیا تھا۔مفتی نقی علی خان
بریلوی کے شاگرد رشید مفتی حافظ بخش کی مندرجہ ذیل تحریر ہمارے
دعوے کی دلیل ہے۔مفتی حافظ بخش آنولوی رقم طراز ہیں:

''حالانکہ بہت سے صاحب ہرگز مصباح التہذیب میں
چندہ نہیں دیتے بلکہ ''مدرسہ اہل سنت'' میں شریک ہیں اور
عمایدین شہر کہنہ کا چندہ وہاں کے مدرسہ سے متعلق ہے اور
بعض صاحب محض خاطرداری اہل شوریٰ اراکین مصباح
التہذیب یا بوجہ ملال و خصومت معاملات دنیوی کہ
فاضل بریلوی (مولانا نقی علی خاں) اور مہتمم ''مدرسہ اہل
سنت'' سے رکھتے ہیں، اس طرف شریک ہیں کچھ لوگ
ابھی اس حال سے واقف نہیں کہ نانوتوی صاحب نے
مدرسہ بوجہ خلاف عقیدہ ''مدرسہ اہل سنت'' سے علیحدہ کرلیا
اور بعض حضرات سے اختلاف عقیدہ فریقین کو اختلاف
مسائل جزیہ کے قبیل سمجھتے ہیں اور فریقین کو ہم عقیدہ
جانتے ہیں''(۴)

مفتی حافظ بخش آنولوی کی مندرجہ بالا تحریر ''مدرسہ اہل
سنت'' اور ''مدرسہ مصباح التہذیب'' کے چندہ سے متعلق ہے مگر
اس تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

☆مولانا نقی علی خاں بریلوی اور مولوی احسن نانوتوی کے مابین
عقیدہ کا اختلاف تھا۔

☆مدرسہ اہل سنت مولانا نقی علی خاں نے قائم کیا تھا اور مصباح
التہذیب مولوی احسن نانوتوی نے قائم کیا تھا۔

☆مدرسہ اہل سنت مدرسہ مصباح التہذیب سے قبل قائم ہوا۔

☆اب سے تقریباً سوا سو سال قبل ذرائع ابلاغ کی کمی کی وجہ سے
شہر کہنہ کے عوام نئے شہر کے حالات سے جلدی باخبر نہیں ہو پاتے
تھے اس لئے شہر کہنہ کے سارے مسلمان اس بات سے واقف نہیں
ہو سکے تھے کہ مولانا نقی علی خاں اور مولوی احسن نانوتوی کے
درمیاں عقیدہ کا اختلاف تھا اسی لئے ''مصباح التہذیب'' میں
چندہ دیتے تھے۔

☆مدرسہ مصباح التہذیب ۱۸۷۲ء میں قائم ہوا اس لئے مدرسہ
اہل سنت ۱۸۷۲ء سے قبل قائم ہوا ہوگا۔

''مدرسہ اہل سنت'' اپنے وقت کا معروف اور معیاری
دینی مدرسہ تھا۔مصباح التہذیب ''مدرسہ اہل سنت'' کے مقابلہ کا نہ
تھا اس میں ابتدائی درجات کے تھوڑی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل
کرتے تھے۔مدرسین بھی معمولی تعلیم یافتہ تھے۔اس کا ثبوت مفتی
حافظ بخش آنولوی کی مندرجہ ذیل تحریر ہے:

''نانوتوی صاحب فرمائیں کے مصباح التہذیب میں
شرح شمسیہ کی سند کوئی پڑھتا ہے یا ان کے مدرس اعلیٰ یہ
کتابیں پڑھا سکتے ہیں! وہاں صرف چند طلبائے صرف ونحو
اور لڑکوں کی قرآن خوانی کے کون پڑھتا ہے۔ بتایئے
مصباح التہذیب کے قیام سے مسلمانوں کو کیا فائدہ
ہوا(۵)۔

مجاہد آزادی:

مولانا نقی علی خاں بریلوی کو ملک میں انگریزی اقتدار سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے تاحیات انگریزوں کی مخالفت کی اور انگریزی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وطن عزیز کو انگریزوں کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے آپ نے زبردست قلمی ولسانی جہاد کیا۔ اس بار میں چنداشاہ حسینی لکھتے ہیں:

''مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی وعلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے انگریز مولانا کی علمی وجاہت و بدبہ سے گھبراتا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ مولانا نقی علی خاں کا ہند کے علماء میں اونچا مقام تھا، انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں(۶)۔

ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لئے ہند کے علماء نے ایک جہاد کمیٹی بنائی۔ انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا۔ اس جہاد کمیٹی میں سرفہرست مولانا رضا علی خاں بریلوی علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علی خاں بریلوی، مولانا احمد شاہ، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خاں وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں(۷)۔

مولانا نقی علی خاں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے۔ آپ نے اپنی انگریزی مخالف تقریر سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش وولولہ پیدا کیا۔ بریلی کا جہاد کامیاب ہوا۔ انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دیکر بریلی چھوڑنے پر مجبور کردیا۔(۸)

تلامذہ:

مولانا نقی علی خاں بریلوی کے مندرجہ ذیل تلامذہ معروف زمانہ ہوئے:

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۲) مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۳) مولوی برکات احمد (۴) مولانا ہدایت رسول لکھنوی (۵) مفتی حافظ احمد بخش آنولوی) مولانا حشمت اللہ خاں (۷) مولوی سید امیر احمد بریلوی (۸) مولوی حکیم عبدالصمد صاحب

''حیات اعلیٰ حضرت'' کے مصنف علامہ ظفر الدین بہاری نے مفتی نقی علی خاں کے خلف اصغر مولوی محمد رضا خاں کو ان کے والد کے تلامذہ میں شامل کیا ہے جبکہ مولوی محمد رضا خاں اپنے والد مفتی نقی علی خاں کے وصال کے وقت صرف چار سال کے تھے(۹)۔ اس طرح مولوی محمد رضا خاں کا اپنے والد کا شاگرد ہونے قطعی ثابت نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے برادر بزرگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے ہی تعلیم وتربیت حاصل کی۔

تصنیف و تالیف:

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی مولانا نقی علی خاں اپنے دور میں نادر روزگار مصنف تھے اور جمیع علوم میں بھی اپنے ہم عصر علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔ آپ کو متعدد علوم پر دسترس حاصل تھی آپ نے اردو، عربی، فارسی کو اپنی گراں قدر تصنیفات سے مالا مال کیا۔ آپ نے متعدد علوم وفنون اور موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ خاص طور پر سیرت نبوی ﷺ، تعلیم و تعلم، علم معاشرت، علم تصوف وغیرہ موضوعات و مسائل پر نہایت جامع اور بلند پایہ چالیس کتابیں تصنیف کیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ۲۶ رکتابوں کا ذکر کیا ہے۔

آپ کی بیشتر بیش بہا تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات میں طبع نہ ہوسکیں اس کی وجہ تھی کہ اللہ نے آپ کو علم وفضل کی دولت کے ساتھ ساتھ استغنا کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ جس وقت نام نہاد علماء اپنے علم کو جنس تجارت بنا کر برطانوی حکام سے نذرانے وصول کررہے تھے اور دولت مندوں سے چندہ لے کر اپنے عقائد کی ترویج واشاعت کررہے تھے۔ اس وقت مفتی نقی علی خاں کی غیرت دینی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے خود اپنے ہم مسلک اور معتقدین رؤسا کے پاس جانا بھی منظور نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ آپ کی زیادہ تر تصانیف آپ کی حیات میں زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں۔

عقد اور اولاد:

مولانا نقی علی خاں کی شادی مرزا اسفندیار بیگ لکھنوی کی دختر حسینی خان کے ساتھ ہوئی تھی۔ مرزا اسفندیار بیگ کا آبائی مکان لکھنؤ میں تھا مگر آپ نے مع اہل وعیال بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی آپ مسلکاً سنی تھے۔

مولانا نقی علی خاں کی مندرجہ ذیل اولادیں یادگار تھیں:

(۱) احمدی بیگم زوجہ غلام دستگیر عرف محمد شیر خاں، خلف محمد عمران خاں (۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں (۳) مولانا حسن رضا خاں (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں (۵) مولوی محمد رضا خاں (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں خلف عطا اللہ خاں۔

❀ احمدی بیگم امام احمد رضا خاں سے عمر میں بڑی تھیں آپ کا نکاح یکم ربیع الاول ۱۲۸۴ھ کو غلام دستگیر خاں عرف محمد شیر خاں خلف محمد عمران خاں سے ہوا تھا۔ جو محلّہ جسولی بریلی کے رہنے والے تھے۔ احمدی بیگم کے دو فرزند مولوی علی احمد خاں اور مولوی علی محمد خاں تھے اور ایک دختر محمودی جان تھیں جن کا عقد مولوی حشمت اللہ خاں تلمیذ مفتی نقی علی خاں سے ہوا تھا۔ مولوی حشمت اللہ خاں علیگڑھ میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ رٹائر ہونے کے بعد بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ احمدی بیگم کے فرزند اکبر علی احمد خاں لاولد فوت ہوتے اور دوسرے فرزند علی محمد خاں کے صرف ایک دختر ذکیہ سلطانہ تھیں۔

❀ مولانا نقی علی خاں کے فرزند اکبر امام احمد رضا خان بریلوی تھے۔ آپ کے نکاح شیخ فضل حسین عثمان کی دختر ارشاد بیگم کے ہمراہ ہوا تھا۔ شیخ فضل حسین عثمانی کی زوجہ یعقوتی جان تھیں جو غلام فرید خاں کی دختر تھیں۔ غلام فرید خاں غلام دستگیر خاں کے بیٹے تھے۔ غلام دستگیر خاں شہزادہ مکرم خاں کے بیٹے تھے اور شہزادہ مکرم خاں محمد اعظم خاں کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا خاں کے دو فرزند تھے، پہلے فرزند مولانا حامد رضا خاں جو حجۃ الاسلام کے نام سے معروف ہوئے اور دوسرے فرزند محمد مصطفیٰ رضا خاں تھے جو مفتی اعظم کے نام سے مشہور ہوئے۔

امام احمد رضا خاں کی پانچ دختران تھیں (۱) مصطفائی بیگم زوجہ حاجی شاہد علی خاں دوسرے دختر کنیز حسن تھیں جن کا عقد حمید اللہ خاں بن احمد اللہ خاں سے ہوا تھا جو رئیس اعظم شہر کہنہ کفایت اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ تیسری دختر کنیز حسین کا عقد حکیم حسین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں کے ہمرا ہوا تھا۔ کنز حسین کا انتقال امام احمد رضا کے انتقال کے ۲۱ ردن کے بعد ہوا۔ چوتھی دختر کنیز حسنین کا عقد مولوی حسنین رضا خاں خلف مولانا حسن رضا خاں حسن کے ساتھ ہوا۔ پانچویں دختر مرتضائی بیگم کا عقد مجید اللہ خاں ابن احمد اللہ خاں ابن حاجی کفایت اللہ خاں رئیس اعظم شہر کہنہ روہلی ٹولہ کے ساتھ ہوا۔

❀ مولانا نقی علی خاں کے فرزند اوسط مولانا حسن رضا خاں حسن

بریلوی کی شادی اصغری بیگم دختر علیم اللہ خاں بن شاہ اعظم خاں بن معظم خاں بن سعادت یار خاں بن شجاعت جنگ سعید اللہ خاں کے ہمراہ ہوئی ۔ آپ کے تین فرزند مولانا حکیم حسین رضا خاں و مولانا حسنین رضا خاں اور مولانا فاروق رضا خاں پیدا ہوئے۔ فاروق رضا خان لاولد فوت ہوئے ۔ حکیم حسین رضا خاں نے دو شادیاں کیں پہلی شادی امام احمد رضا خاں کی دختر کنیز حسین اور دوسری شادی مولانا حامد رضا خاں کی دختر ام کلثوم سے ہوئی۔

❀ حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں کے دو فرزند اور تین دختران تھیں فرزند اکبر واجد علی خاں تھے اور دوسرے فرزند شاہد علی خاں

❀ مولانا نقی علی خاں کے فرزند اصغر مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں تھے ۔ ابھی آپ صرف چار سال کے ہی تھے کہ والد ماجد مولانا نقی علی خاں کا وصال ہوگیا۔ آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کی۔ مولانا محمد رضا خاں کی ایک دختر فاطمہ بیگم تھیں جن کا عقد مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے ہوا تھا۔ مولوی محمد رضا خاں کی شادی سکینہ بیگم دختر غلام علی خاں ساکن خواجہ قطب بریلی سے ہوئی تھی ۔ آپ کا وصال ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ہوا تھا اور اپنے آبائی قبرستان میں جانب شرق لب سڑک دفن کئے گئے جس پر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نے مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔

❀ مولانا نقی علی خاں کی سب سے چھوٹی دختر محمدی بیگم کا عقد کفایت اللہ خاں خلف عطا اللہ خاں سے ہوا تھا۔

شہید محبت کا سفر آخرت:

امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں کا خونی اسہال کے عارضہ میں ذیقعدہ ۱۲۹۷ء کو وصال ہوا اور اپنے والد ماجد امام العلماء مولوی رضا علی خاں کے پہلو میں محو استراحت ہوئے ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی آپ کے آخری لمحات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''سلخ ذیقعدہ پنج شنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ قدسیہ کو اکیاون برس پانچ ماہ کی عمر میں بعارضہ اسہال دموی شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کے کنار میں جگہ پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت سحر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرمارہے ہیں ۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ اپنے طور پر حالت بیہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرماگئے جس وقت روح پرفتوح نے جدا فرمائی فقیر سرہانہ حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح اعلانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھکر برق تابندہ کی طرف چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہوکر غائب ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی'' (۱۰)

حوالاجات

(۱) تنبیہ الجہال، مفتی حافظ بخش آنولوی
(۲) سوانح احسن نانوتوی، پروفیسر ایوب قادری
(۳) ایضاً
(۴) تنبیہ الجہال، مفتی حافظ بخش آنولوی
(۵) ایضاً
(۶) شمس التواریخ، چندہ شاہ حسینی
(۷) مشعل راہ، عبدالحکیم اشرف
(۸) حیات مفتی اعظم ہند، مرزا عبدالوحید بیگ
(۹) مقدمہ ۱۸۸۴ / ۴۱۱ ،مصنف شہر بریلی
(۱۰) جواہر البیان فی اسرار الارکان، مولانا نقی علی خاں (تقدیم-از:، امام احمد رضا)

﴿مزار اعلیٰ حضرت کا بالائی منظر﴾

فاضل بریلوی کے تعلیمی نظریات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ★

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہر تعلیم بھی تھے اس لئے ندوۃ العلماء کی نصاب کمیٹی کے وہ ایک اہم رکن تھے، بعد میں بعض وجوہ کی بنا پر علیحدہ ہوگئے وہ خود دارالعلوم منظر اسلام کے بانی بھی تھی اور بکثرت طلبہ کو انہوں نے پڑھایا تھا، تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ملت کی ترقی اور نشو و نما کیلئے تعلیم اور نصاب تعلیم کی تشکیل و ترتیب دیتے وقت یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ترقی اور نشو و نما کی نہج کیا ہونی چاہیے۔ نہج کا تعین قومی مزاج، قومی نظریات اور قومی ضرورت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی کا موقف درج ذیل ہے۔

اسلامی تصور: اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہیے کیوں کہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کا دین کیا ہے؟

مقصدیت: تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہئے تاکہ ایک عالم گیر فکر ابھر کر سامنے آئے۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔

اولیت: ابتدائی سطح پر رسول اکرم ﷺ کی محبت و عظمت کا نقش طالب علم کے دل پر بٹھایا جائے کہ اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و علماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے۔

صداقت: جو کچھ پڑھایا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو۔ جھوٹی باتیں انسان کی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں جس طرح جسم کیلئے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح ذہن اور دماغ کیلئے بھی صحیح غذا ضروری ہے صحتِ فکر اسی سے وابستہ ہے۔

افادیت: صرف انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید علوم و فنون کو نصاب سے خارج کر دیا جائے اس سے افراد کی توانائی، مال اور عمر تینوں ضائع ہوتے ہیں جو ایک بڑا قومی نقصان ہے۔

للّٰہیت: اساتذہ کے لئے لازم ہے کہ ان کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔ وہ علم کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ طلبہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں۔

حمیت و غیرت: طلبہ میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کریں تاکہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہوجائیں اور اپنا یہ جوہر کھو کر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک داغ نہ بن جائیں۔

حرمت: طالب علم کے دل میں اور تعلیم متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

صحبت: طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی مفید کھیل اور سیر و تفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ طالب علم کی طبیعت میں نشاط و انبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل تعلیم سے اکتا نہ ہوجائے۔

سکینت: آخر میں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سکینت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور باوقار ہونا چاہیے۔ تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر پیدا نہ ہو۔

★ (سرپرست اعلیٰ: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

﴾دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی عمارت کا پر کیف منظر﴿
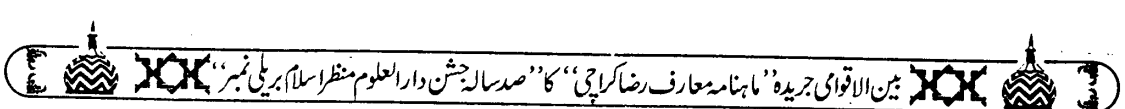
منظر اسلام کی خشت اول

از: علامہ شبیہ القادری پوکھریروی*

بآور ید گرایں جاں بود غرباں دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نشست گاہی جامعہ ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں بیٹھ کر اعلیٰحضرت نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام غزالی کے مشرب اور مسلک کے ترجمان اور شارح بنا کر ہزاروں ذروں کو شہ پارۂ علوم وفنون میں تبدیل کر کے آفتاب عالم تاب بنا دیا جیسے مولانا سلطان احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محلہ بہاری پور، مولانا سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ بریلی شریف، جناب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جناب مولانا سید غلام محمد صاحب بہاری، جناب مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم جب ایسے ایسے علمی اور فنی جواہر پارے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے اپنی نشست گاہ سے پیدا فرمادیے اس لئے کسی دارالعلوم کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے۔

رند جو ظرف اٹھا لے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے

فیضان علوم محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے تشنۂ علم ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ مزید سیرابی علم کیلئے اعلیٰ حضرت کے حضور تشریف لائے تو دیکھا کہ اعلیٰحضرت کی دہلیز پر علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

یک حرف بیش نیست سراسر حدیث شوق
ایں طرفہ ترکہ ہیچ بہ پایاں نمی رسد

اس وقت ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن کا یہ ارادہ کتنا حسین ہوگا کہ اے کاش اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک بے مثال ادارہ دینی بنام دارالعلوم کا وجود بریلی شریف میں ہوجاتا جہاں سے سارے عالم پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا فیضان علم برستا رہتا۔

ملک العلماء کے تصور دارالعلوم کے اس واردہ کو حضرت حجۃ الاسلام خلف اکبر اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی سمع رسانی کرادی اور جناب سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں گزارش کی کہ حضرت! اگر آپ نے مدرسہ کا قیام نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں، دیوبندیوں، وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف

نالش کردوں گا۔ایک آل رسول کی زبان سے یہ سنتے ہی امام احمد رضا لرزہ براندام ہوگئے اور یہ فرمایا کہ سید صاحب آپ کا حکم بسرو چشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے۔اس کے پہلے ماہ کے سارے اخراجات میں خود ادا کردوں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری لیں (تذکرۂ جمیل ۱۷۷) یہ تھا اعلیٰ حضرت کا مقام عشق محبوب ﷺ۔

چونکہ قیام دارالعلوم کیلئے سب سے پہلے ملک العلماء کے ذہن میں بات ٹپکی تھی اور اس واردۂ ذہن ملک العلماء کو بزینہ وار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت تک پہنچایا گیا جس کی منظوری اعلیٰحضرت نے سید زادہ کے واسطے سے عطا فرمادی پھر مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد پڑگئی اس طرح مدرسہ منظر اسلام کے بانیوں میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

یک منعم یک منت یک نعمت یک شکر
صد شکر کہ تقدیر چنیں راندہ قلم را

اس لئے اب تو کہا جاسکتا ہے کہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ منظر اسلام کی خشت اول ہیں۔ اس وجہ سے کہ سب سے پہلے مدرسہ کے وجود کا تصور ملک العلماء کے ذہن پر ہی وارد ہوا تھا اور بقول حضور مفتی اعظم ہند اعلیٰ حضرت نے دو شاگردوں حضرت مولانا ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی سے مدرسہ کا آغاز فرمایا تھا جو اعلیٰ حضرت کی کتاب الاستمداد مفتی اعظم ہند کے تحشیہ اور اس شعر کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

مزید آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں کہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری منظر اسلام کے بانیوں میں تھے۔

"تذکرۂ جمیل" کے مؤلف ہمارے دیرینہ کرم فرما شفیق علامہ مولانا الحاج محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی مدظلہ العالی جو (۵۲-۱۹۵۱ء) میں مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں زیر تعلیم تھے اور میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں زیر تعلیم تھا فرق صرف یہ تھا کہ وہ ہمارے پیش رو اور مقتدا تھے اور میں ان کا پس رو اور مقتدی تھا۔ان کی باتیں ضرور میرے چشم ابرو پر رہیں گی بلکہ میں ان کی باتوں کو اپنی بینائی پر جگہ دیتا ہوں وہ اپنی تالیف "تذکرۂ جمیل" کے صفحہ نمبر ۱۷۶ پر فرماتے ہیں کہ:

"امام احمد رضا کے مزاج شناس احباب اور خدام نے ایک سید صاحب کو اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت تک کی رسائی کا واسطہ بنایا"

اب یہ دریافت طلب ہے کہ وہ مزاج شناس احباب اور خدام کون تھے؟ وہی حضرات تو تھے جن کو زمانہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کہتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند اپنے تحشیہ کے وضاحیہ میں فرماتے ہیں کہ ملک العلماء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے سچے رفیق کار اور جانشین تھے الحمدللہ!

حدیث عشق زحافظ شنونہ از واعظ
اگر صفت بسیار در عبادت کرد

لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانت ہیں کہ ملک العلماء

منظر اسلام کی خشت اول ہیں:

غرض ملک العلماء بہاری رحمۃ اللہ علیہ مذہب رضویت میں (مذہب بمعنی دین نہیں بلکہ میں نے راہ مراد لی ہے) ہر جگہ خشت اول ہی کی حیثیت رکھتے ہیں بقول کوثر نیازی پاکستان کی مملکت کے سابق وزیر تعلیم فتاویٰ رضویہ عالمگیری پر بھاری ہے اور میں اپنے کو سمجھتا تھا کہ علم کا سمندر پار کر گیا ہوں لیکن فتاویٰ رضویہ جب پڑھنے لگا تو ایسا محسوس ہوا کہ درحقیقت علم کے سمندر تو اعلیٰحضرت ہی ہیں اس کے ساحل پر کھڑا ہو کر میں ابھی سیپیا چن رہا ہوں اے ماشاءاللہ۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کی اشارت کیا ادا کیا

اس فتاویٰ رضویہ کا پہلا سوال بانی کے سلسلے میں ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت سے کیا تھا اور اسی پر فتاویٰ رضویہ کی بنیاد پڑ گئی اور آج پوری دنیا اپنے دارالافتاء کو فتاویٰ رضویہ سے سجا کر اپنے افتاء کے قرطاس و قلم کو رونق بخش رہی ہے اس لئے ملک العلماء ہی فتاویٰ رضویہ کی اساسی حیثیت اور خشت اول ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کی کوہ ہمالیہ جیسی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن سب سے پہلے ملک العلماء ہی نے حیات اعلیٰ حضرت لکھ کر سارے عالم میں اعلیٰ حضرت کی دھوم مچادی اور حق یہی ہے کہ اسی حیات اعلیٰ حضرت سے خوشا چینی کر کے اب سارا عالم اعلیٰ حضرت کے علم کی آخری حد کو جاننا اور چھونا چاہتا ہے اور جو بھی اعلیٰ حضرت پر کچھ لکھنے کیلئے قلم لیکر بیٹھتا ہے آئینہ کی طرح حیات اعلیٰ حضرت کو ضرور سامنے رکھتا ہے ورنہ اس کے قلم کی سانس ٹوٹ جائیگی اور جان نکل جائے گی اس لئے اعلیٰ حضرت کی تشہیر عالمگیر میں ملک العلماء خشت اول کی حیثیت رکھتے ہیں ملک العلماء سچے عاشق امام احمد رضا تھے جو اٹھتے بیٹھتے اعلیٰ حضرت کا نام جپتے تھے اور فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت سے عقیدت رکھنا ایمان پر خاتمہ کی دلیل ہے۔

میں آواز جرس ہوں پے بہ پے فریاد کرتا ہوں
جگا دے کارواں کو خواب سے شاید فغاں میری

اعلیٰ حضرت بھی ملک العلماء پر کچھ کم کرم نہیں فرماتے تھے ولدی ابنی قرۃ عینی سے مخاطب کرتے اور خط لکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اپنے ایک خط میں اپنی شفقت کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

مولانا مکرم تاج الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجاں عزیز ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں مفتی ہیں، واعظ ہیں، مناظر ہیں، میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب نصف و نہار ہر روز اور تاریخ کیلئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کیلئے بھی بناتے ہیں فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کیلئے پیش کرتا ہے۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رضی اللہ عنہما کا مقام فضیلت۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

مختار العلم منہ الفعل والترک ازلی ووقوع الافعال فیما لا یزال تامل فانہ
حق لا شبہۃ ولکن لم یحل الاشکال الا بان یدعی ان تعلق الارادۃ الا
زلیۃ لیس ازلیا والا حادثا بل من التجددات کالتعلقات المبلدۃ التی لا خط
لہا من الوجود فلیس حوادث لعدم الوجود فلا تحتاج الی موجد اذ لم توجد
کالنعم بعد العدم والعباد باللہ تعالی فانہ متجدد ولیس بموجود اذ لو کانت الاعدام
موجودۃ لکانت ازلیۃ لان فی الازل کل شیء سوی اللہ وصفاتہ معدوم
فتکون اما واجبۃ الوجود او یکون اللہ تعالی تامۃ لہا وعلی کل فیستحیل زوالہا
فیستحیل وجود الکائنات فافہم والمسئول لحل کل معضل ومبہم کاملا
لکن یبطلہ ان ہذا التجدد بلا یکون واجبا ولا ممتنعا والا لما تخید وعلی ملک
التجدد فلا یکون الا ممکنا والممکن لابد لہ من الانتساب الی الجاعل فیعود
الاشکال فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیاتی ع۹۹ ان الاعتباری
الفیاد المستغنی عن المؤثر ۱۲

قولہ مرباعی معلہ - لسلہ حرفا ۱۲

قولہ تجویز اتصاف الاضطراری بالحسن والقبح حرق الاجماع - اقول مبلہ
لیقول ان الاجماع وقع علی ما ہو اضطراری محض اما ما صدر بالاختیار
موسف بہا وان کان الاختیار لا عن اختیار کالمکرہ از قتل مسلما
ففعلہ قبیح قطعا وان کان مضطرا الیہ تامل ۱۲

قولہ تجویز التخلف - اقول جریانہ فی الخارق الا دی البعد واضح بان
لتعال ارادتہ تعا۔ ولا تنعم بارادۃ اخری والا التسلسل فتکون باللہ
یجاب فیلزم المطلوب ۱۲

قولہ — ای اختیار الشق الثانی اما قولہ فیلزم الترجیح من

عکس قلمی مخطوطہ (صفحہ اول) ''حواشی فواتح الرحموت'' از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مخزونہ
لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

تحریر: محمد سلیم اللہ جندران*

امام احمد رضا خاں اور علمیات:

(Imam Ahmad Raza's Epistemology)

بانیٔ امام احمد رضا خاں دورِ جدید کے کسی کالج یا یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نہ تھے نہ ہی انہوں نے مغربی تعلیمی نصاب کے تحت تعلیم حاصل کی لیکن ان کے ہاں جو وسعت علمی، موضوعات پر گرفت، اور مختلف النوع علوم وفنونِ جدیدہ قدیمہ پر جو کامل دسترس دیکھنے میں آتی ہے وہ ان کے ہمعصر علماء میں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔(۱)

علوم وفنون کا یہ خورشید تاباں بیک وقت مترجم، مفسر، محدث، فقیہہ، مصلح، شیخ طریقت، منفرد نعت گو شاعر، عظیم ادیب، سیاستداں، سائنسدان، ماہر اقتصادیات، ماہر نفسیات، ماہر تعلیم، عظیم فلاسفر الحاصل اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ آپ نے ایک سو سے زائد علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں۔(۲)

آپ کی بارگاہ علم ودانش میں مشکل سے مشکل اہم سے اہم تر سوال پیش ہوتا بفضلہٖ تعالیٰ آپ اس سوال کا جواب نہایت محققانہ وتسلی بخش عطا فرماتے۔ سائنس اور فلسفۂ سے متعلق بھی سوالات پیش ہوتے آپ سائنس وفلسفہ کے وہ نظریات جو اسلام سے متصادم ہوتے ان کو قرآن واحادیث سے پاش پاش فرماتے اور دنیائے اسلام کے سامنے تعلیمات اسلامی پیش فرما کر عقل و استدلال کی روشنی میں قرآن وسنت کی عطا کردہ تعلیم کے ذریعے ان کے استدلال کو باطل فرماتے(۳)۔

آپ نے فلسفۂ ومنطق پر متعدد کتب تحریر کیں، جنہیں درج ذیل معروف ومعلوم ہیں:

(۱) فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین (اردو) ۱۹۱۹ء

(Earth is Static)

(۲) الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ (اردو) ۱۹۱۹ء

(Atomic Theory)

(۳) معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین (اردو) ۱۹۱۹ء

(Astronomy)

(۴) نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان ۱۹۱۹ء

(۵) حاشیہ اصول طبعی (اردو)

(۶) حاشیہ شمس بازغہ (اردو)(۴)

امام احمد رضا خاں بریلوی نے بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ۱۲ رجلدی اپنی شاہکار تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' کی جلد دہم میں فلسفہ تعلیم سے متعلق بھی متعدد سوالات کے نہایت تحقیقی جوابات رقم کیئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد دہم کے ابواب عالم ومتعلم، علم التعلیم میں نظام تعلیم، نصاب تعلیم، تعلیمی نفسیات جیسے اہم موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ مذکورہ جلد میں پیش کردہ سوالات وجوابات کی روشنی میں زیر نظر مضمون پیش کیا جارہا ہے:

*(ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ھائی اسکول، دھنی کلاں، منڈی بہاء الدین)

'علمیات' انگریزی زبان میں EPISTEMOLOGY کہتے ہیں:

" 'EPISTEM' means 'knowledge' and 'logy' means 'science' So, EPISTEMOLOGY is a major branch of philosophy which deals with knowledge, its concepts, its Sources and its nature , etc.

علمیات ....(Epistemology)

علمیات ہر فلسفہ کا بنیادی تصور اور موضوع ہے ۔ پروفیسر عبدالغفار گوہر (۱۹۹۸) اپنی تصنیف ''تعلیمات'' میں رقم طراز ہیں:

''فلسفہ کا یہ شعبہ تصور علم سے بحث کرتا ہے۔علم کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس حقیقت کو پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ حصول علم کے ذرائع کون کون سے ہیں؟ کون سا ذریعہ معتبر ہے؟ حسیات کے ذریعے حاصل کیا ہوا علم کافی ہے یا اس سے ماورا بھی کوئی علم ہے؟'' (۵)

امام احمد رضا کے نزدیک علم کی تعریف:

امام احمد رضا خاں کے نزدیک تمام علوم کا مرکز و محور قرآن وحدیث ہے۔آپ علم کی تعریف بھی حدیث پاک ''العلم نور'' سے اخذ کرتے ہیں۔ علامہ مفتی شبیر حسن رضوی ''امام احمد رضا اور علوم عقلیہ'' کے عنوان کے تحت مجلّہ ''معارف رضا'' میں امام کی پیش کردہ تعریف نقل کرتے ہیں:-

''علم وہ نور ہے جو شے اس کے دائرے میں آ گئی منکشف ہوگئی اور یہ جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی ۔ فلاسفہ نے جو کہا کہ علم صورت حاصلہ عند العقل کا نام ہے یہ غلط ہے۔انہوں نے اصل و فرع میں فرق نہیں کیا علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوگئی ہے نہ کہ حصول صورت سے علم جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے؟'' (۶)

مناطقہ کے نزدیک شئی کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا علم ہے۔بعض کے نزدیک عقل کے نزدیک چھپی ہوئی صورت علم ہے۔ دوسروں کے نزدیک صورت حاصلہ کو نفس کا قبول کرنا علم ہے۔بعض کے نزدیک عالم ومعلوم کے درمیان ربط و تعلق علم ہے۔ علم کی یہ تعریفیں بہت سارے مناطقہ وفلاسفہ کے نزدیک مسلم رہیں مگر امام احمد رضا خاں نے ثابت کیا کہ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے ۔حصول صورت سے علم نہیں ہوتا۔یعنی علم نہ ہو تو حصول صورت کیونکر ہوگا؟

ایسوسی ایٹ پروفیسر، چیئرمین ماسٹر فیکلٹی آف ایجوکیشن کالج فیصل آباد (۱۹۹۸ء)، جناب امان اللہ قریشی نے راقم کو ایک نشست میں بتایا کہ امام صاحب نے علم کی تعریف اسلامی نقطۂ نگاہ سے کی ہے اور تمام پہلوؤں سے یہ مسلم اور بہترین ہے ۔ ۳۱ رجنوری ۱۹۹۹ء، بروز اتوار ریڈیو پاکستان اسلام آباد سے میاں ثناء اللہ صاحب نے ''قرآن وسنت کی روشنی میں سوال وجواب'' کے پروگرام میں (6.40 A.M) ڈاکٹر انیس احمد صاحب کے سامنے ایک دوست کا سوال پیش کیا کہ کہا جاتا ہے ''علم روشنی ہے اس کا مفہوم کیا ہے''؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مثلاً کوئی آدمی تاریکی

میں ہو اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کائنات کیسے وجود میں آ گئی؟ یہ خود بخود ہی وجود میں آ گئی ہے یا اللہ رب العزت، خالق کائنات نے اسے خاص انتظام وانصرام کے تحت پیدا فرمایا ہے؟ جب اسے اس چیز کے متعلق علم ہوگا تو اس کے ذہن کی تاریکی دور ہو جائے گی اور صحیح صورت حال اس پر آشکار ہو جائے گی۔ یہ وضاحت بھی العلم نور کے تحت ہی ہے کہ جو شے اس کے دائرے میں آ گئی منکشف ہوگئی اور یہ جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی۔

علم کی اقسام (بلحاظ ذرائع):

امام احمد رضا خاں علم کے تین ذرائع کے قائل ہیں۔ اس ضمن میں وہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہیں جس کے تحت وہ علم کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان کرتے ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع وقیاس

"عن عبداللہ بن عمر و ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم العلم ثلثة آیة محکمة اوسنة قائمة اوفریضة عادلة وماکان سواذلک فھو فضل"

(ابو داؤد، ابن ماجہ، الحاکم)

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"علم تین ہیں: قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ ہے) اوران کے سوا جو کچھ ہے سب فضول"

اشعہ میں ہے:-

ھرچہ قال اللہ نے قال الرسول
فضلہ باشد فضلہ می خواہ اے فضول

(عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ: قال اللہ وقال الرسول کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب فضلہ ہے اے فضولی تو فضول علم پڑھ رہا ہے۔

کل العلوم سوی القرآن مشغلة
الاالحدیث و الفقه فی الدین . (امام شافعی)

ترجمہ: قرآن، حدیث اور فقہ فی الدین کے سوا تمام علوم ایک بیکار مشغلہ ہیں:

علم ترکہ مصطفی ﷺ ھے:

امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

"علم وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کا ترکہ ہے نہ
وہ جو کہ کفار یونان کا پس خوردہ"

فضو لیات:

"وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسماں وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالفہ شرع تعلیم کیئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں"۔

فضائل علم فقط برائع علم دینیه:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"فقیر غفر اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداق فضائل (علم) صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم، شرع کے نزدیک علم، نہ آیات واحادیث میں مراد---اگر چہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اسے علم کہا کریں"

آلات و وسائل، علم آلی---- نحوی، لغوی، منطقی علوم بھی مورد فضائل:

پہلے نمبر پر امام احمد رضا خاں فضائل علم فقط علوم دینیہ کیلئے ہی شرعی لحاظ سے حاصل قرار دیتے ہیں تاہم اس کے ساتھ وہ مزید یہ بھی فرماتے ہیں:

''ہاں! آلات و وسائل کیلئے حکم مقصود کا ہوتا ہے۔ مگر اس وقت تک کہ وہ بقدر توسل وبقصد توسل سیکھے جائیں۔ اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں''

حدیث پاک کی روشنی میں وضاحت:

امام احمد رضا بیان کرتے ہیں:

''جیسے نماز کیلئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہیں جب تک کہ نماز کا انتظار کریں نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں۔

نحوی، لغوی، ادیب، منطقی کہ انہی علوم کا ہور ہے اور مقصد اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ ان خوبیوں کے مصداق تھے نہ ''قیامت تک'' ہوں گے''

علم آلی و خادم علم اعلی الاعالی منطق، فلسفہ و دیگر علوم قدیمہ کی حیثیت اور جواز /عدم جواز:

امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

''نفس منطق کہ ایک علم آلی و خادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث خمس و قول شارح و تقاسیم قضایا و تناقص و عکوس و ضاعات خمس کے تعلم میں اصلاً کوئی حرج شرعی نہیں نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں۔ بیان کرنے والے دائمہ کی مثال میں ''کُلِّ شَیْئٍ مَعلُومٌ لِلّٰہِ تعالیٰ دَائماً'' کی جگہ ''کُل فلک متحرک دائماً'' لکھیں تو یہ ان کی تقصیر ہے منطق کا قصور نہیں''

جواز / عدم جواز:-

ائمہ موئدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات و اصلاحات سے مستغنی تھے تو ان کے غیر بے شک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف ونحو ومعانی و بیان وغیرھا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ ان کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلا''

(جو منطق نہیں جانتا اسے علوم میں پختگی حاصل نہیں ہوتی)

بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں۔

ردالمختار میں ہے:

''امامنطق الاسلامیین الذی مقدماته قواعد اسلامیة فلا وجه للقول بحرمته بل سماه الغزالی معیار العلوم وقدالف فیه علماء الاسلام و منهم المحقق ابن الهمام فانه اتی منه ببیان معظم مطالبه فی مقدمة کتابه التحریر الاصولی''

(مسلمانوں کی منطق کہ جس کے مقدمات قواعد شرعیہ ہیں اس کی حرمت کے قول کا کوئی جواز نہیں بلکہ امام غزالی

نے اسے معیار العلوم کہا ہے علماء اسلام نے اس فن میں تصانیف کی ہیں ان ہی میں سے محقق ابن ہمام ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب التحریر الاصولی کے مقدمہ میں اس فن کے عظیم مباحث کو بیان کیا ہے)(۸)

علم آلی میں اشتغال کس حد تک جائز؟

امام احمد رضا خاں اصل علم مقصود تک پہنچنے کیلئے جن آلات و وسائل، نحوی، لغوی، منطقی علوم کا سہارا لینا پڑتا ہے یا حاجت ہوتی ہے انہیں سیکھنا جائز قرار دیتے ہیں اور علوم دینیہ کی طرح انہیں بھی قرآن وسنت کی رو سے مورد فضائل ٹھہراتے ہیں۔ مگر ان علوم آلی میں آپ اشتغال کو ایک حد تک جائز قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں:

''ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہیے اس میں منہمک ہوجانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم وغافل ہے''(۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''ہاں آلات و وسائل کیلئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل و بقصد توسل سیکھے جائیں۔ نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی، لغوی، ادیب، منطقی کہ، انہی علوم کا ہو رہے اور مقصد اصلی سے کام نہ رکھے''(۱۰)

دنیاوی علوم کی تحصیل بطور دینی تعلیم :

امام احمد رضا خاں ۱۳۳۹ھ فرماتے ہیں:

''دینی اور دنیوی تعلیم کی تقسیم کی موجودگی میں یہ تصور کتنا عجیب اور بعید معلوم ہوتا ہے (مگر ہے حقیقت) کہ دنیوی علوم کی تحصیل اگر حسن نیت کے ساتھ اور مقاصد صحیحہ کیلئے کرو گے وہی تعلیم دینی بن جائے گی حسن نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے نامسعود بن جاتا ہے'' لِكُلِّ أمْرِئٍ مَانَوای'' اور ''إنَّمَا الأعْمَالُ بِالنِّيَاتِ'' احادیث کا شان ورود یہی سبق دیتا ہے۔(۱۱)

امام احمد رضا کا نصابی ماڈل

''عن عبدالله بن عمر و ابن العاص رضى الله تعالىٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم العلم ثلثة آية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة وما كان سوا ذلك فهو فضل''

(ابوداؤد، ابن ماجہ، الحاکم)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع و قیاس کی طرف اشارہ ہے) اوران کے سوا جو کچھ ہے سب فضول ہے"

نصابی ماڈل کے اہم نکات:

(1) بلحاظ ذرائع علم تین ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع وقیاس

(2) نحوی، لغوی، منطقی علوم کی حیثیت آلات ووسائل (علم آلی) کی ہے۔

(3) علوم آلی بھی مورد فضائل علم ہیں بشرطیکہ ان میں اشتغال بقدر توسّل، بقصد توسّل ہو۔

(4) مقصود---اصلی علم ہی ہے جو تین ہیں۔

(5) علم آلی سے بعض مستغنی تھے اور بعض شدید حاجت مند ہیں

(6) علم آلی خادم علم اعلیٰ الاعالی ہیں فقط انہی میں انہماک، اصل مقصود سے انحراف اور فضول ہے۔

(7) فلسفہ و منطق کے امور مخالف شرع مثل نجوم---حرام وملوم ہیں۔

(8) عقلی وسائنسی علوم کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھا جائے نہ کہ قرآن وحدیث کی تشریح ووضاحت سائنس کی روشنی میں۔

(9) اسلام اور اجماع امت گرامی کے خلاف جو بھی دلیل ہوگی وہ یقیناً مردود ہوگی۔

(10) علوم عقلیہ کی تعلیم کو مطلقاً ناجائز کہنا بے عقلی ہے۔

(11) اکثر طبیعات اور عامہ الٰہیات کفر وشرک پر مشتمل ہیں ان کی تعلیم وتعلم زہر مہلک ہے مگر بچند شروط۔

(12) ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو فرض عین ہے۔(۱۲)

امام احمد رضا کا نصابی ماڈل

بلحاظ ترتیب و تدریج لزومی

خاکہ:-

فرض عین:

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم دین کا حصول اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہی ہو، ہر شخص جس پیشے، حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقفیت ہو اور وہ علوم جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا سیکھنا فرض عین ہے۔ان کی فرضیت ہر خاص وعام پر لازم ہے۔

فرض کفایہ:

علوم ضروریہ سے فراغت کے بعد پورا علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان، اس کی صرف نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔سب اس کے اہل نہیں ہوتے۔اس کے سیکھنے والے خواص ہوتے ہیں وہ دوسروں کیلئے رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

مباح:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ ضروریات دین سے فراغت کے بعد ان تمام علوم وفنون کا حصول جن میں کوئی امر خلاف شرع نہ

ہومباح ہے۔

ممنوعہ علوم :

محدث بریلوی فرماتے ہیں وہ علوم جو افراد کے ایمان کو متزلزل کر دیں، جن میں عقائد اسلامیہ اور دوسروں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو ان کا حصول واستعمال ممنوع ہے ۔ مثلاً علم نجوم، سحرو طلسمات اور فلسفہ کے ایسے باطل افکار جن میں انکار وجود آسماں تکذیب گردش سیارات ہو وغیرہ۔

دیگر مسلم مفکرین کے ساتھ موازنہ :

ترتیب وتدریج کے لحاظ سے امام احمد رضا خاں کا تجویز کردہ ماڈل کافی حد تک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نصابی ماڈل سے ملتا جلتا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے تقسیم علوم کے تحت علوم کو دو بڑی اقسام:

(۱) علوم محمود (۲) علوم مذموم

میں تقسیم کیا ہے۔ بعد ازاں علوم محمود کو فرض عین، مباح اور فرض کفایہ علوم کے عنوانات کے تحت پیش کیا گیا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ علوم جن کا حاصل کرنا مسلمان بننے اور رہنے کیلئے ضروری ہے جیسے عقائد اور ارکان اسلام وغیرہ کا علم، فرض عین ہے۔

وہ علوم جن کا حصول نہ ضروری ہو نہ ناجائز۔ وہ سارے علوم جو نہ مذموم ہیں نہ فرض کفایہ، مباح کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً تاریخ وادب اور شاعری وغیرہ۔ شریعت میں ایسا عمل جن کا کرنا مجموعی حیثیت سے معاشرے پر فرض ہو فرض کفایہ کہلاتا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی دو اقسام بیان کرتے ہیں:

(۱) شرعی مثلاً قرآن، اجماع، آثار صحابہ، فروع، مقدمات اور متممات پر مشتمل علوم۔

(۲) غیر شرعی مثلاً فقہ، طب، زراعت، پارچہ بانی، صنعت و حرفت اور خیاطی وغیرہ۔

امام احمد رضا خاں نے فرض کفایہ کے تحت آلاتی علوم بیان کیئے ہیں۔ علامہ ابن خلدون بھی آلاتی علم کی اصطلاح اپنے نصابی ماڈل میں پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے علوم کی دو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) طبعی علوم یا عقلی علوم (فلسفہ وحکمت وغیرہ)

(۲) منطق (فلسفہ اور سائنس کیلئے اس کی حیثیت آلاتی علم کی ہے)

تبصرہ : ترتیب وتدریج کے لحاظ سے محدث بریلوی کا نصابی ماڈل ضرورت وافادیت کے اصول کو نمایاں پیش کرتا ہے۔ آپ ہر شخص کیلئے یہ فرض عین قرار دیتے ہیں کہ اسے اپنے پیشے سے متعلق احکام شریعت سے واقفیت ہو۔ صرف ونحو، معانی، بیان وغیرہ کو آپ بجائے خود منزل یا مقصود اصلی قرار نہیں دیتے بلکہ ان کی حیثیت آپ بطور آلات علوم دینیہ کے بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ ایک مثال بھی بیان کرتے ہیں، جو شخص نماز کا ارادہ کرے اسے اس مقصود اصلی کیلئے وضو کرنے، مسجد کی طرف ہر ہر قدم اٹھانے پر اجر وصلہ ملتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص اپنی منزل ومقصود ''نماز'' تک پہنچے بغیر ہی راہ میں فضول محو ومشغول رہے تو پھر وہ اجر و صلہ سے محروم رہے گا۔ اسی طرح صرف ونحو، معانی و بیان کا سیکھنا بھی اصل منزل ومقصود علوم دینیہ تک پہنچنے کیلئے اجر وثواب کا حامل ہوگا بصورت دیگر تضیع اوقات، فقط انہی علوم آلی تک منہمک ہو جانے والا مقاصد اصلیہ سے محروم اور غافل ہے۔(۱۳)

ڈاکٹر اسرار احمد مدیر ماہنامہ ''میثاق'' لاہور فروری ۱۹۹۸ء کی ''میثاق'' کی اشاعت میں افکار وآراء کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کیا عربی گرائمر اور تعلیمات قرآن کا سیکھنا ہی کافی ہے؟''

موصوف بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ اگر صرف عربی گرامر، قرآن حکیم کا ترجمہ اور اس کے تفسیری نکات سیکھنا اور سکھانا ہی پیش نظر ہے اور اس سے آگے بڑھ کر کسی حرکت اور عملی جدو جہد کا ارادہ نہیں تو اس سے بڑی محرومی کوئی نہیں۔ (۱۴)

دینی مدارس اور تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل

فلسفہ و منطق کا تنقیدی جائزہ:

امام احمد رضا خاں نے اپنے عہد کے دینی مدارس/تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے فلسفہ کے نصاب کا اسلامک فلاسفر، نقاد اور، اسلامی مفکر تعلیم کی حیثیت سے جائزہ لیا اور ایسے علوم کے جائز، ناجائز ہونے کیلئے مخصوص شرائط کا تعین کیا۔ عوام نے آپ سے درس نظامی کے نصاب میں شامل عقلی علوم مثل فلسفہ، منطق وحکمت کی افادیت کے بارے رجوع کیا۔ جہاں آپ نے ریشنل سائنسز (عقلی علوم) کی اسلامائزیشن کا کینوس پیش کیا وہیں آپ نے نیچرل سائنسز کے خلاف اسلام نظریات کا بڑی شد و مد کے ساتھ کسی بھی قسم کی مصلحت کی پروا کیئے بغیر ابطال فرمایا۔ آپ اپنے عہد کے مذہبی/دینی مدارس اور مشنری اداروں کے نصاب پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے جہاں جہاں بھی آپ کو قرآن وسنت کی روشنی میں نصاب تعلیم کے اندر کوئی قباحت، خباثت نظر آئی آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر اس کی نشاندہی کی اور اس کی بیخ کنی کیلئے کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔

پروفیسر منور ابن صادق (۱۹۹۷ء) سائنسی رویے کی تشکیل میں اسلام کے کردار کو بیان کرتے ہوئے اپنی تصنیف ''اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی فلسفیانہ تصورات'' میں رقم طراز ہیں:

''کسی رائے، تصور، نظریے، عقیدے سے یا، طرز عمل کے رد یا قبول کرنے کیلئے کسی بھی شخص کی ذاتی رائے، پسند، خواہش، آرزو کو اسلامی نقطہ نظر سے کوئی حیثیت حاصل نہیں کیونکہ اس میں راہ حق سے انحراف کا امکان موجود ہے'' (۱۵)

امام احمد رضا خاں کو کسی بھی فلسفیانہ تصور کے تحت جہاں کہیں بھی راہ حق سے انحراف کا امکان نظر آیا آپ نے فوراً اس کا سدّ باب کیا یہ فریضہ آپ نے بلا تفریق مسلک ومکتب انجام دیا۔ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے سائنسی تعلیم کے بارے میں چند تجاویز پیش کی ہیں مولانا تقی عثمانی صاحب اپنی مرتب کردہ ان تجاویز وسفارشات میں درج فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں سائنس کا طالب علم بسا اوقات ---سائنس پڑھ لینے کے بعد رسول اکرم ﷺ، وحی اور آخرت کا یا تو منکر ہو بیٹھتا ہے یا کم از کم سائنس کے دوران ان عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے شرماتا ہے--- ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم کو بنیاد بنا کر سائنسی علوم کی تحقیق کی جائے---قرآن کی فہم کی بنیاد پر سائنسی نقطہ نگاہ کی تشریح وتوضیح کی جائے---سائنسی مواد کے ذریعے یہ واضح کیا جائے کہ سائنس کوئی عقیدہ یا Dogma نہیں ہے بلکہ یہ ایسا علم ہے جس میں تبدیلیاں آسکتی ہیں نیز اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ انسان کے حاصل کردہ علم اور الہامی علم میں فرق ہے انسان کا علم ناقص ہے، نامکمل ہے جبکہ الہامی علم غلطی سے مبرّا ہے'' (۱۶)

امام احمد رضا خاں نے آج سے ایک صدی قبل اسی موقف کو پیش فرمایا۔ آپ ریاضی کے پروفیسر مولوی حاکم علی پرنسپل

اسلامیہ کالج لاہور کے ایک استفتاء کے جواب میں حرکت زمین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معاذ اللہ! اسلام سائنس قبول نہ کرے بلکہ سائنس مسلمان کی جائے''

آپ نے جب فلسفہ اور نیچرل سائنسز کی تحقیقات کے بیان میں بعض لوگوں کو ایسے حقائق اور مظاہر قدرت سے انکار کرتے دیکھا جن پر بکثرت قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ گواہ ہیں تو آپ نے ان نیچریوں کی خوب خبر لی۔ حرکت زمین کے رد میں، وجود آسماں، گردش شمس، وجوب قیامت کے حق قرآنی آیات و احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھی ہوئی آپ کی فلسفیانہ تصانیف خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین قاضی شیخ الجامعہ ہمدرد کراچی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے نام اپنے ایک مکتوب برائے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء میں تحریر کرتے ہیں:

''امام احمد رضا خاں کو اگر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا آپ نے ان تمام قوتوں کو منہ توڑ جواب دیا جو سائنس کے نام پر اسلامی عقائد میں ردو بدل کی خواہاں تھیں۔ آپ نے ایک ایسے تعلیمی نظام کی تعمیر پر زور دیا جس کی بنیاد صحیح اسلامی فکر اور عقائد پر قائم ہو اور اسی تناظر میں وہ جدید علوم کی تصویر کشی کرتا ہو'' (۱۷)

عالم اسلام کے اس عظیم مفکرِ تعلیم کی سائنسی مہارت و صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے پاکستان کے مایۂ ناز سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان (۲۴ رمئی ۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی بھی ہے۔ سورج کو حرکت پذیر اور محو گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑی اہمیت کے حامل ہیں'' (۱۸)

درس نظامی کے نصاب میں شامل عقلی علوم مثل فلسفہ، منطق، حکمت وغیرہ پر امام احمد رضا کا تبصرہ و تنقید:

مولوی کریم رضا نے گنج گیا (انڈیا) نے ۳۰ رشوال ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۲ء کو دو سوالات پر مشتمل ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا استفتاء کے سوالات کا خلاصہ یہ ہے:

سوال نمبر 1 : حضرت ملا نظام الدین نے جو نصاب مقرر کیا تھا (جسے آج تک درس نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں دینی علوم کے علاوہ عقلی علوم مثل فلسفہ و منطق و حکمت و ریاضی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زید ان علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع کرتا ہے۔ زید کا ایسا کرنا، کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

سوال نمبر 2 : زید نے اپنے شاگرد عمرو سے بوقت درس حدیث عہد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا۔ طلباء میں مہارت وثقاہت پیدا کرنے کیلئے عمرو اب اپنے شاگردوں کو معقولات کی تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

عقلی علوم کی مخالفت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے:

''متعلقہ علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتغال کے باعث توضیح و تلویح جیس کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے''

ممنوعہ عقلی علوم:

ہاں اکثر طبیعیات و عامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صد ہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلاک و ہیولی صورت جرمیہ و نوعیہ و اسطقسات، انواع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجسام و جنت و نار و احاطہ خرق افلاک و اعادہ معدوم و علم النجوم و احکام زائچہ عالم و زائچہ موالد و تسییرات و فردارات و سیمیا و غیر ہا یہ تو درس میں داخل نہیں۔ طبعیات و الٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔ فاقول و باللہ التوفیق انصافا۔ انکی تعلیم و تعلّم زہر مہلک و نار محرق ہے۔

شرائط تعلیم برائے فلسفیات:

ممنوعہ عقلی علوم و طبیعیات و فلسفیات کا تو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ امام احمد رضا خاں سات شرائط کا ذکر کرتے ہیں جن کے تحت وہ فلسفیات کی تعلیم کو جاری رکھنے کا حکم دیتے ہیں فرماتے ہیں:

''مگر بچند شرائط:

اولاً:- انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔

ثانیاً:- وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔

ثالثاً:- وہ اپنی اس قدرت کو بہ التزام تام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہو۔ ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے۔ جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔

رابعاً:- متعلّم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے پورا سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت و وقعت متمکن نہیں۔

خامساً:- اس (متعلم) کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے۔ بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں۔ حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر ہو جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ج وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ط۔ (الاعراف ۷:۱۴۶)

(اور اگر ھدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں، اور اگر گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں)۔

بالجملہ گمراہ خیال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

سادساً:- معلّم و متعلّم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

سابعاً:- تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے متجلی ہوتی رہے۔

ان شرائط کے لحاظ سے بعونہ تعالیٰ تشحیذ اذہان ہوگی ضلالات فلسفہ کے رد پر قدرت ملے گی۔ بہت بدمذہب کہ مناظرات میں کفار فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں ان کی دندان شکنی ہو سکے گی۔ انہیں اغراض سے ''درس نظامی'' میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ بہت حمقاء کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پا گئیں ہیں'' (۱۹)

سرسید احمد خاں بانی علی گڑھ کالج نے ۱۰/اپریل ۱۸۹۴ء کو جالندھر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ میں اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر''
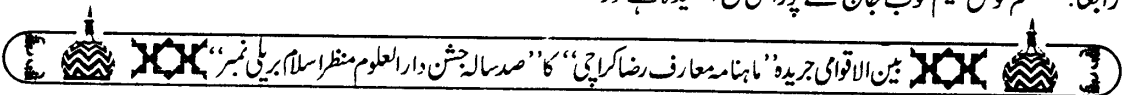
امام احمد رضا خان (۱۲رذی الحج ۱۳۳۵ھ) نے فلسفہ اور نیچرل کی تعلیم کی بابت وضاحت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:-

''ان باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجود آسمان کا انکار یا وجود جن وشیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل ونہار یا آسمانوں کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیرہ عقائد باطلہ کے فلسفہ قدیم میں ہیں ان کا پڑھانا حرام ہے۔ کسی زبان میں ہو۔
نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے'' (۲۰)

فلسفہ قدیمہ کے غلط نظریات کے بطلان پر امام احمد رضا خاں یوں علمی گرفت فرماتے ہیں:

''فلک پر خرق والتیام جائز ہے فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خوار نیچری وغیرہم اسی بناء پر معراج پاک کے منکر ہیں طرفہ یہ ایمان وکلمہ گوئی وتصدیق قرآن عظیم و ایمان قیامت کے بعد مدعی ہیں۔ قرآن و قیامت پر ایمان، استحالۂ خرق والتیام کے ساتھ کیونکر جمع ہوا جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روز قیامت آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے۔
"وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ" (الانعام:۶، ۳۳)

فلسفہ اور نیچرل سائنسز کی روشنی میں سرسید احمد خاں نے اپنی تفسیر میں جس طرح قرآنی اندراجات کو عقل کے مطابق ثابت کیا ہے اس کے متعلق مختصر طور پر ہدایت اللہ خاں چوہدری (۱۹۶۵ء) لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''جمہور علماء اور ان کے درمیان سب سے بڑی خلیج اس وقت حائل ہوئی جب انہوں نے ''تہذیب الاخلاق'' میں اپنی تفسیر القرآن شائع کرنی شروع کی اور اس جدید الکلام کی بنیاد ڈالی جس کے متعلق انہوں نے ایک مفصل تقریر میں کہا تھا اس زمانے میں --- ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے مسائل کو باطل کر دیں یا مشتبہ ٹھہرا دیں یا اسلامی مسائل کو ان کے مطابق کر کے دکھائیں۔ یہ تفسیر آج چھ سات جلدوں میں ملتی ہے اور اس کے مضامین کا ایک نہایت جامع خلاصہ حالی نے حیات جاوید میں درج کیا ہے اس تفسیر میں سرسید نے قرآن کے تمام اندراجات کو عقل اور سائنس کے مطابق ثابت کیا ہے اور جہاں کہیں سائنس کی معلومات اور قرآن مجید کے درمیان اختلاف معلوم ہوتا ہے وہاں معتزلہ طریقے سے آیات کی نئی تاویل اور تشریح کر کے اس اختلاف کو دور کیا۔ سرسید نے معراج و شق صدر کو رؤیا کا فعل مانا ہے (معراج جسمانی کا تازہ انکار کرنے والوں میں سرسید احمد خاں اور ان کے متبعین ہیں)۔ حساب، کتاب، میزان، جنت، دوزخ کے متعلق تمام قرآنی ارشادات کو بطریق مجاز و استعارہ اور تمثیل قرار دیا ہے۔ ابلیس اور ملائکہ سے کوئی خارجی وجود مراد نہیں لیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق کہا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ نسخ قرآن کے نظریے سے قطعی انکار کیا ہے'' (۲۲)

امام احمد رضا خاں کے عقلی و سائنسی علوم کی قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھ

بمطابق:

(۱) اسلام اور اجماع امت گرامی کے خلاف دلیل یقیناً مردود،

(۲) معاذ اللہ! اسلام سائنس قبول کرے نہ کہ سائنس مسلمان کی جائے،

ریاضی کے پروفیسر مولوی حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور (۱۴؍جمادی الاول ۱۳۳۹ھ) کے ایک استفتاء کے جواب میں حرکت زمین کارد کرتے ہوئے سائنس اور اسلام کے ضمن میں یوں فرماتے ہیں:

"آپ جیسے دیندار اور سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم ﷺ و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے یہ بحمد اللہ شان اسلام!

محب فقیر، سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول نہ کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوتی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں" (۲۳)

فلسفۂ قدیمہ کے باطل نظریات کا رد:

امام احمد رضا خاں نے قدیم فلسفہ اور جدید سائنس کے ان تمام علوم کا زبردست ابطال فرمایا جو بکثرت نصوص قاطعہ پر مشتمل قرآنی آیات و احادیث سے متصادم تھے۔ آپ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں فلاسفہ کے ایسے علوم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "یہ گمراہیوں اور باطل باتوں سے پُر ہیں ان میں کفر و شرک اور انکار ضروریات دین کے انبار ہیں قرآن اور فرمان انبیاء علیہم السلام سے متصادم نظریات کا ڈھیر ہیں ہم نے ان میں بعض کا ذکر اپنے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں کیا۔ اس میں ہم نے زمانۂ حال کے متفلسفین پر قیامت قائم کردی ہے" نیز آپ "الکلمۃ الملھمۃ"، مطبوعہ دہلی میں ص ۵، پر رقم طراز ہیں کہ:

"ہم نے تیس (۳۰) مقام ان فلسفہ قدیمہ کے رد میں لکھے جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفۂ جدیدہ کی طرح بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا"

تنویر پھول (۱۹۹۹ء، ص ۳۳۵-۳۳۷) کا بھی اسی موضوع پر تجزیہ پیش خدمت ہے:

"ایک مسلم مفکر کے بیان کے مطابق سائنسی نظریات میں ترمیم و تنسیخ اور کمی بیشی ہمیشہ ممکن ہے اس لئے قرآن کے عام اشارات کو سائنس کے بدلتے رہنے والے نظریات اور مفروضوں سے جوڑنے کی ہر کوشش مطلق اور حتمی نہیں ہوتی۔ دراصل یہ داخلی شکست خوردگی ہے جو بعض لوگوں کو اس گمان میں مبتلا کئے ہوئے ہے کہ اصل چیز سائنس ہے اور قرآن کا کام اس کے پیچھے چلنا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اپنے موضوع پر ایک مکمل کتاب ہے اور جو حقائق وہ بیان کرتا ہے وہ آخری حقائق ہیں"

تنویر پھول نے "جہان حمد" شمارہ نمبر ۲، مطبوعہ ادارہ چمنستان حمد و نعت کراچی میں شائع شدہ بنت مقبول صاحبہ کے مضمون ---حمد، نور اور تخلیق انسانی، ص ۵۹، کی اس عبارت سے اختلاف کیا ہے کہ ملائکہ سے مراد فطرت کی قوتیں ہیں جنہیں انسان

جب چاہے مسخر کر سکتا ہے لیکن ابلیس سے مراد اس کے وہ جذبات ہیں جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کر لیں تو انہیں شیطان یا ابلیس سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس قسم کے نظریات سر سید احمد خان نے پیش کئے تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ملائکہ اور شیاطین کا وجود حقیقی حیثیت رکھتا ہے۔ سورۃ کہف آیت نمبر ۵۰ر میں فرمایا گیا ہے

''ابلیس جنوں میں سے تھا جس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔ کیا اب تم اس کو اور اس کی ذریت کو میرے سوا اپنا رفیق ٹھہراتے ہو جو تمہارے دشمن ہیں''

اسی طرح سورۃ اعراف آیت نمبر ۲۷ر میں ارشاد خداوندی ہے:

''شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے شیاطین ان ہی کے رفیق ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

قرآن پاک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، نیز ہاروت و ماروت کا تذکرہ سورۃ بقرہ میں نام لے کر کیا گیا ہے جو ملائکہ ہیں۔ سائنس اب تک موت پر قابو نہیں پاسکی جو حضرت عزرائیل علیہ السلام نامی فرشتے کا شعبہ ہے جو خالق کائنات کے احکام کے تحت اپنے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہیں۔ (۲۴)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''جہاں عقل کی انتہا ہے وہاں سے مذہب کی ابتدا ہے''

فلسفہ میں مختلف نقطۂ نظر ہوتے ہیں مثلاً یونانی، رومی وغیرہ کیونکہ یہ نقطۂ نظر کائنات کے بارے مختلف نظریات رکھنے والے **Human-mind** کی پیداوار ہوتے ہیں مگر جہاں تک مذہب کا تعلق ہے اس میں لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ (الروم) کا ضابطہ کارفرما ہوتا ہے۔ فلسفہ دانائی، حکمت اور سچائی کی تلاش کا نام ہے۔ خالق کائنات، معبود حقیقی کی ذات سب سے بڑی حکیم ہے:

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (القرآن)

وائیٹ ہیڈ بزرگ (۱۹۴۷-۱۸۶۱) نے کہا تھا مذہب ایمان کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ مذہب سچائیوں کے اس مجموعے کا نام ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے کہ انسانی کردار میں انقلاب بپا کردے بشرطیکہ انہیں ''خلوص'' کے ساتھ قبول کیا جائے اور واضع طور پر ان کا ادراک کیا جائے۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (سابق ڈائریکٹر ہجرۃ کونسل آف پاکستان/ سابق وزیر تعلیم حکومت سندھ) رقم طراز ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ بریلوی دین اسلام کے سلسلہ میں ایک مجتہد کا درجہ رکھتے تھے وہ اپنے وقت کے ''فقیہ اسلام'' تھے جس کا بین ثبوت بارہ جلدوں پر مشتمل ان کی فتاویٰ ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے۔ وہ اپنے وقت کے بڑے فلسفی تھے اور کلاسیکی فلسفہ پر تنقید کے اعتبار سے وہ گویا امام غزالی کے جانشین تھے۔ امام غزالی نے اپنی معرکۃ آراء تصنیف ''تہافۃ الفلاسفہ'' میں بیس فلسفیانہ مسائل پر بحث کی اور علامہ بریلوی اپنی کتاب ''الکلمۃ الملھمۃ'' میں اکتیس مسائل زیر بحث لائے۔ فاضل شبیر احمد غوری صاحب نے اپنے ایک محققانہ مقالہ میں بجا طور پر ''الکلمۃ الملھمۃ'' کو عہد حاضر کا ''تہافۃ الفلاسفہ'' قرار

دیا ہے"۔(۲۵)

حاصل کلام:

زیر نظر مضمون میں پیش کردہ حقائق ،مشاہدات، تبصرات،تنقیدات ،اصلاحات کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ بطور Epistemologist (ماہر علمیات) امام احمد رضا خاں کے نزدیک فقط وہی علم معتبر اور قابل حصول ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہو۔ آپ اجتہاد کے زبردست قائل میں بہرحال اسلام اور اجماع امت کے خلاف کسی بھی دلیل کو مردود گردانتے ہیں۔ قدیم فلسفہ ہو یا جدید سائنس ،ایسے تمام علوم جو بکثرت نصوص قاطعہ پر مشتمل قرآنی آیات اور احادیث سے متصادم ہوں انہیں آپ نے قطعی حرام قرار دیا ہے اور آپ نے ایسے علوم کی اپنی تصانیف میں متعدد مثالیں بھی دی ہیں۔

استفادہ اور اطلاق کی ضرورت و افادیت:

تصور علم سے بحث کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے علم کی جو تعریف اور اقسام بلحاظ ذرائع و ترتیب و تدریج لزومی بیان کی ہیں ان میں خالص اسلامی روح کارفرما ہے اور کسی بھی اسلامی فلاحی مملکت میں تعلیمی نصاب سازی کے دوران ان سے رہنمائی نہایت ضروری ہے۔

جن علوم کو، جن خاص صورتوں کے تحت آپ نے حرام و ممنوع قرار دیا ہے انہیں اپنانا یقیناً علمی ،ایمانی ،اخلاقی ،اقتصادی، معاشی، معاشرتی اور فکری زوال کے مترادف ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ وسعت علمی کے تحت آپ کے تجویز کردہ نصابی ماڈلز کو بھی ٹیچرز ٹریننگ اسکولز، کالجز و یونیورسٹیز کے کورسز میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ اس عظیم اسلامی مفکر تعلیم کے علمی ورثہ سے بھی استفادہ کرسکیں۔ حکمت مومن کی گم گشتہ دولت ہے۔ جب بھی ملے، جہاں سے بھی ملے وہ اسے خوشدلی سے قبول کرتا ہے اور اس کے حصول کیلئے ہمہ دم جستجو میں لگا رہتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (۱۹۸۹ء) سابق سیکرٹری تعلیم وزارت سندھ لکھتے ہیں:

"مولانا بریلوی نے جس انداز فکر کی نشاندہی کی ہے اگر اس کو اپنا لیا جائے تو آج ہمارے پڑھے لکھے نوجوان جدید افکار وخیالات سے اتنے مرعوب اور اسلامی فکر و خیال سے اتنے بیگانہ نظر نہ آتے بلکہ راقم کا تو یہ خیال ہے کہ خود سائنسدان قرآن سے روشنی حاصل کرتے تو جہاں وہ آج پہنچے ہیں صدیوں قبل پہنچ چکے ہوتے۔(۲۶)

گوھر عبدالغفار
(رجسٹرار ماسٹر فیکلٹی آف ایجوکیشن،گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن،فیصل آباد)

نوٹ:

یہ تحقیقی مقالہ بطور "ریسرچ پیپر" جناب محمد سلیم اللہ جندراں صاحب نے M.Ed کے امتحان کے آخری سال میں پیش کیا تھا جس پر نہ صرف ان کو M.Ed کی ڈگری دی گئی بلکہ رجسٹرار ماسٹر فیکلٹی آف ایجوکیشن گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، فیصل آباد (پاکستان) نے اس مقالے کی تحسین کی اور اس کی اشاعت کی سفارش بھی کی (مدیر اعلیٰ)

حوالہ جات

(۱) وجاہت رسول قادری، اداریہ ''معارف رضا'' انٹرنیشنل سالانہ ایڈیشن، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی ۱۹۹۹ء، ص ۷

(۲) محمد مالک، ڈاکٹر، بیسویں صدی کا عظیم انسان، در ماہنامہ ''معارف رضا''، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، فروری ۲۰۰۰ء، ص ۱۵-۱۶۔

(۳) سبحانی میاں، ''فاضل بریلوی اور رد فلاسفہ'' در ''معارف رضا'' سالنامہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی ۱۹۹۹ء، ص ۱۲۵۔

(۴) حافظ محمد شکیل اوج، پروفیسر ''فلسفہ و منطق: رضا کوئز بک، مسلم کتابوی لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۲۰۲

(۵) گوھر عبد الغفار، پروفیسر ''تعلیمیات'' مجید بک ڈپو اردو بازار لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۹، ۳۰، ۲۷۱۔

(۶) امام احمد رضا خاں، ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دہم، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء، ص: ۳۹۸۔

(۷) امام احمد رضا خاں، ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دہم، بیسلپور (بھارت)، ص: ۱۶، ۱۷۔

(۸) ایضاً ص ۸۱

(۹) ایضاً ص ۸۱

(۱۰) ایضاً ص ۱۶

(۱۱) سید جلال الدین قادری ''امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم''، رضا دار الاشاعت نشتر روڈ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۶۳-۶۴

(۱۲) امام احمد رضا خاں ''فتاویٰ رضویہ'' فہرست عنوانات و ابواب متعلقہ باب نمبر دہم، جلد دہم، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۰۔

(۱۳) ایضاً

(۱۴) ماہنامہ ''میثاق'' ماڈل ٹاؤن لاہور، فروری ۱۹۹۸ء، ص ۷۸

(۱۵) منور ابن صادق، پروفیسر، ''سائنسی رویے کی تشکیل میں اسلام کا کردار'' در تربیت اساتذہ ''مولفہ: ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۹۷ء، ص ۱۰۹ (منور ابن صادق، پروفیسر، ''اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی فلسفیانہ تصورات'' مطبوعہ لاہور)

(۱۶) تقی عثمانی، مولانا، سائنسی تعلیم کے بارے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات محمد اشفاق ملک، ''تدریس سائنس اسلامی تناظر میں'' در ''تربیت و اساتذہ'' مولفہ، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۹۷ء،

(۱۷) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۔

(۱۸) ایضاً ص ۲۱۔

(۱۹) امام احمد رضا خاں ''فتاویٰ رضویہ'' ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۸۲-۸۳

(۲۰) ایضاً ص ۴۴۹

(۲۱) امام احمد رضا خاں، الکلمۃ الملھمۃ، ص ۴۷

(۲۲) ھدایت اللہ خاں، چوھدری، تاریخ (۷۱۲ھ-۱۹۴۷ء) پاکستان و ہند، برائے بی-اے طلبہ، علمی کتاب خانہ، اردو بازار لاہور، ۱۹۶۵ء، ص: ۵۴۰/۵۴۱

(۲۳) امام احمد رضا خاں ''فتاویٰ رضویہ''، جلد نہم، مکتبہ رضویہ کراچی، ص ۱۷۶-۱۹۱

(۲۴) ''جہان حمد'' مؤلفہ طاہر سلطانی، ادارہ چمنستان حمد و نعت کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۳۳۵-۳۳۷

(۲۵) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۸۵، ۸۶، ۸۸

(۲۶) ''معارف رضا'' سالنامہ انٹرنیشنل ایڈیشن، مدیر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارہ تحقیقا امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۹۰

﴾محلہ سوداگراں بریلی شریف میں واقع ''مسجد رضا'' کا بالائی نظارہ﴿

مولانا محمد اشرف آصف جلالی*

کسی صاحب علم کا علمی مقام بیان کرنا مشکل کام ہے، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کا علمی مقام تو پھر ایسا ارفع و اعلیٰ ہے کہ جس کی بلندیوں کی طرف نگاہ اٹھاتے وقت سر سے ٹوپی گر پڑتی ہے جس کی تحقیقات کی آب و تاب کے سامنے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ آپ کے مبلغِ علمی کا علو وہ بیان کرے جس کا طائر فکر پرواز کرتے کبھی اس فضا تک پہنچا ہو آپ کے جہان معارف کا نقشہ وہ کھینچے جس کے کاروان تحقیق نے اس کی حدود اربعہ کو دیکھا ہو۔ آپ کے بحر حقائق کی گہرائی کا پتہ وہ دے جس کی دانش میں عمیق غوطہ زنی کی صلاحیت موجود ہو۔ آپ کی تحقیقات کا معیار وہ بتائے جس کے مطالعہ کے غزال مرغزار حقائق میں چرنے کے عادی ہوں۔

کیف الوصول ؟ الی سعاد و دونھا
قلل الجبال و بینھن حتوف

بہر حال خامۂ مشتاق عظیم امام کے جہان علم سے شناسائی کی کچھ نہ کچھ کوشش کرتا ہے۔ امام احمد رضا علوم وفنون کے اس منبع کا نام ہے جس سے ایک علم کی نہیں بیسیوں علوم وفنون کی ندیاں رواں ہوئیں۔ آپ وہ گلستان معارف ہیں جہاں علم وحکمت کے انواع واقسام کے پھول مہکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے علم کی قوس قزح میں سات نہیں پچپن رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال دس ماہ اور چار دن کی عمر میں ہندوستان میں رائج علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی۔ بعض محققین نے آپ کے علوم کی تعداد ستر بتائی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے آسمانی علم پر جو خورشید جلوہ افروز ہوئے ان میں سے آپ کی ضیا باریوں اور نور افشانیوں کا انداز نرالا ہے۔

اسلامی علوم وفنون میں عربی زبان و ادب کی مہارت ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتی ہے۔ آپ کو اس میدان میں کمال حاصل تھا آپ تیرہ سال کی عمر میں عربی تحریر وتقریر میں ید طولی حاصل کر چکے تھے۔ آپ کی عمر ابھی دس سال تھی جب آپ نے زمانہ طالب علمی میں ہدایۃ النحو کی عربی میں شرح لکھی۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے عربی میں " **ضوء النھایہ فی اعلام الحمد د الھدایہ**" لکھی۔ عجمی ماحول میں نشوونما پانے کے باوجود عربی زبان میں جو شستگی اور سلاست ملتی ہے علماء عرب بھی اس پر سر دھنتے نظر آتے ہیں۔ آپ کی عربی تصانیف، حواشی اور تعلیقات کی تعداد ۲۰۰ سے بھی زیادہ ہے آپ کی تحقیقات کے مخزن فتاویٰ رضویہ میں سینکڑوں فتاویٰ عربی میں ہیں۔ جہاں آپ نے بہت سے علوم وفنون کے متعلق تصنیفات عربی میں کیں اور عربی نثر کے ذریعے گراں قدر تحقیقات پیش کیں وہاں آپ نے اس مقدس زبان میں بیش بہا اشعار بھی کہے آپ کا عربی دیوان "بساتین الغفران" کے نام سے طبع ہو چکا ہے جسے عرب دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے آپ کی عربی تحریروں کا معیار

*(جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام، لاہور)

اتنا بلند ہے کہ قومی اور بین الاقوامی جامعات میں ان پر ریسرچ کیلئے، ایم-اے، ایم-فل اور پی-ایچ-ڈی کے تھیسز رجسٹرڈ ہوئے۔

آپ کا قلم بڑا سیال تیز رفتار اور برق بار تھا-سیال ایسا کہ لکھتا لکھتا ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کر گیا۔ جو اتنی پر مغز اور قابل توجہ ہیں کہ ریسرچ اسکالرز ایک، ایک صفحے پر دنوں نہیں ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں تک اپنی عقل و خرد کی قوتوں کو اعتکاف کرواتے ہیں تیز رفتار ایسا کہ مسودات کی تبییض کرنے والے چار چار آدمی پیچھے رہ جائیں اور نیا صفحہ تیار ہو جائے۔ دوسرے حج کے موقعہ پر علماء حرمین شریفین نے مسئلہ علم غیب پر آپ سے استفتاء کیا تو آپ نے بغیر کتب کی مدد ۸/ سے ۱۰/ گھنٹے کے وقت میں عربی زبان میں ۲۴۰/ صفحات پر مشتمل کتاب ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' لکھ دی۔ ایک اور استفتاء کے جواب میں چند گھنٹوں میں ''بلاسود بینکاری'' کے طریق پر عربی زبان میں ''**کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم**'' لکھدی۔

آپ کا قلم برق بار ایسا کہ جس کی معمولی جنبش سے باطل نظریات کے ایوان زمین بوس ہو جائیں۔ امام احمد رضا امام العلوم تھے جس علم و فن میں لکھتے ہیں لگتا ہے اسی کے امام ہیں۔ پاکستان کے معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر آپ کا عربی مخطوطہ ''الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی'' جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر لکھا گیا ہے دیکھ رہے تھے تو کہنے لگے:

''پتہ نہیں مولانا احمد رضا کے پاس اتنا علم کہاں سے آ گیا، جس علم میں ان کی کتاب دیکھتا ہوں لگتا ہے اسی علم کے امام ہیں واقعی وہ۔

جس سمت آ گئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں

میرے نزدیک یہ حقیقت ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں''

اگر فقہ کا بادل بن کر برسنے لگیں تو کھیت اور کھلیان بھر جائیں۔ آپ کے بین الاقوامی دارالافتاء میں براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم امریکہ اور براعظم افریقہ سے چار چار، پانچ پانچ سو کی تعداد میں استفتاء آئیں اور جواب لکھے جائیں۔ بیک وقت چار چار خطوط املا کروائے جائیں اور کاتب لکھتے جائیں۔ کوئی تیمم کی تعریف پوچھے تو اس کیلئے ۲۶۰/ صفحات پر مشتمل جواب لکھا جائے۔ عوام بھی سوال بھیجیں خواص بھی۔ خواص الخواص علماء بھی استفتاء کریں اور فقہا و قاضی صاحبان بھی۔ عدالت عالیہ بہاولپور کے جسٹس محمد دین بھی مناسخہ کے ایک مسئلہ میں بے بس ہو جاتے ہیں تو امام احمد رضا کی بارگاہ علم میں کیس بھیج دیتے ہیں اور آپ کے فتویٰ پر فیصلہ ہو جاتا ہے یہ فتویٰ آج بھی فتاویٰ رضویہ کی گیارہویں جلد میں موجود ہے۔

یہ وہ رنگ فقاہت ہے جس کی بنا پر ممبئی ہائی کورٹ کے مشہور پارسی جج ڈی۔ ایف ملا نے کہا:

''پاک و ہند میں فقہ میں دو نادر روزگار کتابیں لکھی گئیں ایک فتاویٰ عالمگیری اور دوسرا فتاویٰ رضویہ''

یہ وہ زور استدلال ہے جسے دیکھ کر لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے علوم اسلامیہ کے پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ اے بلیان نے ہمیشہ کیلئے فتاویٰ رضویہ کو اپنے مقالات کا ماخذ بنالیا۔

یہ وہ کمال افتاء ہے کہ ایک مکی عالم دین نے آپ کا عربی میں فتویٰ دیکھا تو کہنے لگے اگر امام اعظم ابو حنیفہ یہ فتویٰ دیکھتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ یہ امام احمد رضا کا جہان فقاہت ہے جس کی سیر کر کے ڈاکٹر حسن رضا خاں اعظمی نے رپورٹ مرتب کی تو پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ نے انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی۔

سائنسی اور عقلی علوم کے میدان میں بھی امام احمد رضا

رحمۃ اللہ تعالیٰ کے گاڑے ہوئے جھنڈے آج تک لہرا رہے ہیں
سان فرانسکو (امریکہ) کے ایک ہیت دان پروفیسر البرٹ ایف
پورٹا نے ایک دفعہ پیشن گوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سورج کے
سامنے کئی ستاروں کے اجتماع اور ان کی کشش سے بڑے بڑے
گھاؤ پڑیں گے جس سے امریکہ میں خصوصاً اور دنیا میں عموماً
زبردست تباہی مچے گی، بانکی پور پٹنہ کے اخبار ایکسپریس میں یہ خبر
شائع ہوئی آپ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اس بات کو لغو
قرار دیا اور آپ نے اس امریکی ہیت دان کے رد میں ''معین مبین
بہر دور شمس وسکون زمین'' لکھا اور براہین قاطعہ سے اس کے
موقف کو رد کیا۔ آئن سٹائن اور نیوٹن کے نظریات کے رد میں بھی
آپ نے تین رسالے لکھے۔ آپ کے انہیں سائنسی تحقیقات کو
پڑھ کر پاکستان کے ایٹمی مایۂ ناز سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر
خاں نے دل کھول کر آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔

رام پور کے اخبار دبدبہ سکندری میں ایک مرتبہ مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق شیخ الجامعہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے علم
المربعات سے متعلق ایک سوال شائع کروایا حضرت امام احمد رضا
رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ سوال رکھا گیا تو آپ نے اس کا جواب
دیا اور ساتھ اپنی طرف سے ایک سوال کر دیا۔ سر ضیاء الدین جو
بہت بڑے ریاضی داں تھے انہوں نے آپ کے سوال کا جواب بھی
اخبار میں شائع کروایا۔ امام احمد رضا نے اس کی اغلاط نکالیں تو
سر ضیاء الدین متحیر رہ گئے۔ اس کے بعد ایک دن نہایت مشکل مسئلہ
کہ جس کے حل کیلئے ڈاکٹر ضیاء الدین جرمنی جانا چاہتے تھے۔
حضرت امام احمد رضا کے پاس لائے تو آپ نے چند لمحوں میں اسے
حل کر دیا۔ اس سے ڈاکٹر صاحب بہت متاثر ہوئے آپ کے علم کی
انہوں نے بہت تعریف کی اور آپ کی صحبت کی وجہ سے انہوں نے
داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔

ایک طرف یہ تدقیقات اور عقلی ونقلی علوم کی باریکیاں
ہیں دوسری طرف شعر وادب کی ایسی نزاکتوں کے مالک تھے کہ
آپ نے قصیدہ معراجیہ لکھا تو ادیب اور شعراء ورطۂ حیرت میں گم
ہو گئے۔ ایسی تشبیہات استعارات اور تلمیحات تک ان کے خیال کی
کبھی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ اسی واسطے ازہر یونیورسٹی کے پروفیسر
محی الدین الوائی آپ کی ذات سے نہایت متحیر ہوئے۔ آپ کی
شاعری میں اس ادب کی نازک خیالیاں بھی ہیں جمع اور سائنس کی
موشگافیاں بھی۔

آپ کے شجر علمی کا پھل ذوق بندگی کا ذائقہ اور محبت
رسول ﷺ کی چاشنی لئے ہوئے اس پر ہر باطل پرستوں کیلئے
نوکیلے کانٹے اور حق پرستوں کیلئے خوشبودار پھول ہیں اس کی ٹہنیاں
سات براعظموں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے پتے مخصوص تیل پر
چلنے والی گستاخ مشینوں کے دھویں کی آلودگی سے فضا کو صاف
کرنے کا عمل ہر وقت جاری رکھے ہوئے ہیں تاکہ عقیدہ صحیحہ کی
سانس لینے میں دشواری نہ ہو اس کا سایہ یقین محکم کی کونپلوں پر کسی
بدعقیدہ کا سایہ نہیں پڑنے دیتا۔

آپ کی قلم کی تیار کردہ سوغاتیں، آپ کی فکر کے
جلائے ہوئے چراغ آپ کی فراست کے ابھارے ہوئے نقوش
آپ کی درس کے تراشے ہوئے نگینے، آپ کی تدبیر کی وضع کردہ
راہیں اور آپ کی دعوت کے سجائے ہوئے دفتر ملت کی متاع گراں
مایہ ہیں۔

آپ کا قائم کردہ دارالعلوم منظر اسلام کا فیضان ایک
صدی پر محیط ہے ۲۰۰۱ء کو بریلی شریف میں اس کا صد سالہ جشن منایا
جا رہا ہے۔ آپ کا علمی مقام یہی بیان کر سکتا ہوں کہ احمد رضا علم ہی
کا دوسرا نام ہے۔ بلکہ کاروان علم کا امام ہے۔

❀ ❀ ❀

(۲۷۱)

قولہ فی الالتزام - فقیل نعم اذا التزم مذہبا معینا فلا یرجع وقیل لا یرجب وقیل بالتوزیع کما سیاتی ۱۲

قولہ فان وجودہ - ای وجود الالتزام ۱۲

قولہ فلیس اولے - ای عدم الالتزام ۱۲

قولہ من عدم ضرورۃ - کاہر ہنا ضرورۃ ای لا معنے للاختلاف فی جواز الرجوع وعدمہ اذا التزم مذہبا والاتفاق علے عدم جوازہ اذا لم یلتزم ۱۲

قولہ مادام لزلک - متحریا ۱۲

قولہ غلبۃ الحقیۃ - ای فما التزم ما ذا المعتقد ان الحق غالب فیہ فعلیہ الاستمرار ۱۲

قولہ لکن لم - الملتزم ۱۲

قولہ مما قلدہ فیہ - فی الزمان الماضی ۱۲

قولہ ویتخرج منہ جواز - ای مما ذکر ... وجوب الالتزام ۱۲

قولہ رخص المذاہب - واجیف ... استقۃ علے النفس ۱۲

قولہ ولا یمنع منہ - ای من اتباع الرخص ۱۲

قولہ اذا کان الیہ سبیل - بان لم یمنع مانع کان لم یکن عمل فیہ بامر وہو مبنی علے عدم جواز الرجوع عما عمل بہ ۱۲

قولہ علم انتہی - کلام المحرر ۱۲

قولہ ما یجب بالنص - ای نص الاجماع ۱۲

قولہ روایتان ما اورد - انہ علے یلزم تقدیر جواز الاخذ مذہب احتمال الوقوع فی خلاف المجمع علیہ اذ ربما یکون ۱۲

قولہ ... الجمیع - الذی عمل بہ ۱۲ بحر

قولہ تزوج بلا صداق - اتباعا للامام الشافعی وابی حنیفۃ ۱۲

عکس قلمی مخطوطہ (صفحہ آخر) ''حواشی فواتح الرحموت'' از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مخزونہ لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

از: مولانا محمد عیسیٰ رضوی*

گہوارۂ علم و ادب یادگار اعلیٰ حضرت مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام رضا نگر سوداگران بریلی شریف کا گہرائی سے جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ منظر اسلام عہد ہائے ماضی کی تعلیم گاہوں کا نمونہ اور اسلاف واکابر کی عظیم یادگار ہے اور اس درسگاہ جلیل میں حضرت آدم کی امانت اور اس کی جھلکیاں موجود ہیں۔ حضرت داؤد کے علم کی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرت سلیمان کے علم وحکمت کی فرماں روائی مضمر ہے۔ حضرت لوط کے علم کی ضیاء باریاں پائی جاتی ہیں۔ حضرت خضر کے علم لدنی کا جلوہ موجزن ہے حضرت یوسف کے علم تعبیر کی تعلیم موجود ہے اس درسگاہ میں حضرت لقمان کی حکمت ودانائی کا سبق سکھایا جاتا ہے حضرت عیسیٰ کے علم و حکمت کی گوہر فشانیاں پائی جاتی ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور اس درسگاہ سے حضور سرور کونین ﷺ کے علوم پاک کے سچے جانشین اور نائبین کی کھیپ تیار ہوتی ہے اور علماء کا قافلہ نکلتا ہے ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' **علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام** کے وارث ونائب ہیں۔

اس درس گاہ میں مسجد نبوی کی تعلیمی جھلک موجود ہے اصحاب صفہ کے تزکیۂ قلوب کے مثل صفائی باطن کی تعلیم دی جاتی ہے صحابہ کرام کی علمی مملکت کے راز ورموز بتائے جاتے ہیں سلمان وبوذر کے زہد واتقاء کی عملی تربیت دیجاتی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ ابو یوسف کے تفقہ کی روشنی میں مسائل کا حل سکھایا جاتا ہے۔ ائمہ فقہ کے فرمودات واقوال کے بموجب فقہ اسلامی کا درس دیا جاتا ہے۔ اس درس گاہ میں امام بخاری ومسلم کی جمع کردہ حدیثوں کی تعلیم سے آشنا کیا جاتا ہے ائمہ حدیث کی مرتب کردہ احادیث کو رواج دیا جاتا ہے۔ خانقاہی نظام تعلیم کو فروغ دیا جاتا ہے۔ شریعت و طریقت کے اسرار واحکام سکھائے جاتے ہیں۔ اسلام اور اقوام عالم کی تاریخ سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ منظر اسلام کا یہ وہ دینی علمی فیضان ہے جس سے قومیں سیراب ومستفیض ہوئیں اور اپنے بخت خوابیدہ کو جگایا اور منظر اسلام کے فیضان وعمل سے قوم نے علوم فنون کے پرفضا ماحول میں سانس لینا سیکھا اور اپنی آبائی قدروں کو زندہ تابندہ کیا منظر اسلام کا وجود برکت مسلمانوں کیلئے ایک عظیم امانت ہے منظر اسلام قوم وملت کی منفرد اور مائیہ ناز درسگاہ ہے۔

منظر اسلام کا وجود وقت کی اہم ضرورت اور وقت کا شدید تقاضا تھا اس کے علمی فیضان کا دور اس وقت شروع ہوا جب کہ بساط ہند پر باطل فرقے اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ تسلط جمارہے تھے اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور متعدد اضلاع میں وہ اپنے پنجے گاڑ چکے تھے۔ اہل سنت وجماعت کے سرکردہ علماء ان کے فتنوں کی سرکوبی کیلئے کمر بستہ تھے خصوصاً سرخیل علماء، مجدد ملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا بریلوی قدس

* (الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، ضلع قنوج، انڈیا)

سرہ ان کے ردوابطال کیلئے صف آراء اور تیار تھے اور تحریر وتقریر کے ذریعہ ان فتنوں کا استیصال اور بطلان کر رہے تھے۔ امام احمد رضا نے اپنی شوکت علمی اور تجدیدی کارناموں سے ان طوفانی فتنوں کا رخ موڑ دیا ایسا طوفان جو بڑے بڑوں کو بہالے گیا اور جبہ ودستار والے بھی اس کی زد سے محفوظ وسلامت نہ رہ سکے ایسے نازک وقت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائی اور منظر اسلام اور اپنے تجدیدی کارناموں سے انہیں ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا۔

امام احمد رضا یکہ وتنہا اپنے علمی جاہ وجلال سے ان فتنوں کا جواب دیا اور طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کیا اور ہر میدان میں ان سے نبرد آزمائی کی اور انہیں پسپا کیا مگر اس ضرورت کو بھی کھلے دل سے محسوس کیا کہ تحریری خدمات کے ساتھ اس علمی فیضان کو عام سے عام تر کرنے کیلئے معاشرے میں ایسے افراد وانسان پیدا کئے جائیں جنکے ذریعہ علمی ترقی میں مزید بالیدگیاں پیدا ہوں اور ان افراد کو دینی فکر وآگہی سے آراستہ اور مالا مال کر دیا جائے جو ہر محاذ پر تقریر وتحریر کے ذریعہ معاشرے میں ناسور کی طرح پھیلی ہوئی بدعقیدگی کا قلع قمع اور اسے تاراج کردیں اور دین و مذہب پر ہونے والے تمام حملوں کا علمی انداز سے مقابلہ کریں اسی احساس وعواطف کی بنا پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی یادگار اور دینی علمی فیضان کا سلسلہ دراز کرنے کیلئے منظر اسلام کی تعمیر کی اور دینی علمی فیضان کیلئے راہیں ہموار فرمائیں اور باذوق وباشعور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا اپنے اس مقصد میں کامیابیوں کا اندازہ منظر اسلام کے فیضان وترقی اور اسکی سوسالہ تاریخ سے لگایا جاسکتا ہے۔

منظر اسلام کے ذریعہ دین وسنت پر ہونے والے تمام حملوں کا مقابلہ اور ان کا دنداں شکن جواب دیا گیا فرق باطلہ کی سرکوبی کی گئی، ضلالت وبدعت اور بدعقیدگی کے دبیز پردوں کو تار تار کر دیا گیا، دین ومذہب کی ترویج واشاعت کی گئی، فرزندان توحید کو علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ کیا گیا اور انہیں عملی تربیت دی گئی۔ منظر اسلام سے ایسے افراد ورجال پیدا ہوئے جو امام احمد رضا کے سچے جانشین اور ان کے علوم و معارف کے امین ووارث ہوئے۔ جن کی علمی قیادت ورہنمائی پر زمانے کو ناز ہے اور جن کی تحریر وتقریر اور نمایاں کردار نے حوادثات کا رخ موڑ دیا اور ایسا انقلاب برپا کیا جس سے پندار وخیال کے بند دریچے کھل گئے۔ منظر اسلام سے علم وفضل کے ایسے رواں اور سیال چشمے پھوٹے جن سے علم وفن کا گلستاں لالہ زار بن گیا اور اسے حیات نو کی سوغات تازہ ملی۔

منظر اسلام وہ فیض بار وہ ممتاز درس گاہ ہے جہاں سے مدرسین، مبلغین، مصنفین، محدثین، مناظرین، ادباء، فضلاء اور تنظیمی صلاحیت رکھنے والے افراد پیدا ہوئے اور آفاق کی وسعتوں میں پھیل گئے اور اس کے بام ودر سے علوم وفنون کے ایسے شہنشاہ اور تاجور پیدا ہوئے کہ عالم میں جن کی علمی حکمرانی تسلیم کی گئی اور جن کی سعی وجستجو نے علم وفن کے دریا بہادیئے۔

کسی بھی تعلیم گاہ کی ظاہری وباطنی خوبیوں کیلئے یہ لازمی عنصر ہے کہ اس کے مقاصد نیک اور اس کے رجحانات اچھے ہوں ورنہ نتائج کے اعتبار سے اس کے ثمرات وفوائد ظاہر نہیں ہوں گے اور وہ سعی لا حاصل کے مترادف ہوگی۔ ادارہ اگر اپنے بنیادی خطوط پر گامزن ہو تو اس کی ترقی کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں اور اس کے عروج وارتقاء کی راہ میں موانع حائل نہیں ہوں گے اور وہ اپنے محامد ومحاسن کے اعتبار سے متعارف ومشہور ہوتا رہے گا۔ اس کے آداب واصول اگر بنیادی خطوط سے متجاوز نہیں ہیں تو یہی چیزیں اس کے فروغ واستحکام کی ضامن ہوجاتی ہے اور اس کا مستقبل تابناک ہوجاتا ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ایک معیاری درسگاہ کو یہ فرائض انجام دینے پڑتے ہیں جو اس کے بنیادی اصول ہوتے ہیں۔

(۱) طلبا کومختلف علوم وفنون میں کامل بنانا اوران میں مہارت پیدا کرنا

(۲) طلبہ کی اصلاح وتربیت کرنا اور علمی جسمانی یا اخلاقی حیثیت سے طلباء میں جوخرابیاں جڑ پکڑنے لگتی ہیں ان کی اصلاح کرنا۔

(۳) پسندیدہ عادات واطوار کا حامل اور بلند کردار کا مالک کرنا۔

(۴) طلباء کی اندرونی صلاحیتوں کوصحیح رخ پر ڈالنا نیز انہیں ان عملی و اخلاقی اوصاف سے متصف کرنا جو انفرادی اجتماعی اور عائلی ذمہ داریوں کوحسن وخوبی انجام دینے میں معاون ہوں۔

(۵) طلباء کے اندر برے بھلے کی تمیز، حق سے محبت اور باطل سے نفرت، بھلائیوں کے پھیلانے اور برائیوں کے مٹانے کا جذبہ بیدار کرنا تاکہ وہ معاشرے کے ناپسندیدہ رجحانات کا مقابلہ کرسکیں خود اس کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

(۶) بنی نوع انسان کے کارآمد تجربات اور اسلاف سے ملے ہوئے علمی فنی اور ثقافتی ورثہ کا تحفظ اوران میں مناسب اضافہ کرکے دوسروں تک پہنچانا۔

(۷) ہمارے اسلاف واکابر نے مختلف علوم وفنون کا جو ورثہ چھوڑا ہے تعلیم گاہ کا فرض ہے کہ اس کو ضائع ہونے سے بچائے اور اپنی تحقیق وتجربے سے اسے اگلی نسلوں کومنتقل کرے۔

(۸) طلباء میں یہ جذبہ ابھارنا کہ وہ اپنے علم پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب دیں۔

(۹) سماج کو علم وفضل کی ایک کسوٹی اور معیار فراہم کرنا نیز طلباء کے مابین ذہنی، جسمانی، معاشرتی، اوراخلاقی اعتبار سے جوفرق ہوتا ہے اسے ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر انفرادی توجہ دینا تاکہ ہرطالب علم اپنی بساط وصلاحیت کے مطابق آگے بڑھ سکے اور اپنے لئے راہ عمل متعین کرے۔

(۱۰) تعلیم گاہ کے جو اصول وقوانین ہوں ان کا تعلیم کے رواج و تشہیر اوراس کے مقصد میں مثبت اثر کیلئے نافذ العمل ہونا۔ تلک عشرۃ کاملۃ بادی النظر میں تعلیم کے یہ مقاصد ہوسکتے ہیں۔

☆ سماج کا بےنفس خادم بنانا۔

☆ مملکت کا اچھا شہری بنانا۔

☆ شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ استوار کرنا

☆ انفرادیت کی نشو نما اور خودی کی تکمیل کرنا۔

غرض کے تعلیم کا مقصد اللہ کا صالح بندہ بنانا یعنی طلباء کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ان کے طبعی رجحانات کوصحیح رخ پر ڈالنا اور انہیں دینی جسمانی عملی اور اخلاقی اعتبار سے بتدریج اس لائق بنانا کہ اللہ کا شکر گزار بندے بن کر رہیں کائنات میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کریں نیز انفرادی، عائلی اور اجتماعی حیثیت سے ان پر جو ذمہ داریاں ان کے خالق و مالک کی طرف عائد ہوتی ہیں ان سے وہ کما حقہ عہدہ برآ ہوسکیں تعلیم کا یہی صحیح جامعہ اور بنیادی مقصد ہے۔

منظر اسلام کا اولین مقصد رنگ ونسل کا امتیاز کئے بغیر دینی تعلیم کو فروغ دینا اوراسے عام کرنا اورفرزندان اسلام کو دینی علوم وفنون اورزندگی کے آداب ومحاسن سے آراستہ اورآگاہ کرنا ہے۔

منظر اسلام کے علمی فیضان وخدمات کا جائزہ لینے پر احساس واندازہ ہوتا ہے کہ اس کی سوسالہ تاریخ میں ملک و بیرون ملک مثلاً افریقہ، سری لنکا، برما، بنگلہ دیش، پاکستان، افغانستان، چین، نیپال، جارڈن، لیبیا، شام، سعودیہ عربیہ وغیرہ دنیا بھر کے طالبان علوم نے بلاتفریق امتیاز کے منظر اسلام سے علوم وفنون حاصل کئے اور دینی شعور وادراک میں کمال پیدا کیا یہاں پر جس

طرح ایک ملکی اور ریاستی طالب علم کیلئے تعلیمی حق اور سہولتیں مہیا ہیں اس طرح غیر ملکی اور دیگر ریاستوں کے طلباء کیلئے بھی وہی حق تعلیم اور وہی آسانیاں موجود ہیں یہاں کی فضا اپنے اور بیگانے کی تفریق وتمیز اور کسی بھی تعصب وحمایت سے مکدر وگرد آلود نہیں ہے کیونکہ منظر اسلام دین حق کا امین و پاسبان ہے۔ منظر اسلام مذہب حقہ کا ترجمان ہے۔ منظر اسلام امام اعظم کے علوم کا داعی ونگہبان ہے۔ منظر اسلام سے جو صدائے حق بلند ہوئی اور علم وفن کی نہریں جاری ہوئیں ان سے امیر وغیرب، محتاج وتونگر، فقیر وغنی، مخدوم وخادم، حاکم ومحکوم ملکی وغیر ملکی سب یکساں اور برابر مستفیض وسیراب ہوئے اور قومی منافرت ورنگ ونسل کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر منظر اسلام کی دیواروں کے سائے میں سب جمع اور متحد ہو گئے۔

علم ایک ایسا چراغ ہے جس سے ہزاروں لاکھوں چراغ جلتے ہیں مگر اس چراغ کی لو ماند نہیں پڑتی اور نہ اس کی روشنی مدہم ہوتی ہے بلکہ اس کی تابندہ شعاعیں فراز آسماں سے بات کرتی ہیں اس طرح سے اس کی روشنی عام سے عام تر ہو کر انفس وآفاق میں پہنچ جاتی ہے۔ منظر اسلام نے علم کی ایسی شمع روشن کی جس کے ارد گرد اقصائے عالم کے پروانے جمع ہوئے اور اس کی روشنی سے مستنیر ومستفیض ہو کر کائنات کا چپہ چپہ تابناک ومنور کر دیا جو پروانے چراغ کا طواف کرتے ہیں صبح کو ان کی لاشوں کا انبار نظر آتا ہے لیکن منظر اسلام کی علمی شمع کے گرد جو پروانے امنڈ کر آئے اور اکتساب نور کے بعد نکلتے تو انہوں نے پورے عالم میں علم وعرفان کی شمعیں روشن کی اور گھر گھر سے جہل ونادانی کا جنازہ نکال دیا۔ شب دیجور کا چراغ صبح کی سفیدی میں اپنا نور کھو دیتا ہے اور اس کے پروانے دم توڑ دیتے ہیں مگر منظر اسلام کا چراغ علم ایک صدی گزرنے کے بعد بھی آفتاب نیمروز کی طرح جگمگا رہا ہے اور اس کے پروانوں کا ہجوم واژدھام دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

حدیث پاک میں علم نافع کو صدقۂ جاریہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسے علم کو عام کرے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب ملے گا حضور سرور کونین ﷺ فرماتے ہیں:

"جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں وہ تین چیزیں یہ ہیں صدقۂ جاریہ، علم نافع، اور نیک اولاد جو اس کیلئے اس کے مرنے کے بعد دعائے مغفرت کرے" (مسلم، مشکوۃ)

صدقۂ جاریہ سے مراد مسجد مدرسہ سبیل سرائے کنواں وغیرہ کی تعمیر ہے کہ جب تک یہ باقی رہے گی مرنے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا اور علم نافع سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہ کوئی دینی علمی کتاب لکھ جائے جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں یا کوئی ایسا شاگرد چھوڑے جو اس کے علم کو زندہ باقی رکھے اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔

اس حدیث پاک سے منظر اسلام کے علم اصول اور علمی کاروائی پر روشنی پڑتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے جس مقصد حسن کی تکمیل وتعمیر کیلئے منظر اسلام کو پروان چڑھایا اس کے در و دیوار ظاہر و باطن اور اس کے آداب واصول میں اس فرمان رسول کے پیش نظر صدقۂ جاریہ اور دائمی ثواب کا مفہوم بھی مضمر و پنہاں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی آرزو وخواہش یہ تھی کہ منظر اسلام کا حقیقی منظر اور اسکی عملی تصویر ہو۔ منظر اسلام کے ساحل سے ہمکنار ہونے والا علم وفضل کا بحر مواج ہو اور اس کے سائے میں پروان چڑھنے والا اگر ذرہ ہو تو آفتاب ہو جائے منظر اسلام کی علمی فضاؤں میں نشو ونما پانے والا ہر فرد جہل کی تاریکیوں میں علم کی شمع روشن کرے اور قوم کی دینی علمی سیادت وقیادت کا فریضہ انجام دے۔ منظر اسلام کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ امام

احمد رضا نے اپنے عزم وحوصلے کو اپنی زندگی ہی میں عملی جامہ پہنا دیا جس سے علم نافع کا ایک طویل اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہوا اس سے زیادہ علم نافع اور کیا ہو سکتا ہے کہ سو سال کے طویل عرصے میں اس سے نکلنے والا علمی چشمہ آج بھی ایسا ہی ابل رہا ہے جیسا کل موجزن تھا اور جب تک شمس وقمر لیل ونہار کی گردش رہے گی اس وقت تک اس کا فیض جاری رہے گا۔

سب سے پہلے امام احمد رضا نے اس کی درسگاہی عظمت اور تعلیمی معیار کو بلند و بالا کیا، آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر **قال اللّٰہ وقال الرسول** کی صدائیں بلند کیں، تشنگان علوم نبویہ کو علم وآگہی سے شاد کام کیا اور عاشقان رسول مقبول ﷺ کو عشق وعرفان کا جام محبت پلایا پھر اس کا دائرہ تعلیم وتربیت اتنا وسیع وفراخ ہوا کہ اس کے علمی فیضان واثر کا غلغلہ کائنات کی وسعتوں میں ہونے لگا اور ایسا شہرہ ہوا کہ جس کی دھمک ایک صدی کی تکمیل پر بھی محسوس کی جا رہی ہے اور آج وہ تنوع خدمات اور علم وفن کا ایسا گہرا سمندر ہے جو کبھی پایاب اور خشک نہیں ہوگا اور اس بحر ناپیدا کنار سے جتنی بھی نہریں نکلیں گی وہ سب کی سب امام احمد رضا کی ذات مقدسہ سے وابستہ ہوں گی اور اس درسگاہ جلیل سے جتنے طلبہ فیضیاب و فارغ التحصیل ہو کر نکلے یا نکلیں گے وہ سب کے سب امام احمد رضا کے بے واسطہ و بالواسطہ روحانی تلامذہ ہوں گے اور جب تک اس بزم گیتی میں ان کا ایک بھی شاگرد یا ان کے شاگرد کا شاگرد (علی ھذا القیاس) باقی اور موجود رہے گا اس وقت تک امام احمد رضا کا نام عرصۂ کائنات میں زندہ اور مہر درخشاں کی طرح تابندہ رہے گا اور جب تک منظر اسلام کی ایک ایک اینٹ اور اس کا رنگ و روغن سلامت رہے گا اس وقت تک امام احمد رضا کی یاد دلوں کے آفاق میں ان کے حسن کردار سے تازہ اور باقی رہے گی اور معلم و متعلم دونوں من جانب اللہ ماجور ہوں گے:

العالم والمتعلم شریکان فی الاجر .

''عالم اور متعلم دونوں اجر میں برابر ہیں'' (ابن ماجہ)

کوئی انسان اپنے صحن آرزو میں ایک پودا لگائے اور محنت ولگن سے اس کی آبیاری کرے پھر جب اس سے کوئی کونپل، پتے، ٹہنی، شاخ اور پھول، پھل نکلے اور وہ ہرا بھرا تناور درخت بن جائے اور اس کی سیکڑوں شاخیں ادھر ادھر پھیل جائیں تو یہ بدیہی اور ظاہری بات ہے کہ اس کی ہر شاخ اور ہر ٹہنی کو اس کی جڑ سے ہی شادابی اور تازگی ملے گی، بالفرض اگر اس کی کسی شاخ کو کاٹ دیا جائے تو تنے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ اس پر کوئی زد پڑے گی لیکن شاخ تو قطع نہ کی جائیں بلکہ اگر اس کی جڑوں ہی کو کاٹ دیا جائے تو شاخوں کا پورا بانکپن اور حسن تباہ ہو جائے گا اور اس کا سارا وجود ایک دم خشک ہو کر رہ جائے گا۔

امام احمد رضا نے منظر اسلام کو اسلامی تعلیم وتربیت کا لہلہاتا ہوا پودا تصور کیا اور اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی جب تک اس پودے کو امام احمد رضا کی آبیاری ملتی رہے گی اس وقت تک یہ کبھی پژمردہ اور خشک نہیں ہوگا اور نہ اس پر زمانے کی باد مخالف کا کوئی اثر ونفوذ ہوگا بلکہ اس کی بالیدگی میں دن بدن اضافہ اور ترقی ہوتی رہے گی اور امام احمد رضا کے فیض کرامت سے اس کا فیضان روز افزوں اور دوبالا ہوتا رہے گا۔ منظر اسلام جو کل ایک ہونہار پودا تھا آج وہ ایک عظیم تناور درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں شرق وغرب تک پھیل گئی ہیں۔

کسی گلستاں کا باغباں اگر باحوصلہ اور پرعزم ہو تو اس کی ایک کلی کو وہ دلہن اور حیات جاودانی کا مژدہ تصور کرے گا اور اس کے ایک ایک پھول کے دوام و بقاء کیلئے اپنا خون جگر نچھاور کر دے گا۔

منظر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی امیدوں کا ایک عظیم گلشن ہے جس میں رنگا رنگ پھولوں کا بہارستاں آباد ہے اور یہ ایسا باغ سدا بہار ہے جس پر خزاں کبھی نہیں آئی اور نہ کبھی اس کی کلیاں پژمردہ ہوئیں بلکہ اس نشیمن کا چمن زار ہمیشہ موسم بہار کی لذتوں سے آشنا رہا اور موسم کے انقلاب و تبدیلی اور کسی بھی باد سموم اور طوفانی ہواؤں کا اس پر کبھی کوئی اثر نہیں ہوا کیونکہ اس کی آبادکاری میں خلوص وللّٰہیت، عزم و حوصلہ اور جرأت و ایثار کے عناصر کارفرما تھے اور اسکی آبیاری میں عشق و محبت کا جوہر شامل تھا اس لئے سو سال کے بعد بھی اس کی تازگی و رعنائی آج بھی اپنے کمال جوبن کے ساتھ صاحبان عقل وخرد اور ارباب فکر و دانش کو دعوت نظارۂ جمال دے رہی ہے۔

ملک و بیرون ملک میں آج اسلامی تعلیم گاہوں اور درسگاہوں کی کمی نہیں ان کا اگر سروے کیا جائے تو ایک سے ایک عظیم الشان اور قابل ذکر تربیت گاہیں ملیں گی اور ان میں سے ہر ایک میں تقریباً جدید تقاضوں کے مطابق عصری سہولیات و آسانیاں بھی موجود ہیں اور تعلم کے میدان میں بھی کوئی کسی سے پیچھے نہیں اس نہج سے بہت کم تعلیم گاہیں ایسی ہیں جنہیں ایک دوسرے پر تفوق و برتری حاصل ہے لیکن اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے کہ منظر اسلام ہی وہ عظیم اور بلند رتبہ درسگاہ ہے جو دنیائے اہل سنت کا مرکز ہے جس کی بنیاد اور پہلی اینٹ مجدد دین وملت امام احمد رضا کے مقدس ہاتھوں نے رکھی ہے تو اس کا جواب کہیں ملے گا کسی بھی درسگاہ کو عالیشان اور پرشکوہ بنانے کیلئے اینٹ اور گارا تو بآسانی دستیاب ہو جائے گا مگر امام احمد رضا کے مقدس ہاتھ نہیں ملیں گے۔ ان کے ہاتھوں کا تقدس و کمال نہیں ملے گا منظر اسلام اس نوعیت کا واحد ادارہ ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے جس کی درودیوار سے امام احمد رضا کا قلبی لگاؤ اور انکا روحانی سرور وابستہ ہے، منظر اسلام اس وقت تک پھولتا پھلتا اور ہرا بھرا رہے گا اور اپنے دینی علمی فیضان سے اسلام کا منظر پیش کرتا رہے گا جب تک بریلی کی مقدس سرزمین میں مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت رہے گی۔

منظر اسلام امام احمد رضا کی سعی و کوشش اور ان کی جانفشانیوں کا ثمرہ اور فیض ہے کہ اس کے صحن علم سے جیالے اور ذی وقار فرزند پیدا ہوئے اور اصحاب فضل و کمال کی عظیم فوج تیار ہوئی اور منظر اسلام کے علمی فیضان اور برکت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس کی آغوش سے علوم وفنون کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جو آج بڑی بڑی درسگاہ اور دانشگاہوں کے مسند تدریس و منصب علیا پر فائز اور ان کے صدر نشین ہیں اور قیادت و ہدایت کا بلند مینار بن کر عالم پر جلوہ بار ہیں منظر اسلام کی آغوش تربیت سے مدرسین و معلمین کا قافلہ نکلا مصنفین کی جماعت پیدا ہوئی، مبلغین کا گروہ نکلا، مناظرین کی ٹیم تیار ہوئی، منتظمین کی فوج نکلی اور اس کی چاردیواری سے علوم وفنون کے شہنشاہ اور تاجدار پیدا ہوئے۔ غرض یہ ہے کہ منظر اسلام سے وابستہ امام احمد رضا کی آرزوؤں کی تکمیل اس کے فارغین اور اس کے خوشہ چینوں کی شکل میں ہوئی جو اپنی اپنی جگہ مہ و نجوم ہیں اور ہر ایک خورشید و قمر بن کر علم و فضل کے آسمان ہفتم پر جگمگا رہے ہیں یہ اس کے دینی علمی فیضان کی برکت کا منہ بولتا اور واضح ثبوت ہے جسے ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اس زوال آشنا دور میں بنیادی کاموں پر زیادہ توجہ دی اور دینی ضروریات کو مرکز نگاہ بنایا اور حقائق و معارف کے اجالے میں قوم کو آگاہ و خبردار کیا اور اپنی تحریر و تصنیف اور وعظ و تقریر کے ذریعہ سمجھایا کہ اس علمی انحطاط اور اسکی تنزلی کے دور میں دینی علوم کی ترویج و اشاعت عظیم خدمت اور بے مثال کارنامہ ہے، اس لئے دین وسنت، تعلیم و تعلم

اور شرعی مقتضیات کے نام پر امام احمد رضا نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، وہ سرمایہ دار تھے، اپنے سرمایہ و دولت کو دین کے نام پر خرچ کیا، وہ عظیم مفکر تھے اپنے افکار و نظریات پیش کئے، وہ علوم فنون کے بادشاہ تھے۔ اپنے علمی خزانے کھول دیئے، وہ مجدد تھے اپنے تجدیدی کارناموں سے قوموں کا مزاج بدل دیا طوفانوں کا رخ موڑ دیا اور ایسا علمی انقلاب برپا کیا جس سے جہالت و نادانی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور جس کے باعث ان کے علم و فضل کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہونے لگا، اور انہوں نے تن تنہا وہ علمی کارنامے انجام دیئے جو ایک ادارہ، ایک انجمن، ایک تنظیم یا ایک بڑی جماعت برسوں کی جدوجہد اور سعی مسلسل سے انجام نہیں دے سکتی تھی اور مزید قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور فرزندان توحید کو دولت علم سے مالا مال کرنے کیلئے منظر اسلام کے نام پر اس عظیم تربیت گاہ کی بنیاد ڈالی تاکہ اس میں علوم و فنون کی تشہیر و ترویج کے ساتھ دشمن سے مقابلہ اور صف آرائی کیلئے فوج تیار ہو اور اس کی فصیل سے دین کے دشمنوں کو تاخت و تاراج کرنے کیلئے لشکر کشی کی جائے وہ اپنے عزائم و مقاصد میں جس حد تک کامیاب و ظفریاب ہوئے ہیں اسکی صد سالہ تاریخ اس بات کی شاہد و گواہ ہے۔

ان تمام سچائیوں کے باوجود دین و سنت کے فروغ و استحکام اور دینی تعلیم کو عام کرنے کیلئے آپ نے چند تجاویز پیش فرمائی ہیں جن پر عملی استقامت سے مخالف ہواؤں کا رخ بدلا جا سکتا ہے، ضلالت و بدعت کے طوفان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، تمام بدعقیدگی اور بے علمی کا خاتمہ عمل میں آسکتا ہے اور ان تجاویز پر عمل کر لینے سے مسلمانوں کے گھر کا ایک ایک بچہ صاحب علم اور دین و مذہب کا سچا خادم و ترجمان ہوسکتا ہے وہ اسلام کے عظیم اور ہونہار فرزند تھے انہوں نے افراتفری کے عالم میں بھی وہ دیکھا جو دوسرے نہ دیکھ سکے، ان کی مومنانہ فراست و بلند نگاہی نے ایک صدی آگے دیکھا اور جن خدشات و خیالات کا اظہار کیا وہ حرف بحرف پورا ہوا تاریخ جاننے والوں سے یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اس کی دس نکاتی تجاویز مع تمہید کے ملاحظہ ہوں جو انہوں نے دین و سنت اور مسلک حق کی ترویج و اشاعت کیلئے پیش کی ہیں چنانچہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انجمن نعمانیہ لاہور صدر ثانی مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جو ۱۵/ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ کو پیش ہوا تھا۔

بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپے کے نہ چلے گا۔ کوئی باقاعدہ عالیشان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں (یہ منظر اسلام کے ابتدائی دور کی بات ہے کہ جب یہ تجاویز لکھی جارہی تھی تو اس کے قیام کو صرف آٹھ سال ہوئے تھے) کوئی اخبار پرچے آپ کے یہاں نہیں مدرسین و واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدر حاجت آپ کے پاس نہیں جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں، جو فارغ البال ہے وہ اہل نہیں، بعض نے خون جگر پلا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے؟ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو؟ دیوان نہیں ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز پر ایک روپیہ دیکر شوق سے خریدیں یہاں تو سر پیٹنا ہے روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایات رفع ہوں۔

اولاً---عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں

ثانیاً---طلباء کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً---مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں کہ جان توڑ کر کوشش کریں۔

رابعا---طبع طلباء کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں کچھ واعظین کچھ مصنفین کچھ مناظرین پھر تصنیف ومناظرہ میں بھی توزیع ہو کوئی کسی فن پر کوئی کسی فن پر۔

خامسا---ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وعظاً ومناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں مولانا (محرم علی صاحب) اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہ تعالیٰ آپ کے سامنے نہیں آسکتا دور سے غل مچاتے اور وقت پر دم دباتے ہیں جب آپ کے اہل علم یوں ملک میں پھیلیں اس وقت کون ان کی قوت کا سامنا کرسکتا ہے۔

سادسا---حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانہ دیکر تصنیف کرائی جائیں۔

سابعا---تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کئے جائیں۔

ثامنا---شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے وعظ یا مناظرہ یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعا---جو ہم میں قابل کار موجود اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے وہ فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

عاشرا---اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں بلکہ مولانا روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی ان شاء اللہ العزیز آسان ہوگا میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے ہیں ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا یا کم از کم "بلقمہ دوختہ بہ" ہوگا دیکھئے یہ حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے عالم ماکان و ما یکون ﷺ کی خبر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد بارہ، ص۱۳۳)

اس اقتباس کے ایک لفظ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے جس دردوکرب کا اظہار ہورہا ہے وہ محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن بیان نہیں ہوسکتا اور نہ اس پر لفظوں کا لباس پہنایا جاسکتا ہے ان کی فکرانگیز تحریر اور دس نکاتی پروگرام معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سینے میں ایک دردمند اور حساس دل تھا جو قوم کی بے حسی اور اس کی دینی دوری سے مضطرب و بے چین رہتا تھا انہوں نے قوم کے زوال وتنزلی کا راز سمجھا اور اس کے بھیانک نتائج کو محسوس کرتے ہوئے اس کے تدارک واندمال کی تدابیر بتائیں۔

امام احمد رضا کی پیش کردہ تجاویز و اشاریوں پر علماء، خطباء، صلحاء، صوفیاء، اغنیاء، امراء، مفکرین، محققین اور دانشوران ملت اگر آج بھی عمل کریں اور آپسی خلش اور تنازع کو بالائے طاق رکھ کر متحد ومتفق ہوجائیں تو قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوسکتی ہے مسلمانوں کا زوال اوج کمال میں بدل سکتا ہے اور اہل سنت و جماعت کی ایک نئی تاریخ ترتیب دیجاسکتی ہے بدعت وخرافات اور بدعقیدگیوں کا راج ختم ہوسکتا ہے اور امن واتحاد دین وسنت فوز وفلاح تعلیم وتعلم کی فضاء برپا ہوسکتی ہے مگر شاید یہ تحریر پر تنویر صرف کاغذ وکتاب ہی کی زینت بنی رہے گی اس لئے اسے بار بار پڑھئے اور سر دھنئے۔

امام احمد رضا صرف گفتار کے غازی نہیں تھے بلکہ انہوں

نے اپنی گفتار واقوال کے تابندہ نقوش کی روشنی میں حسن کردار کا عملی مظاہرہ کیا اور انہوں نے جو کہا وہی کیا اور جو کیا وہی کہا ان کے قول و فعل میں یکسانیت وہم آہنگی تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تحریر و تصنیف کو اپنے ذاتی سرمایہ سے قوم کی میز پر پہنچایا اپنی استدلال علمیہ کو اہل سنت و جماعت کے سامنے رکھا وقت ضرورت اشتہارات و پمفلیٹ شائع کئے تنظیمیں قائم فرمائیں انجمنوں کو فروغ دیا اور ارباب سنت کو ایک اسٹیج پر جمع کرنے کیلئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور اپنے معاصر علماء کیلئے عمدہ اور قابل قدر القابات تجویز کئے تاکہ لوگ ان کی طرف مائل ومتوجہ ہوں اور ان کی قدر افزائی وعزت کریں اور ان سے دینی علمی فائدہ اٹھائیں کیونکہ جب تک علماء کی عزت وتکریم ہوتی رہے گی اس وقت تک علم کی قدریں بلند ہوتی رہیں گی اور اسی حسن کردار کا عملی نتیجہ تھا کہ انہوں نے ان تجاویز کے پیش کرنے سے آٹھ سال پہلے ہی ۱۳۲۲ھ میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کی بنیاد رکھ دی تھی اور اپنی دینی علمی فیضان کا سیلاب امنڈا اور وہ علم وفن کا بحر بیکراں بن گیا اور جس کی عرفاں انگیز فضاؤں سے دینی، ملی مذہبی، معاشرتی، ثقافتی، اقتصادی، تحریری، تالیفی، تصنیفی، تقریری، دعوتی، تنظیمی، فلاحی، رفاہی، وغیرہ سرگرمیاں اور خدمات کا سلسلہ جب سے اب تک جاری وساری ہے منظر اسلام کا وجود وبقاء اہل سنت و جماعت کیلئے ایک قابل فخر سرمایہ ہیں۔

منظر اسلام کی تاریخ وروایت سو سال پرانی اور ہمارے اسلاف واکابر کے نقوش قدم کی تابناک شعاعوں کے عین مطابق ہے جس نے اب تک اپنے تعلیمی میدان میں اگرچہ قدامت پسندی کا مظاہرہ کیا مگر اس کے ساتھ ہی آج وہ نئی سمتوں کی طرف برق رفتاری سے رواں دواں ہے اور عصر حاضر کی تعلیمی مقتضیات و لوازمات کے اعتبار سے اس میں عصری تقاضوں کے حامل سامان و سہولیات بھی موجود ہیں اور تعلیم وتعلم کی جدت طرازیاں اور نئی جہتیں بھی اس کے وسیع اور پر فضا علمی ماحول میں سازگار وہموار ہورہی ہیں اور زمانے کی رفتار وتبدیلی کے مطابق منظر اسلام بھی ترقی اور خود اعتمادی کی شاہراہ پر گامزن ہے اور اپنے آداب واصول پر سختی سے کاربند اور عمل پیدا ہے اور اس نے اپنی تاریخ میں تعمیری و تعلیمی ترقیوں کا وہ بے مثال اور لائق عمل کارنامہ انجام دیا ہے جسے مستقبل کا مورخ جلی اور سنہری حرفوں میں لکھنے پر مجبور ہوگا۔ تاریخ کا ایک دور گزرنے کے بعد جب اس کی تاریخ لکھی جائے گی تو وہ آنے والی نسلوں کیلئے باعث حیرت واستعجاب بھی ہوگی اور باعث فرحت ومسرت بھی۔

کسی درسگاہ کا تعلیمی وقار اس کے اساتذہ اور معلمین سے بلند ہوتا ہے اور اس کی تعلیمی عظمت اس کے معلمین ومدرسین کی محنت وجانفشانی اور ان کے خلوص وللّٰہیت کی مرہون منت ہوتی ہے اساتذہ جتنے ذی علم اور فضل وکمال کے مالک ہوں گے اس کا معیار تعلیم اتنا ہی اعلیٰ اور بلند ہوگا اس نہج سے دیکھا جائے تو یہ خصوصیت بھی منظر اسلام کو حاصل ہے کہ زمانۂ قیام (۱۳۲۲ھ) سے لے کر اب تک ہر دور ہر عہد میں اس کے اساتذہ اور مدرسین اپنے اپنے وقت میں علم وفن کے آفتاب و ماہتاب اور مرجع خلائق رہے۔

جہاں درسگاہ کی تعلیم بلندی اور علمی فیضان وترقی کیلئے اس کے اساتذہ کا باصلاحیت وذی استعداد ہونا لازم وضروری ہے وہیں پر اس کے نظم ونسق، انتظام وانصرام، اور اہتمام وذمہ داری کیلئے باذوق وحوصلہ مند مہتمم ومنتظم کا بھی ہونا لابدی امر ہے اس اعتبار سے بھی منظر اسلام کو یہ فخر تمغۂ کمال حاصل ہے کہ ماضی سے لے کر حال تک اس کے تمام مہتممین ومنتظمین باحوصلہ اور بلند کردار کے ساتھ علوم وفنون میں یکتائے روزگار اور منفرد رہے اور اس کے نظم ونسق، تعمیر وترقی اور تمام تر ذمہ داریوں کو اس حسن وخوبی سے

انجام دیا جوان کی حیات اقدس کا عدیم المثال کارنامہ اور قوم مسلم کیلئے قابل فخر سرمایہ ہے۔

جب کہ یہ سطریں لکھی جارہی ہیں اس وقت منظر اسلام کے مہتمم و ناظم اعلیٰ گل گلزار رضویت نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ ریحان ملت حضرت علامہ مولانا الحاج سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں مدظلہ النورانی ہیں آپ نے اس کی تعمیر وترقی، فروغ واستحکام اور تعلیمی میدان میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو منظر اسلام کی تاریخ ترقی میں ایک روشن و تابناک باب کا اضافہ ہے ہمارا وجدان کہتا ہے کہ شہزادۂ ریحان ملت کے ان عظیم اور مثالی کارناموں سے منظر اسلام کے جملہ مہتممین بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی روح خوش ہورہی ہوگی کیونکہ:

منظر اسلام-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار ونظریات کا ترجمان ہے

منظر اسلام-مسلک اعلیٰ حضرت اوران کے مشن کا محافظ ونگہبان ہے

منظر اسلام-امام احمد رضا کے عشق وعرفاں کا چمنستان ہے۔

منظر اسلام-علم وادب کا شہرستان ہے۔

منظر اسلام-عشق وعقیدت کی بہارستان ہے۔

منظر اسلام-شعور وآ گہی کا بوستان ہے۔

منظر اسلام-نونہالان امت کیلئے تعلیم وتربیت کا دبستان ہے۔

منظر اسلام-ہمارے اسلام کے کارناموں کا امین و پاسبان ہے۔

منظر اسلام-اصحاب فضل وکمال کیلئے باعث فیضان ہے۔

منظر اسلام-مینارۂ عظمت ہے۔

منظر اسلام-منبع علم وحکمت ہے۔

منظر اسلام-اہل اسلام کی شان وشوکت ہے۔

منظر اسلام-اسلاف واکابر کی روایت ہے۔

منظر اسلام-قوم مسلم کی امانت ہے۔

منظر اسلام-مرکز اہل سنت ہے۔

منظر اسلام-یادگار اعلیٰ حضرت ہے۔

منظر اسلام-اسلام کی حجت ہے۔

منظر اسلام-اہل ایمان کی شان ہے۔

منظر اسلام-تشنگان علوم نبویہ کیلئے علم وفن کا آسمان ہے۔

منظر اسلام-چمنستان مفسر قرآن ہے۔

منظر اسلام-باغ ریحان ہے۔

منظر اسلام-گل سبحان ہے۔

منظر اسلام-تیری عظمت وشوکت کو سلام۔

منظر اسلام-تیری خدمات ونسبت کو سلام۔

منظر اسلام-تیری دینی وعلمی فیضان وترقی کو سلام۔

اور اے منظر اسلام-ان مقدس ہستیوں کو سلام جن کا روحانی سکون قرار تیرے بام ودر سے وابستہ ہے۔

اور اے منظر اسلام-ان فرزندان توحید کو سلام جو تیری آغوش تربیت کا پروردہ اور تعلیم یافتہ ہے۔

اور اے منظر اسلام----ان قدسی صفات انسانوں کو سلام جنہوں نے صدسالہ تاریخ میں تب سے اب تک تیری حفاظت وصیانت کی اور تیری نشوونما کا خوشگوار فریضہ انجام دیا۔

اے یادگار اعلیٰ حضرت تیرے مینارۂ عظمت کو سلام

تیرے ہر جز وکل کو سلام!!!

﴿مزار اعلیٰ حضرت کا بیرونی دروازہ﴾

امام احمد رضا اور

دارالعلوم منظر اسلام بریلی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد*

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، "جو کچھ اتارا گیا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دیں---ہاں جو کچھ اتارا گیا تھا اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اس میں منقولات بھی ہیں، اس میں معقولات بھی ہیں---تبلیغ واشاعت کا ذریعہ تقریر بھی ہے تحریر بھی ہے، دونوں سنت ہیں، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کو اپنا مؤثر ذریعۂ تعلیم و تبلیغ بنایا، ان کی شان کیا بیان کی جائے، منقولات میں عرب و عجم کے علماء و مشائخ نے خوب داد دی اور معقولات میں دورِ جدید کے سائنسدانوں نے خوب سراہا---

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تدریس کو بھی ذریعہ تعلیم و تبلیغ بنایا، وہ دارالعلوم منظر اسلام کے بانی تھے انہوں نے یہ دارالعلوم اس وقت قائم کیا جب دشمن اسلام حاکموں نے سُنی مسلمانوں کیلئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا---ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کیلئے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو، تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں---جب ہم امام احمد رضا کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ہم کو ان کے ہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے، کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو---

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے عہد میں غیر منقسم ہندوستان کے طول و عرض میں بعض مقررین اور واعظین آپ سے نسبت ظاہر کر کے تقریروں کے معاوضے لیتے تھے اور چندے مانگتے تھے، جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے فوراً اپنے دستخط خاص سے ایک بیان جاری فرمایا جس میں اشاعتِ دینِ متین کیلئے اپنے موقف و مسلک کی یوں وضاحت فرمائی:

> "یہاں بحمداللہ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین اور حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ ہو"

(ماہنامہ رضا، بریلی، ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پیکر اخلاص و ایثار تھے، لینا تو درکنار مالی منفعت کا خیال بھی گوارہ نہ تھا---جہاں تک فکرِ صحیح کا تعلق ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے

*(سرپرست اعلیٰ: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل)

افکار حق کا معیار تھے انہوں نے اپنے مریدوں اور مخلصوں کو فکر پریشاں کے حامل افراد سے بچنے کی تلقین فرمائی چنانچہ اپنے مرید خاص کو اپنے دستخط سے جو شجرہ شریف جاری فرمایا اس میں ضروری ہدایات کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین (بہ زمانہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۲ء) ہیں سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرھم ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں نہ ان کی بات سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ وسوسہ ڈالتے کوئی دیر نہیں لگتی، آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو ہرگز نہ جائے گا۔ دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں۔ ان کی حفاظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہے۔ دین و ایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑنا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے''

مندرجہ بالا بیان سے اندازہ ہوتا ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ فکر صحیح کے مالک تھے، مالک ہی نہیں بلکہ محافظ اور داعی تھے--- دورِ جدید کے دانشور شاید اس بیان کو روشن خیالی کے منافی اور تنگ نظری پر محمول فرمائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بیان میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جن فرقوں کا ذکر فرمایا ہے یہ سب کے سب نصاریٰ کے سہاروں سے پنپے ہیں اور پنپ رہے ہیں--- انقلاب ۱۸۵۷ء نے اہل سنت و جماعت کی کمر توڑ دی تھی لیکن پھر بھی انہوں نے نہ کسی دشمن اسلام سے مدد چاہی اور نہ کسی دشمن اسلام نے ان کو مدد دی جبکہ ان فرقوں نے نصاریٰ کی پوری پوری مدد کی، انہی کی اندرون خانہ مدد سے مٹھی بھر نصاریٰ ہندوستان کی وسیع و عریض زمین پر قابض ہوئے--- یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کو بیان نہیں کیا جاتا بلکہ چھپایا جاتا ہے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ چونکہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بیزار تھے اس لئے وہ ہر اس فرد یا جماعت سے بیزار تھے جس نے کسی نہ کسی طرح یہود و ہنود اور نصاریٰ کی مدد کی تھی اور جو سلف صالحین کے راستے سے دور جا رہا تھا اور دور لے جا رہا تھا--- افسوس جو بیزار تھا اس کو تاریخ میں نصاریٰ کا محبوب بنا کر دکھایا اور جو نصاریٰ کا محبوب تھا اس کو نصاریٰ سے بیزار بنا کر دکھایا گیا تا کہ عیب چھپا رہے اور وہ ملامت خلق سے محفوظ رہے--- راقم نے یہ سارے حقائق اپنی کتاب ''گناہ بے گناہی'' میں بیان کئے ہیں جس کے کئی اردو انگریزی ایڈیشن ہندوستان، پاکستان اور افریقہ وغیرہ سے شائع ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ کسی بھی دینی مدرسے کے بانی کیلئے ضروری ہے کہ اخلاص و فکر صحیح کے ساتھ ساتھ تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں--- اس پہلو سے جب ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تعلیمی نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ایک بے مثال ماہر تعلیم نظر آتے ہیں۔ یہاں چند نکات پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہیے۔
(۲) بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے۔
(۳) سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے
(۴) ابتدائی سطح پر رسول اللہ ﷺ کا نقش دل پر بٹھا دیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و صلحاء کے

نقوش بھی قائم کردیے جائیں۔

(۵) جو کچھ پڑھا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو، جھوٹی باتیں انسانی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔

(۶) انہی علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

(۷) اساتذہ کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو

(۸) طلبہ میں خود شناسی اور خودداری کا جوہر پیدا کیا جائے کہ دست سوال دراز نہ کریں۔

(۹) طلبہ میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۱۰) بری صحبت سے طلبہ کو بچایا جائے، مفید کھیل اور سیر و تفریح اس حد تک ضروری ہے کہ طالب علم میں نشاط و انبساط پیدا ہو۔

(۱۱) تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور پروقار ہو تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر نہ ہو۔

مندرجہ بالا نکات سے اندازہ ہوتا ہے--- امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے--- ان نکات کی روشنی میں جب ہم اپنے جدید تعلیمی اداروں کے نصاب، تعلیمی ماحول اور طالب علم کی نفسیات دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ترقی کے دعوے داروں نے کیا کیا اور خلوت نشیں ایک بزرگ نے کیا کہا اور کیا کیا--- جن کو لوگ کچھ نہیں سمجھتے حقیقت میں وہی سب کچھ ہیں--- ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم جب ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھے تو پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری نے ان کو مشورہ دیا کہ اس الجھن کو سلجھانے کیلئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے رجوع کریں تو ڈاکٹر سر ضیاء الدین حیران رہ گئے، ایک گوشہ نشین عالم کیا بتائے گا لیکن جب وہ حاضر ہوئے اور وہ مسئلہ سامنے رکھا گیا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے چند لمحوں میں حل کر کے رکھ دیا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین حیران رہ گئے اور چلتے وقت سید سلیمان اشرف بہاری سے فرمایا:

''کہ یہ شخص ''نوبل پرائز'' کا مستحق ہے۔
یہ کسبی علم نہیں ہے یہ تو وہبی علم ہے''

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جن کو لوگ کچھ نہیں سمجھتے وہی سب کچھ ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ جیسے ماہر تعلیم نے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف میں قائم کیا اور شان اخلاص یہ کہ پہلے سال کے تمام اخراجات اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ تیرہ برس دس مہینے چار دن میں درس سے فارغ ہوئے (یعنی تقریباً ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں) ''اور چند سال طلبہ کو پڑھایا''۔ (الکلمۃ الملہمۃ، دہلی ۱۹۷۶ء، ص ۶)

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''اعلیٰ حضرت نے زمانۂ طالب علمی میں طلبہ کو پڑھایا''

(سلامت اللہ لاہل السنۃ ۱۳۳۲ء، بریلی ص ۵۴)

ان دونوں بیانوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں فارغ ہونے کے بعد گھر ہی پر چند سال طلبہ کو پڑھایا کیونکہ منظر اسلام تو بہت بعد میں ۱۹۰۴ء میں قائم ہوا پھر کچھ عرصہ منظر اسلام میں بھی پڑھایا ہو، بعد میں گوناگوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم و فنون کا درس دیتے رہے--- بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا علیہ الرحمہ تھے، مہتمم حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اور منتظم امام

احمد رضا علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ (تذکرۂ جمیل، بریلی، ص ۱۷۹) حجۃ الاسلام مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی، منقولات اور معقولات کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھاتے تھے اس کا اندازہ الدولۃ المکیہ (۱۹۰۵ء) اور الاجازۃ المتینہ (۱۹۰۶ء) کے اردو ترجے اور دوسری عربی اور اردو تحریروں سے ہوتا ہے--- حجۃ الاسلام نے منظر اسلام کو خوب ترقی دی چنانچہ جب مولانا سلامت اللہ نقشبندی مجددی (م ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) نے مدرسہ منظر اسلام کا معائنہ فرمایا تو اپنی رپورٹ میں لکھا:

''جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں'' (تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۹)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے وصال کے ایک عرصے بعد جب شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ / دسمبر ۱۹۳۴ء میں جلسۂ تقسیم اسناد ہوا تو اس میں عمائدین ہند کے علاوہ درگاہ اجمیر شریف کے دیوان سید آلِ رسول علی خاں علیہ الرحمہ اور علی پور سیداں (پنجاب، پاکستان) کے مشہور و معروف شیخ وقت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری خصوصی مہمانوں کی حیثیت سے شریک ہوئے---

تعلیم کے جزوی طور پر ایک ہدف نہیں کئی اہداف ہو سکتے ہیں مگر مجموعی طور پر ایک ہدف ہونا چاہیے تاکہ ملت کے فکر و عمل کی تعمیر ہو۔ الحمد للہ! دارالعلوم منظر اسلام کو قائم ہوئے آج ایک صدی گزر چکی ہے لیکن روز اول جس فکر کی داغ بیل ڈالی گئی تھی آج وہی فکر پھل پھول کر سارے عالم میں پھیل رہی ہے جس کا خاص امتیاز رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت، دشمنان اسلام اور گستاخان رسول سے شدید نفرت و عداوت ہے اور اس میں شک نہیں کوئی دشمن رسول اور کوئی گستاخ رسول (علیہ التحیہ والتسلیم) محبت و احترام کے لائق نہیں، ہاں ہدایت و نصیحت کی نیت سے شفقت و مہربانی حضور ﷺ کی سنت ہے--- علمائے حق اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس سنت کو نہیں چھوڑا اور اپنی شفقت سے لاکھوں گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔

کسی بھی دارالعلوم کی تعمیر و تشکیل کیلئے توکل بھی ضروری ہے، استاد بھی ضروری ہے، طالب علم بھی ضروری ہے، نصاب بھی ضروری ہے، عمارت بھی ضروری ہے، فرنیچر اور فرش و فروش بھی ضروری ہے، اور فنڈ بھی ضروری ہے--- دور جدید کے مدارس میں ان ضرورتوں کو معکوس کر دیا گیا ہے--- توکل کا نام و نشاں نہ رہا، استاد کی قدر و قیمت گھٹ رہی ہے، طالب علم کا کوئی پرسان حال نہیں، نصاب کی کوئی پرواہ نہیں، عمارت کی تھوڑی بہت پرواہ ہے، سارا زور فنڈز کی فراہمی اور اسراف و تبذیر پر ہے--- اس میں شک نہیں دارالعلوم کی روح استاد ہے، استاد اچھا ہے تو سب کچھ اچھا ہے۔ نصاب کی اہمیت اپنی جگہ مگر استاد کی بات استاد ہی کے ساتھ ہے--- دارالعلوم منظر اسلام کے اساتذہ میں ایک سے ایک اعلیٰ استاد نظر آتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے طلبہ کو بے پناہ شفقت دی، حوصلہ دیا، ہمت دی، مر مٹنے کا جذبہ عطا فرمایا، احساس کمتری میں مبتلا ہونے نہ دیا، طلبہ پر وہ مہربانیاں کیں کہ باید و شاید--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے طلبہ کو وہ کچھ دیا جو ایک نہایت مشفق و مہربان باپ اپنی اولاد کو دیا کرتا ہے--- انہوں نے طلبہ کی تربیت فرمائی--- اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے، بولنے چالنے اور لکھنے پڑھنے کا سلیقہ سکھایا، مہذب و شائستہ بنایا--- دور جدید میں اکثر جدید و قدیم مدارس میں تربیت مفقود ہے، حرص و آز، حاضر و موجود، تربیت ہو تو کیونکر ہو، تعلیم ہو تو کیونکر ہو؟--- تعلیم و تربیت خلوص کے ماحول میں پروان چڑھتے

ہیں ، دارالعلوم منظر اسلام نے طلبہ کو علم دیا، اخلاص دیا، امن دیا، خلوص دیا، سب کچھ دیا--- طالب علم و استاد کیلئے سب سے بڑی بات وقت کی قدر و منزلت کی ہے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک لمحہ ضائع نہ کیا اور ایک عجب سبق سکھایا--- ہم وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور روپیہ پیسہ بھی ضائع کرتے ہیں اس لئے محتاج رہتے ہیں، فکر بھی مانگے کا، روپے پیسے بھی مانگے کے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے شریعت کی پابندی اور وقت کی قدر و منزلت کا جو سبق سکھایا ہے اس پر عمل کیا جائے تو حکومتیں بن جائیں اور سلطنتیں سنور جائیں--- دور جدید کا مزاج اسراف پسند ہے بلکہ تبذیر پسند ، اس کو شاندار عمارتیں اچھی لگتی ہیں ، وہ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے حالانکہ ہماری تاریخ جس پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے چراغ کی روشنی میں فرش پر بنی ہے، فرش کو عالی نسبتیں حاصل ہیں--- راقم نے ہمیشہ فرش ہی کو باعث فخر جانا اور اسی پر تمام علمی کام کئے اور کر رہا ہے--- دارالعلوم منظر اسلام کی شاندار عمارت نہ سہی ، فرنیچر و شاندار فرش و فروش نہ سہی، مگر جو کام ہو رہا ہے وہ شاندار ضرور ہے ، اس کا ایک مزاج ہے--- ایک صدی گزر جانے کے بعد وہ مزاج نہیں بدلا، اس سے استقامت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ ایمان دے رہا ہے، وہ محبت رسول کے تحفے تقسیم کر رہا ہے، یہ بانی کی کرامت ہے، یہ مہتمین اور منتظمین کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے--- امام احمد رضا علیہ الرحمہ، حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ، مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کی ارواح پاک پر ہزاروں لاکھوں سلام ہوں--- مولائے کریم حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کا ظل ہمایونی قائم و دائم رکھے، ان کا علمی اور روحانی فیض جاری و ساری رہے اور دارالعلوم منظر اسلام شب و روز آپ کی سرپرستی میں ترقی کرتا رہے۔ آمین ثم آمین

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

﴿مرقد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بیرونی دروازہ سے ایک منظر﴾

منظر اسلام بریلی کے اولین چند فضلاء

از: علامہ جلال الدین قادری، کھاریاں

دارالعلوم اہل سنت و جماعت موسوم بہ نام تاریخی "منظر اسلام" بریلی محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/فروری ۱۹۰۴ء کو مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے درس بخاری سے شروع فرمایا[1]

چونکہ یہ دارالعلوم اپنے دور قیام کی نہایت اہم ضرورت تھا۔ اس کے قیام سے نہ جانے کتنی دعائیں، تمنائیں پوری ہوئیں۔ دوسرے سال ہی مدرسہ مذکورہ سے فضلاء کو سندِ فراغت اور دستار بندی سے سرفراز فرمانا شروع ہوا جو بحمدہ تعالیٰ (جل وعلا) وبفضل کرم حبیب الاعلیٰ (ﷺ) اب تک ایک صدی سے) بے شمار فضلاء کو سند فراغت سے سرفراز فرما چکا ہے۔ درس حدیث، علوم قرآنیہ اور دیگر علوم وفنون اسلامیہ کے علاوہ حفظ قرآن مجید اور تجوید قرأت کے ان گنت طلبہ دارالعلوم سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ جن کا شمار شاید ممکن نہ ہو۔

درج ذیل سطور میں چند فضلاء کے اسمائے گرامی لکھے جا رہے ہیں یہ طلبہ دارالعلوم منظر اسلام کے ابتدائی چند سالوں میں فارغ ہوئے۔ یاد رہے یہ چند اسمائے گرامی وہ ہیں جن تک یہ فقیر غفرلہ القدیر (راقم السطور) اطلاع پا سکا ہے۔

......مولانا احسان علی مظفر پوری[2]......مولانا اختر حسین[3]......مولانا اشرف علی بنگالی[4]......مولانا آفتاب الدین[5]......مولانا اکبر حسین خان رامپوری[6]......مولانا امام بخش[7]......مولانا امیر حسن بنگالی[8]

......مولانا اصغر علی نواکھلی[9]......مولانا برکت اللہ میمن سنگھ بنگال[10]......مولانا تجمل حسین بریلی[11]......مولانا تمیز الدین پترا بنگال[12]......مولانا تمیز الدین میمن سنگھ بنگال[13]......مولانا محمد ثناء اللہ[14]......مولانا حامد حسین رامپوری[15]......مولانا حامد علی الہ آبادی[16]......مولانا حسنین رضا خاں بریلی[17]......مولانا حشمت علی لکھنوی[18]......مولانا حمید الرحمٰن چاٹگام[19]......مولانا خلیل الرحمٰن[20]......مولانا دین محمد پنجابی[21]......مولانا رحیم بخش بنگالی[22]......مولانا رشید احمد[23]......مولانا رمضان علی بنگالی[24]......مولانا سراج الدین پترا بنگال[25]......مولانا سعید الرحمٰن چاٹگام[26]......مولانا محمد شجاعت علی بنگالی[27]......مولانا شرافت اللہ[28]......مولانا شفیع احمد بیسل پوری[29]......مولانا شفاعت اللہ[30]......مولانا شمس الدین[31]......مولانا شمس الہدیٰ[32]......مولانا ضمیر الحسن بلند شہر[33]......مولانا طیب علی، ڈھاکہ[34]......مولانا ظفر الدین، پٹنہ بہار[35]......مولانا محمد ظہور الحق[36]......مولانا عبدالجلیل بدایونی[37]......مولانا عبدالحفیظ[38]......مولانا محمد عبدالباری، میمن سنگھ[39]......مولانا عبدالرحیم، ولایتی[40]......مولانا عبدالرشید چاٹگام[41]......مولانا سید عبدالرشید، پٹنہ[42]......مولانا عبدالحکیم[43]......مولانا عبدالصمد پترا (بنگال)[44]......مولانا عبدالرحیم، رامو[45]......مولانا عبدالغفور[46]......مولانا عبدالغنی[47]......مولانا عبدالقوی، بنگالی[48]......مولانا عبداللہ بہاری[49]......مولانا عبدالمجید، بریلی[50]......مولانا عبدالواحد، میمن

سنگھ، بنگال [51]......مولانا عبدالودود ڈھاکہ، [52]......مولانا عطاء اللہ، نواکھلی، بنگال [53]......مولانا عزیز الحسن [54]......مولانا عزیز الرحمٰن، کلکتہ [55]......مولانا عزیز احمد، فرید پوری، [56]......مولانا حکیم سید عزیز غوث، بریلی [57]......مولانا عطاء الرحمٰن، نواکھلی [58]......مولانا عظیم اللہ، مچھلی شہر [59]......مولانا عبید اللہ بنگالی [60]......مولانا علی احمد [61]......مولانا علی حسین اراکان [62]...... مولانا عین الیقین بنگالی [63]......مولانا غلام جان [64]......مولانا سید غلام محمد، بہار [65] ......مولانا فیض الردین، ڈھاکہ [66]......مولانا فیض طلب خاں پشاور [67]......مولانا قاسم علی [68]......مولانا قمر الدین پترا، بنگال [69] ......مولانا لطف الرحمٰن، نواکھلی، بنگال [70]...... مولانا محمد افضل کابلی بخاری [71]......مولانا محمد ابراہیم پترا، بنگال [72]......مولانا محمد ابراہیم، پٹنہ بہار [73]......مولانا محمد ابراہیم، سہارنپور [74]......مولانا محمد احمد [75]......مولانا محمد اسحٰق، میمن سنگھ بنگال [76]......مولانا محمد اسمٰعیل [77]...... مولانا محمد امین، راولپنڈی [78]......مولانا محمد حسین [79]......مولانا محمد حسن، نواکھلی، بنگال [80]......مولانا محمد میاں، بہاری [81]......مولانا محمود حسن [82]...... مولانا (مفتی اعظم) محمد مصطفیٰ رضا، بریلی [83]......مولانا مقبول احمد، چاٹگام [84]......مولانا منیر الدین، بنگالی [85]......مولانا نصیر الدین، بریلی [86]......مولانا نعیم الدین، چاٹگام [87]...........مولانا نواب جان، بریلی [88]......مولانا نواب مرزا، بریلی [89]......مولانسیم الدین، پٹنہ [90]......مولانا نذیر الحق، پٹنہ [91]......مولانا نصر اللہ خاں، رامپور [92]......مولانا نظام الدین [93]......مولانا نور محمد [94]......مولانا وکیل الدین [95]......مولانا وہاب الدین نواکھلی [96]......

بانی دارالعلوم نظر اسلام بریلی، امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے چند دیگر تلامذہ کا ذکر مولانا ظفر الدین فاضل بہار نے کیا ہے۔

مولانا نواب سلطان احمد خاں، محلہ بہاری پور، بریلی......مولانا سید امیر احمد، محلہ ذخیرہ، بریلی......مولانا حسن رضا خاں حسن، برادر اوسط امام احمد رضا......مولانا محمد رضا خاں، برادر خورد امام احمد رضا ......مولانا حامد رضا خاں، خلف وخلیفہ اکبر امام احمد رضا......مولانا حافظ یقین الدین، محلہ ملوکپور، بریلی......مولانا حافظ سید عبدالکریم، محلہ ذخیرہ، بریلی......مولانا منور حسین، بریلوی......مولانا سید نور احمد چاٹگام......مولانا واعظ الدین، مصنف دفع زیغ زناغ...... مولانا سید عبدالرشید، عظیم آبادی......مولانا سید شاہ غلام محمد بہاری ......مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ......مولانا سید شاہ احمد اشرف کچھ چھوی......مولانا سید محمد، محدث کچھوچھوی [97]......

مذکورہ بالا طلبہ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں جن اساتذہ کرام سے پڑھا، ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا بشیر احمد علی گڑھی، مدرس اول [98]......مولانا حامد حسین رامپوری، مدرس اول [99]......مولانا قاضی رحیم الٰہی [100]......مولانا رحم اللہ [101]......مولانا عبداللہ، بنگالی [102]......مولانا محمد عبداللہ، پنجابی ہزاروی [103]......

برعظیم پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کا شاید ہی کوئی مدرسہ یا جامعہ ہو جہاں منظر اسلام بریلی کا علمی فیضان نہ پہنچا ہو۔ پاکستان میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا فیضان سندالمحدثین امام العارفین قدوۃ العلماء الراسخین صدر المدرسین محدث اعظم حضرت الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ العزیز کے ذریعہ سے عام ہوا۔ آپ کے بے شمار تلامذہ نے آپ سے علم حدیث اور دیگر علوم

دینیہ اسلامیہ منقول و معقول پڑھ کر پاکستان، ہندوستان، کشمیر اور دنیا کے ہر خطہ میں علم و فضل کے دریا بہائے۔ یاد رہے کہ محدث اعظم قدس سرہ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے اپنی دینی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ اور پھر فارغ التحصیل ہو کر اسی دارالعلوم کے مدرس دوم، پھر مدرس اول اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے تھے۔

راقم السطور فقیر غفرلہ القدیر کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا علمی و روحانی فضان بواسطہ محدث اعظم اور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا قدس سرھما پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

حوالہ جات:

(۱) روداد سال دوم مدرسہ منظر اسلام بریلی، موسوم بہ کوائف اخراجات ۱۳۲۳ھ مرتبہ مولانا حسن رضا خاں برادر اصغر امام احمد رضا قدس سرھما۔ مطبوعہ مطبوع اہل سنت و جماعت، بریلی ص ۸۔

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۴۱۶، فتاویٰ رضویہ، جلد پنجم، ص ۲۹۹، جلد ہشتم، ص ۳۹۲، جلد نہم ۳، ۷، ۱۷۲، ۳۹۲، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف آخر، ص ۲۸۱، جلد دوازدہم ص ۲۷۰

(۳) فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۱۷۴

(۴) فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ۶۱۲، جلد دہم نصف آخر، ص ۱۲۰

(۵) فتاویٰ رضویہ، جلد ششم ص ۳۳۴، ۶۱، ۴، جلد دہم نصف آخر، ص ۲۸۲

(۶) فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، ص ۱۵، جلد دوازدہم، ص ۱۸۷۔

(۷) فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، ص ۵۳، جلد ہشتم، ص ۲۷۹۔

(۸) فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۴۷۱۔

(۹) روداد سال دوم مدرسہ منظر اسلام، ص ۴۷۔

(۱۰) روداد سال دوم مدرسہ منظر اسلام، ص ۴۸۔

(۱۱) ایضاً، ص ۴۸

(۱۲) ایضاً، ص ۴۸۔

(۱۳) ایضاً، ص ۴۸

(۱۴) فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، ص ۱۹۲، جلد دہم نصف آخر، ص ۲۸۴، جلد دوازدہم، ص ۲۹۰۔

(۱۵) فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف آخر، ص ۲۲۷۔

(۱۶) فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف اول، ص ۲۰۷۔

(۱۷) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص ۳

(۱۸) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۴۰۹، ۷۵۵، جلد دوم، ص ۱۵۵، جلد پنجم، ص ۵۵۳، ۶۳۸، جلد ہفتم، ص ۱۰۳، جلد نہم، ص ۵۸، ۱۵۷، جلد دوازدہم، ص ۲۵۵۔

(۱۹) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص ۴۷۔

(۲۰) فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم، ص ۴۶۹۔

(۲۱) روداد مدرسہ منظر اسلام، ص ۴۸۔

(۲۲) فتاوریٰ رضویہ جلد سوم، ص ۸۰۸، جلد دہم نصف آخر، ص ۲۵۴۔

(۲۳) فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۴۰۶۔

(۲۴) فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۴۷۴۔

(۲۵) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم، ص ۴۸۔

(۲۶) ایضاً، ص ۴۷

(۲۷) فتاویٰ رضویہ، جلد ہفتم، ص ۳۰۴۔

(۲۸) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص ۴۷، ۴۸۔

(۲۹) فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، ص ۲۲، جلد دہم نصف آخر، ص ۱۵۴۔

(۳۰) فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۴۰۶۔

(۳۱) فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف آخر، ص ۲۷۹۔

(۳۲) فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم، ص ۲۸۶، جلد سوم ۳۷۴۔

(۳۳) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم، ص ۴۸۔

(۳۴) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص ۴۸۔

(۳۵) ایضاً، ص ۴۷۔

(۳۶) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۲۵۷۔

(۳۷) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص ۴۸، فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، ص ۱۷۵۔

(۳۸) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۴۸۔

(۳۹) روداد مدرسہ منظر اسلام، سال دوم، ص ۴۸۔

(۴۰) ایضاً،ص ۴۷۔

(۴۱) ایضاً،ص ۴۷،فتاویٰ رضویہ،جلد دوم،ص ۲۲۹۔

(۴۲) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم،ص ۴۷۔

(۴۳) فتاویٰ رضویہ،جلد چہارم،ص ۲۲۳۔

(۴۴) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸۔

(۴۵) ایضاً،ص ۴۸۔

(۴۶) ایضاً،ص ۴۸

(۴۷) فتاویٰ رضویہ،جلد چہارم،ص ۱۶۳۔

(۴۸) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۱۸۸۔

(۴۹) فتاویٰ رضویہ، جلد دوم ،ص ۲۷، ۱۵۹، جلد سوم ۵۷، ۶۳، ۷۲، ۲۵۰، ۲۷۴، ۲۸۸۔ جلد نہم،ص ۲۰۰،جلد دہم نصف آخر،ص ۲۷۶

(۵۰) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۵۱) روداد مدرسہ منظر اسلام ، سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸، فتاویٰ رضویہ،جلد چہارم ص ۳۸۰۔

(۵۲) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۵۳) روداد مدرسہ منظر اسلام سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۵۴) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر ص ۱۲۶۔

(۵۵) روداد مدرسہ منظر اسلام سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۵۶) فتاویٰ رضویہ،جلد ہشتم،ص ۲۶۴۔

(۵۷) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم،ص ۴۶۔

(۵۸) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ص ۴۸۔

(۵۹) ایضاً،ص ۴۷

(۶۰) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۲۵۳۔

(۶۱) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸

(۶۲) ایضاً،ص ۴۸۔

(۶۳) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۲۷۸۔

(۶۴) فتاویٰ رضویہ،جلد سوم،ص ۶۰۳، ۶۶۷،جلد چہارم،ص ۱۱۰۔

(۶۵) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۶۶) ایضاً،ص ۴۸۔

(۶۷) ایضاً،ص ۴۸۔

(۶۸) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۵۷۔

(۶۹) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸۔

(۷۰) ایضاً،ص ۴۸۔

(۷۱) فتاویٰ رضویہ جلد نہم،ص ۲۱، ۳۲، ۷۱،
فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۱۵۶، ۱۶۳، ۲۵۴۔

(۷۲) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷۔

(۷۳) ایضاً،ص ۴۷

(۷۴) ایضاً،ص ۴۸

(۷۵) فتاویٰ رضویہ،جلد ششم،ص ۱۱۹

(۷۶) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸

(۷۷) روداد مدرسہ منظر اسلام،سام دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷

(۷۸) ایضاً،ص ۴۷

(۷۹) فتاویٰ رضویہ جلد دہم،نصف آخر،ص ۱۴۷۔

(۸۰) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷

(۸۱) فتاویٰ رضویہ،جلد دہم،نصف آخر،ص ۱۰۲

(۸۲) فتاویٰ رضویہ جلد سوم،ص ۲۶۰

(۸۳) روداد مدرسہ منظر اسلام،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸،۳

(۸۴) ایضاً،ص ۴۸

(۸۵) فتاویٰ رضویہ،جلد ہشتم،ص ۵۴۵
فتاویٰ رضویہ،جلد دہم نصف آخر،ص ۱۸۶

(۸۶) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۸

(۸۷) ایضاً،ص ۴۸

(۸۸) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی،سال دوم ۱۳۲۳ھ،ص ۴۷

(۸۹) ایضاً،ص ۴۷

(۹۰) ایضاً،ص ۴۷

(۹۱) ایضاً،ص ۴۷

(۹۲) ایضاً،ص ۴۷

(۹۳) فتاویٰ رضویہ،جلد ششم،ص ۱۱۶

(۹۴) فتاویٰ رضویہ،جلد دوازدہم،ص ۲۵۳

(۹۵) فتاویٰ رضویہ،جلد سوم،ص ۶۴۶

(۹۶) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ ص ۴۷

(۹۷) حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مصنفہ مولانا ظفر الدین بہاری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، بار اول، ص ۲۱۲، ۲۱۳۔

(۹۸) فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ص ۵۲۷، جلد پنجم ص ۱۶۷، جلد ہشتم، ص ۴۷۵

نوٹ: ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں آپ منظر اسلام بریلی میں مدرس اول تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

(۹۹) فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۲۲۷۔

نوٹ: ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں آپ منظر اسلام کے مدرس اول تھے۔

(۱۰۰) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۰۵۔

نوٹ: مولانا رحم الٰہی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس تھے۔

(۱۰۱) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۲۲۹۔

نوٹ: مولانا ممدوح صفر ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں منظر اسلام بریلی میں مدرس تھے۔

(۱۰۲) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۲۷، ۲۵۰، ۳۷۴، ۴۸۸، ۶۴۷۔
فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، ص ۲۷، ۱۵۹، جلد نہم ص ۲۰۰، جلد دہم نصف آخر ص ۲۷۶۔
مولانا موصوف ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں منظر اسلام بریلی میں مدرس تھے۔

(۱۰۳) فتاویٰ رضویہ، جلد سوم ص ۵۱۷

نوٹ: درج بالا سطور میں فتاویٰ رضویہ کے حوالہ جات درج ذیل مطبوعہ نسخوں سے لئے گئے ہیں:

۱- جلد اول، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۲- جلد دوم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، لائل پور
۳- جلد سوم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارک پور، انڈیا بار اول ۱۹۶۱ء
۴- جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار لاشاعت، لائل پور ۱۹۷۴ء
۵- جلد پنجم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت، فیصل آباد
۶- جلد ششم: مطبوعہ سنی دار الاشاعت، مبارک پور اعظم گڑھ ۱۹۸۱ء
۷- جلد ہفتم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت، مبارک پور اعظم گڑھ ۱۴۰۷ھ
۸- جلد ہشتم، مکتبہ رضویہ، دار العلوم امجدیہ کراچی۔
۹- جلد نہم، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ، مکتبہ رضویہ، کراچی ۱۹۹۱ء
۱۰- جلد دہم، نصف اول مطبوعہ مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور ضلع پیلی بھیت۔
۱۱- جلد دہم، نصف آخر مطبوعہ مکتبہ رضا، ایوان عرفان، بیسلپور ضلع پیلی بھیت۔
۱۲- جلد یازدہم، مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی ۱۴۰۲ھ
۱۳- جلد دوازدہم، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۴۱۵ھ

تحریر: سلیم اللہ جندران

دارالعلوم ''منظر اسلام'' بریلی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

(Dar-ul-Uloom Manzar-i-Islam Brailly 1322 A.H/1904 A.D)

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کو سوجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے تفقہ فی الدین (تفہیم دین) کا واحد مرکز عربی مدارس/ دینی دارالعلوم ہیں جہاں پر تشنگان علم وحکمت جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں اور قرآن وسنت کے رموز معارف سے خوشہ چینی کر کے اپنی جھولیوں کو مراد سے لبریز کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا کرتے بلکہ بلغوا عنی ولو آیۃ کا مصداق بن کر خدا کی زمین میں قرآن وسنت کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

دنیائے اسلام میں قرآن وحدیث کی تعلیم کا ذریعہ یہ دینی دارالعلوم اور عربی مدارس ہی ہیں۔ قرآن وحدیث کی تعلیم سے ہی امام غزالی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، بوعلی سینا، ابونصر فارابی اور علامہ اقبال رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔

علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے کیلئے ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کی اشد ضرورت واہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ دنیا میں اس وقت بھی اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں۔ بریلی کا دارالعلوم ''منظر اسلام'' ہو یا دارالعلوم نظامیہ لاہور، جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہو یا دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف یہ سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ یہ مدارس جس قدر معیاری، عمدہ اور مفید ہوں گے اس میں پروان چڑھنے والے مفسر، محدث، محقق، فقہا وعلماء بھی اس قدر قابل، ذہین وفطین اور دین وملت کیلئے مفید ترین ثابت ہوں گے۔

دارالعلوم کے قیام کا پس منظر:

(Pre-Establishment Back Ground)

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا محمد نقی علی خاں نے ''مصباح التہذیب'' کے نام سے ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں بریلی میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تھا جو بعد میں ''مصباح العلوم'' کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں ایک اور عربی مدرسہ ''اشاعۃ العلوم'' کے نام سے قائم ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت اپنے دور میں ایک دارالعلوم اور مخزن العلوم کی حیثیت رکھتی تھی۔ طالبانِ علم دور دراز سے اپنے مدارس چھوڑ کر علوم قدیمہ وجدیدہ میں آپ سے فیض یابی کیلئے حاضر ہوتے۔ بریلی شہر میں آپ کے وقت میں باقاعدہ کوئی بھی دارالعلوم موجود نہ تھا۔ بایں ہمہ ایک باقاعدہ دارالعلوم کی ان اولین الذکر مدارس کے قیام کے

اشد ضرورت باقی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں خود فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف میں بہت ہی زیادہ مصروف تھے۔ مگر جب آپ کے ایک مخلص دوست سید امیر احمد صاحب نے آپ سے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ نے اصلاح عقائد اور لادینیت کے سد باب کیلئے مدرسہ قائم نہ کیا تو میں قیامت کے دن آپ کے خلاف نالش کروں گا۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری بھی اس مطالبہ میں اولین تائید کرنے والے تھے۔ آل رسول، سید صاحب کی زبان سے یہ بات سن کر مولانا بریلوی نے کہا:

''آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے۔ مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری سنبھال لیں''

دارالعلوم منظر اسلام کا باقاعدہ افتتاح:

(Inauguration)

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے دارالافتاء کے جوار میں ان ہی کی سرپرستی میں ''دارالعلوم بریلی، منظر اسلام'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا بریلی شہر میں رحیم یار خان کے مکان پر مولانا محمد ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلباء سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں نے بخاری شریف کا درس دیا۔ آپ اس کے بانی قرار پائے۔ آپ چند سال تک طلباء کو پڑھاتے رہے پھر فتویٰ نویسی اور دوسرے علمی مشاغل کی وجہ سے وہ درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ خود جاری نہ رکھ سکے اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے دارالعلوم منظر اسلام کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی مقبولیت:

(Popularity and Reputation of Dar-ul-Uloom)

مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے ''چودھویں صدی کے مجدد'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۵۹-۶۰، پر لکھا ہے کہ بعض طلباء دارالعلوم دیوبند اور گنگوہ کے مدارس چھوڑ کر بریلی آئے کیونکہ اختلاف مسلک کے باوجود ان مدارس کی خلوتوں میں مولانا بریلوی کی علمیت کے چرچے رہتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا بریلوی سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں طلباء مستفیض ہوئے۔ (واللہ اعلم)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے ایک مکتوب محررہ ۵/شعبان ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء بنام خلیفہ تاج الدین میں مولانا ظفر الدین کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مکرمی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور بجاں عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ ''منظر اسلام'' میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں''

اس مکتوب کا ذکر ''حیات اعلیٰ حضرت'' ص ۲۴۴ پر ہے۔ یاد رہے کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مؤلف بھی مولانا ظفر الدین بہاری ہیں جو کہ ہندوستان کے معروف دانشور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے والد ماجد ہیں۔

''منظر اسلام''، ایک تاریخی نام:

''دارالعلوم منظر اسلام بریلی'' ---(حال) جامعہ

رضویہ منظر اسلام بریلی کے ''نام'' کے متعلق محمد اعجاز انجم لطیفی (ریسرچ اسکالرز بہار یونیورسٹی، انڈیا) ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف ماہ اگست ۱۹۹۷ء صفحات ۷-۱۰، پر رقم طراز ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو بھی تصنیفی وتعمیری کام کئے ان کا نام آپ نے تاریخی رکھا ہے۔ اسی طرح انہوں نے علم دین کی اشاعت اور ترویج کیلئے محلہ سوداگران بریلی شریف میں ۱۹۰۴ء بمطابق ۱۳۲۲ھ ''منظر اسلام'' کا قیام تاریخی نام سے فرمایا تھا۔ اس نام کے اعداد جوڑنے سے ۱۳۲۲ھ نکلتی ہے ''منظر اسلام'' کے کل حروف اور متعلقہ حروف کے اعداد مندرجہ ذیل ہیں ان کا مجموعہ ۱۳۲۲ر بنتا ہے:

م + ن + ظ + ر = 1190

1190 = 200+ 900+50+40

ا + س + ل + ا + م = 132

132 =40+ 1+ 30 +60+ 1

منظر اسلام(132+1190)= 1322ھ

دار العلوم کی ابتدائی کلاسز کی جائزہ رپورٹ:

(Initial Evaluation Report)

علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی کی کتاب ''تذکرہ جمیل'' مطبوعہ ڈربن افریقہ میں منظر اسلام مدرسہ کے ابتدائی سالوں کی کلاسز کی معائنہ رپورٹ موجود ہے۔ مولانا شاہ سراج الدین سلامت اللہ نقشبندی مجددی رامپوری، (م ۱۳۴۴ھ) نے ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۷ء کے درمیان دار العلوم کا تفصیلی معائنہ کیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا:

''ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبہ و شوکت و جاہ وحشمت اور اقبال و ہمت وقوت وثروت ظاہری ومعنوی علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین متین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے--- تقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ اور مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی متوسط منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروریہ معقول ومنقول خصوصاً علم تفسیر وحدیث و فقہ وسیر واصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمد للہ کہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد پایا اور اس بشارت کے مبشر پایا **''لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم فی طاعتہ''** ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس دین میں کچھ پودے لگاتا رہے گا جن سے اپنی طاعت میں کام لے گا۔ بالخصوص منتہی طلبا کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے۔ ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسی برکات و فائض، جاری ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات اور کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ اور

ملت بیضا شریفہ حنفیہ کیلئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو"

تعلیم کے اہم مقاصد کا تعین:

(Purposes of Education)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اسلامی مفکر تعلیم کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں آپ نے نہ صرف تعلیم وتدریس کی خاطر دارالعلوم منظر اسلام کی بنیاد ڈالی بلکہ قرآن وسنت کی رو سے ایک اسلامی فلاحی مملکت کیلئے تعلیم کے اہم مقاصد کا بھی تعین کیا "فتاویٰ رضویہ" جلد دہم ابواب عالم وتعلم اور علم التعلیم کی روشنی میں مولانا بریلوی کی نظر میں تعلیم کے اہم مقاصد یہ قرار پاتے ہیں:

(۱) خداشناسی وخداترسی
(۲) دین متین کی برتری
(۳) للّٰھیت
(۴) عشق مصطفےٰ ﷺ کا حصول
(۵) عصمت انبیاء علیہم السلام
(۶) عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روشناسی
(۷) پیشہ ورانہ تعلیم
(۸) علوم قدیمہ وجدیدہ برائے تفہیم دین
(۹) تعلیم برائے فلاح مسلمین
(۱۰) علمی وقار اور خودداری
(۱۱) کیف وسکون
(۱۲) علم وعمل دونوں کا وجوب
(۱۳) طلباء کیلئے عملی جہاد کی تربیت
(۱۴) فلسفہ تعلیم سے لازمی واقفیت
(۱۵) سائنسی علوم میں مہارت کا حصول
(۱۶) ملی تشخص کا احیاء
(۱۷) معاشرتی بدعات منکرات کا سد باب
(۱۸) فروعی اختلافات میں الجھاؤ سے گریز
(۱۹) قدرت الٰہیہ پر کامل یقین

راقم الحروف نے "مقاصد تعلیم امام احمد رضا کی نظر میں" قلمبند کئے ہیں جو مکمل مضمون کی صورت میں مفصل "معارف رضا" ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۹ء (ص ۱۳۶-۱۴۶) میں شائع ہو چکے ہیں۔ تعلیم وتدریس کے مقاصد جس قدر موزوں، مکمل، درست، قابل عمل، قابل حصول اور بلند ہوں گے اس قدر تعلیم کامیاب ہوگی ورنہ مقاصد صحیحہ سے عاری تعلیم سراسر بے سود اور ترقی کی بجائے انتشار اور زوال کا سبب بنتی ہے۔ مولانا بریلوی مقاصد صحیحہ سے عاری تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "لا جرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (طلبہ) دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں"۔

دارالعلوم "منظر اسلام" بریلی کا نصاب تعلیم"

(Syllabus of Dar-ul-Uloom)

تعلیمی نصاب کے حوالہ سے مولانا احمد رضا خاں علم کے تین ذرائع بیان کرتے ہیں اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان پاک ہے:

"علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ ہے)---- تصود ومنزل اصل علم قرآن وحدیث ہے۔ نحوی، لغوی، منطقی، عقلی علوم، فلسفیات، طبیعیات، ریاضی،

جغرافیہ یہ تمام علوم مولانا بریلوی کی نظر میں علم آلی (آلات و وسائل) کی حیثیت رکھتے ہیں یہ خادم علم اعلیٰ الاعالی ہیں ان کا حصول بھی مورد فضائل علم میں آتا ہے بشرطیکہ ان میں اشتغال بقدر توسل اور بقصد توسل ہو۔ فقط علم آلی میں مکمل انہماک اور اصل مقصود سے انحراف فضول ہے۔ مدارس اسلامیہ میں لازمی نصاب کے حوالہ سے راقم الحروف کا مضمون ''امام احمد رضا کی نظر میں علمیات'' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے جرنل ''علم کی روشنی'' ششماہی آخر سال ۲۰۰۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

دارالعلوم ''منظر اسلام'' بریلی کے موجودہ مہتمم مولانا سبحان رضا خاں نے اپنے ایک مکتوب محررہ سال ۱۹۹۸ء بنام راقم الحروف میں احقر کو دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب کی یہ تفصیل بھیجی ہے۔

درجہ اول عربی:

میزان اشعب، پنج گنج، نحو میر، گلستاں، بوستاں، فیض الادب اول، کبریٰ

درجہ اول فارسی:

تسہیل المصادر، آمد نامہ، فارسی کی پہلی دوسری کتاب، تعمیر الادب حصہ پنجم، منہاج العربیہ، قانون شریعت حصہ اول۔

درجہ دوم:

شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، نور الایضاح، منیۃ المصلی، علم الصیغہ، فیض الادب ثانی، ہدایت الحکمت، ہدایت المنطق۔

درجہ سوم:

کافیہ، قدوری، اصول الشاشی، فصول کبریٰ، قلیوبی، مرقات

درجہ چہارم:

شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب، نور الانوار، سراجی، ھدایۃ الحکمت۔

درجہ پنجم:

جلالین اول، مؤطا امام محمد، معانی الادب، الذخار العرب، تلخیص المفتاح، قطبی، ہدایہ سعیدیہ۔

درجہ ششم:

مشکوٰۃ اول، جلالین آخر، شرح عقائد، ملاحسن، دیوان متنبی، منشورات، ھدایہ الاولین۔

درجہ ہفتم:

مشکوٰۃ آخر، مسلم الثبوت، توضیح و تلویح، المعتقد، مختصر المعانی، ملاجلال، حمد اللہ، میبذی۔

درجہ ہشتم:

بخاری شریف، مسلم شریف، ھدایہ آخرین، بیضاوی شریف، ترمذی شریف۔

اصلاح نصاب:

(Curriculum Rectification)

مولانا احمد رضا خاں نے ''درس نظامی'' کے نصاب میں شامل فلسفہ و منطق کی تعلیم کیلئے سات مختلف شرائط کا تعین کیا ہے۔ باطل فلسفیوں کے رد میں متعدد کتب لکھیں۔ فلسفہ کے معلم کیلئے ضروری قرار دیا کہ دیکھا جائے ''انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقلی کو منتفی نہ کر دیا ہو۔ وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو ورنہ قلوب طلباء کا تحفظ نہ کر سکے

گا۔ وہ انہیں اس قدرت کو بہ التزام تام ہر سبق کے ایسے محل ومقام پر استعمال بھی کرتا ہو ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کردے۔ متعلم کو قبل تعلیم جانچ لے کہ پورا راسخ العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت ووقعت متمکن نہیں۔ اس کا (متعلم کا) ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی ہے اور جھوٹی جلد پیر ہو جاتی ہے۔ متعلم ومعلم کی نیت صالح ہو نہ اغراض فاسدہ۔ تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو"۔

درس نظامی میں شامل نحوی، لغوی، گرامر پر مبنی علوم کے بارے میں آپ نے کہا کہ "وہ بقدر توسل وبقصد توسل سیکھے جائیں نہ یہ کہ انہیں ہی مقصود قرار دے لیں اور ان کی توغل میں ہی عمر گزار دی جائے، نحوی، لغوی، منطقی ادیب کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصد اصلی سے کام نہ رکھے"۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں آپ ان امور کے بارے میں وضاحت سے لکھتے ہیں کہ "علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہیے اسی میں منہمک ہو جانے والا مقاصد اصلیہ سے محروم رہتا ہے۔ اگر یہ بقدر توسل اور بقصد توسل سیکھے جائیں تو اس پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کیلئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہیں جب تک کہ نماز کا انتظار کریں"۔

"دار التصنیف"

(Communication and Publication)

دارالعلوم کے شعبہ تصنیف وتالیف کی خدمات:

دارالعلوم بریلی "منظر اسلام" کے قیام نے اہل سنت کے علماء دانشوران کے وسائل ابلاغ کی اہمیت کا احساس دلایا۔ چنانچہ اس کے قیام کے بعد بریلی سے ماہنامہ "الرضا" اور "یادگار رضا" کا اجراء ہوا۔ ایک ماہنامہ "ردمرزائیت" کے نام سے بھی مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اہل سنت پہلی بار کھل کر اور ساز وسامان کے ساتھ نشر واشاعت اور صحافت کے میدان میں سامنے آئے۔ دارالعلوم منظر اسلام کی تربیت ورہنمائی سے کئی نوخیز مگر باصلاحیت مصنف مدیر، محقق، صحافی دریافت ہوئے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی خدمات انجام دیں جس کے مستقبل میں خاطر خواہ اثرات مرتب ہوئے۔ دارالعلوم منظر اسلام کے معاون آرگن "جماعت رضائے مصطفےٰ" بریلی کی پلیٹ فارم سے علماء اہل سنت کی سینکڑوں کتب شائع ہوئیں، عمدہ اور خوشخط لٹریچر مہیا ہوا۔

دارالعلوم میں تعلیم وتدریس کے رہنما اصول:

(Guidelines for Teaching)

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرسین اور دیگر اساتذہ کرام کو آپ نے تدریس کے اہم اسلامی اصول بھی مہیا کئے ہیں ان میں چیدہ چیدہ یہ ہیں:

(۱) نرمی وحکمت

(۲) عملی مثالوں سے وضاحت

(۳) سوال وجواب کی صورت میں تدریس، استقرائی طریقہ/استخراجی طریقہ

(۴) سائنسی انداز فکر

(۵) غیر متعلقہ امور سے اجتناب

(۶) ذریعہ تعلیم ابتدائی سطح پر مادری ہو

(۷) کتاب کے علاوہ دیگر ذرائع تعلیم سے بھی استفادہ کیا

جائے۔

(۸) اخلاقیات کی بھی طلبہ کو تعلیم دی جائے

(۹) دوران تدریس استاد ضابطہ اخلاق کا پاس رکھے۔

(۱۰) متعلم کو اس کی استعداد سے باہر علم نہ دیا جائے۔

(۱۱) طالب علم کی صحت و صفائی اور جسمانی نشو ونما کا بھی خیال رکھا جائے۔

دار العلوم میں کارفرما نظریۂ تعلیم کا اجمالی جائزہ:

(Dar-ul-Uloom's Educational Theory)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے باقاعدہ طور پر زیادہ عرصہ کیلئے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات انجام نہ دیں۔ فتاویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف میں ہی آپ کے شب و روز گزرتے تھے تاہم آپ نے نظریۂ تعلیم کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ جلد دہم (باب علم التعلیم، عالم و متعلم) میں بڑی صراحت کے ساتھ مندرجہ ذیل امور بیان کیئے ہیں:

(۱) عالم کے لقب کا استحقاق (۲) استاد کا مقام

(۳) استاد و معلم کے حقوق (۴) استاد کی تعظیم

(۵) مقرر واعظ کیلئے قابلیت کی شرط (۶) فتنہ پرداز مقرر کا بیان

(۷) استاد کا انکار اور وعید (۸) استاد کیلئے اعزاز و امتیاز

(۹) حروف تہجی کا ادب (۱۰) کتاب کی تعظیم و تکریم

(۱۱) سند علم کی حیثیت (۱۲) استاد کی ضرورت

(۱۳) بوسیدہ کتب کی حفاظت (۱۴) دینی کتب کی تحقیر کفر

(۱۵) عبارت کتب میں اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ اور اس کی وعید

(۱۶) مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم

(۱۷) ہندی و انگریزی زبان کی تدریس برائے رد نصاریٰ

دار العلوم کا سرکاری الحاق:

(Institutional Affiliation)

دار العلوم منظر اسلام بریلی کی سند یو-پی بورڈ سے منظور شدہ ہے۔ یہاں کے سند یافتہ علماء جونیئر ہائی اسکول، ہائی اسکول، انٹر میڈیٹ کالجز اور بہار بورڈ سے ملحق اداروں میں ملازمت کے اہل ہیں۔

''منظر اسلام'' بریلی، دار العلوم سے جامعہ تک:

(From Dar-ul-Uloom to Jaamia)

دار العلوم منظر اسلام بریلی کو جامعہ یا یونیورسٹی کے مقام تک پہنچنے میں مولانا ریحان ملت رحمانی میاں کی خدمات خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کے مفتی اعظم ہند و ریحان ملت نمبر شمارہ اگست ۱۹۹۸ء میں صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے کہ دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام ہاتھ میں آتے ہی حضرت ریحان ملت ایک مرد مجاہد کی طرح دار العلوم کی ترقی اور استحکام کیلئے میدان عمل میں اتر پڑے دار العلوم کے ذرائع آمدن کیلئے لٹریچر کی اشاعت، مخیرین اہل سنت سے روابط یہاں تک کہ اس کی نشاۃ ثانیہ کیلئے افریقہ، برطانیہ، ہالینڈ وغیرہ کے احباب سے رابطہ قائم کیا۔ دار العلوم کے اسٹاف میں اضافہ کیا ذی استعداد اور قابل تر علماء کی تقرری کی، بہار، بنگال، گجرات، کرناٹک اور ملک کے دیگر علاقوں کے طلبہ کے علاوہ ماریشس، افریقہ، اور سری لنکا وغیرہ کے طلبہ دار العلوم منظر اسلام میں حصول تعلیم کیلئے آنے لگے۔ مدرسہ کی نئی بلڈنگ کی دو منزلہ تعمیر کرائی گئی۔ افریقی ہاسٹل کا قیام فرمایا۔ ہر طرح سے دار العلوم کو نکھار سنوار کر ایک نئے روپ میں لا کھڑا کیا۔ یقیناً ان کی جدو جہد سے ''گلشن منظر اسلام'' میں ایک نئی بہار آ گئی

فارغین کی تعداد کئی سینکڑوں تک پہنچ گئی۔اس دارالعلوم کو آپ نے ایک یونیورسٹی کی شکل دیدی جس کے تحت مختلف مدارس اور وہاں کے طلبا یہاں آ کر امتحان دینے لگے اور یہاں سے کامیابی حاصل کر کے دستار بندی اور اسناد حاصل کرنے لگے۔

دارالعلوم ''منظر اسلام'' کے نمایاں اساتذہ اور فارغ التحصیل طلباء:

(Dar-ul-Uloom's Prominent Teachers and Tought)

علامہ ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی مدرس ادارہ ہٰذا اپنے مضمون ''منظر اسلام کی تاریخ ساز زریں خدمات'' مطبوعہ ضمیمہ امام احمد رضا نمبر۔قاری دہلی اپریل ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں صفحہ ۵۳۰ پر رقم طراز ہیں کہ دارالعلوم منظر اسلام میں تمام امور کی انجام دہی اور طلباء کی تعلیم وتربیت کیلئے ملک کے نامور صاحب علم وفن اور کہنہ مشق اساتذہ کرام تدریسی خدمات پر مامور ہیں اساتذہ میں سرفہرست حضرت مولانا نعیم اللہ خاں بستوی پرنسپل جامعہ ہٰذا، مولانا سید عارف صاحب قبلہ نانپاری، شیخ الحدیث مولانا بہاء المصطفےٰ اعظمی، حضرت مولانا مناظر حسین صاحب سنبھلی، حضرت مولانا صالح صاحب بریلوی، حضرت مولانا عبدالخالق پورنوی، حضرت مولانا انور علی صاحب بہرائچی، حضرت مولانا ایوب عالم صاحب دیناج پوری، مفتی عزیز احسن صاحب پورنوی، مولانا مفتی فاروق صاحب بریلوی، قاری عبدالحکیم رامپوری، حضرت حافظ عابد حسین صاحب بریلوی تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اعجاز اس ادارے کے موجودہ نمایاں اساتذہ کے علاوہ یہاں کے مایہ ناز چند فارغ التحصیل طلبا کا بھی ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ یہی وہ گہوارۂ علم وادب ہے جہاں سے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں، حضور مفسر اعظم ھند علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں، حضور محدث اعظم ہند سید محمد احمد اشرف کچھوچھوی، حضور الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا حسن رضا خاں، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، حضرت مولانا برہان الحق صاحب، قبلہ حضرت مفتی اعظم جبلپوری، مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور، مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ مدینہ منورہ، مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان، امام النحو مولانا غلام جیلانی میرٹھی، حضرت ریحان ملت رحمانی میاں رحمہم اللہ تعالیٰ نے تشنگی علم وفن دور فرمائی اور یکتائے روزگار بن کر چمکے، مادر علمی جامعہ منظر اسلام کے پروردہ یہ روشن چشم وچراغ تھے۔

عالم اسلام میں دارالعلوم کے شعبہ ''دارالافتاء'' کا مقام (Islamic Jurisprudence Verdict-Cell)

درس و تدریس اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبہ فتاویٰ کو دنیائے اسلام میں منفرد مقام حاصل تھا۔مولانا احمد رضا خاں بریلوی خود فرماتے ہیں:

> ''یہاں بحمد للہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ ہندوستان ودیگر ممالک مثلاً چین، افریقہ، امریکہ و خود عرب شریف وعراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں (چار چار سو) فتوے جمع ہوجاتے ہیں''

مولانا بریلوی کے سامنے جہاں کوئی نیا مسئلہ پیش ہوا اور ملت اسلامیہ کو اس مسئلہ میں اضطراب لاحق ہوا تو آپ نے

فتویٰ کی صورت میں ایسی تحقیق پیش کی کہ وہ تحقیق نہ صرف اس مسئلہ کیلئے بلکہ اس قبیل کے سب ہی مسائل کیلئے رہبر و رہنما ثابت ہوئی۔ مثلاً منی آرڈر کے ذریعے رقم بھیجنے اور اس پر محصول ادا کرنے کے بارے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ داخل ربوٰ تو نہیں ہے؟ مولانا بریلوی نے منی آرڈر کے جواب میں فتویٰ کی صورت میں ایک فاضلانہ رسالہ تحریر کر دیا جو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ر میں صفحہ ۹ سے صفحہ ۲۱ر تک درج ہے وہاں آپ نے منی آرڈر کے سود نہ ہونے کی بحث کو اور منی آرڈر کے اجارہ ہونے کے مباحث کو نہایت مدلل انداز میں لکھا ہے ساتھ آپ نے ہنڈی اور منی آرڈر میں بنیادی فرق کو نشاندہی کی۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبہ افتاء کو اندرون و بیرون ملک کے اکابر علماء، مدرسین، مستفتیوں کے ساتھ روابط کی حیثیت سے مرکز کا مقام حاصل رہا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اپنے طبع شدہ مقالاجات---''امام احمد اور علماء، سندھ''، ''امام احمد رضا اور علماء ڈیرہ غازی خان''، ''امام احمد رضا اور علماء بلوچستان'' میں بہت سارے علماء کرام، مفتیان عظام، مدرسین وصدر مدرسین ادارہ جات کے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے بانی و مفتی اعظم امام احمد رضا خاں سے روابط کی تفصیلات مہیا کیں ہیں جنہوں نے گاہے بگاہے بوقت ضرورت خود ملاقات کر کے یا بذریعہ مکاتیب فتاویٰ کے حصول کی صورت میں رہنمائی حاصل کی۔

دارالعلوم ''منظر اسلام'' بریلی کا سیاسی وملی کردار:

(Political and National Role of Dar-ul-Uloom)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اپنے تلامذہ اور خلفاء میں ہر شخص کو اس کی ذہنی صلاحیت اور انداز فکر کی مناسبت سے متعلقہ فرائض سرانجام دینے کی ترغیب و تربیت فرمائی اور آپ نے دو گروپ تشکیل دئے۔ ایک مذہبی اور دوسرا سیاسی۔ اگر کوئی شخصیت دینی علوم کے ساتھ ساتھ سیاسی فکر اور سمجھ بوجھ رکھتی تھی تو اس کو سیاسی فرائض سرانجام دینے کی تلقین فرمائی۔ آپ کے قائم کردہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے مذہبی اور سیاسی دونوں طرح کی تربیت میسر ہوئی۔ آپ نے خود ''رضائے مصطفےٰ'' کے نام سے سیاسی جماعت کی تشکیل فرمائی۔ جس میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، شاہ عبدالعلیم صدیقی، مولانا امجد علی، مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں شامل تھے۔

مولانا احمد رضا خان کی حیات میں مولانا حسن رضا خاں (برادر اصغر) منظر اسلام کے مہتمم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد امام احمد رضا کے بڑے بیٹے مولانا حامد رضا خاں دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مولانا حامد رضا خاں کے بعد ان کے بڑے بیٹے مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا چارج سنبھالا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تربیت اور کردار سازی مسلم لیگ کے قیام کے وقت ممبر سازی کے دوران خوب کام آئی مسلم لیگ کو عوام میں روشناس کرانے، عوام کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے میں مولانا بریلوی کی وہ تربیت کام آئی جو انہوں نے اپنے تلامذہ و خلفاء کی خاص توجہ سے فرمائی تھی۔ مسلم لیگ کے عوام سے رابطہ کا ذریعہ سنی علماء کرام تھے، بریلوی علماء کے نہایت متحرک ونگ ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' نے اس سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کیا

Ian Talbot کی کتاب:

"Provincial Politics and the Pakistan Movement" Karachi, 1988

میں مذکور ہے کہ مدرسہ منظر اسلام بریلی (قائم شدہ

۱۹۰ء) سے مفتی اعجاز ولی خان نے مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا۔ ۱۹۴۶ء میں پچاس نمایاں سنی علماء نے لیگی امیدواران کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا۔ دارالعلوم منظر اسلام اپنے دور کی تمام نمایاں سیاسی تحریکات آزادی سے منسلک رہا۔ ہندوؤں کی تحریک تحفظ گاؤکشی کے خلاف خود مولانا احمد رضاخاں کے ضخیم فتاویٰ جاری ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ضلع مسلم لیگ بریلی کے جائنٹ سیکرٹری سید عبدالودود نے اس مسئلہ کو ہائی کورٹ کے مقدمہ قربانی نمبری ۶۷۸ر کے بعد مولانا بریلوی کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جواب دیا:

"فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید میں متعدد جگہ موجود ہے اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

۱۹۱۵ء میں کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت کی کوششوں کے تحت ۱۹۱۶ء میں "میثاق لکھنؤ" طے پایا۔ علامہ محمد اقبال اور بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی مولانا احمد رضاخان نے اس کی شدید مخالفت کی۔

عبدالمجید سالک "ذکر اقبال" مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء میں صفحہ نمبر ۱۰۲ پر رقم طراز ہیں کہ علامہ اقبال کا خیال یہ تھا کہ ایسا میثاق اسی صورت میں مفید ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں قومیت متحدہ کی داغ بیل ڈالنا منظور ہو اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت کی تعبیر ناممکن ہے۔

ممتاز مسلم لیگی رہنما، سید ہاشم رضا ماہنامہ "اظہار" کراچی ۱۹۸۶ء میں صفحہ ۱۷ پر رقم طراز ہیں کہ ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنؤ کے ذریعے اتحاد کی کوشش کی گئی لیکن مولانا احمد رضاخان بریلوی نے مخالفت کی اور ہندو مسلم کی الگ الگ قومیت کا نعرہ بلند کیا۔

ہندو مسلم اتحاد پر مبنی تحریکات کا جب تحریک ترک موالات وخلافت کی صورت میں آغاز ہوا ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا اور تحریک ہجرت کا آغاز ہوا ان حالات میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ افتاء سے مسلمانوں کو ہندوؤں، سکھوں، یہودیوں، عیسائیوں کے ساتھ اتحاد وتعلق سے باز رکھنے کیلئے مسلسل فتاویٰ جاری ہوئے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے طلباء، مدرسین، علماء نے گلی گلی، بستی بستی جا کر ناعاقبت اندیش مسلمان بھائیوں کو حضور ﷺ کا یہ پیغام سنایا کہ "الکفر ملة واحدة" کے تحت ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی کی کوئی تمیز نہیں یہ ہمیشہ سے ایک ہیں اور اسلام کے خلاف ایک ہی رہیں گے۔ بالآخر ہندو مسلم اتحاد پر مبنی یہ تحریکات اپنے انجام سے دوچار ہوئیں۔ ہندوؤں کی منافقت ظاہر ہوئی۔ مسلمانوں کو بھاری نقصانات سہنے پڑے اور تاریخ کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ مولانا بریلوی اور ان کے خلفاء وتلامذہ جو ہندو مسلم اتحاد کے ہر کوشش کے خلاف اور مسلم انفرادیت کے حق میں تھے ان کا فیصلہ درست تھا۔

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت کے مضمرات کو دیکھ کر مولانا احمد رضاخاں نے اپنی تصنیف "دوام العیش فی ائمة من القریش" میں لکھا:

"دشمن اپنے دشمن کیلئے تین باتیں چاہتا ہے، اول اس کی موت، کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ دوئم، یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی، کہ اپنے پاس نہ رہے، سوئم، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری، کہ عاجز بن کر رہے"۔

تحریک خلافت کو کامیاب بنانے کیلئے جب تحریک ترک موالات کا اعلان کیا گیا تو اس سلسلہ میں کانگریسی علماء نے جو فتویٰ جاری کئے ان میں ایک شق یہ بھی تھی کہ سرکاری امداد پانے والے تمام اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ جب دیکھتے ہی دیکھتے سارے ہندوستان میں برطانوی حکومت سے ہندو مسلم اتحاد کے تحت عدم تعاون کا مظاہرہ نظر آنے لگا تو گاندھی جی نے اپنی مخصوص ذہنیت کے پیش نظر اس تحریک سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ گاندھی جی سودیشی تحریک کے تحت مسلمانوں کو چرخہ کاتنے کی ترغیب دیتے اور ہندو عورتوں کو پستول چلانے کی تربیت حاصل کرنے کی ہدایت کرتے، علی گڑھ کالج کے ارباب حل و عقد سے کہا گیا کہ سرکاری گرانٹ مسترد کردیں۔ مولانا محمد علی جوہر کی اپیل پر وہاں کے طلباء نے ترک موالات میں شمولیت اختیار کرلی۔ دوسری طرف ہندو یونیورسٹی بنارس کو ترک موالات سے الگ تھلگ رکھا گیا جب بنارس یونیورسٹی کو بھی سرکاری گرانٹ سے انکار کیلئے کہا گیا تو گاندھی جی نے صرف یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ وہاں کے مدن موہن مالویہ جی نہیں مانتے اس طرح ہندو یونیورسٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دیا اور ہندو طلباء نے سلسلہ تعلیم جاری رہا۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا سیاسی کردار اس ہنگامی دور میں نہایت منفرد تھا دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے سرپرست اعلیٰ امام احمد رضا خاں گاندھوی سیاست کے ان خطرناک عواقب سے مسلمانان کو بخوبی آگاہ کررہے تھے آپ نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو ایک مکتوب میں لکھا:

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا
مشرک رابندہ باش و بانصرانی
ہر کار حرام، ایں است زشیطان فتویٰ

"کافر کا ہر فرد اور ہر فرقہ ہمارا دشمن ہے کیا مرتد و مشرک، کیا یہود و عیسائی اور آتش پرست و ستارہ پرست، یہ فتویٰ شیطان کا ہے کہ ہندو مشرک کے غلام بن جاؤ اور انگریز کے ساتھ ہر معاملہ حرام ہے"

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے کارپردازان نے تحریک ترک موالات میں حصہ لینے کی بجائے "جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی" کے فورم سے ترک موالات کے حامی علماء کی خدمت میں ستر (۷۰) سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ پیش کیا۔ امام احمد رضا خاں کے خلیفہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر سید سلیمان اشرف (صدر شعبہ دینیات) نے مسئلہ ہندو مسلم متحدہ قومیت پر صدر جمعیت العلماء ہند ابوالکلام آزاد سے مذاکرات کئے۔ امام احمد رضا خاں کے تلمیذ و خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کر کے انہیں مشرکین ہند کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ ماہنامہ "سواد اعظم" مرادآباد، شمارہ شوال ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں دو مقالات "ترک موالات" کے خلاف شائع کرائے، اس طرح "ترک موالات" کی خورد برد سے نہ صرف دارالعلوم منظر اسلام بریلی خود محفوظ رہا بلکہ اس دارالعلوم نے مسلمانان ہند کے دیگر اداروں کو بھی اس خورد برد سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے "گنج ہائے گراں مایہ" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء میں صفحات ۲۴-۲۵ پر امام احمد رضا خاں کے خلیفہ سید محمد سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا کردار صراحت سے بیان کیا ہے جو انہوں نے نان کوآپریشن کے زمانہ میں علی گڑھ کالج کو نیست و نابود ہونے سے بچانے کیلئے

ہوگیا۔

علی گڑھ کالج کے بعد تحریک ترک موالات کے حامی علماء مولانا ابوالکلام آزاد کی قیادت میں ۲۰؍اکتوبر ۱۹۲۰ء کو اسلامیہ کالج لاہور پہنچے اور انجمن حمایت اسلام کے جنرل کونسل سے کہا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند اور یونیورسٹی سے اس کا الحاق قطع نہ ہو تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج لاہور کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، اس طرح کالج میں بے چینی پھیل گئی۔

اس وقت انجمن حمایت اسلام کے سیکریٹری جنرل علامہ محمد اقبال تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے علماء سے رجوع کیا جائے جو مسٹر گاندھی کے حلقہ اثر سے باہر ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولوی حاکم علی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور نے ایک استفتاء برائے تصدیق دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے سرپرست اعلیٰ امام احمد رضا خاں کی خدمت میں بھجوایا امام احمد رضا خاں نے اس کے جواب میں جو فتویٰ پیش کیا وہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں ۷؍صفحات (۸۱ تا ۸۷) پر پھیلا ہوا ہے آپ نے لکھا کہ ایسی امداد جو مشروط نہ ہو جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم باب اول ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء (ص ۵۶۷) پر بھی اسی طرح کے استفسار کا جواب درج ہے آپ لکھتے ہیں:

''جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں ایسے مدارس کیلئے اگر گورنمنٹ اپنے پاس سے امداد کرے بلاشبہ اس کا لینا جائز ہے اور اس کا قطع کرنا حماقت ہے جبکہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سد باب خیر تھا اور مناع للخیر پر وعید شدید وارد ہے نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو۔ اب دہری حماقت بلکہ دونا ظلم ہے کہ اپنے مال سے اپنے دین کو نفع پہنچانا بند کیا اور جب مدارس اسلامیہ نہ لیا گیا، گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دے گی تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہوا بلکہ اور کسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہوگیا کوئی مسلم عاقل یہ گوارہ کرسکتا ہے؟''

سید نور محمد قادری، سید محمد عبداللہ قادری (واہ کینٹ) ''اعلیٰ حضرت کی ملی خدمات'' کے تحت سالانہ ''معارف رضا'' مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۸ء، کے صفحہ ۳۷؍پر درج ہے کہ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا خاں بریلوی) کے مذکورہ بالا فتویٰ سے اسلامیہ کالج نادان دوستوں کی یلغار سے محفوظ ہوگیا۔

ترک موالات کے حامیوں میں سے ہی، لاہور بڑی بساط، لکڑ ہارا، اکبری منڈی، سے چوہدری عزیز الرحمٰن صاحب بی۔اے سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ کالج ہائی اسکول لائل پور نے ۱۲؍ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ کو مولانا احمد رضا خاں کی خدمت میں طویل استفتاء مرتب کر کے جواب کیلئے بھجوایا کہ ''گورنمنٹ سے ترک موالات (عدم تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق رکھنا اندریں حالات چاہیے یا نہیں''؟

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے سرپرست اعلیٰ امام احمد رضا خاں نے اس کا نہایت تفصیل سے جواب دیتے ہوئے ۱۲۰؍صفحات پر مشتمل ضخیم رسالہ ''المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ'' تحریر کیا اس میں آپ نے موالات، موالات صوریہ، آیۃ الممتحنۃ کا بیان، موالات کی تقسیم، میل طبعی کا حکم، مدارت کا بیان، انگریزوں کو خوش کرنے کے بہتان کا رد، تمام غیر مسلموں سے اتحاد کی ممانعت،

ترک معاملات، جہاد کے احکام واقسام کا ذکر کیا۔ یوں دوقومی نظریہ پہ ایک ایسی دستاویز دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی طرف سے وجود میں آئی جس نے ہر موقع اور ہر مشکل میں مسلمانان برصغیر کیلئے دلیل راہ کا کام دیا یہ رسالہ علم سیاسیات سے شغف رکھنے والوں کیلئے نہایت مفید ہے۔

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت جیسی تحریکات سے ہندو مسلم اتحاد کی جو فضا قائم ہوئی تھی اس سے گاندھی کی لیڈری اور زیادہ چمکی مگر دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے کارپردازان اوراس کے سرپرست اعلیٰ امام احمد رضا خاں کی تحریر و تقریر نے گاندھی کے اقوال و افعال کے تضاد کی نشاندھی کرتے ہوئے اس کے نظریات کی پرزور تردید کی اور گاندھی کے حمایتیوں کو مولانا بریلوی نے یوں غیرت دلوائی:

> "واقعی بندگی بے چارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری، پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری، وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہوجائے، سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوا لیں حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس، مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں انکے گندے پاؤں رکھواؤ، مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا"

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی طرف سے مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی کے مقام پر "ہندو مسلم اتحاد" پر مناظرہ ہوا۔ دارالعلوم کے سرپرست اعلیٰ کی طرف سے مولانا مفتی امجد علی، مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے مولانا ابوالکلام آزاد کے گروپ ۷۰/(ستر) سوالات کے جوابات طلب کئے۔ دوقومی نظریہ کے احیاء وتجدید، مسلم تشخص کی بیداری اور مسلم لیگ کی بنیاد و حمایت فراہم کرنے نیز قیام پاکستان کی راہ ہموار کرنے میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے کارپردازان اور کارکنان کی خدمات سے مزید آگاہی کیلئے سید صابر حسین شاہ بخاری کا تحقیقی مقالہ "امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان" مطبوعہ رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور ۱۹۹۶ء کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم" بریلی (انڈیا) میں لکھتے ہیں کہ بریلوی علماء کی مسلم لیگ کی خاطر بھرپور حمایت و تائید دیکھ کر مسلم لیگ نے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں (خلف اصغر امام احمد رضا) سے درخواست کی کہ ۴۶-۱۹۴۵ء کے جنرل الیکشنز کے موقع پر بریلی سے پہلا ووٹ جو مسلم لیگ کی حمایت میں پڑے وہ برائے برکت ان کا ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اس درخواست کو بخوشی قبول کیا اور انہیں بریلی شہر میں ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں پولنگ بوتھ پر لایا گیا اور مسلم لیگ کی حمایت میں پولنگ بکس میں بریلی سے سب سے پہلا ووٹ جامعہ منظر اسلام کے جلیل القدر مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے ڈالا۔ یہ ان کی زندگی کا سب سے پہلا اور سب سے آخری ووٹ تھا۔ جامعہ منظر اسلام بریلی کی خدمت خالص دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

ڈاکٹر سید اظہر علی (۱۹۹۲ء) اپنے انگریزی مضمون:

(The Role of Ulema-i-Ahl-i-Sunnat in Safeguarding Muslim Community's Interests in India"

شائع شدہ ''معارف رضا'' کراچی میں مرزا عبدالوحید بیگ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جامعہ منظر اسلام بریلی کی معمول کی روایت تھی کہ ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی والے جانوروں کے ناموں کی فہرست مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے شائع کی جاتی۔ انڈیا کے پہلے یوم آزادی کے بعد واقع ہونے والی عید الاضحیٰ کے موقع پر بھی مدرسہ ''منظر اسلام'' سے حسب سابق قربانی کے احکامات اور قربانی کے قابل جانوروں کے ناموں پر مبنی اشتہار جاری ہوا جس میں ''گائے'' بھی شامل تھی۔ کانگریس گورنمنٹ نے دارالعلوم منظر اسلام کی طرف سے گائے کا نام بھی Sacrificeable جانوروں میں شامل کرنے پر سخت اعتراض کیا اور بریلی سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ادارے میں بھیجا اور دباؤ ڈالا کہ چونکہ انڈین گورنمنٹ نے گائے کی قربانی پر پابندی لگا رکھی ہے لہذا دارالعلوم بھی ''گائے'' کا نام فہرست سے واپس لے مگر مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے نہایت جرأت سے دوٹوک جواب دیا کہ گائے کی قربانی اسلام کی رو سے جائز ہے اور ادارہ نے ان تمام جانوروں کی ناموں کی فہرست شائع کی جن کی قربانی کی اسلام نے اجازت دے رکھی ہے لہذا یہ نام ہرگز واپس نہیں لیا جا سکتا۔ بالآخر انڈین گورنمنٹ کو ہی منظر اسلام دارالعلوم کے اس فیصلے کے سامنے جھکنا پڑا۔

پروفیسر عبدالنعیم قریشی اپنی کتاب ''تحریک پاکستان'' میں جامعہ منظر اسلام کے تحریک آزادی میں کردار کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ اس جامعہ کے وابستگان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو مسلم لیگ کے مقاصد کے حصول کے لئے عملی طور پر سرگرم نہ ہوا ہو۔

''منظر اسلام'' نے دینی اور فکری اعتبار سے برصغیر جنوبی اشیا کے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اس ادارے کی طرز اور مسلک کے مطابق نہ صرف برصغیر کے طول و عرض بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک مثلاً سری لنکا، مالدیپ، ماریشس، ملاوی، جنوبی افریقہ، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ہالینڈ، ناروے، فرانس، بحرین، کویت، عراق، تنزانیہ، افغانستان، برما، تھائی لینڈ، فجی میں قائم ہیں۔ پاکستان میں بریلوی مکتب فکر کی سینکڑوں درسگاہیں موجود ہیں۔

دارالعلوم ''منظر اسلام'' کے متعلق رائے:

(Remarks)

پروفیسر عبدالنعیم قریشی استاد شعبہ سیاسیات، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی اپنی تصنیف ''تحریک پاکستان'' مطبوعہ مکتبہ فریدی اردو بازار کراچی (ص ۸۶-۸۸) میں دارالعلوم کے پس منظر قیام، مقاصد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی برصغیر کے ان علمائے دین میں سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے عشق رسول ﷺ کے حوالے سے خاص شہرت پائی ہے انہوں نے جامعہ منظر اسلام بھی اسی مقصد کے تحت قائم کیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں دینی تعلیم کے دیگر اداروں میں توحید پر تو خاص زور دیا جاتا تھا تاہم مقام رسالت واضح کرنے میں کچھ کوتاہی برتی گئی اس معاملہ میں دارالعلوم دیوبند کے علماء سے مولانا کے چند اختلافات بھی تھے مولانا یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ دیوبند کے علماء کی اکثریت کانگریس کی ہمنوا ہے جبکہ مولانا دو قومی نظریہ کے نقیب تھے اور انگریزوں اور ہندوؤں سے کسی قسم کے تعاون اور اشتراک عمل کو سخت ناپسند کرتے تھے لہذا انہوں نے ایک دینی مدرسہ جامعہ منظر اسلام کی بنیاد ڈالی یہ جامعہ

منظر اسلام بریلی بہت جلد مسلمانوں میں مقبول ہو گیا۔

جامعہ کے اہم مقاصد یہ تھے:

(۱) دینی تعلیم کا فروغ

(۲) توحید و رسالت کے پیغام کی ترویج و اشاعت

(۳) مسلمانوں کے اصلاح عقائد کی جدوجہد

(۴) مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات و منکرات کا سختی سے سد باب

(۵) جعلی اور نام نہاد صوفیاء اور پیروں کی سرگرمیوں کی روک تھام

(۶) مسلم ملی تشخص کی بیداری اور احیاء و تجدید

(۷) یہود و ہنود سے ترک تعلق اور مسلمانوں کے مابین مستحکم اتحاد کے فروغ کی سعی

(۸) نعت گوئی کا فروغ

(۹) دینی مدارس کے نصاب تعلیم کی اصلاح

(۱۰) تفہیم دین اور دین متین کی برتری کی خاطر تمام علوم کا حصول و تدریس

دارالعلوم کے صد سالہ جشن تاسیس کی تیاریاں:

(Millennium Ceremonies of Dar-ul-Uloom)

اراکین جامعہ رضویہ منظر اسلام رضا نگر محلہ سوداگران بریلی شریف (یو-پی) کے شائع کردہ رنگین اشتہار/ پمفلٹ کے مطابق آج کل جامعہ منظر اسلام کے جشن صد سالہ کی تیاریاں جاری ہیں کیونکہ ۱۳۲۲ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے سنِ قیام کی نسبت سے اس کا تاریخی نام ''منظر اسلام'' تجویز کیا تھا اور ۱۴۲۲ھ میں ''منظر اسلام'' کے قیام کو پورے سو سال ہو جائیں گے۔ موجودہ ناظم اعلیٰ جامعہ منظر اسلام مولانا محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں کی رپورٹ کے مطابق سال ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء کیلئے دورۂ حدیث کیلئے ۱۴۹ شرکاء کی فہرست ناموں کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ دورۂ قرأت کیلئے ۳۴ اور درجہ حفظ کیلئے ۲۰ فارغ التحصیل حفاظ کرام کی فہرست پیش کی گئی ہے اس طرح درجہ حدیث، درجہ قرأت اور درجہ حفظ میں سے فارغ التحصیل ہونے والے شرکاء کی کل تعداد برائے سال ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء ۲۰۳ بنتی ہے۔ ہر سال یہاں سے ڈھائی سو تین سو طلباء فارغ ہوتے ہیں۔

''دارالعلوم منظر اسلام'' (جامعہ رضویہ منظر اسلام) کی سہ منزلہ عمارت بنام حامدی منزل، پر کیف منظر پیش کرتی ہے۔ جامعہ سے متصل خانقاہ عالیہ رضویہ کی جدید تعمیر کا کام جاری ہے۔ موجودہ سجادہ نشین سبحانی میاں نے خانقاہ کیلئے نقش قدم شریف سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر تبرکات حاصل کر رکھے ہیں جن کو خانقاہ میں بڑے اہتمام سے نصب کر دیا گیا ہے عقیدتمندان ان کی زیارت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ خانقاہ کے دو عظیم تعمیری پراجیکٹس۔ باب مفتی اعظم ہند کی تعمیر اور کشادہ ہال کی تعمیر مکمل ہو چکے ہیں۔ ناظم اعلیٰ جامعہ منظر اسلام، سبحانی میاں کی اطلاع کے مطابق رضا مسجد کا تعمیری کام زور و شور سے چل رہا ہے اندرونی و بالائی حصہ خوبصورت ٹائلز اور ایک مزید محراب سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی اگست ۱۹۹۷ء کی رپورٹ کے مطابق مدرسہ ''منظر اسلام'' حکومت اتر پردیش سے منظور شدہ ہے۔ شعبۂ عربی، فارسی الٰہ آباد بورڈ سے منسلک ہے اس کے امتحانات درجہ وار منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل سالانہ بورڈ کے تحت گورنمنٹ کالج میں ہوتے ہیں۔ ملک بیرون ملک کے اکثر طلباء آج بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی سے سند یافتہ ہونا اپنے لئے

باعث فخر تصور کرتے ہیں اور بعض طلباء دوسرے مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بھی یادگار اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ''منظر اسلام'' سے سند حاصل کرنا اپنی سعادتمندی سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اعجاز انجم ریسرچ اسکالرز بہار یونیورسٹی (۱۹۹۷ء) (استاذ منظر اسلام) اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں کہ کچھ دن پہلے کی بات ہے روہیلکھنڈ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ایم-ڈی تیواری صاحب، عالمی وائس چانسلرز کانفرنس میں شریک ہونے کیلئے جرمنی گئے تھے جب وہاں پر ڈاکٹر تیواری کا تعارف ہوا اور بریلی سے منسوب کیا گیا تو بغداد یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ڈاکٹر تیواری کا ہاتھ چوم لیا اور اکثر لوگوں نے بریلی کی نسبت سے تیواری کا بہترین خیر مقدم کیا۔

بہر حال یہ ایک عظیم حقیقت ہے کہ دینی علوم کی دنیا بھر میں ترویج و اشاعت، اصلاح عقائد کیلئے جدو جہد، ملی تشخص کی بیداری و احیاء، تحریک آزادی ہند میں کردار، مسلم لیگ کی بھرپور تائید و حمایت، شعائر اسلام کی حرمت، اسلامی اصولوں کی واضح پاسداری اور دوٹوک مؤقف، مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات کے سد باب کیلئے جامعہ منظر اسلام بریلی مؤسسہ ۱۹۰۴ء نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی تاریخ ساز خدمات کی مروجہ نصاب تعلیم میں شمولیت کی ضرورت:-

(Projection of Dar-ul-Uloom's Services)

کراچی یونیورسٹی میں ایم-اے پاکستان اسٹڈیز کے کورس میں جہاں اور دینی مدرسوں کا ذکر ہے وہاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ایم-اے پاکستان اسٹڈیز کی ٹیکسٹ بک میں وہاں مدرسہ منظر اسلام کی مختصر تاریخ تین صفحات پر مشتمل شامل ہے۔ یہ شمولیت پروفیسر حافظ ڈاکٹر عبداللہ قادری کی کاوش سے ممکن ہوئی۔

برطانوی عہد میں جہاں مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی تحریکوں میں علی گڑھ، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، انجمن حمایت اسلام پنجاب، انجمن اسلامیہ امرتسر، سندھ مدرسہ الاسلام کراچی، وغیرہ کی ملی سیاسی اور مذہبی خدمات ہماری تاریخ کا عظیم باب ہیں وہاں جامعہ منظر اسلام بریلی مؤسسہ ۱۹۰۴ء اور اس سے ملحقہ مدارس و جامعات سے وابستہ شخصیات کی دینی و سیاسی خدمات بھی تحریک آزادی ہند کا روشن باب ہیں، بالخصوص ''کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ''، ''آل انڈیا سنی کانفرنس''، الجمہوریہ الاسلامیہ، جماعت ''انصار الاسلام'' کا قیام اور کل ھند بنیاد پر اسکا پھیلا ؤ ارتقا، ان سب کا منبع دارالعلوم منظر اسلام اور ان کی چلائی ہوئی دینی ملی اور سیاسی تحریکوں کے قائد ابناء وسر پرستان و وابستگان دارالعلوم بریلی میں تھے۔ جامعہ منظر اسلام بریلی کے صدر مدرسین، مدرسین، تلامیذ، ناظمین، متعلقین ہی تھے جنہوں نے بریلوی مکتب فکر کی ان جماعتوں کی آبیاری کی جنہوں نے تحریک آزادی، ہند کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگادی تھی۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی جامعہ منظر اسلام بریلی کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور شاگرد تھے۔ معروف مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ تحریک ترک موالات کے بعد بریلوی مکتب فکر کی قیادت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ہاتھوں میں آ گئی انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع کردیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی جدو جہد میں

مصروف ہوگئی مولانا نعیم الدین مرد آبادی نے پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات کو ایک خط میں لکھا:

''جمہوریہ اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء) کو کسی حالت میں پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا قبول نہیں ۔خواہ خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں کیبنٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا''

۱۹۴۶ء/۲۷،۲۸،۲۹،۳۰/اپریل کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی خدمات کے حوالے سے پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنی تصنیف ''تحریک پاکستان'' مطبوعہ ریاض برادرز اردو بازا لاہور کے صفحات ۴۴۵-۴۴۶/پر رقم طراز ہیں:

''اس اجلاس میں پانچ صد کے لگ بھگ مشائخ کرام، سات ہزار علماء اور دو لاکھ کے قریب سنیوں نے شرکت کی۔اس اجلاس میں قائداعظم کی مکمل حمایت کا اعلان کیا گیا اوران کے مطالبہ پاکستان کی پرزور تائید کی گئی۔اس اجلاس کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ اجلاس کے شرکاء نے یہ اعلان کیا کہ اب اگر قائداعظم بھی مطابہ پاکستان سے دستبردار ہوجائیں تو بھی سنی کانفرنس اس معاملہ میں ان کی موافقت نہیں کرے گی اور سنی کانفرنس مطالبہٗ پاکستان کو لے آگے بڑھے گی قیام پاکستان مسلمانوں کا حق ہے اور یہ حق انہیں ملنا چاہیے''

دارالعلوم (جامعہ) منظر اسلام بریلی نے ''کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ''، ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' اور جمہوریہ اسلامیہ'' کیلئے بھرپور افرادی قوت اور قیادت مہیا کی تھی۔ تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ ان جماعتوں کی یہ سیاسی خدمات تھیں جنھوں نے قیام پاکستان کی خاطر ہرطرح کی جان و مالی قربانیاں دے کر پاکستان کی منزل قریب کردی۔

اسکولز ، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء و طالبات کو برطانوی تسلط سے آزادی اور دینی تعلیم کے فروغ کے ضمن میں جامعہ منظر اسلام بریلی کے کردار سے آگاہ کرنے کیلئے جامعہ منظراسلام بریلی کی تاریخ کو مطالعہ پاکستان ، تاریخ پاکستان ، شہریت، سیاسیات کی نصابی کتب میں شامل کرنے کی ضرورت ہے

دارالعلوم منظر اسلام---اسلامیان ہند کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کاعلمبردار:

(Beacon of the Indian Muslims Renaissance)

''منظراسلام''محض کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ یہ اس فکر اورنظریہ کا نام ہے جس نے مسلمانوں کے دور ابتلا و غلامی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد کی قوت وتقویت بخشی ۔ مدیراعلیٰ ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی مارچ ۲۰۰۱ء ، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اپنے اداریہ-دارالعلوم منظراسلام بریلی (اسلامیان ہند کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے آئینہ میں) کے اختتام میں بانی اولین سرپرست اعلیٰ دارالعلوم مولانا بریلوی کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''اے امام احمد رضا! تمہیں سلام کہ تم نے ''منظراسلام'' کی راہ دکھا کر مسلمانوں پر بڑا احسان کیا تم پر اللہ رحمت و رحم فرمائے اور اس کے رسول رؤف ورحیم ﷺ کی جانب سے ابدالآباد تک رحمت رضوان کی بارش ہوتی رہے تم نے جس طرح ہمارے دلوں میں چراغ عشق

مصطفےٰ ﷺ کی لو کو مدھم نہ ہونے دیا بلکہ تیز سے تیز تر کردیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہاری مرقد انور کو "داغ عشق رخ شہ" سے منور تر رکھے!"

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمیں باد......!

کتاب نامہ

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، مکتوب بنام مولانا محمد ظفر الدین بہاری محررہ ۵ رشعبان ۱۳۲۸ھ، بحوالہ "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" از: ڈاکٹر محمد مسعود احمد ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی (۱۹۹۶ء)

(۲) احمد رضا خاں بریلوی، فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی (۱۹۸۸ء)

(۳) احمد رضا خاں بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم باب علم و متعلم علم التعلیم، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، (۱۹۸۸ء)

(۴) احمد رضا خاں بریلوی، رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۶ء)

(۵) "اعلیٰ حضرت" ماہنامہ بریلی، اگست ۱۹۹۷ء

(۶) "اعلیٰ حضرت" ماہنامہ بریلی، مفتی اعظم ہند و ریحان ملت نمبر شمارہ اگست ۱۹۹۸ء

(۷) رشید احمد صدیقی، "گنج ہائے گراں مایہ" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(۸) سلیم اللہ جندران، "مقاصد تعلیم امام احمد رضا کی نظر میں"، معارف رضا انٹرنیشنل ایڈیشن ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل، کراچی ۱۹۹۹ء

(۹) سلیم اللہ جندران، "امام احمد رضا خاں کی نظریۂ تعلیم کی چیدہ چیدہ خصوصیات"، تعلیمی زاویے' ریسرچ جرنل پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی ۱۹۹۹ء

(۱۰) سلیم اللہ جندران، "امام احمد رضا خاں کا طریقہ تدریس"، "تعلیمی زاویے" پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۰ء

(۱۱) صابر حسین بخاری، "امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان" مطبوعہ رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور ۱۹۹۶ء

(۱۲) عبدالمجید سالک، "ذکر اقبال"، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء

(۱۳) عبدالنعیم قریشی، "تحریک پاکستان"، مکتبہ فریدی، اردو بازار، کراچی۔

(۱۴) عبدالوحید بیگ، مرزا، "حیات مفتی اعظم"، انڈیا

(۱۵) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر "امام احمد رضا اور علماء سندھ"، "امام احمد رضا اور علماء ڈیرہ غازی خان"، "امام احمد رضا اور علماء بلوچستان"

(۱۶) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، "تذکرہ جمیل" مطبوعہ ڈربن افریقہ

(۱۷) محمد اسلم، "تحریک پاکستان"، ریاض برادرز، اردو بازار، لاہور

(۱۸) محمد اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر "منظر اسلام کی تاریخ ساز زریں خدمات"، ضمیمہ امام احمد رضا نمبر، "قاری" دہلی اپریل ۱۹۸۹ء

(۱۹) محمد اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر "منظر اسلام - تاریخی نام" ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شمارہ اگست ۱۹۹۷ء۔

(۲۰) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی"، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی ۱۹۹۶ء

(۲۱) مولانا محمد ظفر الدین بہاری، "چودھویں صدی کے مجدد" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

(۲۲) نعیم الدین مراد آبادی، مولانا "مقالات رد ترک موالات"، ماہنامہ "سواد اعظم" مراد آباد، شمارہ شوال ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء

(۲۳) نور محمد قادری، عبداللہ قادری، "اعلیٰ حضرت کی ملی خدمات"، معارف رضا انٹرنیشنل ایڈیشن ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی ۱۹۹۸ء

(۲۴) وجاہت رسول قادری، سید ادارہ ماہنامہ "معارف رضا" کراچی "دار العلوم منظر اسلام" شمارہ مارچ ۲۰۰۱ء

(۲۵) ہاشم رضا، سید "مضمون بابت ہندو مسلم الگ الگ قومیت کا نعرہ ازاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی"، ماہنامہ "اظہار" کراچی ۱۹۸۶ء

(۲۶) Azhar Ali, Sayyed, The Role of Ulama-i-Ahl-e-Sunnat in Safe guarding Muslim Community's Interest in India", Maarif-e-Raza International Edition, Imam Ahmed Raza Research Institute Karachi, 1992.

(۲۷) Ian Talbot "Provincial politics and the Pakistan Movement" Karachi 1988.

✿✿✿

مرقد انور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک منظر

عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت اور معیار تعلیم

از: ڈاکٹر حسن رضا خاں *

ہندوستان کی تاریخ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ ہندوستان کی علمی تاریخ اس قدر روشن ہے کہ جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے تعلیم اور توسیع واشاعت کے متعلق اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ مسلمان جس ملک میں گئے ان کے ایک ہاتھ میں فتح ونصرت کی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں علم وفن کا چراغ ہوتا تھا جو ملک ان کے زیر نگیں آیا فضل و کمال، علم و ہنر کی بزم چراغاں برپا کردی یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ مسلمان جب جزیرۃ العرب سے باہر نکلے تو ان کے ایک ہاتھ میں فتح ونصرت کا علم تھا اور دوسرے ہاتھ میں قلم۔ جس ملک کو فتح کیا وہاں بساط رزم پلٹ کر بزم علم وفن آراستہ کردی جہاں گئے وہاں کی دنیا بدل دی انہیں کی بدولت ایران سرچشمۂ علم و فن بن گیا، ان کی توجہ سے مصر طرابلس، الجزائر کے وحشی دنیا کے معلم بن گئے، اندلس میں ایسی شمع روشن کی کہ جس سے پورا یورپ روشن ہوگیا اور دنیا کے سامنے ہم فخر سے کہنے لگے۔

قفس کی تیلیوں سے لیکے شاخ آشیاں تک ہے
مری دنیا یہاں سے ہے میری دنیا وہاں تک ہے

مسلمانوں نے عالم کو منوادیا کہ علم صحرا میں ہمارا رفیق ہے تنہائی میں ہمارا مونس، علم خوشی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور مصیبت میں ہمت قائم رکھتا ہے دوستوں میں علم ہماری زینت کا باعث ہے اور دشمنوں کے خلاف ڈھال کا کام دیتا ہے علم ہی انسان کو منارۂ نور بنادیتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام سے بھی علوم حاصل کئے ہیں لیکن مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ان کی خامیوں کو دور کیا۔ پھر اپنی تحقیق سے مفید اضافے کئے اور انہیں رتبۂ کمال تک پہنچادیا ارسطو وافلاطون سے فلسفہ وحکمت حاصل کئے لیکن ان علوم میں وہ کمال پیدا کیا کہ خود استاد بن گئے ابن سینا ابن رشد امام غزالی، فارابی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے حکماء پیدا ہوئے جنہوں نے ان سارے علوم کو دین اسلام کا خادم بنادیا اور انہیں علوم کے ذریعہ اسلام کی برتری اور حقانیت سارے عالم پر ثابت کردی۔

ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی تاریخی حیثیت:

یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مسلمانوں کیلئے حصول علم دین زندگی کو باوقار بنانے کیلئے لازمی جز ہے تعلیم وتعلم کو ایک مسلمان باعث برکت وموجب فلاح دارین سمجھتا ہے اس کار خیر میں سعی پیہم اسلامی تشخص کیلئے انتہائی ضروری ہے اسی جذبۂ خیر کے تحت شہاب الدین غوری نے ۵۸۷ھ میں اجمیر شریف میں متعدد مدرسے قائم کئے (تاج المآثر حسن نظامی نیشاپوری) محمد تغلق

*(ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ، انڈیا)

زمانہ کی ایک عصری تصنیف میں ہندوستان کے سیاحوں کی زبانی منقول ہے کہ صرف ہندوستان کے پائے تخت دہلی میں اس وقت ایک ہزار مدرسے تھے جن میں ایک شافعیوں کا تھا اور باقی سب حنفیوں کے (صبح الاعشیٰ قلقشندی جلد ۵رص ۶۹) یہ تو آغاز کا حال تھا انجام تو حیرت ناک ہے اورنگزیب عالمگیر کے زمانے کا ایک یورپین سیاح کپتان الگزنڈر ہماٹن سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کے متعلق لکھتا ہے کہ شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم وفن کے چار سو مدرسے ہیں (ہندوستان عہد عالمگیری میں، مرزا سمیع اللہ) اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اپنے مذہبی مذاق کی بنا پر ہمیشہ تعلیم وتعلم کو کار خیر خیال کرتے رہے ہیں اس لئے ہندوستان میں مسلمانوں نے مدارس اسلامیہ کے قیام میں نمایاں حصہ لیا۔

چند مشہور مدارس کا تذکرہ پیش ہے جس سے مسلمانوں کی ہندوستان میں علمی کارگزاریوں کا اندازہ آسانی سے ہوجاتا ہے اور عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت کا جائزہ آسانی سے لیا جاسکتا ہے۔

☆سندھ کے مدرسے:

(۱) مدرسہ فیروزیہ: ناصر الدین قباچہ نے ۶۲۴ھ میں قائم کیا منہاج الدین ابوعمرو عثمان بن محمد بن عثمان جوزانی صدر تھے۔

(۲) مدرسہ ملتان: شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ میں مدرسہ قائم ہوا۔ شیخ موسیٰ درس دیتے۔

(۳) مدرسہ سیوستان: ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے کہ میں اس شہر کے بڑے مدرسہ میں اترا اور اس کی چھت پر سوتا تھا۔

(۴) مدرسہ بھکر: نجم الدین محمد رفیع سندھی (م ۱۱۶۰ھ) نے اپنے شیخ معین الدین کی حیات میں بنوایا تھا۔

☆کشمیر کے مدرسے:

(۵) مدرسہ قطب الدین پورہ: سلطان قلب الدین کشمیری م-۷۹۶ھ نے بنایا۔

(۶) مدرسہ سلطان زین العابدین: تاریخ کشمیر

(۷) مدرسہ سری نگر: مرزا برہان الدین توتی نے ۱۱۰۱ھ اور ۱۱۱۳ھ کے درمیان بنایا۔

☆پنجاب کی درسگاہیں:

(۸) مدرسہ لاہور: علامہ محمد فاضل بدخشی نے ۱۰۴۴ھ میں بنوایا (ماثر الاکرام)

(۹) مدرسہ سیالکوٹ: علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی نے قائم کیا۔

(۱۰) مدرسہ تھانیسر: شیخ عبدالرحیم نے تعمیر کیا۔

(۱۱) مدرسہ نارنول: شیخ نظام الدین نے نارنول کی خانقاہ (م ۹۳۷ھ) میں بنوایا۔

☆دہلی کی دانش گاہیں:

(۱۲) مدرسہ معزیہ: قطب الدین ایبک نے اسکی بنیاد ڈالی۔

(۱۳) مدرسہ ناصریہ: سلطان شمس الدین التمش نے بنایا۔

(۱۴) مدرسہ فیروزیہ: فیروز شاہ دھلی نے ۷۵۵ھ میں بنایا۔

(۱۵) مدرسہ علامہ تلنی: (منتخب التواریخ)

(۱۶) مدرسہ مولانا سماء الدین: ۹۰۱ھ میں قائم ہوا۔

(۱۷) مدرسہ شیخ فرید شکر گنج: شیخ علاء الدین نے بنوایا۔

(۱۸) مدرسہ ماہم بیگم: اکبری دائی ماہم آنکہ نے بنوایا تھا۔

(۱۹) مدرسہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: جہانگیر نے بنوایا۔

(۲۰) مدرسہ شاہجہانی: شاہجہاں نے ۱۰۶۰ھ اور ۱۰۶۷ھ کے درمیان بنوایا تھا۔

(۲۱) مدرسہ فتح پوری بیگم: شاہجہاں کی بیوی فتح پوری بیگم نے ۱۰۶۰ھ میں بنوایا۔

(۲۲) مدرسہ اکبری آبادی بیگم: شاہجہاں کی دوسری زوجہ نے ۱۰۴۰ھ میں بنوایا۔

(۲۳) مدرسہ میر جملہ: میر جملہ نے بنوایا۔

(۲۴) مدرسہ عنایت اللہ خاں۔

(۲۵) مدرسہ غازی الدین خاں: وزیر غازی الدین خان نے ۱۱۶۵ھ میں بنوایا۔

(۲۶) مدرسہ والدہ غازی الدین خاں: غازی الدین خاں کی والدہ نے بنوایا۔

(۲۷) مدرسہ حضرت شاہ ولی اللہ۔

(۲۸) مدرسہ بازار دریبہ: نواب روشن الدولہ نے ۱۱۳۴ھ میں بنوایا۔

(۲۹) مدرسہ ارادتمند خان: ۱۱۳۵ھ میں تعمیر ہوا۔

(۳۰) مدرسہ شاہ حسین: ۱۱۴۸ھ میں تعمیر ہوا۔

آگرہ کی تعلیم گاہیں:

(۳۱) مدرسہ شیخ رفیع الدین: یہ مدرسہ آگرہ میں شیخ رفیع الدین حسینی شیرازی محدث سے منسوب ہے۔

(۳۲) مدرسہ زینیہ: شیخ زین الدین خوافی (م ۹۴۱ھ) نے بنوایا۔

(۳۳) مدرسہ مفتی ابوالفتح: مفتی ابوالفتح ابن عبدالغفور تھانیسری نے ۹۸۶ھ میں بنوایا۔

(۳۴) مدرسہ اکبرآباد: شہنشاہ اکبر نے بنوایا۔

(۳۵) مدرسہ خس: مولانا علاء الدین لاری، نے ۹۶۹ھ میں پھونس سے بنایا۔

(۳۶) مدرسہ جامع مسجد: شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے بنوایا۔

(۳۷) مدرسہ اکبر: شہنشاہ اکبر نے بنایا۔

(۳۸) مدرسہ ابوالفضل: علامہ ابوالفضل کی طرف منسوب ہے۔

(۳۹) مدرسہ البنات: یہ مدرسہ فتح پور کے محلوں کے قریب ہے۔

(۴۰) مدرسہ گوالیار: امیر رحیم داد نے بنایا۔

(۴۱) مدرسہ قنوج: شیخ علی اصغر قنوجی نے بنوایا۔

(۴۲) مدرسہ فرخ آباد: نواب محمد خان بنگش نے بنوایا۔

☆جونپور، بہار اور بنگال کے مدرسے:

(۴۳) مدرسہ قاضی شہاب الدین: ابراہیم شرقی نے بنوایا۔

(۴۴) مدرسہ راجی بیگم: شاہ محمود کی زوجہ راجی بیگم نے بنوایا۔

(۴۵) مدرسہ عزیز اللہ: جنید برلاس نے بنوایا۔

(۴۶) مدرسہ شیخ محمد افضل: شیخ محمد افضل عثمانی کا مدرسہ ہے صاحب شمس بازغہ اور صاحب مناظرہ رشیدیہ جیسے نابغۂ روزگار یہاں سے نکلے۔

(۴۷) مدرسہ شیخ رشید۔

(۴۸) مدرسہ بنارس: شیخ نظام نے قائم کیا۔

(۴۹) مدرسہ پٹنہ: نواب صیف الدین خان نے ۱۰۶۷ھ میں بنوایا۔

(۵۰)مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ پٹنہ: الحاج نورالہدیٰ نے بنایا۔

(۵۱)مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرہ، مولانا محیؔ نے اس کی بنیاد ڈالی

(۵۲)مدرسہ داناپور: نواب آصف نے بنیاد ڈالی۔

(۵۳)مدرسہ مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف۔

(۵۴)مدرسہ شاہ آباد۔

(۵۵)مدرسہ اورنگ آباد۔

(۵۶)مدارسۂ رنگ پور: بختیار خلجی۔

☆مالوہ اور خاندیش کی تعلیم گاہیں:

(۵۷)مدرسہ مندو: ہوشنگ، شاہ غوری نے بنایا۔

(۵۸)مدرسہ محمودیہ: محمود شاہ خلجی نے مندو میں ۸۴۹ھ میں بنایا۔

(۵۹)مدرسہ غیاثیہ: غیاث الدین بن محمود کبیر خلجی نے بنایا۔

(۶۰)مدرسہ ظفرآباد: سلطان غیاث الدین خلجی نے بنایا۔

(۶۱)مدرسہ اجین: محمود شاہ خلجی نے بنایا۔

(۶۲)مدرسہ سارنگ: محمود شاہ خلجی نے بنایا۔

(۲۳)مدرسہ رائسین: غانم الملک نے مالوہ کے شہر رائسین میں ۸۹۰ھ میں بنوایا۔

(۶۴)مدرسہ عادل پور: عادل شاہ برہان پور نے بنایا۔

(۶۵)مدرسہ برہان پور: جس میں شیخ طاہر بن یوسف سندھی درس دیتے تھے۔

☆گجرات میں مدرسے:

(۶۶)مدرسہ عثمانیہ: شیخ عثمان نے بنایا۔

(۶۷)مدرسہ نہروالہ: مولانا قاسم بن محمد نہر درس دیتے تھے۔

(۶۸)مدرسہ احمد آباد: سرکھیز میں بنایا گیا۔

(۶۹)مدرسہ محمد طاہر پٹنی۔

(۷۰)مدرسہ علامہ وجیہ الدین۔

(۷۱)مدرسہ احمد آباد: سیف خاں جہانگیری نے ۱۰۳۲ھ میں بنوایا۔

(۷۲)مدرسہ شیخ الاسلام خاں: مولانا اکرام الدین نے ۱۱۵۹ھ میں بنوایا۔

(۷۳)مدرسہ زاہد بیگ سورت: حاجی زاہد بیگ نے ۱۰۴۱ھ میں بنوایا۔

(۷۴)مدرسہ ظفریاب خاں: ظفریاب نے سورت میں بنایا۔

اودھ کے تعلیمی ادارے:

(۷۵)مدرسہ لکھنؤ: شیخ محمد بن ابی البقاء محمد اعظم نے بنایا۔

(۷۶)مدرسہ امیٹھی: حسن سارنگپوری نے قائم کیا۔

(۷۷)مدرسہ ملاجیون: عبدالقادر بن احمد امیٹھی نے بنایا۔

(۷۸)مدرسہ شاہ پیر۔

(۷۹)مدرسہ فرنگی محل: استاذ العلماء ملا نظام الدین عالم گیر نے فرنگی تاجر سے خرید کر دے دیا۔

(۸۰)مدرسہ منصوریہ: ملا احمد اللہ بن شکر اللہ نے ۱۱۴۶ھ میں بنایا۔

(۸۱)مدرسہ بلگرام: علامہ عبدالجلیل بلگرامی نے بنایا۔

(۸۲)مدرسہ قاضی قطب الدین۔

(۸۳)مدرسہ سلطانیہ

(۸۴)مدرسہ امجد علی شاہ: نواب امجد علی شاہ نے لکھنؤ میں قائم کیا

(۸۵)مدرسہ سلون: ضلع رائے بریلی کا ایک قصبہ ہے۔

☆روہیل کھنڈ کے تعلیمی مراکز:

(۸۶)مدرسہ معزیہ: ۶۳۰ھ میں بدایوں میں قطب الدین ایبک نے بنایا۔

(۸۷)مدرسہ فتح خان: فتح خاں نے آنولہ میں بنایا۔

(۸۸)مدرسہ ضابطہ خاں: نواب ضابطہ خاں نے مراد آباد میں بنایا۔

(۸۹)مدرسہ حافظ رحمت خاں: حافظ رحمت خاں نے شاہجہاں پور نہر کے کنارے بنایا۔

(۹۰)مدرسہ بریلی: حافظ رحمت خاں نے بریلی میں بنایا۔

(۹۱)مدرسہ اہل سنت: حضرت علامہ نقی علی خاں نے بریلی میں قائم کیا۔

(۹۲)مدرسہ پیلی بھیت: حافظ رحمت خاں نے ۱۱۸۱ھ میں قائم کیا۔

☆دکن کے علمی مراکز:

(۹۳)مدرسہ ایلچپور: ۷۵۰ھ میں صفدر خاں نے بنایا۔

(۹۴)مدرسہ محمود گاوان: وزیر عماد الدین محمود گیلانی نے بنایا۔

(۹۵)مدرسہ طاہریہ: یہ مدرسہ احمد نگر میں قلعہ کے اندر ہے۔

(۹۶)مدرسہ برہانیہ: احمد نگر میں برہان نظام شاہ نے ۹۲۹ھ میں بنوایا۔

(۹۷)مدرسہ عالیہ بیجاپور: علی عادل شاہ بنایا۔

(۹۸)مدرسہ علویہ: علی محمد نے بیجاپور میں بنوایا۔

(۹۹)مدرسہ حیدر آباد: محمد قلی صاحب شاہ نے ۱۰۰۶ھ میں بنوایا

(۱۰۰)مدرسہ حیات نگر: حیات النساء عبداللہ قطب شاہ کی والدہ نے بنوایا۔

(۱۰۱)مدرسہ گولکندہ: محمد بن خاتون عامل نے بنوایا۔

(۱۰۲)مدرسہ اورنگ آباد: محمد غیاث الدین خاں نے ۱۱۴۸ھ میں بنایا۔

(۱۰۳)مدرسہ مدراس: نواب محمد علی خاں نے بنوایا۔

(۱۰۴)مدرسہ نظامیہ: عثمان خاں نے بنایا۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انگریزوں کے قدم پورے طور سے جم گئے مسلم مفکرین علماء ودانشوروں نے بر وقت قابل ستائش اہم قدم اٹھایا ہمارے اکابر نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے سبب اب انگریز اور مسلم دشمن مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے، مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی تاراجی کیلئے نت نئے فتنے برپا کریں گے اور مفتوحہ قوم اپنے ملی قومی اور مذہبی خصائص و روایات کو کیسے بچائے گی ہمارے مفکرین نے دور بینی کا بھرپور ثبوت دیا کہ سیاسی اقتدار کی محرومی کے بعد تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے اپنی قومیت کا تحفظ کیا جاسکتا تھا اس لئے ان لوگوں نے ہر علاقے میں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا الحمدللہ اس کے اثرات آج تک قائم ہیں مدارس کے ذریعہ قوم وملت کی بھرپور آبیاری ہوئی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ ہے۔

انگریزی حکومت عیسائیت کی ترویج و اشاعت میں جٹ گئی اس نے انگریزی اسکولوں کے نصاب تعلیم میں بائبل کو لازمی قرار دیا جو طلباء انگریزی پڑھتے تھے آسانی سے عیسائیت قبول کر لیتے ہندوستان کی ہندی قوم نے انگریزی تعلیم کو قبول کرلیا کہ نوکری حاصل کرنے کا یہی آسان ذریعہ ہے اور انگریزی حکومت

کی خوشنودی بھی اس سے حاصل ہو جائے گی جس سے خوب سے خوب فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔مگراس کا اثر یہ ہوا کہ اونچے کلاس کے ہندو اور آدی باسی کی بڑی آبادی آسانی سے عیسائی ہوگئی۔اس وقت علماء کرام نے اپنی فکری بصیرت کا ثبوت دیا کہ انگریزی تعلیم کے خلاف فتویٰ جاری کردیا جس کا مسلم قوم نے بھرپور استقبال کیا ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے کہ ان کے والد سے پرنسپل نے کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لڑکے کو انگریزی بھی پڑھائی جائے تو انہوں نے فرمایا مجھے اپنے لڑکے کا مرجانا منظور ہے لیکن انگریزی پڑھانا منظور نہیں ہے اس کے باوجود اس زمانہ میں ایسے کچھ دانشور آگئے جنہوں نے سوچا کہ قوم کی جہاں ذہنی سطح بلند رہے وہیں اقتصادی حالات بھی بہتر رہیں ان لوگوں نے ایسے ادارے قائم کئے جہاں عصری تعلیم یافتہ جدید تعلیم کے حصول کے لئے انگریزی زبان کی حیثیت سے پڑھیں گے مگر نصاب تعلیم دینیات بھی لازمی ہوگی اس نظریہ کی تکمیل کیلئے دو بڑے ادارے وجود میں آ گئے ایک مسلم علی گڑھ یونیورسٹی دوسرا عثمانیہ یونیورسٹی۔

سرسید احمد کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ قوم کی ذہنی سطح بلند ہو اور معاشرتی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے امرتسر میں ۱۸۸۴ء میں انہوں نے تقریر کی کہ اگر تم آسمان کے تارے ہوگئے تو کیا جب تم علم اور اسلام کے نمونہ ہوگے جب ہی ہماری قوم کی عزت ہوگی مسلمانوں کو لازم ہے کہ عربی فارسی کی تحصیل کو نہ چھوڑے یہ ہمارے باپ دادا کی مقدس زبان ہے اور ہمارے قدیم ملک کی زبان ہے جو فصاحت و بلاغت میں لاثانی ہے۔مگر افراط تفریط نہ ہو اس زبان میں ہمارے مذہب کی ہدایتیں ہیں لیکن جب کہ ہماری معاش، ہماری بہتری، ہماری زندگی بہ آرام بسر ہونے کے ذرائع انگریزی زبان سیکھنے میں ہیں تو ہم کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اس نظریئے کے تحت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا نصاب تعلیم مرتب ہوا اور موجودہ شعبے قائم ہوگئے۔

عثمانیہ یونیورسٹی ایک ایسی یونیورسٹی قائم ہوئی جس میں علوم وفنون کے طور طریقے، رنگ ڈھنگ، مشرقیت کے اجزائے عناصر شریک کئے گئے۔دینیات کی تعلیم کے ساتھ جدید جتنے شعبے تعلیم گاہوں کے تھے اس کو شامل کیا دوسری زبانوں میں جو علمی شاہکار تھے ان کو اردو زبان میں منتقل کیا عثمانیہ یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں مسلم الثبوت، ہدایہ، بخاری اور ترمذی شامل ہے اس نصاب تعلیم سے اس ادارہ کا معیار تعلیم سمجھ میں آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا دور تعلیمی عروج کا دور تھا اس عہد میں جدید وقدیم دونوں علوم کے بے شمار ماہرین اپنا علمی جوہر پیش کررہے تھے اور علم کی آڑ میں باطل تحریکوں اور گمراہ کن نظریات کو زور وشور سے پیش کرنے کیلئے حکومت کی سرپرستی بھی حاصل تھی اسلامی تشخص کو پامال کرنے کیلئے بے دریغ پریس پر خرچہ ہورہا تھا ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت کے اسلامی عقائد اور تعلیم کی احیائی ایک مستحسن کوشش ''جامعہ منظر اسلام'' کی شکل میں ایک جامع یونیورسٹی قائم ہوگئی جہاں سے بے شمار علمی وروحانی شخصیتیں وجود میں آگئیں۔یہ اعلیٰ حضرت کی فیض رسانی کا کمال تھا کہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، ملک العلماء مولانا ظفرالدین قادری، مولانا عبدالعلیم صدیقی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، عبدالسلام مولانا عبدالسلام، مولانا عبدالرحیم، حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور برہان ملت مولانا برھان الحق جیسے بے شمار نابغۂ روزگار کو علم اور دین روشن کا مینار بنادیا۔جنہوں نے دنیا کے ایک بڑے خطے کو اپنی فیض رسانی سے بقعۂ نور بنادیا اور اس دور کے ملحدانہ نظریات کا مقابلہ کرنے کا

سامان فراہم کردیا اور نوع انسانی کو اسلام کے چشمۂ صافی سے روشناس کردیا۔ جو اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے آپ نے اپنی علمی تحریروں سے مغرب زدہ ذہنوں کی صفائی اور سائنس ہی کے ذریعہ سائنس کے مارے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی روشنی عطا کردی۔

اس میں کوئی شک نہیں کی اعلیٰ حضرت کے عہد میں ہندوستان کے مراکز کی حیثیت دہلی، اجمیر، بدایوں، ٹونک، لکھنؤ، بریلی، جونپور، اور خیر آباد کو حاصل تھی جہاں علماء کی عظیم ترین شخصیتیں ہمہ وقت تعلیم و تربیت میں لگی ہوئی تھی۔ اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں سے ہمہ جہت ترقی کے منازل روز و شب طے فرمارہی تھیں وہیں اس عہد میں مدارس کے قیام کی ایسی تحریک چل پڑی تھی کہ اکثر بستی اور ہر شہر میں تعلیمی ادارے قائم ہوگئے جہاں باضابطہ طور پر دینی تعلیم کے حصول کی آسانیاں ہوگئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ علماء وجود میں آگئے جو علمی تشنگی رکھنے والے کسی شخص کیلئے حصول فیض کا ذریعہ بن سکیں۔

اعلیٰ حضرت کے عہد میں نصاب تعلیم کو دیکھنے کے بعد ہندوستان کے معیار تعلیم کی بلندی کا پتہ چلتا ہے اس عہد کا نصاب تعلیم مندرجہ ذیل ہے پڑھیئے اور اپنے تعلیمی معیار پر فخر کیجئے۔

(۱) صرف، میزان، منشعب، پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، شافیہ۔

(۲) نحو، نحو میر، مائۃ عامل، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔

(۳) بلاغت: مختصر المعانی، مطول تا ماانا قلت۔

(۴) ادب: نفحۃ الیمن، سبعہ معلقہ، دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ۔

(۵) فقہ: شرح وقایہ اولین، ہدایہ آخرین۔

(۶) اصول فقہ: نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت

(۷) منطق: صغری، کبری، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد رسالہ، حاشیہ غلام یحیٰ میر زاہد، ملا جلال، ادرکین یمین، بحر العلوم، شرح مسلم، حاشیہ عبد العلی بر میر زاہد رسالہ اور شرح ملا مبین بھی داخل نصاب تھیں۔

(۸) حکمت: میبذی، صدرا، شمس بازغہ۔

(۹) کلام: شرح عقائد نسفی، خیالی میر زاہد امور عامہ۔

(۱۰) ریاضی: تحریر اقلیدس مقالہ اولی، خلاصۃ الحساب، تصریح، شرح تشریح، شرح چغمنی۔

(۱۱) فرائض: شریفیہ۔

(۱۲) مناظرہ: رشیدیہ۔

(۱۳) تفسیر: جلالین، بیضاوی۔

(۱۴) اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر۔

(۱۵) حدیث: بخاری، مسلم، مؤطا، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

مذکورہ شواہد سے ہم یقین کے اجالے میں آگئے ہیں کہ عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت ساری دنیاوی تعلیم سے زیادہ تھی اور معیار تعلیم اتنا اونچا کہ اکثر طلباء درسی تعلیم سے فراغت کے بعد علم کا قطب مینار سمجھے جاتے تھے تو ان کے اساتذہ کا کیا کہنا۔

از: مولانا ابو ظفر فتح احمد عیش بستوی مصباحی*

جس طرح درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کی عظمت و فضیلت کا مقدس رشتہ تاریخ کائنات کے ساتھ روز اول ہی سے جڑا ہوا ہے اسی طرح مدرسوں اور تعلیم گاہوں کے قیام و تعمیر کی افادیت و روایت بھی تاریخ انسانیت کا ایک حسین باب ہے جس کی اہمیت و ضرورت ہمارے مذہب اسلام میں بھی نہ صرف مسلم بلکہ قائم و جاری ہے۔

حضور ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احیائے دین کیلئے سعی بلیغ فرمائی نیز علماء عظام علیہم الرحمہ نے مذہب اسلام کی باگ ڈور سنبھالی اور دین متین کی نشر و اشاعت میں اہم رول اور نمایاں کردار ادا کیا۔ پھر اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا اصل سہرا مدارس اسلامیہ کے سہر جاتا ہے کیونکہ مذہب حقہ کی حفاظت و صیانت اور ترویج و اشاعت کا سب سے مفید و بہترین ذریعہ و وسیلہ مدارس اسلامیہ ہی ہیں۔ یہ مدارس ہماری مذہبی اور ذاتی زندگی کے سرچشمے نیز ملی واجتماعی حیات کے مراکز ہیں۔

فیض جس کا کل جہاں میں عام ہے
وہ رضا کا منظر اسلام ہے[1]

قیام مدارس کا مقصد ہی یہی ہے کہ مربوط و منضبط طریقہ سے تعلیم و تربیت کی جائے۔ اسلام کو علمی طور پر سمجھنے کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے انہیں پڑھایا جائے۔ تفسیر و حدیث و فقہ میں ژرف نگاہی اور وسعت نظر پیدا کی جائے، استاد کی علمی و روحانی و اخلاقی سرپرستی و رہنمائی میں سفر علم طے کیا جائے اور معتمد کتابوں کی روشنی میں علوم اسلامیہ کو سیکھا جائے پھر ان علوم عالیہ کی تحصیل کیلئے جو علوم عالیہ ممد و معاون ہوں انہیں بھی پڑھ کر اپنی علمی بنیادوں کو مزید مستحکم کر لیا جائے۔[2]

اس کی ہر ہر اینٹ سے ہے جلوۂ حق آشکار
عشق دیں کا آستاں یہ منظر اسلام ہے[3]

عربی و اسلامی مدارس مسلمانان ہند (بلکہ عالم اسلام) کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی حیثیت پاور ہاؤس جیسی ہے جس سے مسلم سوسائٹی میں اسلام کی برقی توانائی سپلائی کی جاتی ہے۔[4]

برصغیر یعنی غیر منقسم ہندوستان میں عموماً اور دنیائے سنیت میں خصوصاً جامعہ منظر اسلام ایک مقدس اور فیض رساں ادارہ سمجھا جاتا تھا اس کی عظمت و اہمیت ابتداء ہی سے مسلم تھی اور آج بھی اس کی علمی و افادی اور مرکزی حیثیت تسلیم شدہ ہے۔[5]

*(ڈربن ساؤتھ افریقہ)

منظر اسلام کا تو ایک روشن آفتاب
اور سب تیرے نجوم و کہکشاں حامد رضا

آبیاری تو نے کی یوں منظر اسلام کی
بے خزاں ہے تیرا دینی گلستاں حامد رضا[۶]

جامعہ منظر اسلام کی تاسیس کے پس منظر میں ذرا جھانک کر دیکھئے سب سے پہلا داعیہ، جس کے دل میں انگڑائی لی وہ ملک العلماء ہی تھے اور منظر اسلام کے مؤسس علام (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ) اپنے ہونہار محرک اور ہنر مند مجوز کی خوبصورت تحریر و تجویز ردنہ فرما سکے اور اسی سال (۱۳۲۲ھ) میں منظر اسلام کا قیام عمل میں آ گیا بعد میں یہی منظر اسلام بغداد العلم کہلایا، رشک یونان واصفہان بنا، غرناطہ سبکسار اور دہلی، لکھنؤ شرمسار ہوا، بڑے بڑے مراکز سرنگوں ہوئے، اونچی درسگاہیں اور نامور تعلیم گاہیں للچائی نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہوگئیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ برصغیر کے کرۂ زمین پر قدیم وجدید تعلیمی مراکز میں جو چراغ علم فروزاں ہیں اس کے روغن کا سررشتہ مجدد اسلام اور منظر اسلام سے ضرور جڑا ہوا ہے۔[۷]

اس وقت دنیائے اہل سنت میں جتنے ادارے اور مدارس قائم ہیں وہ سب کے سب مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مرہون منت ہیں[۸]

اہل سنت کے ہر ادارے پر
تیرا احسان منظر اسلام
شہ براہیم نے بلند کیا
تیرا ایوان منظر اسلام[۹]

پوری دنیائے سنیت کے افراد صرف دو ہی مدرسوں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں سب سے پہلا مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف جو یادگار اعلیٰ حضرت ہے اور دوسرا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور جو یادگار حافظ ملت ہے اور دونوں اداروں کے موجودہ پرنسپل حضور حافظ ملت کے شاگرد ہیں کون حافظ ملت؟ وہ حافظ ملت جو منظر اسلام سے فارغ التحصیل تھے۔ حضور حافظ ملت کی کیا تخصیص! بلکہ منظر اسلام کے فارغین میں سرفہرست ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، حضور مفتی اعظم ہند، اور محدث اعظم پاکستان وغیرہم تھے۔[۱۰]

یادگار اعلیٰ حضرت، منظر اسلام، نہ صرف مینارۂ علم و عرفان ہے بلکہ تعلیمی عروج وارتقاء اہل سنت و جماعت کیلئے طرۂ امتیاز ہے۔[۱۱]

بفیض مفتی اعظم ہو فارغ جو بھی منظر سے
ستارہ اوج پہ چمکے نہ کیوں پھر اس کی قسمت کا[۱۲]

منظر اسلام کی تعمیر میں تیرا لہو
ہے بہ انداز نظامت شاہ رحمانی میاں[۱۳]

جامعہ منظر اسلام کے معائنہ جاتی رجسٹر میں ایک ممتحن اپنا تاثر پرازحقیقت اس طرح سے لکھتے ہوئے فخر کرتا ہے کہ درجہ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے طلباء کا امتحان لیا (ماشاءاللہ طلباء کی ایک نرالی شان پائی) یہ سب فیضان ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت، آقائے نعمت، دریائے رحمت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی حضور حجۃ الاسلام اور حضور سیدی مرشدی قطب عالم، مفتی اعظم ہند کا یقیناً ثمرہ مخدوم ملت نبیرۂ اعلیٰحضرت جانشین ریحان ملت گل گلزار قادریت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

حسن انتظام واہتمام اور مضبوط قیادت کا یقیناً یہ سب کچھ نتیجہ ہے مرکز اہل سنت بریلی شریف کے عظیم الشان دارالعلوم منظر اسلام کے مخلص و مشفق لائق و فائق علم وفضل کے بحر بیکراں اساتذۂ کرام کی کاوشوں اور جان توڑ محنتوں کا رب کریم منظر اسلام کو روز افزوں ترقی و استحکام عطا فرمائے اور اس گلشن رضا کو شاد آباد رکھے۔ آمین۔[14]

یہ دارالعلوم جو براعظم ہندو پاکستان میں اپنی تاریخی عظمت اور دینی خدمت کیلئے معروف ہے جہاں سے فخر ہندوستان علماء کرام علم کی دولت لیکر امت اسلامیۂ ہند نہ صرف ہند بلکہ بیرون ہند اور عرب وعجم میں پھیل گئے اور حسب استطاعت فیضان علم سے امت کو مستفید فرمایا یہ اسی دارالعلوم کا فیضان ہے کہ ہندو پاکستان میں نہ جانے کتنے مدارس دینیہ ،دارالعلوم قائم و جاری ہیں اور تشنگان علم ان سے سیراب ہور ہے ہیں ۔ یہ سب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم حضرت العلام مولانا احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ الوہیت اور دیار رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ میں مقبولیت کی دلیل ہے یہ دارالعلوم تقریباً ایک صدی سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے اور آج بھی اس کا فیض جاری و ساری ہے[15]

یا خدا منظر سے یہ دریا سدا بہتے رہیں
فیض پاتے ہی رہیں ہم جیسے عاصی بیشمار

اس دعاء پر ختم کر منظر کلام تہنیت
پھول وہ کھلتے رہیں قائم رہے جن سے بہار[16]

اپنا مادر علمی جامعہ رضویہ منظر اسلام کے زریں جشن صدسالہ کے سنہری موقع پر ہدیہ تبریک وخراج محبت پیش کرتے ہوئے میں بے پناہ خوش ہوں کیونکہ منظر اسلام چودھویں صدی ہجری میں برصغیر کا عظیم صفۂ اسلام تھا اور اسی کر برکت سے میری ممتاز مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا وجود مسعود ہوا، اللہ اس کے فیضان کو جاری رکھے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۔

ماخوذات و اقتباسات

(۱) فاروق مدناپوری ماہنامہ اعلیٰ حضرت، اکتوبر ۲۰۰۰ء
(۲) علامہ یٰسین اختر مصباحی ماہنامہ کنزالایمان، دسمبر ۲۰۰۰ء
(۳) علی احمد سیوانی ماہنامہ اعلیٰ حضرت اکتوبر ۱۹۹۹ء
(۴) علامہ یٰسین اختر مصباحی، ماہنامہ کنزالایمان جنوری ۱۹۹۹ء
(۵) مولانا شبنم کمالی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، اگست ۱۹۹۸ء
(۶) مولانا شبنم کمالی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، دسمبر ۹۴ / ۱۹۹۳ء
(۷) غلام جابر شمس مصباحی ماہنامہ کنزالایمان اکتوبر ۲۰۰۰ء
(۸) مولانا اعجاز انجم لطیفی ماہنامہ اعلیٰ حضرت اگست ۱۹۹۸ء
(۹) مفتی محمد فاروق نوری ماہنامہ اعلیٰ حضرت مارچ ۱۹۹۸ء
(۱۰) مولانا محمد ظہور الاسلام نوری دیناجپوری ماہنامہ اعلیٰحضرت دسمبر ۱۹۹۹ء
(۱۱) مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۹۷ء
(۱۲) صادق نوری چندوسی ماہنامہ اعلیٰحضرت دسمبر، جنوری، ۹۴، ۱۹۹۳ء
(۱۳) طاہر کانپوری ماہنامہ اعلیٰ حضرت ستمبر ۱۹۹۸ء
(۱۴) مولانا سید شاہد علی رضوی ماہنامہ اعلیٰحضرت دسمبر جنوری ۹۴، ۱۹۹۳ء
(۱۵) علامہ سید ظہیر احمد زیدی ماہنامہ اعلیٰ حضرت اکتوبر رنومبر ۱۹۹۸ء
(۱۶) سید اعجاز علی منظر ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر، جنوری، ۹۴ / ۱۹۹۳ء

✿✿✿

منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ

مولانا شبنم کمالی

منظر اسلام ایک عظیم شجر علم

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ الرضوان کی یادگاریں تو بہت سی ہیں ۔ امام اہل سنت کی جملہ تصانیف چاہے وہ قرآن کا ترجمہ ہو یا کلام کا مجموعہ، ان کے فتاوے ہوں یا عنوانات پر ان کی تحریر کردہ کتابیں، ان کے ملفوظات ہوں یا ان کی بیش قیمت ہدایات سبھی ان کی یادگاریں ہیں ۔ ان تمام کی اہمیت اور افادیت تسلیم شدہ ہے لیکن آج میں ان کی اس یادگار جمیل کا ذکر جمیل کرنے والا ہوں جس نے پوری دنیا کو ہزاروں علماء فضلاء مفتیان کرام، محدثین عظام، خطباء ذوی الاحترام اور اساتذۂ عالی مقام عطا کئے ہیں ۔ جس کی عظمت و رفعت کا سکہ عالم اسلام کے قلوب پر پہلے بھی قائم تھا اور آج بھی تابانیوں اور درخشانیوں کے ساتھ قائم ہے میری مراد الجامعۃ الرضویہ بریلی شریف سے ہے۔

امام اہلسنت نے* دار العلوم اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی بنیاد جس مقصد خاص کی خاطر رکھی وہ مسلک حق و صداقت کا فروغ تھا۔ اس کی اشاعت واستحکام میں بنیادی عنصر حبیب کبریا اور محبت سید الانبیاء ﷺ ہی کا عنصر تھا۔ کیونکہ جب تک دلوں میں عظمت محبت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا چراغ پوری قوت وتوانائی کے ساتھ روشن نہ ہو۔ اللہ عزوجل کا صحیح معنوں میں عرفان ممکن نہیں بلکہ عبادت الٰہی و اطاعت شریعت کا مفہوم ہی ناقص رہتا ہے نہ خالق کائنات سے رابطہ مستحکم ہوتا ہے نہ اولیاء اللہ سے تعلق استوار ہوتا ہے اور نہ فرائض و احکام سے واسطہ مضبوط ہوتا ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اسی بنیادی عقیدہ اور محکم نظریہ کے پیش نظر منظر اسلام کی بنیاد رکھی گئی جس کا ظاہری سبب اپنے اس عزیز ترین شاگرد کی تعلیم تھی جسے امام اہل سنت نے اپنے خطوط میں الوالد الاعز کے خطاب سے مخاطب کیا ہے اور جسے ملک العلماء کا لقب عطا فرمایا تھا یعنی فاضل بہار حضرت مولانا ظفر الدین صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ آپ ہی دار العلوم منظر اسلام کے تلمیذ اول قرار پائے۔ پھر یہ سلسلہ موج مارتے ہوئے سمندر کی طرح چل پڑا۔ ملک اور بیرون ملک سے ہزاروں تشنگان علوم آتے رہے۔ ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کہ اپنی اپنی تشنگی بجھائی اور سیراب ہوگئے۔ بلکہ ان میں اکثر و بیشتر فارغین خود بھی علم کے دریا بن گئے اور اکناف اطراف عالم میں ہزاروں طالبان علم کو بہرہ ور کرتے رہے بلکہ یوں کہیے کہ ان کو بھی علم و عمل کا دریا بناتے رہے۔ اس وقت سے آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے ۔ ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر اپنا فضل خاص فرمائے اور اس کی فیض رسانی ابد تک باقی رہے آمین ۔

*دار العلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ رحم گنج، دربھنگہ (بہار)

مساجد سے تعلق:

لوگ کہتے ہیں کہ شہر بریلی مسجدوں کا شہر ہے ۔ واقعی دوسرے شہروں کی بنسبت یہاں مسجدیں بہت زیادہ ہیں ۔ ذرا آنکھیں بند کیجئے اور چشم تصور سے اس حسین منظر کا مشاہدہ کیجئے جب شہر بریلی کی اکثر مساجد میں منظر اسلام کے طلباء امامت کی ذمہ داری انتہائی حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ اس مسجد میں ان کا قیام بھی ہوتا تھا اور منظر اسلام میں درس کے وقت پوری پابندی کے ساتھ حاضری دے کر حصول علم کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے تھے ان میں سے بہت سی مسجدوں میں دو تین طلباء بھی رہتے تھے اور یہ بھی مل کر مسجد کے متعلق امور کو انجام دے دیا کرتے تھے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا تھا کہ جہاں طلباء کی روزمرہ کی ضرورتیں پوری ہو جاتی تھی وہیں نمازیوں اور محلہ کے لوگوں سے ان کے گہرے روابط بھی ہوتے تھے۔ اس طرح ہر محلہ کے تمام مسلمان حسن عقیدہ اور حسن عمل کی دولت کے ساتھ اپنی زندگی کے ایام گزارتے تھے۔ یہ سلسلہ منظر اسلام کی بنیاد اور قیام کے وقت سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے مگر پہلے اور اب میں فرق یہ ہے کہ پہلے شہر بریلی میں منظر اسلام اہل سنت کا واحد ادارہ تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد دوسرے ادارہ کا قیام عمل میں آیا۔ پھر اس کے طویل عرصہ کے بعد تیسرے ادارہ کا وجود مسعود ہوا۔ اور ہر ادارہ کے طلباء نے جب مسجد میں جگہ حاصل کرنا شروع کیں۔ تو منظر اسلام کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں مدظلہ العالی نے دارالعلوم کی طرف سے طلباء کے طعام وقیام کا باضابطہ نظم فرمادیا۔ تاکہ مسجدوں میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے طلباء کو محرومی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ اس کام میں کافی رقوم کا صرفہ ہوتا ہے مگر حضرت سبحانی میاں مدظلہ العالی کے جذبات صادقہ اور ہمت عالیہ کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ اللہ عزوجل پر توکل کرتے ہوئے یہ کام حسن وخوبی اور خلوص ومحبت کے ساتھ جاری ہے۔

مرکز اہل سنت منظر اسلام کے سابق طلباء جو دستار فضیلت اور سند فراغت پاکر خدمت دین میں مصروف ہوئے ان کی تعداد کثیر در کثیر ہے، ان میں بہت سے حضرات اپنے وقت کے جید عالم، عظیم مدرس، بہترین مفتی اور شاندار خطیب ہوئے مجھے ان کا شمار کرانا مقصد نہیں صرف یہ کہنا ہے کہ ان حضرات نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنی تحریروں، تقریروں اور درس وتدریس سے سنیت کا علم بلند کیا۔ مسلک حق کی بھرپور اشاعت کی، بدعقیدگی، گمراہی وہابیت اور نجدیت کا قلعہ قمع کرنے کیلئے ہزاروں علماء کی مضبوط اور مستحکم فوج تیار کی ۔ پھر ایک دور ایسا بھی آیا کہ سنی مدارس دینیہ کا پورے ہندوستان میں بول بالا ہوگیا۔ سیکڑوں مدارس قائم ہوئے۔ سنی انجمنیں اور تنظیمیں مختلف ناموں کے ساتھ وجود میں آئیں۔ ملک اور بیرون ملک میں حق وصداقت کا آفتاب روشن ہوتا گیا۔ یہ مثل بہت مشہور ہے کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے ۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے منظر اسلام کے نام سے جو علم دین کا چراغ روشن کیا تھا اسی چراغ سے پہلے تو کسی واسطہ کے بغیر سیکڑوں چراغ روشن ہوئے پھر واسطہ در واسطہ لاکھوں چراغ جل کر اپنی روشنی پھیلاتے رہے۔ اور آج بھی یہ سلسلہ آن بان کے ساتھ جاری ہے۔ اس لئے یہ کہنا بجا اور حق ہے کہ منظر اسلام کو جس طرح مرکز ہونے کا حق پہلے سے حاصل تھا آج بھی حاصل ہے ۔ اس کی مرکزیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ ایک باپ کے چند بیٹے ہوں پھر ان بیٹوں کے بہت سے بیٹے ہوں ۔ اگر بیٹے اور پوتے علم وفضل ۔ شان وشوکت اور جاہ وجلال میں بہتر سے بہتر بلند سے بلند

حاصل کرلیں تو یہ انتہائی خوشی کی بات ہے لیکن ایسا تو نہیں کہ جو باپ ہے وہ بیٹا یعنی اپنے بیٹوں کا بیٹا ہو جائے۔ باپ بہرحال باپ ہی رہے گا اور اس کی عظمت و رفعت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس حقیقت وصداقت کی روشنی میں منظر اسلام آج بھی اہل سنت و جماعت کا تعلیمی مرکز ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک اس کی مرکزیت برقرار رہے گی۔

قدیم اساتذۂ کرام:

جس طرح میں نے منظر اسلام کے کچھ قدیم فارغین کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اسی طرح بعض قدیم مدرسین حضرات کو بھی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ان میں سے دو شخصیت ایسی ہیں جن کی مجلسوں میں بیٹھنے اور ان سے باتیں کرتے کے مواقع بھی مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ میری مراد حضرت مولانا محمد احمد جہانگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احسان علی صاحب فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ حضرت مولانا محمد احسان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے مولد و مسکن موضع پوکھریہ ضلع سیتامڑھی بہار سے متصل باتھ اصلی کے ایک محلہ فیض پور کے رہنے والے تھے۔ انکا پوکھریہ سے بہت ہی گہرا تعلق تھا۔ ان سے بار بار ملاقات ہوئی، انکی زبان سے علمی نکات سننے کے مواقع بھی ملے۔ ان کے تبحر علمی اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جب ان کی آنکھوں کی بینائی تقریباً ختم ہوگئی تھی تو بخاری شریف اور دیگر کتابوں کا درس اپنے حافظہ کی بنیاد پر دیتے تھے اور ہزاروں احادیث کریمہ ان کے ذہن و دماغ میں اچھی طرح محفوظ تھی۔ پھر موتیا بند کا آپریشن کرانے کے بعد جب آنکھوں کی روشنی بحال ہوگئی تو درس کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا۔ میری تحریر کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء سے آج تک ہر دور میں یہاں کے اساتذۂ کرام ذی استعداد، صاحب صلاحیت اور لائق فائق رہے۔

موجودہ اساتذہ:

دور موجودہ میں بھی جو اساتذہ یہاں خدمت درس میں مصروف ہیں وہ بہر حال منتخب ہیں، سبھی حضرات اپنے اپنے فن کے ماہر تو ہیں ہی اس کے علاوہ دیگر فنون پر انہیں پوری طرح دسترس حاصل ہے یہاں کا شعبۂ افتاء عالم اسلام میں اپنا ایک انفرادی اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔ اس کیلئے مفتیان کرام کی ایک تعداد موجود ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر مدرس افتاء، تصنیف و تالیف تقریر و تحریر کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں اور ان میں بعض حضرات ادب، صحافت، شاعری، مناظرہ اور تنقید کے فنون میں صاحب کمال ہیں۔ آپ یوں کہہ لیجئے کہ یہاں کا ہر ذرہ اپنی اپنی جگہ پر مہتاب و آفتاب ہے۔

شعبۂ اہتمام:

اس معاملے میں اپنے کو میں خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ ''منظر اسلام'' کے پہلے مہتمم اور ناظم اعلیٰ سے آج تک کے تمام مہتمم حضرات کو دیکھنے کی سعادت مجھے حاصل ہے۔ حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں رحمۃ اللہ علیہ، میرے موضع پوکھریہ ضلع سیتامڑھی (بہار) میں بار بار تشریف لے گئے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے اعلیٰ حضرت کی حیات ظاہری ہی میں اعلیٰ حضرت کے حکم سے ان کی نیابت کے طور پر جو پہلا سفر کیا تھا وہ میرے موضع پوکھریہ ا ہی کا سفر تھا۔ اس طرح تینوں مذکورہ بالا حضرات نے از راہ کرم پوکھریہ میں جانے کا سلسلہ تاحیات باقی رکھا۔ ان تینوں بزرگوں کے اہتمام و انصرام کے واقعات یا تو علماء کرام کی زبانی سننے کو ملے یا پھر کتابوں میں دیکھے لیکن موجودہ مہتمم

صاحب مولانا سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں مدظلہ العالی سجادہ نشین کے اہتمام وانصرام کو زیادہ قریب سے بار بار دیکھنے کے مواقع میسر ہوئے۔ تعمیر اور تنظیم کے اعتبار سے یقیناً یہ ایک زریں دور ہے۔ موجودہ مہتمم صاحب قبلہ نے اپنی سجادہ اور اہتمام کی مختصر مدت میں اسلامیہ انٹر کالج کے ایک دروازے پر باب مفتی اعظم ہند کی تعمیر، مزار اعلیٰ حضرت کے اندرونی اور بالائی حصے کی تزئین و تحسین وتوسیع، رضا مسجد و خانقاہ کی عمارت میں سنگ کاری، اور از سرنو تزئین وتحسین، اور اسی طرح کے دوسرے امور کو انجام دینے کے ساتھ منظر اسلام پر خصوصی توجہ ڈالی پہلے عمارت دومنزلہ تھی اسے صرف کثیر کے بعد سہ منزلہ بنادیا تیسری منزل کی تعمیر بھی قابل دید اور اور لائق صد تحسین ہے۔ منظر اسلام کا محل وقوع ایسی جگہ ہے جس کے متصل ، خانقاہ عالیہ ، مزار شریف اعلیٰ حضرت ، اور افریقی دارالاقامہ۔ اس کے چاروں طرف کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں منظر اسلام کیلئے قریب میں الگ سے عمارت بنائے جا سکے اس عمارت کی توسیع ہوسکے اس لئے تیسری منزل کی تعمیر عمل میں آئی۔ پھر اسے مزار اعلیٰ حضرت اور رضا مسجد سے قرب کی وجہ سے جو خصوصی سعادت نصیب ہے۔ پھر فیضان روحانی کا نزول جاری ہے اس سے دور رہ کر وہ بات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے یہ اپنی جگہ پر ہر طرح درست ہے ۔

دستار فراغت:

اتر پردیش کے اکثر مدارس الہ آباد بورڈ کے ساتھ ملحق ہیں لیکن ان مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات نے اپنی امتیازی حیثیت کا سودا نہیں کیا ہے۔ منظر اسلام کے مہتمم اور مجلس منتظمہ نے بھی انتہائی غور وفکر کے بعد کچھ خاص مصلحتوں کے پیش نظر اس ادارہ کو بھی یو پی مدرسہ بورڈ سے ملحق کرادیا ہے مگر اپنی خصوصیات اور اصل مقصد کی بقا کو ہر حال میں مقدم رکھا ہے طلباء ہر سال تمام درجوں کے امتحانات میں پوری تیاری کے ساتھ شریک ہوکر کامیابی حاصل کرتے ہیں اس کے علاوہ جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات میں شامل ہوکر امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ طلباء اپنی اصل تعلیم میں فروغ واستحکام کیساتھ ہی کچھ دوسرے تعلیمی اداروں کی بھی اسناد حاصل کرلیں، اس سے جہاں عہد حاضر میں کسب معاش کی دنیاوی سہولتیں مل جاتی ہیں وہیں طرح طرح کی نصابی کتابوں کے مطالعہ سے علمی لیاقت واستعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے معلومات بھی بڑھتی رہتی ہے ہر صاحب فکر ونظر اسے ایک مستحسن فعل سمجھے گا اور سمجھتا ہے

ہر سال عرس حامدی کے موقع سے جمادی الاولیٰ کی ۱۷ رتاریخ کو یہاں کے فارغین طلباء دستار فضیلت جبہ اور سند فراغت حاصل کرتے ہیں اس حسین اور دلکش منظر کو دیکھنے کا شرف مجھے بھی دو مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ ختم بخاری شریف کی تقریب سعید میں بھی شرکت کی سعادت میسر ہوئی۔ میں نے بعض طلباء کی تعلیمی استعداد اور فکری صلاحیت کا جائزہ بھی لیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ واقعی یہ اساتذۂ کرام کی شفقت ومحبت اور اپنی محنت اور ذوق وشوق کے نتیجے میں ستائش کے مستحق ہیں۔

تکمیل مقصد:

ہندوستان میں اہل سنت کے مدارس ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ہر مدرسہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تعلیمات کی روشنی میں عقائد ونظریات صالحہ پر مستحکم ہے کوئی مدرسہ ان میں ایسا نہیں جس میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان مرکز اہل سنت بریلی شریف اور دارالعلوم اہل سنت منظر اسلام کا ہمیشہ ذکر خیر نہ ہوتا ہو یا اچھے انداز میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو ان مدارس دینیہ میں بہت سے مدارس میں انتہا تک تعلیم ہوتی ہے ان مدارس کے بہت سے طلباء

فراغت یا اپنے فراغت کے سال ہی یہ چاہتے ہیں کہ حصول
ت کیلئے منظر اسلام سے بھی دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل
ریں تا کہ اس مرکز سے ان کی نسبت اور تعلق مستحکم ہو جائے اور
یضان اعلیٰ حضرت سے مستفید ہوتے رہیں ان حضرات کی
واہشات اور جذبات کا خیال کرتے ہوئے اراکین مجلس منتظمہ اور
ہتمم صاحب قبلہ نے ایک خصوصی انتظام کیا ہے جس کے تحت پہلے
انہیں داخلہ لینا پڑتا ہے پھر باضابطہ تحریری اور تقریری طور پر
امتحانات کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے جب امیدوار حضرات
دونوں امتحانوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں بھی دستار اور سند
عطا کی جاتی ہے۔ اس طرح ان مدارس کی حیثیت منظر اسلام سے
ملحقہ شاخ جیسی ہوتی ہے جن کا منظر اسلام سے رابطہ مضبوط اور
استوار ہوتا ہے ان باتوں پر غور کرنے سے یہ نظریہ صحیح اور درست
معلوم ہوگا کہ منظر اسلام کی بنیاد جس مقصد کی خاطر رکھی گئی تھی وہ
مقصد پچھلے سو برسوں سے پورا ہوتا آ رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت
تک اس کا علمی و روحانی فیضان اپنا اثر دکھاتا رہے گا۔ موجودہ مہتمم
حضرت سجادہ نشین مولانا سبحان رضا خاں مدظلہ العالی نے اپنی قلبی
وابستگی اور جدوجہد سے تھوڑے عرصہ میں منظر اسلام کو نیا رنگ و
روپ عطا کیا ہے۔ عمارت میں اضافہ طلباء کے طعام و قیام کا
بہترین نظم لائق و فائق اساتذہ کی تقرری درس و تدریس پر خصوصی
توجہ اور منظر اسلام کے دستور و ضوابط پر سختی کے ساتھ عمل نے اس
کے مقام کو اور بھی ارفع و اعلیٰ کر دیا ہے اللہ عزوجل ان کے سایۂ
عاطفت کو عرصۂ طویل تک قائم رکھے منظر اسلام جو ایک تناور درخت
کی حیثیت رکھتا ہے ان کی آبیاری سے ہمیشہ سر سبز و شاداب اور
پھولتا پھلتا رہے اور اس کی خوشبو سارے عالم کے مسلمانوں کے دل
و دماغ کو معطر کرتی رہے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

منظر اسلام

اپنے دورِ قیام کی اہم ضرورت

تحریر: مولانا جلال الدین قادری ، کھاریاں

منظر اسلام بریلی کے قیام کی ضرورت اور اہمت کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دور قیام کے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی حالات کا جائزہ مدنظر ہو۔ اس کے لئے درج ذیل چند سطور کا مطالعہ ان شاء اللہ معاون ہوگا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ رستاخیز میں ہندوستانیوں کو بالعموم اور اسلامیان ہند کو بالخصوص عظیم شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت اور اقتدار ختم ہوا۔ سفید فام سیاہ دل انگریز نے یہاں کے باشندوں پر جو مظالم کئے ان کا اصل نشانہ مسلمان تھے۔ چونکہ مسلمانوں سے حکومت چھینی گئی تھی اس لئے قدرتی طور پر انہیں ہی ظلم و ستم کا نشانہ بننا تھا، سو ایسا ہی ہوا۔ جہاد آزادی میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ فتویٰ جہاد کی اشاعت کے ساتھ میدان کارزار میں بھی وہ عملاً شریک ہوئے۔ انگریز کے غاصبانہ تسلط کے بعد علماء کا وجود ان کے لئے سب سے بڑا کانٹا تھا سو علماء اسلام میں سے اکثر کو تختہ دار پر چڑھا کر شہید کیا گیا۔ بعض کو عبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور وہیں وہ مصائب و آلام برداشت کرتے ہوئے جاں بحق ہوئے۔ ان کے املاک ضبط ہوئے۔ مدارس، مساجد اور خانقاہوں کے اوقاف ضبط کر لئے گئے۔ علمی ذخائر و کتابوں کو لوٹ لیا گیا۔ بعض علمی ذخائر جلا دیئے گئے، نوادرات علمیہ کو برعظیم سے باہر منتقل کر دیا گیا۔ اس طرح علماء اسلام کو مالی، معاشی معاشرتی اور علمی طور پر بے دست و پا اور محروم الحال کر دینے کی ہر مذموم کوشش کی گئی۔ (۱)

جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد علمائے حق پر ایک اور وار ہوا یہ وار پہلے وار سے شدید تھا۔ ہوا یوں کہ علمائے سوء نے مشکل حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی بجائے حالات سے صلح کر لی اور مصلحت کوشی کا راستہ اختیار کیا۔ حاکمانِ وقت جابر، غاصب انگریز سے وفاداری کا رویہ اپنا لیا بلکہ خوشامد کا وہ رویہ اختیار کیا جسے تاریخ عالم کا المناک باب اور حیرت انگیز باب قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ غاصب حکمرانوں کی وفاداری، وفاشعاری اور اطاعت گزاری کے لئے ان علمائے سوء نے (العیاذ باللہ) قرآن مجید کی آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ کی ایسی تاویلات کیں جو گمراہی، بے دینی اور کفر سے کم نہ تھیں۔ انگریزوں کی حمایت و نصرت کے ثبوت کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر آیات و احادیث کی دور از کار تاویلاتِ فاسدہ کیں (۲)۔ ظالموں کے لئے قصائد پڑھے جانے لگے (۳)۔ کتابیں لکھی گئیں، مضامین کا انبار لگ گیا۔ خوشامدی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دھن میں اپنے ناپاک کارنامے گنوانے لگے (۴)۔ انگریز کی ناپاک جوتیوں کو

چاٹنے کوفخر دین وایمان بنایا جانے لگا۔ اس سے اسلامی غیرت ملی کا جنازہ نکل گیا(۵)۔ ایک خوشامدی کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو، کس طرح حقائق کومسخ کیا گیا ہے:

"یہ بات سچ ہے کہ ہم نے ہندوستان میں کئی صدیوں تک شاہنشاہی کی، یہ بھی سچ ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کی شان وشوکت کو بھول نہیں سکتے لیکن اگر یہ خیال کسی شخص کے دل میں ہو کہ ہم مسلمانوں کو انگلش فیشن کے ساتھ اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری جگہ ہندوستان کی حکومت حاصل کی، کچھ حسد ورشک ہے تو وہ خیال محض بے بنیاد ہوگا۔ وہ زمانہ، جس میں انگریزی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی ایسا زمانہ تھا کہ بیچاری انڈیا بیوہ ہو چکی تھی۔ اس کو ایک شوہر کی ضرورت تھی اس نے خود انگلش فیشن کو اپنا شوہر بنانا پسند کیا تھا، تا کہ گاسپل کے عہد نامہ کے مطابق وہ دونوں مل کر ایک تن ہوں"(۶)

جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کا معرکہ ٹھنڈا ہوا تو مختلف شہروں میں تعلیمی ادارے قائم ہونے لگے۔ فروغ علم کی تحریک چلنے لگی بعض ادارے علوم اسلامیہ کی اشاعت وتدریس کے بنے اور بعض میں جدید علوم کے ساتھ غیر ملکیوں کی زبان انگریزی کی تدریس و اشاعت شامل کی گئی۔ ظاہر ہے کہ علوم خواہ قدیم ہوں یا جدید، عربی، فارسی اردو ہو یا انگریزی۔ ہر علم پڑھنے اور پڑھانے پر کوئی قدغن نہیں اور نہ اسے معیوب سمجھا جا سکتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس پر کوئی اعتراض نہیں---- ہر طرف علم وفن کی اشاعت کے چرچے ہونے لگے۔ مدارس، کلیات اور جامعات بننے لگے۔ ان سے تعاون کے لئے عوامی سطح پر چندہ جمع ہونے لگا۔ عوامی دلچسپی بڑھنے لگی۔ درس وتدریس کے ایک طرف چٹائی والے مدارس قائم ہوئے جن میں قرآن وحدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی تدریس کے مصارف کوڑیوں میں تھے۔ دوسری طرف عظیم الشان عمارات میں امارت کے نشان قائم ہونے لگے۔ اس کی تدریس پر لاکھوں کے مصارف ہونے لگے۔ اگر ان تعلیمی اداروں میں مقصد تعلیم صرف جہالت کو دور کرنا اور صحیح اسلامی روح سے متعارف کرانا ہوتا، اگر مقصد صرف اتنا ہوتا کہ مسلمان اپنی تہذیب وتمدن کو اپنا سکیں اور بحیثیت مسلمان زندہ رہ سکیں، اگر مقصد صرف اتنا ہوتا کہ مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو بازیاب کرانے کی طرف متوجہ ہوں، اگر مقصد صرف اتنا ہوتا کہ کس حوالہ سے اپنی غلامی کی زندگی کو خیر باد کہہ کر آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں---- تو ان اداروں کی تعلیم و تدریس اور تربیت پر کسی صاحب نظر کو اختلاف نہ ہوتا۔ کوئی صاحب علم ودانش ان کی مخالفت نہ کرتا۔ ہر اہل حق ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر طرح سے امداد واعانت پر آمادہ ہوتا---- مگر انتہائی دکھ اور تاسف سے یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ اہل نظر و بصیرت نے ایسے اداروں کے قیام پر اپنے خدشات کا اظہار کیا جن کے مقاصد کے الفاظ اور معانی میں تضاد تھا۔ جو کچھ کہا جانے لگا غرض اس کے سوا کچھ اور تھی۔ ان اداروں کے بانیوں نے الٹا اتنا شور مچایا کہ حقیقت کا معلوم کر لینا آسان نہ رہا۔ مخالفین پر بڑا الزام یہ تھا کہ یہ لوگ علم کے فروغ کے نہ صرف دشمن ہیں بلکہ خود جاہل ہیں۔ طبقہ جہلاء کی نمائندگی کر رہے ہیں۔(۷)

آیئے ہم اس اجمال کو تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں تا کہ صورتِ حال واضح ہو اور مغالطوں کے دبیز پردے چھٹ کر حقیقت سامنے آئے۔

مولانا سید محمد عابد حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے محرم الحرام ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی(۸)۔ مولوی

محمود کا تقرر بحیثیت مدرس ہوا۔ درج ذیل حضرات مجلس مشاورت کے ارا کین نامزد ہوئے۔ انکا تقرر ان کے شیخ طریقت میاں راج شاہ قادری سے اظہار تعلق کی خاطر عمل میں لایا گیا۔(۹)

...... مولوی محمد قاسم نانوتوی ...... مولوی فضل الرحمٰن ...... مولوی ذوالفقار علی ...... مولوی مہتاب علی ...... منشی فضل حق ......

مولانا حاجی سید محمد عابد حسین اہل شوریٰ کے سرپرست اور مہتمم مدرسہ مقرر ہوئے۔ حاجی محمد عابد حسین کی شخصیت دیوبند کے علاقہ میں بڑی مقتدر تھی۔ مذہبی اور روحانی اعتبار سے انکا پایہ بہت بلند تھا۔ باشدگان دیوبند ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اس لئے مدرسہ کے قیام اور اس کی تعمیر وترقی کے سلسلے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ حاجی محمد عابد حسین کی خوبیوں کا اعتراف مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے ان الفاظ سے کیا:

"مدرسہ دیوبند کو سلطان روم بھی بغیر حاجی محمد عابد صاحب کی مدد کے نہیں چلا سکتا حاجی سید محمد عابد حسین، قادری چشتی سلسلہ میں حضرت میاں راج شاہ سے مجاز و ماذون تھے۔ صاحب تقویٰ تھے۔ انہیں معمولات پر کاربند تھے جو مشائخ طریقت اور علمائے اہل سنت میں مقبول ورائج ہیں۔ میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے تھے۔ بزرگان دین کی نذرونیاز کرتے۔(۱۱)

حاجی صاحب ممدوح کے پیش نظر اس درس گاہ کو عظیم دینی دارالعلوم بنانا تھا۔ بطور مہتمم جس تقویٰ، امانت، دیانت، اعتدال پسندی، حق پروری، حق پسندی اور مسلک حق سے وابستگی کی ضرورت تھی وہ آپ میں موجود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوششوں سے دارالعلوم کی تعمیر میں اس دور میں ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم صرف ہوئی۔ دارالعلوم کی زمین کا بیع نامہ آپ کے نام سے ہوا۔(۱۲) حاجی محمد عابد حسین علیہ الرحمہ نے دارالعلوم دیوبند کو اس لئے قائم کیا کہ اس سے دین حق کی ترویج ہو، اسلامی علوم وفنون کی تدریس ہو، اسلامی اقدار کا تحفظ ہو، مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کی صورت نکل آئے---لیکن۔

اے بسا کے آرزو خاک شدہ

حاجی صاحب ممدوح کے خلوص اور للّٰہیت کے برعکس ادارہ سے وابستہ دیگر حضرات کچھ اور کھیل کھیل رہے تھے۔ دیگر حضرات نے در پردہ حاجی صاحب کے مقاصد کو پس پشت ڈال کر دارالعلوم کو انگریزی حکومت کے منشا اور اس کی رضا کی خاطر چلانا چاہا اور اس کے لئے انہوں نے باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبے پر عمل شروع کردیا تو حاجی محمد عابد حسین کی للّٰہیت نے ان کا ساتھ دینا گوارہ نہ کیا---اس طرح حاجی محمد عابد حسین نے دارالعلوم سے اپنا تعلق ختم کرلیا۔(۱۳)

حاجی سید محمد عابد حسین چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم اہل سنت پر دیوبندی علماء نے جس منصوبہ سے قبضہ کیا نیز ان کے اس قبضہ کے اغراض کیا تھے اس کے لئے اس دور کا جائزہ لئے بغیر بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ آگے بڑھنے سے پہلے چند سطور میں اس کا اجمال پڑھ لیں۔

☆ ...... مولوی محمود الحسن دیوبندی کے والد مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (م۱۹۰۴ھ) ایک عرصہ تک انگریز کی ملازمت بطور مدرس بریلی کالج کرتے رہے پھر ڈپٹی انسپکٹر مدارس بنادیئے گئے۔ اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

☆ ...... مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے والد مولوی فضل الرحمٰن دیوبندی (م۱۸۹۱ء) بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

☆ .... مدرسہ دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولوی یعقوب علی بھی انگریزی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ یہ مولوی مملوک علی کے صاحبزادے تھے۔ بنارس، بریلی اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر رہے۔ اجمیر کالج میں بھی پڑھاتے رہے (۱۴)۔ مولوی یعقوب علی دیوبندی کی انگریزی حکومت سے وفاداری اور اطاعت شعاری کو اہل حدیث عالم مولوی عبدالخالق قدوسی نے بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا:

''قیام مدرسہ (دیوبند) کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا وہ مولانا مملوک علی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانا توی تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ بزرگ بھی ۱۸۵۷ء کے وقت اسی عہدہ (ڈپٹی انسپکٹر) پر فائز تھے'' (۱۵)

یہ حضرات انگریز کے بھی خواہ تھے۔ اپنی وفاداری کے باعث انگریزی حکام کی نظروں میں محبوب بن چکے تھے۔ اپنے اس کامیاب تجربہ کی روشنی مین اس مدرسہ میں محبوب بن چکے تھے۔ اپنے اس کامیاب تجربہ کی روشنی میں اس مدرسہ کو اسی روش پر لے جانا چاہتے تھے جو انگریز حکومت کی عین منشا کے مطابق تھا۔ (۱۶)

انگریزی حکومت نے اپنے وظیفہ خوار مولویوں کی کارکردگی خفیہ طور پر معائنہ کی جس سے انہیں اطمینان ہوگیا کہ جس مقصد کے لئے ہمارے یہ وفادار، وظیفہ خوار مولوی مدرسہ چلا رہے ہیں اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ ہمارا مقصد حاصل ہورہا ہے یا نہیں دیوبندی مکتبہ فکر کے عظیم دانشور پروفیسر محمد ایوب قادری کی زبانی یہ کہانی سنیے:

''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱ رجنوری ۱۸۷۵ء بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر جان اسٹریچی کے ایک خفیہ معتمد مسٹر جان پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہورہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کررہا ہے''

یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکا ہے'' (۱۷)

اس رپورٹ پر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم، دہلی بڑے محتاط انداز میں تبصرہ کرتے ہیں:

''یہ واضح رہے کہ مدرسہ (دیوبند) سے وابستہ علمائے کرام کا مقصد اگر خالص اشاعت دین حق ہوتا تو برٹش گورنمنٹ کے زیر اہتمام اس کے خفیہ معائنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ اس معائنہ سے تو اس رچی ہوئی سازش کا پتہ چلتا ہے جو ان علمائے کرام اور برٹش گورنمنٹ کے باہم سمجھوتے سے عمل میں آیا تھا'' (۱۸)

جب انگریز نواز فکر و نظر کے حامل علماء نے مدرسہ دیوبند میں قدم جمالئے تو مدرسہ دیوبند کے بانی حضرت حاجی سید محمد عابد حسین مدرسہ سے کنارہ کش ہوگئے۔ انکے مستعفی ہوتے ہی مدرسہ کی باگ ڈور پوری طرح مولوی محمد قاسم اور انکے رفقاء کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس طرح نظریاتی جنت میں انگریز نواز علماء کی مخالفت کا خدشہ دور ہوگیا اب وہ پوری طرح اپنے مقصد میں آزاد تھے ----

[ان]گریز کا مقصد، ظاہر ہے اسلام دشمنی ہے، وہ تعلیم کے بہانے اپنا [مقص]د پورا کر رہا تھا۔

اس نظریاتی جنگ کی ''عکس بندی'' علامہ سید انظر شاہ [ا]ستاد دارالعلوم دیوبند نے ان الفاظ میں کی ہے:

''میرے نزدیک اس کی واقعیت صرف اتنی نہیں کہ عمارت کے مختصر یا وسیع کرنے پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا، جیسا کہ میں اپنے بزرگوں سے برابر سنتا رہا ہوں، مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ آویزش خالص ''نظریاتی جنگ'' تھی میں تفصیلات میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب ہے لیکن اپنے علم ومطالعہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند حضرات حاجی عابد حسین المغفور رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت بن رہا تھا وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا جس کا تعارف اور شہرت عالم اسلامی سے گزر کر اقصائے عالم میں پہنچ چکی ہے'' (۱۹)

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے اولین برسوں کی داستان ذرا لمبی ہوگئی ہے مگر اس طوالت میں ہم معذور ہیں۔ اس اجمالی طوالت کے ذریعے ہی قابضان دارالعلوم کے عزائم کھلتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ حضرات نے اب تک انگریزی مفادات کا تحفظ کیا ہے۔ انتہائی دکھ کے ساتھ اس تاریخی حقیقت کو بیان کرنا ضروری ہے کہ براعظم پاک وہند میں فرقہ بندی کی ابتدا دارالعلوم سے وابستہ علماء نے کی ہے۔ تاریخ کا طالب علم اسے بخوبی جانتا ہے۔ دارالعلوم سے وابستہ حضرات کی پالیسی کا تسلسل ابھی تک قائم ہے۔ ہندو مسلم متحدہ قومیت کا نعرہ انہی حضرات کی ایجاد تازہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ میں متعصب ہندو وزیر اعظم اندرا گاندھی کو صدارت کے لئے دعوت دے کر اسی پالیسی کا اعادہ کیا ہے۔

اس المناک داستان کو یہیں چھوڑ کر ہم ذرا آگے بڑھتے ہیں۔ انگریز نواز علماء کے ہاتھوں بریلی میں قائم ہونے والی ایک دینی درس گاہ کا انجام دیکھتے ہیں۔

حضرت مولانا نقی علی خان (والد ماجد امام احمد رضا) قدس سرہما نے بریلی کے اکابر وعمائد کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ''مصباح التہذیب'' ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ باشندگان شہر کہنہ (بریلی) نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا (۲۰)۔

''مصباح التہذیب'' کے سب سے پہلے مہتمم مولانا مرزا غلام قادر بیگ تھے۔ (۲۱) مدرسہ مصباح التہذیب میں اہل سنت و جماعت کے مسلک پر تعلیم جاری تھی کہ مولوی محمد احسن نانوتوی نے عقائد اہل سنت کے خلاف امکان نظیر کے مسئلہ کو ہوا دی جس سے علماء میں زبردست اختلاف پیدا ہوے۔ (۲۲)

مولوی محمد احسن نانوتوی انگریزی گورنمنٹ کے ملازم تھے۔ علمائے اہل سنت اور دیوبندی علماء کے درمیان اختلافات کی بنیاد رکھنے میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ان ہی کے ایماء پر ''تحذیر الناس'' ایسی کتاب لکھی گئی جس میں سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کی نفی کی گئی (۲۳)۔ اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مدرسہ ''مصباح التہذیب'' میں تحذیر الناسی' عقائد کو مسلط کر کے مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ اور ان کے رفقاء کو مدرسہ سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ ان حضرات کے پیش نظر خلوص وللّٰہیت سے اسلامی علوم کی ترویج و تدریس تھی۔ کوئی ذاتی غرض اور نمود ونمائش نہ تھی۔ اس لئے اہل

سنت کے یہ علماء مدرسہ مصباح التہذیب سے الگ ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ختم ہوگیا۔(۲۴)

مدرسہ ''مصباح التہذیب'' تحذیر الناسی عقائد کی بھینٹ چڑھا۔ مولوی احسن نانوتوی باوجود کوشش کے اس کو جاری نہ رکھ سکے اور اپنی بات پالنے کے لئے ایک نیا مدرسہ مصباح العلوم قائم کیا اس کا افتتاح اپنے ہم عقیدہ اور ہم وطن مولوی محمد قاسم نانوتوی (مصنف تحذیر الناس) سے کرایا۔(۲۵)

یاد رہے عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے برعظیم میں اس عقیدہ کا انکار انگریز نواز علماء نے کیا اور تحذیر الناس میں امکان اجرائے نبوت کا دعویٰ کیا اور انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی نے اس امکان کو وقوع میں بدل ڈالا۔ یہ سب کچھ انگریزی گورنمنٹ کی حمایت میں ہوا۔ تاریخ کی اس دل خراش حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔(۲۶)

دارالعلوم دیوبند اور مصباح العلوم بریلی کا حال آپ نے پڑھ لیا۔ اب ذرا دیگر مدارس انبیہٹہ سہارنپور اور گنگوہ وغیرہ کا حال بھی پڑھ لیجئے۔ تاکہ آپ جان سکیں کہ یہ مدارس بھی انگریز نواز پالیسی کا تسلسل ہیں۔ سرسید احمد نے لکھا:

''ہمارے مدرسہ انبیہٹہ اور ضلع کے کل مدارس دیوبند، سہارنپور اور گنگوہ کو بڑی تسلی ہے کہ یہ سب مدرسے اس مدرسۃ العلوم مسلمانان (علی گڑھ) سے، جس کے قائم کرنے کی کوشش ہورہی ہے، مستفیض ہوں گے۔ گویا علیگڑھ ہمارے مدرسوں کے طلبہ کا قصر امید ہے''(۲۷)

ان مدعیان علم نے انگریز کی رضاجوئی کے لئے بڑے جتن کئے۔ ذرا ایک جھلک ملاحظہ ہوں:

''۲۴ رمئی ۱۸۷۵ء جو کہ ملکہ معظمہ (وکٹوریہ) کی سالگرہ کا دن تھا۔ مدرسہ (علی گڑھ کالج) کے افتتاح کی تاریخ قرار پائی۔ تاریخ مذکور پر سرسید بھی بنارس سے علی گڑھ آگئے اور ایک جلسہ میں، جس کے صدر انجمن مولوی کریم مرحوم ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ تھے۔ رسم افتتاح عمل میں آئی اور یکم جون ۱۸۷۵ء سے جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہوگئی''(۲۸)

''تحذیر الناسی'' عقائد کے علماء نے مدارس اہل سنت و جماعت پر جس طرح قبضہ کیا اس طرح بعض مساجد اہل سنت و جماعت بھی ان کی یلغار سے محفوظ نہ رہیں۔ تاریخ کا طالب علم اگر اس پہلو پر تحقیق کا آغاز کرے تو حیرت انگیز انکشافات سامنے آئے گیں۔(۲۹)

اسی دور میں فروغ تعلیم کی ایک اور تحریک چلی۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ قدیم اسلامی تعلیم کا نصاب حالات کے تقاضوں کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ اس کی اصلاح کے ساتھ جدید تعلیم کو اس میں جگہ دی جائے۔ تاکہ دینی اور دنیوی تعلیم یکجا ہوجائے یہ مقصد کسی حد تک قابل تعریف تھا۔ لیکن اندرون خانہ کچھ اور ہی ملحوظ تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابتداء میں اس کے خوش نما نعرہ کے پیش نظر بہت سے جید علمائے کرام اس میں شامل ہوئے۔ مگر جب ان پر اندرونی حالات منکشف ہوتے گئے یہ حضرات اس سے الگ ہوتے گئے۔ نوبت بایں جا رسید۔ کہ سوائے چند ایک کے، اس کے بانی ارکان بھی اس سے جدا ہوگئے۔ یہ تحریک ندوۃ العلماء کے نام سے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں قائم ہوئی۔ اس مذہبی و تعلیمی تنظیم کا مرکز مدرسہ فیض عام کانپور تھا۔ ندوہ کا قیام بظاہر تو بڑا خوش آئندہ تھا لیکن درون خانہ یہ جلد ہی مختلف النوع مذہبی اختلاف کا گڑھ بن گیا۔ ندوہ کے اجلاسوں میں غیر مقلدوں، رافضیوں اور نیچریوں

نے نہ صرف بڑی تعداد میں شرکت کی بلکہ اتحاد بین المسلمین کے نعرے کا سہارا لیکر ندوہ پر قبضہ کرلیا اور ندوہ کے پلیٹ فارم کو اپنے عقائد کے پرچار کے لئے استعمال کرنا شروع کیا--- اس سے مذہبی اختلاف بڑھا اور تفرقہ بازی کو ہوا ملی۔(۳۰)

مذہبی اختلافات کو ہوا دینے اور ان کی سرپرستی کرنے کے ساتھ غاصب انگریز حکمرانوں کی مدح سرائی ندوہ کے مقاصد میں شامل تھا۔ اس پر پوری طرح عمل ہوا۔ حکمرانوں کے قصائد پڑھے جانے لگے۔ ایک جھلک ملاحظہ ہو:

گورنمنٹ وکٹوریہ شاد بادا
دلش خرم و ملکش آباد بادا

فلک پر ہیں جب تک ستارے چمکتے
زمیں پر ہیں جب تک جگنو چمکتے

رہے لارڈ الگن کا اقبال یاور
مدارج ہوں لیفٹیننٹ صاحب کے برتر(۳۱)

برسرِ ما ظلِ عدالت نما
قیصرۂ ملکۂ وکٹوریہ(۳۲)

مزید برآں ندوہ کی تعلیم میں تقدس اور تقویٰ کا عنصر مفقود تھا۔ طلبہ کی وضع قطع اسلامی درس گاہ کے طلبہ سے قطعاً مختلف تھی بلکہ خود ان کے اساتذہ اور مہتمم (جن میں علامہ شبلی بھی شامل ہیں) مذہبی پابندیوں سے آزاد اور آزاد خیال تھے۔(۳۳) غیر منقسم

ہندوستان میں جہاد آزادی کے بعد انگریزوں کی غارت گری کے نتیجہ میں تعلیمی انحطاط کے دور میں جو مدارس قائم ہوئے ان میں سے بعض کا حال آپ نے پڑھ لیا۔ بظاہر ان مدارس اسلامیہ میں قرآن و حدیث اور دیگر علوم کی تعلیم جاری ہوئی مگر غرض انگریز کی خوشنودی تھی ان مدارس کے ذریعے ایسے افراد تیار کرنا مقصود تھا جو انگریزی وفاداری کو مزید استوار کرسکیں۔ ہر ذی شعور یہ جانتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم سے جہالت بھلی ہے۔ مگر جہالت ہر طرح سے ناپسندیدہ ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ برعظیم کے مرکزی علاقہ میں ایک ایسی درس گاہ قائم ہو جس کے اثرات پورے ملک پر ہوں جو مذکورہ بالا تمام عیوب سے پاک ہو اور اس کا مہتمم اور اس کے اساتذہ عمدہ شہرت کے ساتھ ساتھ خلوص، للّٰہیت، لگن محنت اور دل سوزی کے جذبات سے سرشار ہوں۔ قدرت نے اس کے لئے بریلی کی سرزمین کا انتخاب کیا۔ اس سرزمین سے اٹھنے والی ہر تحریک کا اثر پورے ملک پر ہوتا تھا(۳۴)۔ مہتمم اور بانی کے طور پر امام المحدثین عمدۃ المتکلمین زبدۃ العلماء الراسخین امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کو منتخب فرمایا، جن کا علمی رسوخ عرب و عجم میں مسلم تھا، جس کے اخلاص و للّٰہیت کے قسم کھائی جاسکتی تھی جس کی دین حق سے وابستگی ایک معیار تھا، جو مرجع علمائے اعلام تھا، جو اپنے تلامذہ پر باپ سے زیادہ شفیق و مہربان تھا، جو یہود، ہنود، نصاریٰ اور ہر بے دین کے لئے تیغ براں تھا، جو اپنے متنوع علوم کو خدمت دین اور محبت و تعظیم مصطفیٰ علیہ السلام کا خادم سمجھتا تھا، جو اپنی علمی توانائیاں عظمتِ مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے وقف کرچکا تھا۔ جس کا مطمع نظر دین حق کی سربلندی تھا، جو انگریزی تسلط کا سب سے زیادہ دشمن تھا جس کی تعلیم و تربیت کا اثر یہ تھا کہ اس کی بارگاہ کی حاضری دینے والے بھی صحیح العقیدہ بن چکے تھے، جس کو دیکھنے سننے والے سچے

عاشق مصطفیٰ ﷺ بن چکے تھے، جس کی تعلیم و تربیت سے تلامذہ امت مرحومہ کے امام بنے، محدث بنے، فقیہ بنے، مصنف بے مثال بنے، سلطان الواعظین بنے، غرضیکہ وہ تعلیم و تربیت کا امام تھا۔ اس کے مقدس ہاتھوں عالم اسلام کے ممتاز جامعہ ''منظر اسلام'' کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ اسی کے اخلاص و تقویٰ کی برکت ہے کہ یہ جامعہ آج صد سالہ جشن منا رہا ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ و کرمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم و بارک وسلم ''منظر اسلام'' کی تقریب بنیاد یوں ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین خام سرائی دیوبندی نے اہل سنت کے روپ میں مصباح العلوم بریلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اس مدرسہ میں ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری بطور طالب علم زیر تعلیم تھے وہ امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے تھے۔ ان ہی کے ذریعے یہ بات کھلی کہ مولوی غلام یٰسین در پردہ دیوبندی ہے۔ مولانا ظفر الدین نے امام احمد رضا کے برادر خورد مولانا حسن رضا اور خلف اکبر مولانا حامد رضا کو ہم خیال کر کے حضرت حکیم سید محمد امیر بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا کہ امام احمد رضا، سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حضرت حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخوست پیش کی۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی گوناگوں تصنیفی مصروفیات اور تحریر فتاویٰ کی وجہ سے معذرت کر لی۔ اس پر حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا۔ امام احمد رضا نے دریافت فرمایا، وہ کیوں کر؟ حکیم موصوف نے فرمایا کہ آپ اہل سنت کا مدرسہ قائم نہیں کرتے۔ اس لئے امام احمد رضا نے فرمایا: میں اپنی بے پناہ تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا۔ ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں آپ تائید فرمادیں--- امام احمد رضا نے اپنی تائید کا اظہار فرمادیا۔ جناب رحیم یار خاں کے مکان پر مولانا محمد ظفر الدین اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی، دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ہوا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بخاری شریف کے درس سے مدرسہ کا افتتاح کیا۔ منظر اسلام مدرسہ کا تاریخی نام (۱۳۲۲ھ) مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا(۳۵)۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس جامعہ منظر اسلام کی بنیاد رکھی اس نے تعلیمی مقاصد کو احسن انداز میں پورا کیا۔ جس طرح امام احمد رضا مرجع علماء تھے، برعظیم پاک و ہند و بنگلہ دیش کے ہر گوشہ کے طلبہ کے علاوہ عرب و عجم، افریقہ، بغداد، افغانستان، روس اور دیگر ممالک سے طلبہ نے منظر اسلام میں آ کر اپنی علمی پیاس بجھائی۔ منظر اسلام کے اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا فیض تھا یہ حضرات خود علم کا مینار اور مرکز بنے۔

یہ کیسا حسین اتفاق ہے کہ ''منظر اسلام'' کو امام احمد رضا قدس سرہ جیسا مہتمم اور شیخ الجامعہ ملا، جس کا علم و عرفان اور عشق مصطفیٰ ﷺ ایک معیار تھا۔ امام احمد رضا کے علم و عرفان اور عشق مصطفیٰ کی دولت سے منظر اسلام کو وہ عروج نصیب ہوا جو اس جیسے اداروں کے لئے قدرت کی طرف ودیعت تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی بدولت منظر اسلام اسم بامسمیٰ بن گیا۔

مولیٰ کریم جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ اور محبوب بندوں کے طفیل اسے روز بروز ترقی عطا فرمائے اور اس کا فیض قیام قیامت تک باقی رہے۔ آمین۔

⇦⇦⇦
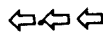
حواشی وحوالے

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

الف: کمپنی کی حکومت، مصنفہ باری، مطبوعہ مکتبہ اردو، لاہور، ۱۹۴۴ء بارسوم

ب: باغی ہندوستان، مولفہ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مترجم عبدالشاہد خاں مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، دوم ۱۹۷۴ء

ج: ۱۸۵۷ء جہاد آزادی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ کراچی، باراول

د: تاریخ روہیل کھنڈ معہ تاریخ بریلی، مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، مطبوعہ مہران اکیڈمی کراچی۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

الف: تفسیر القرآن از سرسید احمد خاں، مطبوعہ ۱۲۹۶ھ تا ۱۳۰۹ھ

ب: رسالہ طعام اہل کتاب از سرسید احمد خاں، مرتبہ ۱۲۸۵ھ

ج: حیات جاوید از الطاف حسین حالی، شائع کردہ انجمن ترقی ادب (ہند) ۱۹۳۹ء دہلی۔

(۳) الف: ستارہ قیصری، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ قادیان

ب: سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء مطبوعہ کانپور ۱۳۱۲ھ

(۴) الف: تذکرۃ الرشید، مصنفہ عاشق علی میرٹھی، مطبوعہ کراچی

ب: حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، مطبوعہ دہلی

(۵) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں

الف: مخزن احمدی، مصنفہ سید محمد علی، مطبوعہ مفید عام آگرہ۔

ب: سرگزشت حجاز، مطبوع لکھنؤ ۱۳۴۵ھ

ج: حیات شبلی، مصنفہ سلیمان منصورپوری، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء

د: خطبات سلیمانی، شائع کردہ مسلمان کمپنی سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ) ۱۹۷۲ء

ہ: شبلی نامہ، مصنفہ محمد اکرام

و: مقالات سرسید، حصہ نہم، مجلس ترقی ادب، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

(۶) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۹ء، جلد دوم، ص ۴۲۔

نوٹ: جب غیرت ملی رخصت ہوجائے تو اس طرح کی ناپاک تشبیہات ہی نوک قلم پر جاری ہوتی ہیں۔ وطن کو 'بیوہ' بنا کر اس کے لئے غیر کفو غیر مسلم شوہر تلاش کرنا یقیناً باز احسن میں بھی ناپسند ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۷) ملاحظہ ہوں: الف: فاضل بریلوی کا حافظہ، مولفہ انوار احمد، شائع کردہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور۔

(۸) الف: تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۵۵

ب: ماہنامہ الرشید، ساہیوال، مجریہ فروری، مارچ ۱۹۷۶ء ص ۱۳۷۔

ج: تذکرۃ العابدین، مصنفہ نزیر احمد دیوبندی، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء، ص ۷، ومابعد/ بحوالہ: ماہنامہ جہان رضا، فروری، مارچ، اپریل ۹۸ء۔

(۹) صوفیائے میوات، مولفہ محمد حبیب الرحمٰن میواتی، ص ۵۲۱

(۱۰) سوانح قاسمی، مصنفہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، ص ۲۵۳

نوٹ: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ہمدرد یونیورسٹی دہلی نے اپنے وقیع مقالے ''دارالعلوم دیوبند کا اصل بانی کون؟'' میں پختہ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا حاجی سید محمد عابد حسین قادری چشتی علیہ الرحمہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں: ''ماہنامہ جہان رضا'' لاہور، مجریہ اپریل مئی ۱۹۹۸ء، مزید وضاحت حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی، صاحبزادہ محمد الیاس، قادری فاضلی (ملکوال ضلع گجرات) اور جناب طارق سلطان پوری (حسن ابدال) نے اپنے مضامین میں کی۔ اس حیرت انگیز انکشاف پر مثبت ردعمل کیا گیا۔ ماہنامہ جہان رضا، لاہور، مجریہ اگست ۱۹۹۸ء۔

(۱۱) ماہنامہ البلاغ، کراچی مجریہ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ، ص ۴۹، مضمون سید انظر شاہ استاد دارالعلوم دیوبند۔

(۱۲) تذکرۃ العابدین، مصنفہ مولوی نذیر احمد علی دیوبندی، ص ۴۳، ۷۷، مزید تفصیل: ''ماہنامہ'' جہان رضا''، لاہور، مجریہ مارچ اپریل ۱۹۹۸ء، میں ملاحظہ ہوں۔

(۱۳) تذکرۃ العابدین، مرتبہ مولوی نذیر احمد دیو بندی، ص ۶۷۔

(۱۴) مولانا محمد احسن نانوتوی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ جاوید پریس، کراچی، بار اول ۱۹۶۶ء، ص ۳۸، ۱۹۲۔

(۱۵) مولانا محمد احسن نانوتوی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۲۱۷

(۱۶) دارالعلوم دیو بند کا اصل بانی کون تھا؟، از: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی۔ جہان رضا لاہور مجریہ، مارچ، اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۵۸۔

(۱۷) اخبار انجمن پنجاب، لاہور، مجریہ ۱۹ فروری، ۱۸۷۵ء/ بحوالہ، تاریخ صحافت اردو، جلد دوم (حصہ اول) از مولانا امداد صابری مطبوعہ دہلی سال طباعت ندارد، بحوالہ: مولانا محمد احسن نانوتوی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۲۱۷۔

(۱۸) ماہنامہ جہان رضا، لاہور، مجریہ مارچ، اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۶۰

نوٹ: اس سلسلہ میں مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری کا تبصرہ پڑھنے کے لئے ''فیضان امام ربانی'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۷۸ کا مطالعہ کریں اور حقیقت حال سے واقفیت حاصل کریں۔

(۱۹) ماہنامہ البلاغ کراچی، مجریہ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ، ص ۴۹، بحوالہ ماہنامہ جہان رضا، لاہور، مجریہ مارچ، اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۶۱، ۶۲

(۲۰) الف: حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول) مصنفہ مولانا ظفر الدین بہاری، مطبوعہ کراچی، بار اول، ص ۲۱۱۔

ب: تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی، مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں (تقدیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی) مطبوعہ مہران اکیڈمی کراچی، بار اول ۱۹۶۳ء، ص ۲۵۷)

ج: مولانا محمد احسن نانا توی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ جاوید پریس کراچی، بار اول ۱۹۶۶ء، ص ۸۲

نوٹ: پروفیسر محمد ایوب قادری مدرسہ مصباح التہذیب کے بانی کے طور پر بلاوجہ مولانا نقی علی خاں کا انکار کیا ہے۔

(۲۱) مولانا محمد احسن نانوتوی، مولفہ پروفیسر محمد ایوب قادر، ص ۹۲۔

نوٹ: مولانا مرزا غلام قادر بیگ سنی عالم دین تھے۔ عمر بھر درس و تدریس میں بسر کی۔ امام احمد رضا بریلوی نے درسیات کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں۔

(۲۲) امکان نظیر اور امتناع نظیر کے مسئلہ کو جاننے اور اس فتنہ کی آگاہی کے لئے ملاحظہ ہوں۔

الف: تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال (۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) مطبوعہ بہارستان لکھنؤ۔

ب: امتناع النظیر، مصنفہ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی

ج: تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ، مصنفہ مولانا فضل مجید بدایونی

د: قوم الفصیح، مصنفہ مولوی فصیح الدین بدایونی،

ح: فتاویٰ بے نظیر در نفی آنحضرت بشیر ونذیر

و: قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، مولفہ شیخ محمد تھانوی۔

نوٹ: سنی اور دیو بندی اختلاف کی ابتدا کو پروفیسر محمد ایوب قادری کی زبانی سنیے:

''یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ میں علمائے بریلی اور بدایون نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔ بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بدایونی بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے۔ یہی بریلی اور دیو بند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا''

(۲۳) پروفیسر محمد ایوب قادری نے اس دور کے اختلافات اور واقعات کو اپنی تالیف مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی (ص ۸۱ و مابعد) میں بیان کر دیا ہے۔

(۲۴) مولانا محمد احسن نانوتوی، مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۸۶

(۲۵) الف: مولانا محمد احسن نانوتوی، مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۸۳

ب: تاریخ روہیل کھنڈ مصنفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، ص: ۲۵۷

ج: حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا ظفر الدین بہاری، ص ۲۱۱

(۲۶) اجرائے نبوت کے امکان کے دعویٰ اور پھر امکان کو وقوع میں

بدلنے کی داستان اگر چہ بڑی طویل ہے مگر اس کے تمام آثار و نشان موجود ہیں۔ محققین نے ان آثار و نشانات کو تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے۔ اس فتنہ نے دیوبندیت اور قادیانیت کو جنم دیا ہے۔ علمی سطح پر اس کی گرفت ہوتی رہی ہے۔ سیاسی طور پر اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے سب سے اعلیٰ ادارہ پارلیمنٹ نے ۱۹۷۴ء اس پر ضرب کاری لگادی ہے۔ یہ فیصلہ بڑی بحث و تمحیص اور غور و خوض کے بعد ہوا۔ جس میں امکان اجرائے نبوت اور وقوع نبوت کے دعویداروں کو کافر خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲۷) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، حصہ دوم، ص ۵۳۔

(۲۸) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، حصہ اول، ص ۱۶۸، ۱۶۹

(۲۹) نوٹ: اورنگ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ بادشاہی مسجد، لاہور میں ہمیشہ علماء اہل سنت ہی امام و خطیب رہے ہیں۔ چند برسوں سے دیوبندی علماء نے محکمہ اوقاف کی ملی بھگت سے اس پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ اس طرح کثیر مساجد اور مدارس دیوبندیوں کے زیر تسلط آچکے ہیں۔ منڈی بہاؤ الدین کی بڑے مینار والی مسجد اور ملکوال میں مسجد بزم توحید، امیر حزب اللہ حضرت پیر سید فضل شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ ہیں۔ اب ان پر قبضہ گروپ کا تسلط ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

(۳۰) ندوہ کی حمایت اور مخالفت میں بڑی تعداد میں کتابیں لکھی گئیں، رسالے شائع ہوئے، اشتہار تقسیم ہوئے، مراسلت ہوئی، جلسے ہوئے، تقریریں ہوئیں، ندوۃ العلماء کی حمایت اور مخالفت کا جائزہ ایک بسیط مقالہ کا متقاضی ہے، سرسری جائزہ کے لئے ملاحظہ ہوں:

الف: یادگار شبلی، مولفہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۱ء

ب: ندوۃ العلماء کی بین الاقوامی کانفرنس، مضمون نگار سید حسن مثنیٰ ندوی، مطبوعہ روزنامہ حریت کراچی، ۱۳، نومبر ۱۹۷۵ء۔

ج: حیات شبلی مولفہ سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء

د: سیوف العندہ علی ذمائم الندوہ، مولفہ سید امیر احمد مجددی فضل رحمانی، مطبوعہ بریلی ۱۳۱۵ھ۔

ہ: سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء مطبوعہ کانپور ۱۳۱۲ھ۔

و: مکتوب علماء و کلام اہل صفا، مرتبہ سید محمد عبدالکریم قادری، مطبوعہ بریلی ۱۳۱۴ھ۔

ن: ہمارے گنج گراں مایہ، از پروفیسر انصار حسین کانپوری، مطبوعہ ماہنامہ "پیام حق" کراچی، جولائی ۱۹۵۸ء

ح: تذکرہ محدث سورتی، مولفہ خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ سورتی اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۱ء

(۳۱) سیوف العندہ علی ذمائم الندوہ، بحوالہ تذکرہ محدث سورتی، ص: ۱۰۶

(۳۲) سکین و نورہ برود کاکل پریشان ندوہ، مرتبہ سید محمد عبدالکریم قادری برکاتی مطبوعہ تحفہ حنفیہ ۱۳۱۸ھ، ص ۱۸

(۳۳) مکاتیب شبلی، حصہ اول، ص ۱۹۵/ بحوالہ تذکرہ محدث سورتی، ص: ۱۲۰

(۳۴) یوپی کا علاقہ پورے متحدہ ہندوستان میں علمی اور سیاسی لحاظ سے موثر علاقہ ہے۔ یہاں سے اٹھنے والی ہر علمی اور سیاسی تحریک کا اثر پورے ہندوستان پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے اپنی کتاب "اقبال کے آخری دو سال" مطبوعہ کراچی (ص ۲۴۴) اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۳۵) ملاحظہ ہو:

الف: تذکرہ علماء اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ اسلام آباد (بہار، انڈیا) ص ۱۱۰، ۱۱۱

ب: حیات اعلیٰ حضرت، مولفہ مولانا ظفر الدین بہاری، مطبوعہ کراچی، ص ۲۱۱۔

ج: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ، ص ۲۱۲

﴿منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴾

"یادگارِ اعلیٰ حضرت منظرِ اسلام ہے"

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، علامہ مفتی محمد اختر رضاخاں قادری ازہری*

جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کی تقریبات "صدسالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام" میں شرکت کی غرض سے مئی ۲۰۰۱ء میں شہر علم وفن بریلی شریف جانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر فقیر نے خاندان اعلیٰ حضرت کے شہزادگان سے الگ الگ تفصیلی انٹرویو کیئے، پیش نظر مضمون حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضاخاں قادری الازہری زیدا قبالہ کے اسی انٹرویو کا اقتباس ہے---(ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری)

دارالعلوم منظر اسلام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو سیدنا اعلیحضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے قائم فرمایا تھا، سیدنا حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضاخاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور استاذ زمن مولانا حسن رضاخاں جو اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی ہیں، یہ دونوں حضرات مدرسہ کے اولین مہتمم ہیں پھر (میرے والد ماجد) مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم خاں جیلانی میاں ان کے بعد مولانا محمد ریحان رضاخاں رحمانی میاں مہتمم ہوئے کچھ عرصہ شیخ الحدیث مفتی تقدس علی خاں بھی مہتمم رہے۔

جب میری عمر چار سال چار ماہ چار دن پوری ہوئی تو والد ماجد نے جامعہ منظر اسلام میں لے جاکر تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کی حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضاخاں نوری (جو اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے اور میرے نانا جان تھے) نے مجھے بسم اللہ پڑھائی۔ میں نے قرآن پاک تو اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا اور اردو کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں، پھر دارالعلوم منظر اسلام میں باقاعدہ داخلہ لیا، نحو میر، منشعب سے لے کہ ہدایہ آخرین تک یہیں پڑھا ہے پھر ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر (مصر) کے کلیۃ اصول الدین میں داخلہ لے کر تین سال میں الحمد للہ فرسٹ پوزیشن سے امتحان پاس کیا۔

۱۹۶۷ء سے میں نے اپنی اولین مادر علمی منظر اسلام میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا ۱۹۷۸ء میں مجھے صدر المدرسین بنادیا گیا لیکن چونکہ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی گئی جس کی وجہ سے میں تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ مرکزی دارالافتاء بریلی میں دنیا بھر سے استفتاء آتے ہیں اس وقت دارالافتاء میں فتاویٰ کے کتنے ہی رجسٹر تیار ہو چکے ہیں جن کی کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ محبی مولانا اقبال اختر القادری نے بعض فتاویٰ مرتب کیلئے ہیں جبکہ ڈربن (افریقہ) سے انگریزی فتاویٰ کے دو مجموعے "ازھر الفتاویٰ" کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

دارالعلوم منظر اسلام آج بھی الحمد للہ علمی خدمات سر انجام دے رہا ہے مولانا سبحان رضاخاں میرے بھتیجے ہیں وہ اس کے ناظم ہیں اور ان دنوں انہی کی نگرانی میں تشنگان علم کی سیرابی کا اہتمام کیا جارہا ہے---منظر اسلام پر میرا منظوم تاثر یہ ہے۔

یادگار اعلیٰ حضرت منظرِ اسلام ہے
منبعِ نورِ رسالت منظرِ اسلام ہے
درس گاہِ علم سنت منظرِ اسلام ہے
قبلہ گاہِ دین وملت منظرِ اسلام ہے
مرکزِ اصلاح خلقت منظرِ اسلام ہے
یادگارِ اعلیٰ حضرت منظرِ اسلام ہے

***

*(صدر نشین، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف)

فاضل بریلوی کا منظر اسلام

علامہ محمد صدیق ہزاروی*

برصغیر ہندو پاک پر انگریز کے غاصبانہ قبضہ اور تسلط کی وجہ سے علوم اسلامیہ کے مراکز اور علماء اسلام کو نہایت کٹھن حالات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک طرف ملت اسلامیہ کو علوم دینیہ سے بے بہرہ رکھنے کے لئے علمائے دین کو ان کا جائز مقام دینے کی بجائے انہیں ادنیٰ طبقات میں شمار کر کے مسلمان بچوں کو دینی مراکز سے دور کرنے کی کوشش کی گئی تو دوسری جانب سرکاری اسکولوں میں لارڈ میکالے کا نظام ونصاب تعلیم نافذ کر کے امت مسلمہ کے جسم سے اسلامی روح کو نکالنے کی سازش کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ مدارس دینیہ کے خلاف ایسا رویہ اختیار کیا گیا کہ ان مدارس کی بندش کا راستہ ہموار ہو گیا۔

ان حالات میں اہل درد زعمائے ملت نے برصغیر کے مسلمانوں کو گمراہی کی دلدل میں پھنسنے سے بچانے اور راہ ہدایت پر گامزن رکھنے کے لئے مدارس کا قیام عمل میں لانے کا بیڑا اٹھا۔

ان مدارس میں دارالعلوم دیو بند اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نمایاں اور معروف ہیں۔ اول الذکر مدرسہ ''اسلامی مدرسہ عربی'' کے نام سے قائم کیا گیا جو بعد میں ''دارالعلوم دیو بند'' کے نام سے مشہور ہوا۔

اس دارالعلوم کے بانی ایک صوفی منش عالم اہل سنت حاجی سید عابد حسین رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے مخلص زعمائے ملت کے تعاون سے یہ مدرسہ قائم فرمایا۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ نہایت خوش عقیدہ عالم تھے، اولیائے کرام سے گہری عقیدت کی بنیاد پر مزارات پر حاضری اور نذر و نیاز ان کا معمول تھا اور وہ ہر ہفتہ پابندی سے محفل میلا د منعقد کرتے تھے۔

لیکن اس کے بعد دیو بند کا مدرسہ ایسے لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا جن کے نظریات و معتقدات حضرت حاجی عابد حسین مغفور و مرحوم کے نظریات بلکہ یوں کہیے کہ اہل سنت و جماعت کے نظریات سے متصادم تھے اس سلسلے میں بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم ''گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے'' کے مطابق دارالعلوم دیو بند کے استاذ تفسیر سید انظر شاہ کی شہادت ہدیہ قارئین کرنا چاہتے ہیں تاکہ اسے مخالفت کا قول قرار دے کر حقیقت کی بجائے تعصب پر محمول نہ کیا جائے سید انظر شاہ لکھتے ہیں:

''الحاج صوفی روشن ضمیر مولانا عابد حسین رحمہ اللہ بلاشبہ دارالعلوم کے ابتدائی بانی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آفاقی اور عالمی درسگاہ کے تخیل سے مرحوم کا دل و دماغ قطعاً خالی تھا ایک عظیم درسگاہ جو آفاقی تصورات کی حامل ہو کلیتاً حضرت مولانا قاسم صاحب (نانوتوی) کی مرہون منت ہے نیز ابتدائی آویزشیں جو حضرت مولانا قاسم صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں رہیں جن کی محتاط تعبیر شکر رنجی یا مشاجرات ہی ہو سکتی ہے میرے نزدیک اس کی واقعیت صرف اتنی نہیں کہ عمارت کے مختصر کرنے یا وسیع

*(جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

کرنے پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا جیسا کہ میں اپنے بزرگوں سے برابر سنتا رہا مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ آویزش خالص نظریاتی جنگ تھی، میں تفصیلات میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب تھے لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند حضرت حاجی عابد حسین المغفور کی زیر تربیت بن رہا تھا وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا جس کا تعارف اور شہرت عالم اسلامی سے گزر کر اقصائے عالم میں پہنچ چکی ہے''

سید انظر شاہ مزید لکھتے ہیں:

''سمجھنے کے لئے اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد جہاں سے دارالعلوم (دارالعلوم دیوبند) کی ابتداء ہوئی ہے حضرت حاجی صاحب مرحوم کی نشست گاہ یہی مقدس عمارت ہے اس مسجد میں رمضان المبارک کے چاروں جمعوں میں اب تک میلاد حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے۔ میں نے کیا لکھا بس اسی اجمال میں نکتہ سنج اس ساری تفصیلات کو پڑھ لیں جسے میں نے کم از کم تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف سنانے سے پہلو بچالیا ہے''۔ (ماہنامہ البلاغ، کراچی ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی سید عابد حسین اور معروف مہتمم مولوی قاسم نانوتوی کے عقائد و نظریات میں تصادم ہے اس دارالعلوم کے بانی حضرت سید عابد حسین رحمہ اللہ کے اعتقادات وہی تھے جو اہل سنت و جماعت کے اعتقادات ہیں جب کے بعد میں یہ دارالعلوم جن لوگوں کے قبضے میں گیا ان لوگوں کے عقائد ان نظریات سے ٹکراتے تھے اور اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی آج کی اصطلاح میں بریلوی تھے اور حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے عقائد و نظریات اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت سید عابد حسین کے عقائد میں فرق نہ تھا۔

یہ تو عقیدے کی بات تھی آیئے دارالعلوم دیوبند پر قابضین کی انگریز دوستی بھی ملاحظہ کیجئے جس سے واضح ہوجائے گا کہ سید انظر شاہ نے دارالعلوم دیوبند کی جس آفاقیت کا ذکر کیا ہے اس سے مراد کیا ہے۔ ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو دہلی میں کسی نے وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکا اور وائسرائے زخمی ہوگیا تو دارالعلوم دیوبند میں تشویش اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی اس سلسلے میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ (یعنی دارالعلوم دیوبند) کے ترجمان القاسم محرم الحرام ۱۳۳۱ھ کی رپورٹ ملاحظہ ہوں لکھتا ہے:

''دارالعلوم کے اہل شوریٰ، اساتذہ، موجودہ طلباء برائے طلباء (جمعیۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں مولانا محمد احمد مہتمم صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف اظہار ہمدردی اور غصہ و نصرت کا تار دیا جس کا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمد للہ کے ہر ایکسیلنسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کی ساتھ رو بترقی ہے''

(بحوالہ دعوت فکر ص ۱۳۴، از: علامہ محمد منشا تابش قصوری)

تحریک آزادی، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک پاکستان کے حوالے سے دارالعلوم دیوبند نے کیا کردار ادا کیا تاریخ کا طالب علم اس سے بخوبی آگاہ ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نظریات کے فروغ اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو ایندھن فراہم کرنے کے لئے مولوی قاسم نانوتوی نے کیا کارنامہ انجام دیا، یہ سب باتیں اہل دانش کی نظر میں ہیں ہم اس وقت اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ

ان حالات میں جب حضرت حاجی سید عابد حسین کے مدرسہ کو اس رنگ میں بدل دیا گیا تو مسلمانان ہند کے لئے ایسے علمی دینی ادارے کی اشد ضرورت تھی جو برصغیر کے مسلمانوں کی صحیح دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دے۔

چنانچہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں رحمہ اللہ نے ۱۸۷۲ھ میں بریلی شریف میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا جو ''مصباح العلوم'' کے نام سے مشہور ہوا پھر ۱۸۹۴ء میں انہوں نے ''اشاعت العلوم'' کے نام سے ایک اور دینی مدرسہ قائم کیا اور اس کے بعد ۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ) میں حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ایک ادارہ ''دارالعلوم منظر اسلام'' کے نام سے قائم کیا۔ اس دارالعلوم میں بنگال بہار، پنجاب اور سرحد وغیرہ کے سینکڑوں طلباء تحصیل علم کے لئے آتے تھے اور یہ ادارہ علوم اسلامیہ کا بہت بڑا مرکز قرار پایا۔

اس سال دارالعلوم منظر اسلام کا صد سالہ جشن منایا جا رہا ہے جو یقیناً امت مسلمہ کو اس دارالعلوم کی ان خدمات سے آگاہی کا ایک اہم ذریعہ ہے جن خدمات کی بنیاد پر برصغیر میں انقلاب برپا ہوا اور تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور یوں دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی سلطنت کا اضافہ ہوا۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں اور اب تو مکمل تفصیل کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ آپ کی پوری زندگی اسلامی خدمات کے حوالے سے ایک بھرپور اور قابل صد افتخار زندگی تھی۔

اسلامی فقہ پر آپ کا عظیم علمی انسائیکلو پیڈیا ''فتاویٰ رضویہ'' کی صورت میں جامعیت، ژرف نگاہی، عصری تقاضوں سے مطابقت اور مختلف فنون پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے فتاویٰ کی دنیا میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ ترجمہ قرآن کے حوالے سے آپ کا ترجمہ ''کنزالایمان'' ہر اعتبار سے تراجم قرآن کی دنیا میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے جس پر بے شمار اسکالرز کی تحریرات تقابلی مطالعہ کے بعد منظر عام پر آ چکی ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کو جو مقام حاصل تھا آپ کے مجموعۂ نعت ''حدائق بخشش'' کا بغور جائزہ لینے کے بعد ممتاز شعراء نے اس کی ادبی، فنی اور تمام متعلقہ خوبیوں بالخصوص حزم و احتیاط کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

برصغیر کی ملی سیاست میں دوقومی نظریہ کے فروغ کے لئے اور مختلف تحاریک مثلاً تحریک خلافت، تحریک ترک موالات وغیرہ میں آپ نے جس بصیرت کا ثبوت دیا ہے تمام مفکرین نے اسے ملت اسلامیہ کے لئے مفید اور غیرت ملی کا آئینہ دار قرار دیا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال جنہوں نے انگریز اور ہندو کی سازش کو ناکام بنا کر اور کانگریس کے دجل و فریب کا منہ توڑ جواب دے کر تحریک پاکستان کو مؤثر بنایا، دوقومی نظریہ کی طرف ان حضرات کا رجحان حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد اور صاف ستھری سیاست کا نتیجہ تھا۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے آپ کے بارے میں فرمایا:

> ''مولانا (احمد رضا بریلوی) ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔
>
> (حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، از: ڈاکٹر محمد مسعود، ص ۱۰۰)

جھوٹے صوفیوں کے خلاف حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد، سائنس، ریاضی اور دیگر علوم جدیدہ کے حوالے سے آپ کی خدمات اور بدعات و منکرات کے خلاف آپ کا بھرپور حملہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلے آواز حق بلند کرنا اور انگریز کی اس سازش کا منہ توڑ جواب دینا جو عظمت و ناموس رسالت کے خلاف تھی اور جس کا مقصد مسلمانوں کو اندر سے کھوکھلا کر کے محض نام کا

مسلمان باقی رکھنا تھا تاکہ انگریز کے لئے اس قوم کا مقابلہ آسان ہو، یہ تمام کارہائے نمایاں انجام دینے کے لئے حضرت امام احمد رضا بریلوی ایک انجمن کی صورت میں میدان میں موجود تھے اور الحمدللہ! محبت رسول ﷺ کی جو شمع آپ نے فروزاں کی تھی اس کی روشنی چار دانگ عالم میں ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے نغمۂ جانفزا کی صورت میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے مختلف میدانوں میں یہ کارنامے نہایت بسیط وطویل مقالہ کے متقاضی ہیں اس وقت یہ بات عرض کرنا مقصود ہے کہ دارالعلوم منظر اسلام قائم کرنے کے بعد آپ نے چند سال مصروف تدریس رہ کر فتویٰ نویسی اور دیگر دینی، ملی مصروفیات کی وجہ سے تدریس سے کنارہ کشی کرلی اور کلیتاً فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے اور دارالعلوم کا تمام نظام اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردیا اور اس وقت مولانا حامد رضا خاں کے پوتے حضرت مولانا اختر رضا خاں (فاضل جامعہ ازھر) دارالعلوم منظر اسلام کے شیخ الجامعہ ہیں اور ان کے بھائی مولانا محمد منان رضا خاں نے بریلی شریف میں ''ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا'' قائم کررکھا ہے۔ کوئی بھی ادارہ چاہے وہ علوم قدیمہ کا ادارہ ہو یا اس کا تعلق علوم جدیدہ سے ہو اپنے بانی اور سربراہ کی سوچ اور فکر کا آئینہ دار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے وابستہ علماء چاہے وہ اس دارالعلوم کے طلباء رہ چکے تھے یا اس کے بانی حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے، آپ کے تلامذہ تھے یا خلفاء انہوں نے دوقومی نظریہ کے فروغ واشاعت اور تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے دن رات ایک کئے اور برصغیر کے کونے کونے اور چپے چپے پر:

''لے کر رہیں گے پاکستان اور بن کر رہے گا پاکستان''

کا نعرۂ مستانہ بلند کیا۔

یوں تو یہ ایک طویل تاریخ ہے لیکن ۱۹۴۶ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس جو بنارس میں منعقد ہوئی اور جس نے تحریک پاکستان کے لئے مہمیز کا کام دیا اس کانفرنس کے انعقاد اور اس میں شمولیت کا سہرا ان علماء، مشائخ اور عوام کے سر سجتا ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ منظر اسلام سے وابستہ تھے۔ اور آج بھی الحمدللہ! ناسازگار حالات کے باوجود دارالعلوم منظر اسلام سے قلبی تعلق رکھنے والے وطن عزیز میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور اتحاد واتفاق کی فضاء پیدا کرنے کے خواہاں بھی ہیں اور مصروف جدوجہد بھی۔ اگرچہ پہلے کی طرح یہ حقیقت اپنی جگہ آج بھی قائم ہے کہ دارالعلوم منظر اسلام پروپیگنڈے کی دنیا سے دور رہا ہے اور آج بھی سوائے علماء کے اس دارالعلوم سے متعارف لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے لیکن اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو کبھی لڑائی لڑنا پڑی آپ نے ہندو کے مکروفریب اور انگریز کی چالبازی دونوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور چونکہ پریس ان لوگوں کے پاس تھا اس لئے دارالعلوم منظر اسلام یا امام احمد رضا بریلوی کو منظر عام پرلانے کی بجائے ان کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم چلائی گئی لیکن دنیا جانتی ہے کہ محدث اعظم علامہ محمد سردار احمد، غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی، مفتی اعظم سید ابوالبرکات، مفکر اسلام مفتی محمد حسین نعیمی رحمھم اللہ تعالیٰ اور دیگر مشاہیر اسلام جنہوں نے پاکستان میں علم کی شمع کو روشن کیا اور ملی سیاست کو صحیح رخ دیا اسی دارالعلوم اور اس کے بانی کے دامن محبت وارادت سے وابستہ اور خوشہ چیں ہیں اور آج نہ صرف بھارت بلکہ پاکستان میں ان مدارس کا ایک جال بچھا ہوا ہے اور وہ علماء ومشائخ شمار سے باہر ہیں جن کے علم اور دینی خدمات کا منبع دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف ہے۔

﴿منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴾

कंज़ुल ईमान फ़ी तर्जमतिल क़ुरऑन

तर्जमा

सय्येदुना अअ्ला हज़रत इमाम अहमद रज़ा
क़ादिरी बरैलवी रदियल्लाहु तआला अन्हु

व-फ़ैज़

**हुज़ूर मुफ़्ति-ए-अअ्ज़म हज़रत अल्लामा शाह मुहम्मद
मुस्तफ़ा रज़ा क़ादिरी नूरी रदिल्लाहु तआला अन्हु**

हिन्दी लिपि

जनाब हाजी मुहम्मद तौफ़ीक़ रज़वी (नवी वाला)
(सदर, रज़ा एकेडमी, शाख नांदेड़)

पुरूफ़रीडिंग

जनाब मुहम्मद शमीम अंजुम नूरी (बी०ए०) (प्रतापगढ़ी)

शाएअ कर्दा

रज़ा एकेडमी

26, कांबेकर स्ट्रीट, मुंबई न. 400 003

सने-इशाअत 10 शव्वालुलमुकर्रम 1418 हिजरी, फ़रवरी 1998.

सिलसिल-ए-इशाअत नं. 101

کنزالایمان کا ہندی زبان میں ترجمہ "عکس" مطبوعہ ممبئی بھارت "مخزونہ لائبریری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

حجۃ الاسلام اور منظر اسلام

علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری*

مندرجہ بالا عنوان منظر اسلام کی تاریخ میں جہاں اک گوشۂ مستور کو روشن کر رہا ہے وہاں اک نئے اور حسین باب کا اضافہ بھی کر رہا ہے۔

امام احمد رضا اپنی تصنیف و تالیف وفتویٰ نویسی اور فرقہ باطلہ کی تردید میں اس حدتک مصروف تھے کہ خود بھی ارشاد فرمایا:

''بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد اللہ سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں'' (الملفوظ ج۲، ص۶۰)

غالباً یہی وجہ تھی کہ مصباح التہذیب (جس کی بنیاد حضرت مولانا نقی علی خاں والد ماجد امام احمد رضا خاں نے ۱۲۸۹ھ میں رکھی) کے بعد بریلی میں اہل سنت کا کوئی با قاعدہ دار العلوم نہ تھا مگر امام احمد رضا کی ذات ہی اپنے دور میں ایک دار العلوم اور مخزن العلوم تھی درس و تدریس کے زور شور کا یہ عالم تھا کہ طلباء دور دور سے اپنے مدارس چھوڑ کر بارگاہ رضوی میں حاضر ہوتے۔ علوم و فنون سے فیضیاب ہوتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص۳۱۱-۳۱۲)

بایں ہمہ ایک با قاعدہ دار العلوم کی ضرورت مسلّم تھی مگر امام احمد رضا اپنی دینی مصروفیات کی وجہ سے اس سلسلہ میں توجہ نہیں فرما سکے تو امام احمد رضا کے مزاج شناس احباب و خدام نے ایک سید صاحب (۱) کو اس سلسلہ میں واسطہ بنایا اور سید صاحب نے اس اہم دینی ضرورت (مدرسہ کا قیام) کا ذکر فرما دیا اور امام احمد رضا سے اس کی پرزور سفارش بھی کردی۔

امام احمد رضا مدرسہ کی ذمہ داریوں خصوصاً سرمایہ کے حصول کی دقتوں سے واقف تھے۔ پھر مزید برآں آپ کے پاس اتنا وقت ہی کہاں تھا کہ آپ بذات خود اس کام کو انجام دیتے۔ آپ نے اس خدمت سے معذرت کرلی۔ مگر مشیت ایزدی کو منظر اسلام کا قیام اور علم دین کا اعلام منظور تھا۔ سید صاحب مذکور امام احمد رضا کی خدمت میں یوں گویا ہوئے:

''حضرت! اگر آپ نے مدرسہ قیام نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں دیوبندیوں وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کردوں گا۔ یہ سننا تھا اور وہ بھی آل رسول کی زبان سے، امام احمد رضا لرزہ براندام ہوگئے اور فرمایا سید صاحب! آپ کا حکم بسروچشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کردوں گا۔ پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری سنبھال لیں''۔ (۲)

اس روایت کے پس منظر سے منظر اسلام کی تاریخی اور واقعاتی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور اس سلسلہ میں امام احمد رضا کی رضا اور اعانت و نصرت کا بھی علم ہوگیا۔ اسی مناسبت سے تاریخ میں امام احمد رضا کو منظر اسلام کا بانی قرار دیا گیا۔ مگر حامی سنت ماحی

*(بانی و سرپرست، سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، ماریشس)

حضرت مولانا شاہ سراج الدین سلامت اللہ نقشبندی مجددی رامپوری م ۱۳۳۸ھ نے منظر اسلام کا معائینہ فرمایا(۳) اور طلباء کا امتحان لیا تو اپنی تفصیلی رپورٹ میں یہ تحریر فرمایا:

''ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبہ و شوکت و جاہ و حشمت اور اقبال و ہمت وقوت و ثروت ظاہری ومعنوی علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین متین وارث برحق حضرت خاتم النبیین علیہ السلام مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ (اللہ ان کی درازی عمر سے اہل اسلام کو فائدہ نصیب کرے) کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ ردمبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے اور بے شبہ مصداق ہیں مضمون حدیث ہذا کے

ان اللّٰہ جند کل بدعة کیدبھا الاسلام ولیامن اولیائہ یذبّ عن دینہ (۴)

بے شک ہر بدعت و بدمذہبی جس سے اسلام پر داؤ کیا جائے اس کے مقابل اللہ کا لشکر اس کے اولیاء میں سے کوئی ولی ہوتا ہے جو اس کے دین کا دفع کرتا ہے(رضوی)

حضرت مولانا کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامعنحاء سعادت(۵) ماحی بدعت(۶) حامل لوائے شریعت (۷) قرۃ العین العلماء(۸) مولوی حامد رضا خان صاحب طول عمرہ وزید قدرہ (ان کی عمر طویل اور عزت زیادہ ہو،رضوی) نے ایک مدرسہ خاص اہل سنت کے بنام ''منظر اسلام (۹)'' بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہوں گی۔

بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ اور مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی ومتوسط ومنتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروری معقول و منقول خصوصاً علم تفسیر وحدیث وفقہ وسیر واصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمد للہ کہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا۔

لایزال اللّٰہ یغرس فی ھذا الدین غرساً یستعملھم فی طاعتہ

ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس دین میں کچھ پودے لگا تا رہے گا۔ جن سے اپنی طاعت میں کام لے گا۔(رضوی)

بالخصوص منتہی طلبہ کی علوم ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے۔ ایسی برکات فائض (جاری) ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات اور کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ (بلند) اور ملت بیضا شریفہ حنفیہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔

تمام اہل سنت کو واسطے توجہ خاص اور شرکت عام اس مدرسہ کے محدثین فقہاء، محققین اور ائمہ دین کیلئے یہ ہدایت بس

ہے۔

هذا العلم دين فانظر واعمن تاخذون دينكم

یہ علم (یعنی قرآن وحدیث فقہ وغیرہ کا علم) دین ہے۔ لہذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔ (رضوی)

اور یحب الصلابة فی الدین دین میں تصلب لازم ہے (رضوی) والله سبحانه الموفق والمعین۔ فقط

کتبہ حبیب احمد نوری جماعتی غفرلہ القوی، خادم الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور یوپی، مورخہ ۲۴ ر صفر المظفر ۱۴۰۸ھ بروز دوشنبہ شریف مطابق ۱۹ ر اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

اس مشاہداتی رپورٹ سے بر کوچک ہندوستان میں منظر اسلام کی خدمات عالیہ، برکات جاریہ اور طلباء کا معقول ومنقول میں علوم نافعہ کا علم ہوا۔ حضرت مولانا سراج الدین شاہ سلامت اللہ قدس سرہ، نے اپنی مندرجہ بالا رپورٹ میں امام احمد رضا کے ادنیٰ فیضان کے نتیجے میں حجۃ الاسلام کو منظر اسلام کا بانی قرار دیا۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) کے حسن اہتمام کو سراہا اور منظر اسلام کو بے نظیر مدرسہ فرمایا۔

حجۃ الاسلام منظر اسلام میں بحیثیت محدث بریلوی اور صدر المدرسین:

حجۃ الاسلام نے اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی زندگی ہی میں طلبہ کو پڑھایا اور آپ نے آپ کے تلامذہ کو سند سے بھی نوازا۔ انہیں ایام میں حضرت مولانا حسنین رضا خاں خلیفہ امام احمد رضا اور حضرت مفتی اعظم ہند جانشین امام احمد رضا کو آپ نے پڑھایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے پڑھانے کا سلسلہ کبھی جزوی اور کبھی کلی طور پر جاری رکھا۔

حضرت مولانا رحم الٰہی صدر المدرسین اور محدث منظر اسلام استاذ حضرت مفتی اعظم ہند کے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء، میں بریلی سے میرٹھ چلے جانے کے بعد منظر اسلام میں نہ صرف حدیث بلکہ معقول ومنقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید و باید---- ہر درجہ میں پڑھنے والوں کا ہجوم رہا اور آپ کی مصروفیات میں خاصہ اضافہ رہا۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"اس سال بوجہ حدیث شریف پڑھانے کے فقیر کو قطعاً فرصت نہ ملی۔ درمیان سال میں مدرس اول دار العلوم منظر اسلام بعض احباب کے اصرار سے میرٹھ کو بھیج دیئے گئے، درس فقیر کے سر رہا" (۱۰)

تدریس کے ساتھ ہی جب بھی موقعہ میسر آیا آپ نے اپنے والد ماجد سے استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ چناں چہ امام احمد رضا نے جب علم توقیت موجدانہ انداز میں پڑھانا شروع کیا تو حجۃ الاسلام بھی مولانا ظفر الدین بہاری مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث وغیرہم کے ساتھ شریف درس رہے۔ (۱۱)

اس کے علاوہ آپ کا کام امام احمد رضا کیلئے اندر سے کتابیں نکال کر لانا اور سندوں کی عبارتیں تلاش کر کے پیش کرنا بھی تھا۔ آپ کی یہ خدمت ۱۳۲۶ھ تک جاری رہی۔ تا آنکہ حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے وصال کے بعد منظر اسلام کا اہتمام آپ نے سنبھال لیا پھر امام احمد رضا کی خدمت میں کتابیں پیش کرنے اور سندوں کی تلاش کا کام مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفٰے رضا خاں کے سپرد ہوا۔ (۱۲)

دار العلوم منظر اسلام کا شاندا اجلاس:

تاریخ گواہ ہے کہ دار العلوم منظر اسلام کے یوم تاسیس

سے آج تک اس کا ہر سالانہ اجلاس فقید المثال رہا ہے۔ مگر ان سطور میں ۲۱، ۲۲، ۲۳ رشعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۹، ۱۰، ۱۱ ردسمبر ۱۹۳۴ء کے شاندار اجلاس کی تیاریوں اس میں مدعوین علماء مشائخ اور عمائدین کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔ تا کہ حجۃ الاسلام کا منظر اسلام کے زیر دور اہتمام کا منظر آنکھوں میں آجائے اور آپ کے غیر منقسم ہندوستان میں عظمت و شہرت کا اندازہ ہوسکے اور یہ بھی معلوم کیا جاسکے کہ ان ایام میں فاضل مدرسین علمائے عاملین اور طلباء کاملین سے منظر اسلام کا منظر کتنا دلکش ہوگا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے مندرجہ ذیل مکتوب سے آپ کی مصروفیات اور کاوشوں کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"یہاں آج کل دارالعلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں۔ مجلس شوریٰ کا انعقاد ہو رہا ہے اور سارے عمائد شہر کی توجہ منعطف ہے۔ اس سال نتیجہ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔ بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں، روسائے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خاں صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہوسکی) چوں کہ اک مسلمان گورنر ہیں لہذا جلسہ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے اور نواب سر مزمل اللہ خاں اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائد ہند اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیر پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے۔ جس کے مصارف کا تخمینہ تقریباً ۹۰۰ کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بخیر انجام پہنچائے اور جلسۂ دارالعلوم کو نتیجہ خیز کرے" (۱۳)

(حواشی)

(۱) قبلہ سید امیر احمد صاحب جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے مخلص دوست تھے اور وہی قیام دارالعلوم کو حدود تخیل سے نکال کر منظر عام پر لانے والے تھے (مولانا حسنین رضا خان سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۱۹)

(۲) حضرت مولانا تقدس علی خاں رضوی، سابق مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا راقم الحروف سے ارشاد۔

(۳) یہ معائینہ حضرت موصوف نے حضرت حسن میاں کے دور اہتمام میں فرمایا۔ حسن میاں کا سال وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء اور منظر اسلام کا سال بنیاد ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء ہے اور یہ معائینہ انہیں تین سالہ مدت کے درمیان ہوا۔

(۴) مطلب یہ ہے کہ حدیث میں اہل حق اور حامیانِ دین کی جو صفتیں بتائی گئیں ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔

(۵) ہر قسم کی خوبیوں فیروز مندیوں کے جامع۔

(۶) بدعت کو مٹانے والے۔

(۷) شریعت کے علمبردار۔

(۸) نگاہ علماء کی ٹھنڈک۔

(۹) دارالعلوم منظر اسلام رضا نگر سوداگران بریلی شریف ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا۔

(۱۰) مولوی وزارت رسول حامدی کے نام حجۃ الاسلام کے مکتوب کی فوٹو کاپی راقم الحروف نے جناب وجاہت رسول قادری سے حاصل کی۔

(۱۱) مولانا ظفر الدین فاضل بہاری حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۵۹۔

(۱۲) مولانا حسنین رضا خاں سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۶، ۱۱۹۔ (تفسیر و حدیث اصول و فقہ کلام و منطق و فلسفہ ریاضی وغیرہا میں حجۃ الاسلام کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد، شرح چغمنی بہت مشہور تھا۔ حجۃ الاسلام نمبر رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء، ص ۳۰)۔

(۱۳) مولوی وزارت رسول حامدی کے نام حجۃ الاسلام کے مکتوب کی فوٹو کاپی راقم الحروف نے جناب وجاہت رسول قادری سے حاصل کر لی ہے۔

(نوٹ: یہ مضمون مصنف کی کتاب "تذکرۂ جمیل" سے ماخوذ ہے)

﴾منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴿

صدر الشریعہ منظر اسلام میں

محمد عطاء الرحمٰن*

یادگار امام احمد رضا، دار العلوم منظر اسلام کے با فیض مدرسین میں سے ایک عظیم نام صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظم قدس سرہ کا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء میں ''گھوسی'' جسے مدینۃ العلماء بھی کہا جاتا ہے، میں ہوئی (۱)۔ خاتم الحکماء مولانا ہدایت اللہ جونپوری سے متداول دینی علوم پڑھے پھر مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے شیخ الحدیث بلکہ بقول اعلیٰ حضرت ''امیر المومنین فی الحدیث'' مولانا وصی احمد محدث سورتی سے درس حدیث لیا(۲)۔ شرعی مسائل کے انسائیکلو پیڈیا، بہار شریعت کا مصنف ہونے کی حیثیت سے آپ کی شخصیت پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے۔ علاوہ ازیں فتاویٰ امجدیہ اور حاشیہ طحاوی شریف بھی آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت کے دستِ انور پر بیعت کی اور انہی کے طلب کرنے پر ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں اہلسنت کے تاریخی مدرسے، دار العلوم منظر اسلام میں تشریف لائے (۳)۔ دینی مدارس میں صدر مدرس کا عہدہ ایک ممتاز منصب ہوتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی تقرری بطور صدر مدرس ہوئی یا نہیں؟ اس سلسلے میں مختلف آراء تھیں علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی رقم طراز ہیں:

''مولانا امجد علی علوم شرعیہ نقلیہ میں اور مولانا علامہ رحم الٰہی علوم عقلیہ میں ممتاز تھے۔ ان میں سے کسے صدر مدرس بنایا جائے اس بارے میں آراء مختلف ہوگئیں امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا انہیں باری باری صدر مدرس بنایا جائے اور پچاس روپے مشاہرہ دیا جائے (۴)''

حضرت صدر الشریعہ کی بطور صدر مدرس تقرری کے بارے میں آپ کے صاحبزادے مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب قادری ایک خوبصورت روایت بیان کرتے ہیں:

''مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحسن/ الحق (غالباً یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو دار العلوم منظر اسلام کا صدر المدرسین بنا دیں، صدر الشریعہ اس وقت دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین تھے اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر ارشاد فرمایا میں نے سب کا امتحان لے لیا ہے مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھا گئے ہیں'' (۵)

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی مسلسل محنت کے سبب اعلیٰ حضرت کی نظر میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت، مولانا امجد علی اعظمی کی علمیت اور فقاہت پر کس درجہ اعتماد فرماتے تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوگا:

''ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین وطلباء کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں

*(ریسرچ اسکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

دو رکعت بالجہر ادا کریں اور یہ حکم دیا کہ ان کے وضو اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں بتائی جائیں، جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں جس کے متعلق (مولانا امجد علی) کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے وہی شخص شہر کی کسی مسجد میں امامت کرسکتا ہے ورنہ نہیں''(٦)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے مولانا امجد علی اعظمی کی فقہ میں مہارت ظاہر کرنے کیلئے ارشاد فرمایا ''آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا''(٧)۔ اسی فن میں حضرت صدر الشریعہ کے کمال کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے انہیں پاک و ہند کیلئے شرعی قاضی مقرر کیا تاکہ مسلمانوں کے درمیان اگر کوئی مسائل پیدا ہوں تو ان کا شرعی فیصلہ صادر کیا جاسکے(٨)۔

میرا امجد ، مجد کا پکا
اس سے بہت کچپاتے یہ ہیں(٩)

حضرت صدر الشریعہ نے بریلی شریف کے قیام کے دوران شب و روز دینی خدمت کیلئے وقف کردیئے صبح سویرے تدریس، دوپہر کو پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ھدایات اور پارسلوں کی ترسیل دوپہر کے بعد عصر تک پھر تدریس، عصر کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے ہوئے سوالات کے جواب لکھتے، مغرب کے بعد کھانا تناول فرما کر مطالعہ کرتے عشاء کے بعد بارہ ایک بجے تک پریس وغیرہ کا کام کرتے(١٠)۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا بے مثل ترجمۂ قرآن مسمی باسم تاریخی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (١٣٣٠ء/ ١٩١١ء) صدر الشریعہ ہی کی مساعی جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

١٩٢١ء میں امام احمد رضا کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے ابوالکلام آزاد سے مناظرہ کیلئے جماعت کے جن چار علماء کے نام امام احمد رضا کے ایماء پر پیش کیئے گئے تھے ان میں صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی صدر بنائے گئے تھے اور مخالفین کے سامنے جو ستر سوالات بعنوان: ''اتمام حجت تامہ'' پیش کیئے گئے تھے وہ بھی صدر الشریعہ ہی نے مرتب کیئے تھے۔(١١)

دارالعلوم منظر اسلام سے قلبی وابستگی اور نہایت محنت سے تدریس کی بدولت شاہزادگانِ رضا حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں و مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہما الرحمۃ حضرت صدر الشریعہ سے بہت خوش تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام مدرسہ منظر اسلام میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا انداز تدریس کسی گوشہ میں چھپ کر ملاحظہ فرمارہے تھے وہاں سے واپس آکر آپ نے لوگوں میں اپنا یہ تاثر بیان کیا مولانا امجد علی صاحب جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں ماررہا ہے۔(١٢)

ایک موقعہ پر حضرت مفتی اعظم ہند نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا یوں تذکرہ فرمایا:

''صدر الشریعہ الیہ الرحمۃ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا، بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی وہ چاہتے تو بآسانی کوئی ذاتی دارالعلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ وتنہا قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا''(١٣)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظم علیہ الرحمۃ ١٩١١ء سے ١٩٢٤ء تک دارالعلوم منظر اسلام میں طالبانِ علوم نبوی کو شریعت و طریقت کے جام بھر بھر کر پلاتے رہے بعد ازاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر علامہ سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ کے اصرار پر

اور میر نثار احمد متولی دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی پر زور درخواست پر اجمیر شریف چلے گئے وہاں سے ۱۹۳۳ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کی طلب پر دوبارہ دار العلوم منظر اسلام میں تشریف لے آئے۔ آپ کا مدرسہ منظر اسلام میں عرصۂ تدریس تقریباً سترہ ۱۷ سال پر مشتمل ہے۔ اس دوران سینکڑوں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں اور بالواسطہ شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں سے وہ طلبہ جنہوں نے دار العلوم منظر اسلام میں اکتساب فیض کیا، کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خاں لکھنوی
۲ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب
۳ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری
۴ امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری
۵ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمان صاحب
۶ شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جونپوری
۷ خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی

مندرجہ بالا فہرست جو باوجود کوشش کے مکمل نہیں ہو سکی، میں سے اول الذکر مولانا محمد حشمت علی خاں لکھنوی نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے پہلے دور تدریس (۱۹۱۱ تا ۱۹۲۴ء) میں استفادہ کیا اور ۱۹۲۱ء میں سند فراغت پائی (۱۴)۔ بقیہ تمام تلامذہ نے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم پائی لیکن شرح چغمینی محقق دوانی اور شرح تجرید وغیرہ کتب اور درس حدیث دار العلوم منظر اسلام میں حضرت صدر الشریعہ سے لیا (۱۵)۔ آپ کے عظیم شاگرد محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے تو پاکستان میں تشریف لا کر علم دین کے دریا بہا دیئے۔ آپ کا قائم کردہ مدرسہ دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں تا حال خدمت دین میں سرگرم عمل ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جامعہ سے ملحق مدارس کی تعداد ۵۵ سے زائد ہے (۱۶) اور درحقیقت یہ فیض اہل سنت کے قدیم و عظیم دار العلوم منظر اسلام بریلی کا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے۔

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہات

حوالہ جات

(۱) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص ۱۰
(۲) بدر القادری، مولانا، تذکرہ مصلح اہل سنت، ص ۴
(۳) فیضان المصطفیٰ، مولانا، حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات ص ۱۵
(۴) عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، صد سالہ جشن مرکزی دار العلوم منظر اسلام، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۱، اپریل ۲۰۰۱ء
(۵) بہاء المصطفیٰ قادری، مولانا، صدر الشریعہ اور شہزادگانِ رضا، مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص ۱۱۰
(۶) محمد عطاء الرحمٰن قادری، صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۱، مارچ ۲۰۰۱ء
(۷) مجید اللہ قادری، پروفیسر، محمد صادق قصوری، خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۲۰۳
(۸) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص ۲۷
(۹) علاء المصطفیٰ قادری، صدر الشریعہ، ص ۱۱
(۱۰) عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کا پاسباں ص ۶۲
(۱۱) عبد النعیم عزیزی، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور صدر الشریعہ، ص ۲۸۱، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، صدر الشریعہ نمبر
(۱۲) آل مصطفیٰ مصباحی، سوانح صدر الشریعہ، ص ۲۴
(۱۳) غلام جیلانی اعظمی، صدر الشریعہ ایک پیکر اخلاص و عمل مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص ۱۴
(۱۴) فیضان المصطفیٰ قادری، شیر بیشۂ اہل سنت مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص ۴۰۹
(۱۵) جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ص ۵۴
(۱۶) ایضاً ص ۵۱۲

DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - NEDERLANDS

IN DE OORSPRONKELIJKE ARABISCHE TEKST
MET
NIEUWE NEDERLANDSE VERTALING
DOOR

GOELAM RASOEL ALLADIEN

Uitgegeven door
De Mohammadi Stichting Nederland
Ahli Soennat Wa Djamaat
Hanafi
Amsterdam
1990

کنزالایمان کا ڈچ زبان میں ترجمہ 'عکس مطبوعہ ایمسٹرڈیم' ہالینڈ' مخزونہ لائبریری 'ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی
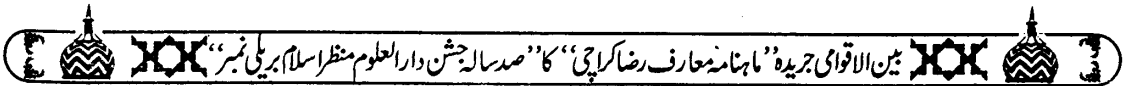
جامعہ رضویہ منظر اسلام

اپنے اپنے مہتمم کے عہد میں

از: مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی، پی-ایچ-ڈی*

مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی بنیاد ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست پاک سے رکھی گئی تھی جامعہ کا قیام کسی شہرت یا دنیاوی منفعت کے پیش نظر نہیں تھا بلکہ صرف حق کی اشاعت اور اہل سنت و جماعت کی ترجمانی مقصود تھا اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تذکرۂ جمیل کے مصنف رقمطراز ہیں۔

> ''مشیت ایزدی کو منظر اسلام کا قیام اور علم دین کا اعلام منظور تھا سید صاحب (امیر احمد) مذکور امام احمد رضا کی خدمت میں یوں گویا ہوئے! حضرت اگر آپ نے مدرسہ قائم نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں، دیوبندیوں وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کردوں گا یہ سننا تھا وہ بھی آل رسول کی زبان سے امام احمد رضا لرزہ براندام ہو گئے اور فرمایا سید صاحب آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔
>
> (تذکرۂ جمیل ۱۷۷)''

مذکورہ عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ اس وقت منظر اسلام کا قیام کتنا اہم اور ضروری تھا یوں تو اعلیٰ حضرت اپنی تصنیفات و تالیفات سے اشاعت دین حق کا کام بہت سرگرمی سے انجام دے رہے تھے لیکن تحریر کردہ کتابوں کے مضامین اور فکر و نظر کو عوام تک پہنچانے اور مشتہر کرنے کیلئے ان کو متدین معتمد اور جامع علوم و فنون افراد کی سخت ضرورت تھی چنانچہ جب جامعہ کا قیام عمل میں آیا اور ملک العلماء جیسی شخصیت اس سرچشمۂ علم کے طالب علم بنے تو چند سال ہی میں یہ کمی دور ہو گئی ہر چہار جانب سے طالبان علوم نبویہ مرکز علم و ادب میں جمع ہو گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ بام عروج کو پہنچ گیا، مختصر سی مدت میں جامعہ شہرت کا حامل ہو گیا، طلباء کی آمد کا تانتا لگ گیا بھلا ایسا کیوں نہ ہوگا؟ جب کہ اعلیٰ حضرت بنفس نفیس جامعہ میں کچھ دنوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ساتھ ہی ساتھ اپنی جیب خاص سے مدرسین کی تنخواہ اور دیگر مصارف کا بار بھی اٹھاتے رہے جب مصارف کا ذکر آ گیا تو یہاں پر یہ واقعہ قارئین کیلئے یقیناً باعث مسرت ہوگا نیز موجودہ دور کے مہتمم حضرات کیلئے باعث عبرت بھی ہوگا، واقعہ یہ ہے کہ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے قیام کو ابھی صرف دو سال ہوئے تھے کہ مختلف صوبہ جات کے طلباء داخل ہو گئے تھے حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ

*(نائب صدر مدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی، انڈیا)

حامد رضا صاحب کے گھر میں صرف لڑکیاں پیدا ہو رہی تھیں اس وقت تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا سب کی خواہش اور تمنا تھی کہ کوئی لڑکا پیدا ہو جائے خدا کی رحمت سے ۱۳۲۵ھ میں مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں صاحب کی ولادت با سعادت پر سب کو فرحت و مسرت ہوئے پوتے کی خوشی میں اعلیٰ حضرت نے دعوت کا اہتمام کیا اور کس طرح کی فیاضی اور فراخدلی کا ثبوت پیش کیا اسے آپ ملاحظہ فرمائیں:

''اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلباء سے فرمایا آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مچھلی بھات چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی بہاری طلباء سے فرمایا آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ بریانی زردہ فیرنی کباب میٹھا ٹکڑا وغیرہ بہاریوں کیلئے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا پنجابی اور ولایتی طلباء کی خواہش ہوئی کہ دنبہ کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں غرض ان لوگوں کیلئے وافر طور پر اسی طرح انتظام ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۴۷، ۴۸)

مذکورہ اہتمام سے آپ حضرات نے اندازہ لگایا ہوگا کہ طلباء سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو کس قدر پیار تھا اور ان کی دلی خواہش کی تکمیل کا کیسا دردا ور انوکھا خیال تھا۔

انہیں خدمات کی روشنی میں یہ کہنا بھی حق بجانب ہوگا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی منظر اسلام کے صرف بانی ہی نہیں تھے بلکہ آپ اس کے مدرس اعلیٰ اور مہتمم بھی تھے اگر چہ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہا۔ کیونکہ آپ مجدد وقت تھے اور مرجع الفتاویٰ بھی تھے۔ اس لئے تصنیف و تالیف اور دیگر دینی و ملی سرگرمیاں آپ کی حیات طیبہ کا حصہ بن چکی تھیں۔ تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں آپ اس قدر منہمک رہا کرتے تھے کہ آپ نے اپنے بارے میں خود ارشاد فرمایا ہے:

''بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد اللہ سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ (الملفوظ حصہ چہارم، ص ۵۰)

انہیں مصروفیات کی وجہ سے آپ نے اہتمام کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ جیسے منتظم اور اہل شخص پر ڈالیں۔ حضور حجۃ الاسلام کی اعانت کیلئے جامعہ کے دفتر کا انتظام اور دیگر امور کی نگرانی کا کام استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے سپرد کیا۔ یہ بات جامعہ کی سالانہ روداد جس کے مرتب خود استاذ زمن مولانا حسن رضا ہیں، سے واضح ہے اس کی مزید تائید حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ نقشبندی مجددی رامپوری کی معائنہ رپورٹ سے ہو رہی ہے موصوف نے جامعہ کا سالانہ امتحان لینے کے بعد معائنہ رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجد ہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسی برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ حنفیہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کیلئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔ (روداد منظر اسلام، ۱۳۲۳ھ، ص ۵۱)

مذکورہ عبارت سے قبل ایک جگہ مجددی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط و منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروریہ معقول و منقول خصوصاً علم تفسیر و حدیث و فقہ و سیر و اصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا الحمد اللہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلباء علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا" (ایضاً)

مذکورہ بالا عبارت میں لفظ "ناظمین" کا ذکر آیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ناظم مدرسہ حضرت مولانا حامد رضا خاں اور ناظم دفتر مولانا حسن رضا خاں کی حسن سعی سے مدرسہ ترقی کی طرف گامزن رہا اور طلباء کی تعلیمی صلاحیت قابل دید رہی۔ بہر کیف حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کی معائنہ رپورٹ اس بات کی شہادت پیش کرتی ہے کہ جامعہ منظر اسلام مختصری سے مدت میں ایسی شہرت کا حامل ہوگیا کہ اقلیم ہند میں اس کی کوئی نظیر نہیں تھی مندرجہ بالا رپورٹ کی عبارت میں موصوف نے ظلمات اور کدورت کا ذکر کیا ہے ظلمات و کدورت کے معنی و مفہوم سے آپ باخبر ہیں لیکن یہاں پر خصوصیت کے ساتھ تحریر کرنے کا منشاء کیا ہے اس کے وضاحت کیلئے مناسب ہے کہ یہاں پر اختصار کے ساتھ اس وقت کے حالات کی تھوڑی سی منظر کشی کردی جائے تا کہ جامعہ کے قیام کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ سب کو ہوجائے اس وقت کی تاریخ کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں کہ جب منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا تھا تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت وہابیت دیوبندیت نیچریت نجدیت ندویت کا دور دورہ تھا یارسول اللہ، یا غوث، یا خواجہ کہنے پر شرک کا گولہ داغا جارہا تھا، میلاد رسول اور بزرگان دین کے اعراس نیز فاتحہ تیجہ، چالیسواں پر بدعت کا پہرہ بیٹھا دیا گیا تھا ناموس رسالت اور شانِ کبریائی کو کھلے عام پامال کیا جارہا تھا اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام کی عظمت و محبت کو مسلمانوں کے سینوں سے دور کیا جارہا تھا عقیدہ و ایمان کی دولت پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے گندم نما جو فروشوں کا قافلہ دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ سے برابر نکل رہا تھا۔ ندوۃ العلماء کے مفاسد کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب رقم طراز ہیں:

"ندوۃ العلماء کے مفاسد کا سب سے زیادہ نوٹس امام احمد رضا فاضل بریلوی اور تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی نے لیا اور اس کی تردید میں سب سے زیادہ مالی اور اشاعتی تعاون قاضی عبدالوحید صاحب (پٹنہ) نے کیا۔ اصلاح ندوہ کا سب سے بڑا ہندوستان گیر مظاہرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد صاحب فردوسی سجادہ نشین بہار شریف کے زیر صدارت ۱۶، ۱۷، ۱۸/ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰، ۱۱، ۱۲/ نومبر ۱۹۰۰ء کو عظیم آباد پٹنہ جلسۂ ندوہ میں ہوا اس کے تمام اخراجات حامی سنت ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی نے خود برداشت کئے" (حاشیہ تذکرۂ جمیل، ص ۱۱۹)

ایسے فتن اور پر آشوب ماحول میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کا غیر معمولی ترقی کرنا کوئی آسان بات نہیں یہ مجدد وقت کے ہاتھوں کی برکت اور زبان فیض ترجمان کا فیضان تھا کہ مختصری مدت میں علم و حکمت کا یہ سرچشمہ غیر منقسم ہندوستان کا مرجع اور مرکز بن گیا جب سے اب تک دنیائے سنیت کا مرکز ہے مہتمم اول حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے جامعہ کو مزید ترقی دلانے کیلئے مجلس شوریٰ قائم کی اور عمائدین شہر کی توجہ مبذول کرائی ساتھ ہی ساتھ حکام وقت کو جامعہ کے سالانہ اجلاس میں شریک ہونے کی

دعوت دی حجۃ الاسلام نے اس سلسلے میں جو خط تحریر کیا تھا اس کی نقل ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں آجکل دارالعلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں مجالس شوریٰ کا انعقاد ہو رہا ہے اور سارے عمائدین شہر کی توجہ منعطف ہے اس سال نتیجۂ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔ بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں اور سارے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خاں صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہو سکی) چونکہ ایک مسلمان گورنر ہے لہذا جلسۂ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے اور نواب سر مزمل اللہ خان اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائدین اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیر پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے۔

(مکتوب بنام مولانا وزارت رسول حامدی)

مندرجہ بالا خط سے آپ کی کارکردگی اور حسن نظامت کا اندازہ بخوبی ہو گیا اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں جامعہ کے بعد قیام جب سے آپ نے اہتمام کی عظیم ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی تب سے تا حیات آپ ہی مہتمم رہے اور جامعہ کو فروغ دیتے رہے اپنی حیات میں جہاں آپ نے نظامت کی عظیم ذمہ داری سنبھالی وہیں پر جب کبھی بھی جامعہ کو مدرس یا صدر المدرسین کی ضرورت در پیش ہوئی تو آپ نے تدریسی خدمات اور صدر المدرسین کے فرائض بھی انجام دیئے حضرت محمد ابراہیم خوشتر صاحب رقمطراز ہیں:

''دارالعلوم منظر اسلام کے نہ صرف آپ مہتمم رہے بلکہ

مولانا رحم الٰہی کے ۱۹۳۶ء/۱۳۵۴ھ میں میرٹھ چلے جانے کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کا منصب بھی آپ نے سنبھالا حدیث و تفسیر خصوصاً بیضاوی شریف پڑھانے کا انداز اتنا دل نشین تھا کہ علماء دور دور سے آپ کے درس میں شرکت کیلئے شدّ رحال کرتے اور سفر و حضر میں آپ سے استفادہ کرتے۔ (تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۳)

مندرجہ بالا تحریر اس بات کی مکمل شہادت پیش کر رہی ہے کہ حضور حجۃ الاسلام بیک وقت (مہتمم شیخ الحدیث اور صدر المدرسین) تینوں اہم عہدوں پر اپنی خداداد صلاحیت کا اظہار کر رہے تھے آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے مگر یہ چند نام خصوصیت کے حامل ہیں:

سر فہرست حضور مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب، حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت مولانا شاہ عبد الکریم صاحب ناگپوری، حضرت مولانا مفتی ابراب حسین صاحب تلہری، محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب، حضور مفسر اعظم ہند، حضرت مولانا ابراہیم رضا خان صاحب، حضرت مولانا احسان علی صاحب مظفر پوری، شیخ الحدیث منظر اسلام، حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین، مفتی اعظم کانپور جامعہ معقول و منقول مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی، حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ پاکستان، یہ حضرات آپ کے مشہور شاگردوں میں تھے اور آپ کے بعد اہل سنت و جماعت کے امیر کارواں کی صف میں شمار کئے جاتے تھے آپ کی دینی ملی سیاسی خدمات کو احاطۂ تحریر میں لانا مجھ جیسے کم علم کے بس

کی بات نہیں بہر کیف آپ نے تدریسی، تصنیفی، تالیفی، خدمات کے ساتھ ساتھ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۴۳ء تک تقریباً ۳۹ رسال بحیثیت مہتمم جامعہ کی خدمت انجام دی آپ کی نیابت میں امام احمد رضا کی ہمشیرزادے جناب حکیم علی احمد خاں صاحب زندگی بھر دارالعلوم منظر اسلام کی دیکھ ریکھ اور حساب وکتاب کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا خوشتر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کی نیابت میں امام احمد رضا کے ہمشیرزادے حکیم علی احمد خاں صاحب اپنی زندگی بھر دارالعلوم منظر اسلام کا کام کرتے اور نائب مہتمم رہے۔ (تذکرۂ جمیل، ص۱۷۳)

اسی طرح حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب بھی جامعہ کے نائب مہتمم رہے اور کافی دنوں تک اسی عہدے پر اپنی کار گزاری پیش کرتے رہے مولانا ابراہیم صاحب اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت کے بعد اسی دارالعلوم کے نائب مہتمم رہے اور اسی سے اپنی تدریس کا آغاز کیا اور آپ کا یہ سال تدریس تاریخی (تدریس تقدس علی ۱۳۴۸ھ) قرار پایا اگرچہ آپ نائب مہتمم تھے مگر دارالعلوم عرس قادری وغیرہ کا سارا اہتمام آپ کے ذمہ تھا اور نائب صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(تذکرۂ جمیل، ص۲۲۸)

حضور حجۃ الاسلام کے بعد وصال جامعہ رضویہ منظر اسلام ایک اختلافی دور سے بھی دوچار ہوا وہ دور تاریخی اعتبار سے بھی بڑا پرفتن اور پرآشوب تھا جنگ آزادی کا معرکہ شباب پر تھا قتل وغارت گری لوٹ کھسوٹ افراتفری ہر طرف پھیلی ہوئی تھی نفسی نفسی کا عالم تھا بڑی جدو جہد کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا آزادی کے بعد ہندوستان پاکستان کی تقسیم کا مسئلہ فریقین کیلئے دردسر ہوگیا بحث ومباحثہ اور قیل وقال کے بعد بالآخر دونوں فریق باہم راضی ہوگئے پاکستان کا وجود عمل میں ایا قرارداد طے ہوتے ہی عمل درآمد کا سلسلہ شروع ہوا کچھ لوگ پاکستان سے ہندوستان آئے کچھ لوگ ہندوستان سے پاکستان گئے یہ سلسلہ بڑا بھیانک نقصان دہ ثابت ہوا اس افراتفری کے عالم میں نائب صاحب یعنی حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب جب تک ہندوستان میں رہے تو انہیں کے ہاتھ میں منظر اسلام رہا لیکن جب وہ پاکستان چلے گئے تو حقیقی وارث کے ہوتے ہوئے اہتمام دوسرے کے ہاتھوں چلا گیا غیروں کا تسلط ہوگیا اس اختلاف کا اظہار زیر نظر مضمون میں مناسب نہیں کیونکہ اس کی لمبی داستان ہے اس لئے اس سے قطع نظر میں صرف حقیقی وارث کے اہتمام کا ذکر کررہا ہوں چونکہ حضور حجۃ الاسلام کے وصیت بھی اپنے خلف اکبر کیلئے تھے وصیت نامہ کے عین مطابق جب حق حقدار کو مل گیا تو حضور مفسر اعظم ہند خانقاہ اور اس سے متعلق تمام چیزوں کے متولی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے بااختیار مہتمم دوم بن گئے۔

اس وقت سے تاحیات سارے امور کو آپ ہی انجام دینے لگے آپ کی زندگی کے تین بڑے نقوش کا تذکرہ کرتے ہوئے تذکرۂ جمیل کے مصنف رقم طراز ہیں جس میں مذکورہ اختلاف کی تھوڑی سے جھلک شامل ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) منظر اسلام ان کے آباء واجداد کا شجر سدابہار تھا اس کی آبیاری اور گل وغنچہ وجڑ وپتی وشاخ کے سنوارنے میں زندگی بھر مصروف رہے اس راہ میں بڑے صبر آزما مصائب سے آپ کو گزرنا پڑا تا آنکہ مدرسین کی بروقت تنخواہ کیلئے گھر کے زیورات تک رہن رکھ دیئے جاتے یہ تھا وہ ایثار جس سے دارالعلوم منظر اسلام کو منظر

اسلام بنائے رکھا حضرت مفتی سید محمد افضل حسین صاحب (جو اس دور میں منظر اسلام کی خدمت تدریس سے وابستہ تھے) نے صحیح ارشاد فرمایا کہ ایسا نرالہ مہتمم میرے نگاہ نے نہیں دیکھا اگر صرف مکتب کی کرامت ہوتی تو بات ختم ہو جاتی مگر یہاں فیضان نظر بھی تھا جو ہر دور میں اپنا کام کرتا رہا اغیار حساد کی کارفرمائیاں اپنوں کے چشم پوشیاں اور لیل و نہار کی تبدیلیاں آپ کے آڑے نہ آسکیں آپ کا کاروان علم وعمل شاہراہ رضا پر رواں دواں رہا۔

(۲) درس و تدریس میں انہاک کا یہ عالم تھا کہ مسلم شریف وشفاء شریف ان کی شروح ان کے پیش نظر ہوتیں اور ایسا معلوم ہوتا کہ صاحب مسلم امام مسلم ابن الحجاج اور صاحب شفاء قاضی عیاض کی روحانیت جلوہ گر ہے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ الفاظ سے گزر کر معانی میں پہنچ جاتے اور قال کو چھوڑ کر سراپا حال ہو جاتے اپنے اسلاف کرام کی طرف برکت المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق محدث دہلوی سے خاصا شغف رکھتے معتقدات میں ان کی تصانیف از بر ہوتی مسلک کے اثبات میں دلائل کے انبار لگا دیتے ان کی عبارتیں جھوم جھوم کر پڑھتے یہاں تک کہ ان کے مزار سے بھی استفادہ کرتے۔

(۳) مسلک اہل سنت کی اشاعت میں مسلسل کوشش فرماتے خو ہندوستان گیر دورہ فرماتے اپنے تلامذہ و مریدین کو دور دراز مقامات میں روانہ کرتے صوبہ بہار (جو حامدی صوبہ ہے) کے شہروں اور گاؤں میں تشریف لے جاتے نیپال کے اتار چڑھاؤ میں بھی آپ کا سفر وسیلۂ ظفر جاری رہتا آپ جہاں بھی جاتے رضا کی زبان ہوتے حق آپ کا ہمرکاب اور باطل سرنگوں اور خراب ہوتا‘‘

(تذکرہ جمیل، ص۲۰۶،۲۰۷)

مندرجہ بالا عبارت سے آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حضور مفسر اعظم ہند نے دارالعلوم منظر اسلام کی ترقی اور استحکام کیلئے کس کس طرح کی قربانی پیش کی ہے مالی بحران سے دوچار ہونے کے باوجود آپ نے تعلیمی ترقی کیلئے مصری استاذ کے لانے کی داغ بیل ڈالی بذات خود مصری سفارت خانہ دہلی تشریف لے گئے سفارت خانہ کے امیر سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی یہاں تک کہ منظر اسلام میں ایک عربی استاذ بحیثیت مدرس بھیجنے پر انہیں راضی کر لیا وعدے کے مطابق ان کے آنے میں تاخیر ہونے لگی تو آپ نے حضرت مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی مدرس منظر اسلام اور اپنے صاحبزادے علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کو یاددہانی کیلئے دوبارہ دہلی بھیجا آپ کی یاددہانی پر سفارت خانہ کے افسر اعلیٰ نے مصر کے ایک عالم دین حضرت مولانا عبدالتواب مالکی کو تدریسی خدمات کیلئے بریلی شریف بھیجا ان کی تشریف آوری سے طلباء میں عربی ادب کا ذوق وشوق مزید دوبالا ہو گیا اس کا خاطر خواہ نتیجہ یہ ہوا کہ طلباء باآسانی باہم عربی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔(بروایت حضرت مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب)

اس کے علاوہ عربی وفارسی امتحانات اتر پردیش الہ آباد بورڈ سے ۱۹۴۸ء میں جامعہ کو الحاق کرادیا جس سے جامعہ کی سند مزید باوزن ہو گئی اور طلباء کو ملازمت میں آسانی فراہم ہو گئی۔

(بروایت جناب نواب حسن خاں صاحب)

اہتمام کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۶ء تک صدر المدرسین کا بھی عظیم فریضہ بھی آپ نے انجام دیا جب جب تک حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب قبلہ نے باقاعدہ ذمہ داری قبول کر لی تب آپ اس منصب کے فرائض بطریق احسن انجام دیتے رہے۔(راوی حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب) اس سلسلے میں مزید کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے یوں تو اس خاندان اور خانقاہ سے عالم اسلام کو اہل سنت و جماعت کا پیغام تصنیفات و تالیفات کے ذریعے برابر ملتا رہا نیز مذہب و

مسلک حق کی اشاعت بھی ہوتی رہی یہ زریں سلسلہ اعلیٰ حضرت کے جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں سے شروع ہوا تھا جو آج تک جاری وساری ہے۔

یعنی ۱۸۳۱ء سے تادم تحریر (ایک سو ستر سال) بدستور جاری ہے اوران شاء اللہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ تصنیفات وتالیفات کی کتابت وطباعت میں کافی صرفہ آتا ہے اور ہر فرد بشر کو ان کتابوں کا مطالعہ کرنا آسان بھی نہیں ہے اس لئے پرانے لوگوں نے اور ہمارے سلف صالحین نے ایک آسان راستہ نکالا کہ بڑی بڑی کتابوں کی مفاہیم کو مضامین کی شکل دے کر اشتہار اخبار و رسائل وغیرہم کے ذریعے عام سے عام تر کردیا تاکہ سبھی استفادہ کرسکیں اس نظریئے کو لوگوں نے پسند کیا جس سے رسائل وغیرہ کی اہمیت عوام میں بڑھ گئی اس نظریئے کے تحت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خواہش کے مطابق ''یادگار رضا'' بریلی سے جاری ہوا اس سے قبل ''الرضا'' بھی نکل چکا تھا جس کی تعریف وتوصیف مولوی محمد شبلی نعمانی نے بھی کی تھی انہوں نے رسالہ ندوہ میں لکھا تھا کہ:

''مولانا صاحب (اعلیٰ حضرت) کی زیر سرپرستی ماہوار رسالہ الرضا بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بغور وخوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں''

اس طرح کا تاثر یادگار رضا کیلئے بھی لوگوں نے پیش کیا تھا حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صاحب رقم طراز ہیں:

''یہ ماہنامہ مذہبی تھا اور اخلاقی بھی تمدنی بھی تھا اور تاریخی بھی علمی تھا اور ادبی بھی، اس کے مضامین گواہ ہیں کہ اس نے اپنے دور کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا اور مقدس مذہب اسلام کا ہر حملے اور فتنے سے دفع کیا۔ (تذکرۂ جمیل، ص ۲۱۰)

وقت کب کسی کا ساتھ دیتا ہے آتا ہے اور گزر جاتا ہے اسی آمد و رفت کا شکار یادگار رضا بھی ہوگیا حضور حجۃ الاسلام کا وصال ہوا یادگار رضا بھی ماضی کی یاد بن کر رہ گیا۔

یاد تو یاد ہی ہے جب اس کی تڑپ زیادہ ہوتی ہے تو بزرگوں کا فیضان جاری ہوجاتا ہے اور تسکین کی کوئی صورت پیدا ہوجاتی ہے اس یاد اور تڑپ کے پیش نظر حضور مفسر اعظم ہند نے مسلک اہل سنت کی اشاعت وحمایت کیلئے اعلیٰ حضرت ہی کے نام سے ایک ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۰ء کو مرکز اہل سنت بریلی سے جاری فرمایا اس کے پہلے مدیر عبدالمجید رضوی اور منیجر حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم قرار پائے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا پہلا شمارہ عرض حال کررہا ہے:

''عرصہ سے ایک ماہنامہ رسالے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اہل سنت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات خصوصاً ہندوستان میں اس کا نتیجہ ظاہر کہ ہر طرف باطل کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جارہی ہیں اور اس کی (ماہنامہ) کوئی امداد نہیں ہورہی ہے اس سلسلے میں کرنے کی ضروری چیز روزانہ اخبار ماہنامہ رسائل اور مدارس اہلسنت کی بڑے پیمانہ پر امداد ہے اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون اعتماد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی مگر جو ہورہا ہے اور انداز یہ ہے کہ ہوتا رہے گا وہ جمود، تعطل بیجسی افراتفری مخلص ومحنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا ان پر بیجا نکتہ چینیاں گروپ بندیاں اور اس ٹائپ کی اور بہت کچھ انا اللہ وانا الیہ راجعون اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ شائع ہورہا ہے خدا کرے

اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے اس عزم پر شائع کیا جا رہا ہے بہر حال ضرور شائع ہونا ہے خدا نے چاہا مستقل شائع ہوگا یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دار العلوم ، ماہنامہ اعلیٰ حضرت ان شاء اللہ قمر نامہ ہی ہوگا ابھی تو ہلال ہی ہے ایک دن آئے گا جب یہ بدر کامل ہو جائے گا اور یہ ہو کر رہے گا''

مذکورہ عبارت اور پیشین گوئی کے مطابق آج کا ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھیئے اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کو دیکھئے کہ مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بات حرف بحرف درست اور سچ ہے کہ نہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ایک ولی کامل کی نگاہ حق آگاہ جس حسین مستقبل کو دیکھ رہی تھی وہ آج ہمارے سامنے ماہنامہ اعلیٰ حضرت اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کی صورت میں ہرا بھرا مسکراتا نظر آ رہا ہے۔

حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اپنے جد امجد مولانا حامد رضا خاں کی وصیت کے مطابق حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ خانقاہ عالیہ رضویہ کے متولی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم سوئم قرار پائے آپ کے اہتمام کا ابتدائی دور بڑا کٹھن اور مشکل دور تھا دار العلوم منظر اسلام مالی بحران کا شکار تھا جیسا کہ آپ نے گزشتہ اوراق میں حضور مفسر اعظم ہند کے دور کا مطالعہ فرمایا کہ مدرسین کی بروقت تنخواہ کیلئے گھر کے زیورات تک رہن رکھ دیتے جاتے یہ مالی پریشانی تو تھی ہی اس کے علاوہ آپسی چپقلش کی وجہ سے ان کو اطمینان وسکون بھی حاصل نہیں تھا ایسے حالات میں انہوں نے حد درجہ صبر وتحمل کا ثبوت پیش کیا رفتہ رفتہ حالات بدلتے گئے اور آپ کی جدو جہد رنگ لائی تبلیغی دورے پر آپ کا قدم گھر کی چہار دیواری سے باہر نکلا ملک و بیرون ملک کا آپ نے سفر کیا جامعہ کی ترقی اور بقاء کیلئے عقیدتمند و ارادتمند کی توجہ مبذول کرائی۔ آپ کی تقریر پرتنویر لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی گئی مالی بحران دور ہوا جامعہ کی قدیم عمارت از سر نو تعمیر کے مراحل سے گزر کر نئی بلڈنگ میں تبدیل ہوگئی۔

درسگاہوں کی توسیع ہوئی طلباء کی اقامت کیلئے پندرہ کمروں کا سہ منزلہ رضوی افریقی ہاسٹل تیار ہو کر دعوت نظارہ دینے لگا رضا مسجد جو کافی دنوں سے خستہ اور چھوٹی سی تھی سہ منزلہ تعمیر ہو کر اپنی مثال آپ بن گئی آپ کے دور میں تعمیراتی و ترقیاتی امور بڑی تیزی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچنے لگے۔

جامعہ کا نظام تعلیم بہتر کرنے کیلئے آپ نے ایک دستور العمل ترتیب دیا جس میں اساتذہ طلباء کیلئے ہدایات تحریر کی گئیں طلباء کی تعلیمی لیاقت مضبوط اور استعداد میں مزید چار چاند لگانے کیلئے آپ نے جامعہ کے پرانے تجربہ کار شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد احمد جہانگیر صاحب علیہ الرحمہ کو دوبارہ منصب تدریس پر بحال کیا اور وہ اساتذہ جن کی مدت ملازمت ختم ہوگئی تھی یا صحت و توانائی کے اعتبار سے نحیف ولاغر ہوگئے تھے ان کی جگہ پر جواں سال باصلاحیت اساتذہ کا آپ نے تقرر کیا وقت کی اہم ضرورت اور حالات کے پیش نظر علمائے کرام کی سفارش پر آپ نے ۱۹۸۳ء میں بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے منظر اسلام کی درس نظامی والی سند منظور کرائی۔ یہی وجہ ہے کہ آج منظر اسلام کے ہزاروں فارغین بہار حکومت کے امداد یافتہ مدارس میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور معاشی پریشانی کی گرفت سے بھی آزاد ہیں جب طلباء کو اس طرح کے مواقع اور سہولت فراہم ہونے لگیں تو مختلف صوبہ جات کے لڑکے جامعہ رضویہ منظر اسلام میں برائے

قافلہ کشاں کشاں کثرت سے آنے لگے اس آمد اور بھیڑ کو دیکھ کر آپ نے منظر اسلام کی توسیع کا ارادہ کیا محلّہ سوداگران میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی کہ اس میں مزید درسگاہ کی تعمیر ہو سکے آپ کی حساس طبیعت نے اس کمی کا احساس کیا قسمت نے یاوری کی الحاج محمد نیاز احمد شیری سے آپ کی ملاقات ہوگئی آپ نے دلی خواہش کا اظہار کیا انہوں نے تقریباً اکاون بیگھہ زمین جامعہ رضویہ منظر اسلام کے متولی کے نام وقف کر دی:

''وصال سے تقریباً ایک سال قبل آپ نے بریلی شریف سے تیس کلومیٹر دوری پر رچھا ریلوے اسٹیشن سے متصل ایک عظیم دینی درسگاہ بنام ''الجامعۃ القادریہ'' کا سنگ بنیاد رکھا صد افسوس کہ زندگی نے آپ کا ساتھ نہیں دیا مگر آپ کے خوابوں کی تعبیر السعی منی والاتمام من اللہ کے مصداق پوری ہو رہی ہے''۔ (سیمینار نمبر، ص ۱۷)

اس طرح کی خدمات نیز قوم کے مسائل خواہ دینی ہوں یا سیاسی ان کو حل کرنے کا جذبہ آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ بہر کیف میں عرض کر رہا تھا کہ جامعہ کی ترقی آپ کی زندگی کا اصل مقصد تھا اس لئے آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو آپ کے اسلاف دے چکے۔ تھے آپ بھی اپنے اسلام کی طرح صرف مہتمم ہی نہیں رہے بلکہ جب جب جامعہ کو مدرس یا شیخ الحدیث کی ضرورت درپیش ہوئی تو انتظام نہ ہونے تک آپ نے بنفس نفیس تدریس کا فریضہ انجام دیا اور شیخ الحدیث کی کمی کو پورا کیا وصال سے قبل کی بات ہے کہ دو طالب علم سری لنکا سے آگئے جن کی مادری زبان عربی تھی وہ دونوں بالکل اردو نہیں جانتے تھے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا شبنم کمالی صاحب رقم طراز ہیں:

''عام طور سے ہندوستانی اساتذہ کرام جب صحاح ستہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں خصوصاً بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس دیتے ہیں تو اردو ترجمہ اور اس کے مطلب ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ لیکن حضور ریحان ملت کی خدمت کے دوران کچھ ایسے بھی طلباء دورۂ حدیث میں داخل ہوئے جو اردو زبان کو اچھی طرح سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے ان میں سری لنکا کے حضرت مولانا بدر الدین صاحب اور حضرت مولانا مخدوم صاحب ایسے خوش نصیب تلامذہ میں سے ہیں جن کو حضور ریحان ملت نے عربی (عربی میڈیم) سے بخاری شریف پڑھائی۔ یہ وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے یہ دونوں حضرات حضور ریحان ملت کے پڑھانے اور سمجھانے کے دلکش اور پیارے انداز سے بہت خوش تھے اور انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ حضور ریحان ملت سے جو فیض علمی و روحانی ہم کو ملا وہ کہیں نہیں ملا'' (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا سیمینار نمبر، ص ۲۲۵)

یہ تعریف و توصیف کی بات نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے کہ آپ کے دور اہتمام میں غیر ملکی طلباء منظر اسلام میں کثرت سے داخل ہوئے اور سند فراغت حاصل کر کے اپنے اپنے ممالک میں مذہب و ملت بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت انجام دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔ آپ نے اپنے دور اہتمام میں دین کی خدمت اور اہل سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے رضا برقی پریس کا انتظام کیا اور اشتہار چھاپ کر آپ نے اعلان کر دیا کہ رضا برقی پریس سے صرف اہل سنت و جماعت کے لیٹریچر اور کتب و رسائل اشتہار وغیرہ شائع ہوں گے بد مذہب بددین یہاں پر برائے اشاعت آنے کی کوشش نہ کریں یہ تھی ان کی بے باکی اور حق پسندی

خدا کے فضل سے آج بھی رضا برقی پریس قوم وملت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، بہرکیف آپ نے ازابتدا تا انتہا اہتمام کی تمام ذمہ داریاں بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائیں۔ زیرنظر مضمون میں اس بات کی وضاحت نہایت ضرورت ہے کیونکہ بعض لوگوں نے جامعہ رضویہ منظر اسلام کے بانی اور مہتممین کے بارے میں کچھ اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے، جس سے بعض لوگوں کو بدگمانی ہوئی اور آئندہ بھی ہوسکتی ہے اس لئے بروقت وضاحت ضروری ہے مزید اس لئے بھی کہ یہ مضمون ''یادگاری مجلّہ'' کیلئے قلمبند ہورہا ہے جو ہراعتبار سے تاریخی اور معلوماتی ہوگا لہٰذا اس حیثیت سے بھی یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ حالانکہ راقم الحروف نے اس کا جواب ۱۹۹۷ء میں ''بعنوان مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی بناء اور بانی کب اور کون؟'' دیدیا تھا جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ اگست ۱۹۹۷ء میں بشکل اداریہ شائع ہوا تھا۔ اور قارئین نے پسندیدگی کا اظہار بھی کیا تھا۔ اسی مضمون پر مہر تصدیق ثبت کرنے کیلئے مزید حوالہ جات نذر ناظرین ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا کی موجودگی میں دارالعلوم کا سارا انتظام و انصرام آپ (حجۃ الاسلام) کے سپرد تھا۔ آپ کے دور اہتمام میں حضرت مولانا رحم الٰہی شیخ الحدیث، شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی نقشبندی مجددی رامپوری اور شمس العلماء کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے علامہ نور الحسین رامپوری صدر المدرسین تھے، اہل سنت و جماعت کے ممتاز علماء مولانا حشمت علی خان لکھنوی مولانا حسان علی صاحب صدیقی مظفر پوری، مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری، مولانا عبدالواحد گڑھی پوری پشاوری۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی مولانا مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری۔ مولانا غلام جیلانی میرٹھی وغیرہ ہم فارغ التحصیل ہوئے'' (تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۳)

مذکورہ حوالہ کے علاوہ دوسری عبارت جو میرے مدعا اور مفہوم کو واضح کرنے کیلئے بہت ہی مستحکم اور ٹھوس ہے اسے ملاحظہ فرمائیں:

''ایک عظیم دور فکری، تعلیمی، تعمیری، حضرت حجۃ الاسلام سے شروع ہوکر بظاہر حضرت ریحان ملت کے وصال پر ختم ہوگیا، امام احمد رضا کے یہ سہ تن خوشتر از صد تن تھے آپ کے فیضان کے یہ تینوں بڑے روشن مینار تھے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ حامدیہ کا گل شاداب اپنی ریحان بکھیر گیا، جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا، مقدرات کا فیصلہ یہی تھا۔ ہاں صاحب سجادہ کے کاندھوں پر عظیم ذمہ داریاں آگئی ہیں مگر یہ کار رضا ہے نہ پہلے رکا ہے نہ اب رکے گا رضا کی رضا شامل حال رہے گی آپ کا ماضی صبر وشکر سے روشن ہے اپنے والد گرامی اور جد سامی کی روایات اور جدود نامی کی نمایاں خدمات کو پیش نظر رکھئے۔ کار رضا میں پوری ثابت قدمی کے ساتھ قدم آگے بڑھائیے۔ آپ صاحب منزل ہیں اور نشان منزل آپ کے سامنے ہے''

(مکتوب بنام حضرت سبحانی میاں)

مندرجہ بالا عبارت ایک تعزیتی مکتوب سے ماخوذ ہے۔ صاحب مکتوب نے صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج سبحان رضا خاں قبلہ دام ظلکم کو ریحان ملت کے وصال پر تعزیتی خط لکھا تھا جس میں انہوں نے حجۃ الاسلام سے ریحان ملت تک صرف تین شخصیت کا تذکرہ کیا ہے کہ ان تینوں حضرات نے گلشن رضا کو خون جگر سے سینچا اور اعلیٰ حضرت کے مشن کو فروغ دیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت

نے جوعلم وحکمت کا چراغ بنام ''منظر اسلام'' جلایا تھا اس کی روشنی کو اکناف عالم میں پھیلانے کا فریضہ ان تینوں نے بخوبی انجام دیا اور یہی حضرات عہد بعہد جامعہ منظر اسلام کے مہتمم رہے کیونکہ اگر مکتوب نگار کی مراد سہ تن جامعہ کے مہتمم نہیں ہے تو ان تینوں حضرات کے علاوہ خاندان کے دوسرے بزرگوں نے بھی تو اعلیٰ حضرت کے پیغام کو عام سے عامتر کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تو کیا ان کی خدمات کو نظر انداز کر دیا جائے گا ان سے چشم پوشی کی جائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں خاندان کے سبھی حضرات نے اعلیٰحضرت کے پیغام کو عام کیا لیکن بحیثیت مہتمم ان تینوں حضرات نے خدمت انجام دی اس لئے صاحب مکتوب نے ''سہ تن خوشتر از صدتن'' سے اس کی طرف اشارہ کیا مکتوب نگار کوئی معمولی آدمی نہیں ہے کہ ان کی تحریر ہوگی بلکہ وہ تو حجۃ الاسلام کے فیض یافتہ اور حضور مفسر اعظم ہند کے صحبت یافتہ ہیں لہذا ان کی تحریر قابل سند ہے۔

حضور حجۃ الاسلام کے زمانے سے لیکر حضور ریحان ملت کے دور اہتمام تک جو ترقیاں ہوئی ہیں ان کا اجمالی خاکہ راقم الحروف نے پیش کیا۔ لیکن حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ کے وصال سے مہتمم چہارم حضرت علامہ الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں کے دور اہتمام تک جو غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے وہ بھی ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ شرائط داخلہ میں بے حد سختی اور پابندی کے باوجود فارغین کی تعداد میں اضافہ ہونا جامعہ کی شہرت اور مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ گزشتہ چند سال سے موجودہ دور کا خیال اور طلبہ کی ترقی اور ان کی ملازمت دفاتر ہند و بیرون ہند میں ضروری جان کر جامعہ کی سند کو یونیورسٹی کے معیار پر لانے کیلئے جو دستوری خاکہ بنایا گیا ہے اس کی چند جھلکیاں پیش نظر کی جارہی ہیں:

طریقۂ داخلہ:

(۱)---- جامعہ میں داخلہ ۱۰؍شوال سے ۳۰؍ذی الحجہ تک ہوگا۔ دورۂ حدیث میں داخلہ کیلئے تحریری امتحان بطور ٹیسٹ ہوگا۔ دورۂ حدیث کے علاوہ دیگر تمام درجات کا ٹیسٹ تقریری ہوگا۔

(۲)---- جامعہ کی تاریخ داخلہ ختم ہونے کے بعد کسی کی کوئی سفارش داخلہ کیلئے مسموع نہیں ہوگی۔

(۳)---- جامعہ کے مطلوبہ درجہ میں داخلہ کیلئے امتحان داخلہ میں کامیاب ہونا ضروری ہوگا ورنہ جس درجہ کے لائق ہوگا اسی درجہ میں داخلہ کیا جائے گا۔

(۴)---- دورۂ حدیث میں شریک ہونے والے طلبہ کیلئے مشکوۃ آخر، توضیح تلویح، المعتقد المنتقد، ملا جلال، مختصر المعانی، میبذی وغیرہ ہم پڑھنے کا تصدیق نامہ کسی سنی صحیح العقیدہ ادارے سے یا درجۂ عالم الہ آباد بورڈ، درجۂ عالم پٹنہ بورڈ، ٹائٹل کلکتہ بورڈ کی مارکشیٹ یا سند کی مصدقہ کاپی درخواست کے ساتھ منسلک کرنا لازمی ہوگا۔

(۵)---- جامعہ سے فاضل درس نظامی کی سند ۱۸؍سال سے کم عمر والے امیدوار کو نہیں دی جائے گی۔

(۶)---- جامعہ کے اصول وضوابط جو فارم داخل میں مرقوم ہیں ان پر عمل کرنا لازمی ہوگا۔

(۷)---- جامعہ میں داخل ہونے والے طلبہ کو مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں اپنا عقیدہ رکھنا ہوگا۔

(۸)---- جامعہ سے سند حاصل کرنے کے بعد بھی اگر مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں بدمذہب اور بدعقیدہ ہونے کا ثبوت فراہم ہوا تو سند منسوخ کر دی جائے گی۔

(۹)---- جامعہ کے مفاد کو نقصان پہنچانے کیلئے کسی طالب علم

نے شخصی یا اجتماعی طور پر کوئی حرکت کی تو اس کو جامعہ سے فوراً خارج کردیا جائے گا۔

(۱۰)----جامعہ کے مہتمم اور اساتذہ کا احترام کرنا بہر صورت لازم ہوگا۔

طریقۂ امتحان:

(۱)----جامعہ کے تمام درجات کا سالانہ امتحان ماہ شعبان میں تحریری وتقریری دونوں ہوگا۔

(۲)----جامعہ کا ششماہی امتحان ماہ ربیع الاول کے پہلے عشرہ میں ہوگا۔

(۳)----جامعہ کے دورۂ حدیث کا امتحان سالانہ جمادی الاولیٰ کے پہلے عشرہ میں ہوا کرے گا۔

(۴)----دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان صحیحین (بخاری شریف ومسلم شریف) کا تقریری اور دیگر کتب کا تحریری ہوگا۔

(۵)----جامعہ کے فاضل درس نظامی کی سند کا وہی امیدوار مستحق ہوگا جو سالانہ امتحان میں کامیاب ہوگا ناکام امیدوار کو اسی داخلہ کی بنیاد پر دوسرے سال سالانہ امتحان میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

(۶)----ناکام امیدوار کو کسی درجے میں کسی صورت ترقی نہیں ملے گی۔

(۷)----امتحانات عربی وفارسی اتر پردیش میں شریک ہونا ہوگا

(۸)----جامعہ یا بورڈ کے کسی امتحان میں بلا عذر غیر حاضر رہنا شدید جرم ہوگا۔

مذکورہ تمام امور پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے جامعہ کا تعلیمی معیار بلند سے بلند تر ہوگیا ہے اور ہندوستان کی مختلف جامعات (یونیورسٹی) نے اپنے اپنے امتحانات کیلئے ''فاضل درس نظامی'' کو بی-اے اور ایم-اے کے مساوی قرار دے دیا ہے۔ جامعہ اردو علی گڑھ کے رجسٹرار صاحب رقم طراز ہیں:

''مکرمی تسلیم! آپ کے ادارہ کے امتحان ''فاضل درس نظامی'' کو جامعہ اردو نے اپنے امتحان ''ادیب کامل'' میں شرکت کے لئے منظور کرلیا ہے۔ اطلاعاً تحریر ہے۔ مخلص، سید انور سعید، رجسٹرار جامعہ اردو، علیگڑھ''

اسی طرح سے جامعہ ہمدرد دہلی کے وائس چانسلر صاحب نے بھی منظور نامہ بھیجا ہے ذیل میں ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''جامعہ ہمدرد کی مجلس تعلیمی نے ہندوستان کے کچھ اہم مدارس جہاں ابتدائی درجات سے لیکر فضیلت تک معیاری تعلیم کا بندوبست ہے وہاں کے فاضل کی اسناد کو پری طب (طبیہ کالج) اور ایم-اے (اسلامک اسٹڈیز) میں داخلہ کیلئے منظور کرلیا ہے یہ اطلاع دیتے ہوئے مجھے خوشی ہورہی کہ منظور شدہ مدارس کی فہرست میں آپ کے ادارہ کا نام ''جامعہ منظر اسلام بریلی'' بھی شامل ہے''۔

اسی طرح سے آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدر آباد کے وائس چانسلر صاحب سے جامعہ کی سند کو منظور کرانے کیلئے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے ان کے مطالبہ کے مطابق ضروری کاغذات بھیج دیئے گئے ہیں توقع ہے کہ مستقبل قریب میں منظور نامہ آجائے گا مذکورہ تینوں جامعات سے رابطہ کرنے اور منظوری نامہ کے حصول میں راقم الحروف کی کوشش اور مشورہ شامل ہے۔

حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ جامعہ کی ترقی اور طلباء کا تعلیمی معیار بلند سے بلند تر کرنے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں تمام تعلیمی اداروں میں اساتذہ وطلباء کیلئے جو اصول وضوابط ہیں وہ

اپنی جگہ ہیں
ہدایت قلم بند
گرامی کے ط
حضرت علامہ
شیخ الحدیث
ضابطۂ ملازمہ
سے سبکدوش
آپ نے تقر
ان کے اسما۔
علامہ مولانا
گنج) جامعہ
صاحب قبلہ
مولانا مفتی الح
عالم نبیل فاضل
(بریلی) خطی
عبدالخالق صا
حضرت علامہ
حضرت علامہ
صاحب فکر و
(رامپور)، شی
عبدالرحمٰن صا
صاحب قبلہ (
قبلہ (بریلی)،
، جناب ماسٹر
صدر المدرسین

پر جگہ ہیں اس کے علاوہ آپ نے اپنی طرف سے کچھ مخصوص ہدایت قلم بند کرا کے تمام درسگاہوں میں آویزاں کرادی ہیں والد گرامی کے طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے جامعہ کے سابق پرنسپل حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب قبلہ دال ظلکم کا آپ نے شیخ الحدیث کے منصب پر دوبارہ تقرر کیا اسی طرح وہ اساتذہ جو ضابطۂ ملازمت کے مطابق معیاد پوری کر کے اپنے اپنے عہدوں سے سبکدوش ہوگئے ان کی خالی جگہوں پر نئے تجربہ کار اساتذہ کا آپ نے تقرر کیا۔ سردست جو اساتذہ تدریسی خدمات پر مامور ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں سرفہرست شمس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب قبلہ شیخ الحدیث (کشن گنج) جامعہ معقول ومنقول حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب قبلہ پرنسپل (بستی)، شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ (مئو)، اسم با مسمی عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ (بریلی) خطیب شعلہ بار عالم ذی وقار حضرت علامہ مولانا الحاج عبدالخالق صاحب قبلہ نائب شیخ الحدیث (پورنیہ)، صاحب علم وفن حضرت علامہ مولانا محمد انور علی صاحب قبلہ (بہرائچ)، ماہر درسیات حضرت علامہ مولانا محمد ایوب عالم صاحب قبلہ (اتر دینا جپور)، صاحب فکر وفن حضرت علامہ مولانا سید شاکر علی صاحب قبلہ (رامپور)، شیر قادریت خطیب اہل سنت حضرت علامہ مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب قبلہ (بریلی)، شیخ القراء حضرت قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ (رامپور)، استاذ الحفاظ حضرت حافظ محمد انوار صاحب قبلہ (بریلی)، جناب ماسٹر نبی رضا عرف شاہد صاحب قبلہ (بریلی)، جناب ماسٹر عرفان صاحب قبلہ (بریلی)، راقم الحروف بھی نائب صدر المدرسین کے منصب پر تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے

حضرت مولانا محدم احتشام الدین صاحب (نوادہ بہار)، حضرت مولانا محمد ظہور الاسلام صاحب نوری (دیناجپور بنگال) یہ دونوں معین المدرسین کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ رضوی دارالافتاء میں بحیثیت صدر مفتی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق قادری صاحب قبلہ (بریلی) حضرت مولانا سید کفیل احمد صاحب قبلہ (ہزاری باغ بہار) یہ دونوں حضرات فتویٰ نویسی کا کام انجام دے رہے ہیں مدرسین ومفتیان کرام کے علاوہ کچھ ملازمین دفتری حضرات بھی جامعہ کی خدمت پر مامور ہیں۔

حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ کے دور اہتمام میں تعمیری کام بھی بہت ہوا ہے اس سلسلے میں راقم الحروف نے ایک مکمل مضمون بعنوان ''خانقاہ عالیہ رضویہ کی تعمیرات جدید اور ترقیاتی امور پر ایک نظر'' قلم بند کیا تھا جو ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ میری اپنی معلومات کے مطابق آپ کے دور اہتمام میں تعمیری کام سب سے زیادہ ہوا ہے خدا کرے یہ سلسلہ قائم ودائم رہے اور منظر اسلام سابقہ روایت کے مطابق منزل بمنزل ترقی کرتا رہے۔ آمین

سبحانہ وتعالیٰ

﴿منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴾

از :حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں نوری*

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

اللہ عزوجل خالق لوح وقلم علیم وخبیر سمیع وبصیر کا بے شمار احسان اور اس کے پیارے حبیب ومحبوب مصطفیٰ جان رحمت شمع بزم ہدایت قاسم علم وفضیلت ہادیٔ راہ ہدایت روحی فداہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحابہ واولیاء امتہ وبارک وسلم کا بیکراں فیضان کہ عالم کو یہ خوشگوار اور مسرت آمیز دن دکھایا آج اس عرس رضوی ونوری وریحانی کے بافیض موقع پر ہم اہل سنت اجتماعی طور پر قادری وبرکاتی ورضوی ونوری پرچم کے سایۂ رحمت میں مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کا جشن صد سالہ منا رہے ہیں عاشقان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جم غفیر اپنی پیشانی کی کھلی آنکھوں سے جشن صد سالہ کا پرنور پرسرور منظر دیکھ رہا ہے۔ میں اپنی ذہنی وفکری بنیاد پر تحریر کرتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کررہا ہوں کہ عرس مبارک اور جشن صد سالہ کے پروقار پر بہار منبر پر ملک وملت کے عظیم سے عظیم تر مشائخ طریقت اور جلیل سے جلیل تر علماء شریعت جلوہ بار ہیں اور ملک وبیرون ملک سے تشریف لائے ہوئے فارغین فرزندان مرکز اہل سنت منظر اسلام نیز زائرین وحاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قلب وروح کو انبساط وسکون بخش رہا ہے اہل سنت کی خانقاہوں کے باعظمت سجادہ نشین بالخصوص مارہرہ مطہرہ کی مسند ارشاد کے مسند نشین اور مدارس اہلسنت کے بابرکت مہتمم وصدور اپنے مرکز عقیدت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی عبقری بارگاہ میں خراج عقیدت اور جشن صد سالہ کے موقع پر اپنے مرکز علمی منظر اسلام کو ہدیۂ تبریک پیش کررہے ہیں۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کا جشن صد سالہ مجھ ناتواں کے دور اہتمام میں منعقد ہے کاش یہ جشن صد سالہ فقیر کے والد گرامی آقائے نعمت حضور ریحان ملت سیدی علامہ مفتی محمد ریحان رضا خاں قبلہ قدس سرہ العزیز کے اہتمام میں انعقاد پذیر ہوتا تو اس کی آن بان شان ہی کچھ اور ہوتی مگر مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حضور ریحان ملت کے دور اہتمام میں دار العلوم نے جو عظیم ترقی حاصل کی وہ عوام وخواص کسی سے پوشیدہ نہیں انہوں نے اپنے دور میں دار العلوم کی ترقی کیلئے ملک وبیرون ملک کے تبلیغی اسفار بھی کئے دار العلوم کے ہر شعبۂ علمی کو بام عروج پر پہنچانے کی جو انتھک سعی فرمائی وہ آفتاب نیم روز سے زائد تابناک ہے۔

جامعہ کا تعمیری کام ہو یا تدریسی تبلیغی کام ہو یا اشاعتی ہر کام کو حضور ریحان ملت نے نہایت فراخ دلی سے انجام دیا عرس رضوی ونوری کو حاضرین وزائرین کی سہولیات کے پیش نظر اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں لے جانا اور جملہ تقریبات عرس وہیں منبر عرس پر کرانا پھر جملہ پروگرام ہارنوں کے ذریعہ خانقاہ رضویہ پہنچنے والی شاہ راہوں نیز خانقاہ رضویہ پر سنا جانا اور خانقاہ رضویہ پر شامیانے اور تزئین رضا مسجد وجامعہ رضویہ نیز شاہراہیں دل نشین کرانا یہ سب حضور ریحان ملت ہی کے حوصلہ افزا دل وجگر کا کام تھا

*(مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف)

یہاں تک کہ آپ نے اپنے اکابر کے ایماء سے ملکی سیاست میں حصہ لیا تو سیاست کو کم اور شریعت کو زیادہ مدنظر رکھا بلکہ اگر سیاست کو استعمال بھی کیا تو ہمیشہ شریعت کیلئے ہی استعمال کیا بریلی شریف (شہر) کا جلوس محمدی ﷺ جو تقریباً پچیس سال سے بارہ ربیع الاول شریف کو نکلتا ہے شاہد عدل ہے کہ آپ ہی کی سیاسی بالغ نظری اور کوششوں کا نتیجہ ہے حضور والد ماجد سیدی ریحان ملت نے جہاں بریلی شریف اور جامعہ رضویہ کو دینی استحکام عطا فرمایا وہیں سیاسی پائیداری سے بھی ہم کنار کیا مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام پر آپ کے دور اہتمام میں بڑی بڑی دشواریاں بھی آئیں ہمارے اساتذۂ کرام ان دشواریوں سے بے خبر نہیں ہوں گے مگر حضور ریحان ملت نے ان دشواروں کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ دشواریاں پانی پانی ہو کر رہیں اور جامعہ رضویہ بفضلہٖ تعالیٰ ترقیوں کی راہوں پر گامزن ہوتا رہا جامعہ کے اساتذۂ کرام نے حضور ریحان ملت کے دوش بدوش رہ کر کام کیا اور سارے ملازمین و معاونین نے قدم سے قدم ملا کر جامعہ کی ترقی میں حصہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جامعہ کے جلسۂ دستار میں جو عرس حامدی و جیلانی کے موقع پر ہوتا ہے فارغین کی تعداد میں سال بسال اضافہ ہی ہو رہا ہے عرض کرنا یہ ہے کہ کتنا اچھا ہوتا جو یہ جشن صد سالہ حضور والد ماجد سیدی ریحان ملت کے باہمت ہاتھوں انعقاد پذیر ہوتا اور یہ فقیر مع برادران حقیقی حضرت کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے جشن صد سالہ و عرس رضوی نوری میں کارکنان کی حیثیت سے حصہ لیتے مگر مرضی الٰہی کے آگے دم بخود ہیں یہ فقیر والد ماجد کے چھوڑے ہوئے انہیں خطوط کو مشعل راہ بنائے ہوئے ہے اور حضرت کے جملہ امور کی تعمیر و ترقی کی جانب لے جانے کی سعی کر رہا ہے فقیر اس امر کے اظہار میں خوشی محسوس کر رہا ہے کہ حضور والد ماجد کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے باقی ماندہ تعمیری و تعلیمی کاموں کو عروج و ارتقاء حاصل ہوا ہے اس میں بھی میرا اپنا کچھ نہیں بلکہ میرے آباء کرام علیہم الرضوان کی روحانیت کار فرما ہے اور وہی دستگیری فرماتے ہیں اس فقیر کے صرف ظاہری ہاتھ ہیں باقی واللہ العظیم ہمت و طاقت اولوالعزمی و قوت سب انہیں کی رہین منت ہے

جامعہ رضویہ منظر اسلام دنیائے سنیت کے دینی و علمی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں فرزندان جامعہ رضویہ ہند و بیرون ہند تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں مرکز اہل سنت ہندوستان کا وہ دینی و علمی ادارہ ہے جس پر دنیائے سنت کو جتنا فخر ہو کم ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس لگائے ہوئے چمن کی علمی و عملی خوشبو سے ساری دنیائے سنیت معطر ہے یہ ادارہ جہاں اسم با مسمی ہونے کے اعتبار سے روشن و تابناک ہے وہیں اس نے اپنے ملک ہندوستان کا نام بھی روشن کیا ہے آج دنیائے سنیت کا ہر وہ ادارہ جو بفضلہٖ تعالیٰ بنام اہل سنت خدمت دین و مسلک میں مصروف ہے اسی منظر اسلام بریلی شریف کا مرہون منت ہے آج ہمارا وہ کونسا ادارہ ہے کہ جو سیدنا اعلیٰ حضرت یا ان کے عظیم تلامذہ کے فیضان علمی سے فیضیاب نہیں:

☆ حضور حجۃ الاسلام ہوں یا حضور استاذ زمن
☆ حضور مفتی اعظم ہوں یا حضور محدث اعظم
☆ حضور صدر الشریعہ ہوں یا حضور صدر الافاضل
☆ حضور ملک العلماء ہوں یا حضور فخر الاماثل
☆ حضور برہان ملت ہوں یا حضور اجمل العلماء
☆ حضور صدر العلماء ہوں یا حضور سید العلماء
☆ حضور امین شریعت ہوں یا حضور شیر بیشۂ اہل سنت
☆ حضور حافظ ملت ہوں یا حضور مصباح شریعت
☆ حضور بحر العلوم ہوں یا حضور استاذ العلماء
☆ حضور مفسر اعظم ہوں یا حضور ریحان ملت۔ وغیرہم اساطین امت علیہم الرحمہ

یہ سب کے سب ہم اہل سنت کے اکابر ہیں اور سب

کے سب اعلیٰ حضرت یا اعلیٰ حضرت کے تلامذہ سے فیضان علم حاصل کئے ہوئے ہیں۔

آج اسی گلشن اعلیٰ حضرت (منظر اسلام) کے شگفتہ پھول اور اس کی خوش رنگ کلیاں پتیاں خوشبوریز ہیں۔ آج سیدنا اعلیٰ حضرت کے عظیم تلامذہ کا فیضان چشمان سر سے دیکھنے میں آرہا ہے مرکز اہل سنت منظر اسلام کا جشن صد سالہ جو سراپا رحمت الٰہی و عنایت رسالت پناہی اور کرامت اعلیٰ حضرت و اکابر اہل سنت ہے۔ فالحمد علی ذالك

اس مختصر عرضداشت سے میرا دلی مدعا یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اور آپ کے جامعہ رضویہ منظر اسلام نے جو برحمۃ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی علمی حیثیت کی بنیاد پر مرکز اہل سنت ہے اپنی علمی وقومی وملکی خدمات سے ہمیشہ ملت وملک کا نام روشن کیا ہے بلکہ حقانیت تو یہ ہے کہ بڑی بڑی یونیورسٹیاں جن پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور ان کی ترقی کیلئے کیا کچھ نہیں کیا جاتا ان یونیورسٹیوں سے ملک کو وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا کہ جتنا مرکز اہل سنت منظر اسلام سے ہوا ہے آج فرزندان منظر اسلام دنیا کے اکثر ممالک میں اپنی دینی وملکی خدمات سے اپنے ملک ومذہب کا سر بلند کئے ہوئے ہیں

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اخیر میں یہ فقیر تمام مدارس دینیہ اسلامیہ کے ذمہ داروں سے عرض گزار ہے کہ وہ اپنے اپنے طور اپنے مدارس میں "یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام" کا جشن منعقد کریں اور امام اہل سنت "بانی منظر اسلام" کو اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کریں---- مرکز اہل سنت "صد سالہ منظر اسلام نمبر" پر جو ٹائیٹل شائع کیا ہے اس کا عکس لیں اور پوسٹروں پر، مدارس کی "روئداد کتب" پر اور دینی کتب کے ٹائیٹل پر شائع کریں۔

انگریزی سن کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظر اسلام کو ۱۹۰۴ء میں قائم کیا تھا۔ لہذا ۲۰۰۴ء تک انعقاد جشن کا یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا امسال عرس رضوی ۱۴۲۲ھ کے مبارک موقع پر اس "سلسلۂ جشن صد سالہ منظر اسلام" کا آغاز کیا جارہا ہے اور اس موقع پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا "صد سالہ منظر اسلام نمبر" کی قسط اول بھی ہدیۂ ناظرین ہے۔ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس عظیم نمبر کی باقی قسطیں بھی منظر عام پر لائی جائیں گی۔

امسال عرس رضوی کے موقعہ پر "جشن صد سالہ" میں جامعہ منظر اسلام کے فارغین ومحبین کو یا ان کے متعلقین کو ایوارڈ سے بھی نوازا جارہا ہے اور یہ پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تین سالوں تک جاری رہے گا۔ جن اکابر فارغین ومحبین کے اسمائے گرامی اس بار شامل نہیں ہو سکے ہیں ان کو آئندہ "اعزاز نوازی پروگرام" میں شامل کیا جائیگا۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ "ماہنامہ معارف رضا کراچی" بھی "صد سالہ جشن منظر اسلام" کے حوالے سے خصوصی اشاعت کررہا ہے اس "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل" پاکستان نے سیدنا اعلیٰ حضرت پر جو کام کیا ہے وہ ساری دنیا کیلئے مثالی ہے ادارہ کے علماء کا وفد جس میں شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں، علامہ جمیل نعیمی، سیدنا وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، مولانا محمد احمد رضا شامل تھے۔ جشن صد سالہ میں شرکت کیلئے بریلی شریف تشریف لایا ان حضرات کے آنے سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ادارہ نے منظر اسلام کے حوالے سے جو رسالہ اور خوبصورت KEYCHAIN بنا کر کثیر تعداد میں یہاں تقسیم کیئے اس نے بھی لوگوں کے ذوق میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے تمام عہدیداران کو ہمیشہ سلامت رکھے (آمین)۔

ارادت مندان اعلیٰ حضرت سے گزارش ہے کہ وہ بھی ۲۰۰۴ء تک اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنی عقیدت وتعلق کا بھرپور ثبوت فراہم کریں----

﴿منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴾
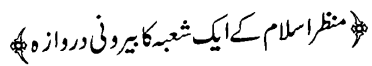
منظر اسلام کا پس منظر:

ہندوستان کی سرزمین پر جس وقت مسلمانوں کا کوئی باضابطہ، دینی اور تعلیمی مرکز نہیں تھا، اس وقت دہلی، لکھنؤ (فرنگی محل) خیرآباد اور بدایوں کی محدود درسگاہوں میں طالبان علوم دینیہ اپنی دینی وعلمی پیاس بجھانے کو حاضر ہوتے، اور علوم تفاسیر و احادیث نیز فقہ اسلامی سے سیراب ہوکر ملک کے مختلف گوشوں کو علمی فیاضیوں سے مالا مال کرتے تھے اور جب مذکورہ درسگاہوں کی لو مدھم ہونے لگی تو اسلامی علوم وفنون کے شائقین اور باذوق حضرات کو کربناک دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا، انہیں ایام میں ہندوستان کے معتبر عالم علوم ربانی بقیۃ السلف سند الخلف مفتی دوراں حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے شفاف دل میں یہ جذبۂ بیکراں پیدا ہوا کہ ایک ایسے باضابطہ دینی ادارہ کی بنیاد رکھی جائے جس سے مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ماحولیاتی مسموم فضاؤں سے بچالیا جاسکے اور اس کے ذریعہ صالح مبلغین کو علوم وفنون دینیہ سے آراستہ کرکے اسلامیان ہند کے بنیادی عقائد واعمال کو کفر و بدمذہبیت کی آلودگی سے محفوظ رکھا جاسکے۔ چنانچہ اسی جذبۂ صادق کے سہارے حضرت موصوف نے ''مصباح التہذیب'' کے نام سے ایک دینی وملی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نہ دارالعلوم دیوبند کا وجود تھا نہ مدرسہ اہل حدیث امرتسر و دہلی کا نشان تھا اور نہ ہی ندوۃ العلماء لکھنؤ کا نام لوگوں کے حاشیۂ خیال میں آیا تھا۔ لیکن بریلی کی سرزمین پر اسلامی تہذیب کا چراغ جل رہا تھا جس سے شہر اور شہر کا قرب و جوار روشن تھا حضرت موصوف کے علاوہ علامہ علمی اور دوسرے مقامی بزرگ اساتذۂ کرام علوم وفنون کے گوہر لٹا رہے تھے۔ مگر ''مصباح التہذیب'' کا فیضان زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہا جس کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ بانی ''مصباح التہذیب'' علیہ الرحمہ کو تصنیف وتالیف، فتویٰ نویسی اور درس وتدریس وغیرہ سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ وہ ''مصباح التہذیب'' کے شعبہ مالیات کی طرف توجہ دیتے ہاں ذاتی طور پر جس قدر ممکن تھا مالی تعاون فرماتے رہے۔ بیرونی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا پھر بھی مصباح التہذیب اور اس کے بانی نے عالم اسلام کو ایسی نادرہ انمول شخصیتیں عطا کیں جن کے احسانات سے آج بھی اہل سنت کے سر جھکے ہوئے ہیں ان میں امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا اسم گرامی تسبیح کے دانوں میں امام کی طرح نمایاں ہے۔ اگر چہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی فراغت علمی
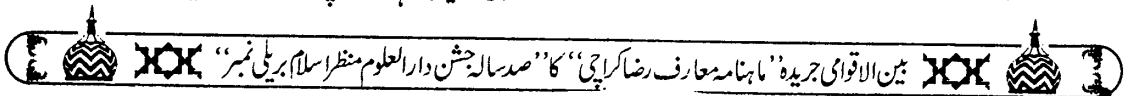
★ (اسلامک فاؤنڈیشن، نیدرلینڈ)

۱۲۷۶ھ میں ہو چکی تھی مگر آپ ہی کے ارشادِ گرامی کے مطابق ''فراغت علمی کے بعد افتانویسی میں مہارت کاملہ حاصل کرنے کیلئے ایک راسخ العلم متبحر مفتی کی خدمت میں سات سال تک مزید زانوئے ادب تہہ کرنا پڑا'' وہ راسخ العلم مفتی وفقیہ النفس اور طبیب حاذق آپ کے والد گرامی علیہ الرحمہ والرضوان ہی کی ذات گرامی تھی جوان دنوں اپنے علم وفضل سے ''مصباح التہذیب'' کو مصباح التہذیب بنا رہے تھے۔

صاحبِ خطبۂ علمی:

مجدد اعظم کے علاوہ حضرت علامہ علمی علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے کون مسلمان واقف نہیں ہے جنہوں نے خطبۂ علمی لکھ کر تمام عجمی مسلمانوں بلکہ عالموں پر احسان فرمایا ہے۔ آپ بھی اگرچہ مصباح التہذیب کے قیام سے پہلے ہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے جد امجد اعرف العرفاء حضرت علامہ مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے فیض صحبت سے مستفیض و مستفید ہو کر فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ مگر مدرسہ مذکورہ میں درس و تدریس کے دوران آپ نے بارہ مہینوں کے جمعات واعیاد کے خطبوں کو نہایت رواں اور سہل عربی میں جمع فرمایا اور پھر ان خطبوں کو وعظ ونصائح پر مشتمل اردو اشعار سے مزین کیا تاکہ سامعین خطبہ کو قبل خطبہ سنا دیا جایا کرے۔ آج خطبۂ علمی (جو دراصل ''مصباح التہذیب'' کی دین ہے) نہ صرف برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش، میں بے امتیاز مسلک مقبول عام ہے بلکہ یورپ وامریکہ اور افریقہ تک کی مساجد میں عموماً خطبہ علمی کے خطبات گونج رہے ہیں۔ اسی طرح مصباح التہذیب نے کئی دوسرے رہنما مذہب وملت سے بھی مسلمانوں کو سرفراز کیا جو ماضی کے مؤرخین کی ستم ظریفیوں کے نذر ہو گئے۔

مصباح التہذیب کے بعد بریلی کی سرزمین میں کوئی باقاعدہ دارالعلوم یا دینی جامعہ نہیں تھا جبکہ ملک کے مختلف شہروں اور بڑی آبادیوں میں بدمذہبوں کے بڑے بڑے مدارس قائم ہو چکے تھے اور اس کے مسموم اثرات سے اسلامیان ہند متاثر بھی ہونے لگے تھے۔ اہلسنت بدمذہبیت کی تباہ کن سیلابی یلغار کو کماحقہ روک نہیں پائے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہوئی کہ بدمذہبوں کے مدارس کے استحکام ووسعت کے پس پردہ سامراجی طاقت وتعاون کا عمل دخل تھا۔ جس کے اثرات کو زائل کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پھر بھی صحیح العقیدہ حضرات اپنے اپنے طور پر بدمذہبوں سے برسرپیکار رہے۔ لیکن کوئی ایسی اجتماعی دینی قوت یکجا نہیں کر سکے جس کے ذریعہ بدمذہبوں اور اس کے معاونین فرنگ کو منہ توڑ علمی جواب دیا جا سکے اور اس بات کا شدید احساس اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے احباب ومخلصین اور متوسلین حضرات کو تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس اہم دینی ضرورت کی طرف توجہ مبذول فرمائیں لیکن عظیم البرکت اعلیٰ حضرت کو قدرت جل شانہ نے جس عظیم الشان کام کیلئے پیدا فرمایا تھا آپ اس میں شب وروز ہمہ تن مصروف عمل تھے ایک طرف کتاب وسنت کی اسلامی وایمانی تشریحات وتوضیحات سے اسلامیان ہند کے مشام ایمان کو معطر اور جان ایمان کے عشق ومحبت کا متوالا بنا رہے تھے تو دوسری طرف بدمذہبوں کی توہین آمیز تحریروں، انکی دسیسہ کاریوں کا مسکت ومنہ توڑ جواب لکھ رہے تھے جوان کی لمبی زبانوں کو ہمیشہ کیلئے انہیں کے تلووں سے چپکا دے۔ تیسری جانب فقہ اسلامی کے ظاہری اختلافات کو توافق وتطابق کا وہ زرین وہمرنگ لباس پہنا رہے تھے جس میں فقہ حنفی اپنے تمام تر دلائل وبراہین کے ساتھ فقہ اربعہ میں ممتاز وبے مثال نظر آئے اور یہ کام کسی فرد واحد یا کسی ایک شخصیت کا نہیں بلکہ اس کیلئے علماء راسخین کی پوری تنظیم یا اکیڈمی چاہیے تھی لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تن تنہا اس سنگلاخ زمین میں وہ

نمایاں کردار ادا کیا جو اصحاب ترجیح اور مجتہدین فی المسائل کی جماعت کرتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی مصروفیات یہیں پر ختم نہیں ہوئیں بلکہ چوتھی طرف پورے برصغیر، وسط ایشیاء اور افریقی ممالک سے آئے ہوئے بے شمار فقہی وغیرہ فقہ سوالات کے جوابات اس سرعت کے ساتھ دے رہے تھے کہ آج اس کا معتد بہ مجموعہ بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل بجا طور پر، ''اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' کہلاتا ہے گویا۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ چومکھی لڑائی میں مصروف جہاد تھے اور ہر محاذ پر نہایت کامیابی کے ساتھ پیش قدمی فرما رہے تھے۔ ایسے حالات و متوسلین حضرات کی جماعت اس کمی کو پورا کرنے کیلئے ہمہ وقت بے چین رہتی تھی۔ آپ کی مصروفیات کے پیش نظر کسی کو عرض مدعا کی جراٴت نہیں ہوتی تھی حالانکہ اعلیٰ حضرت کے مخلصین میں ایسی شخصیات موجود تھیں جن کو چلتا پھرتا اسلامی جامعہ یا اسلامی لائبریری کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے مثلاً حضور صدر الافاضل، حضور صدر الشریعہ، شیر اسلام حضرت پیر جماعت علی شاہ، حضور محدث اعظم ہند اور اعلیٰ حضرت کے شہزادگان والا شان علیہم الرحمہ و الرضوان، لیکن یہ سب حضرات یہ چاہتے تھے کہ کسی بھی ادارہ کے قیام سے قبل آپ کی صوابدید معلوم کر لی جائے تا کہ آپ کی روحانی توجہات کا وہ مرکز بن جائے۔

ایک سید کی سفارش:

بالآخر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ کے مزاج شناس احبا و متوسلین نے حضرت قبلہ سید امیر احمد صاحب کو اس سلسلہ میں واسطہ بنایا۔ حضرت قبلہ سید صاحب آپ کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔ اکثر و بیشتر دیگر احباب کے ساتھ خدمت میں موجود رہتے۔ ایک دن موقع پا کر حضرت سید صاحب نے نہ صرف ایک دینی مدرسہ کے قیام کا تذکرہ کر دیا بلکہ پرزور سفارش کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ:

''حضرت! اگر آپ نے اہل سنت و جماعت کی بقا اور اس کی ترویج و اشاعت کیلئے مدرسہ قائم نہیں فرمایا اور بدمذہبوں و ہابیوں، دیوبندیوں، مرزائیوں وغیرہم کی تعداد میں یونہی اضافہ ہوتا رہا تو میں قیامت کے دن آپ کے آقا و مولیٰ جان ایمان شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کروں گا''

یہ سننا تھا اور وہ بھی ایک سید زادہ کی زبان سے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ لرزہ براندام ہو گئے۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اسی حال میں قال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا سید صاحب آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر مدرسہ ضرور قائم کیا جائے میں اس کے لئے زیادہ وقت تو نہیں دے پاؤں گا البتہ جب بھی ضرورت پڑے گی میں اس سے الگ نہیں رہوں گا ہاں اس کے پہلے ماہ کا کل خرچ میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کے اخراجات کو سنبھال لیں۔

منظر اسلام کا قیام:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی رائے عالی اور مدرسہ کے قیام سے متعلق آمادگی کا علم ہو جانے کے بعد آپ کے احباب و متوسلین کو بے حد خوشی حاصل ہوئی اور پھر شہر بریلی میں ''مصباح التہذیب'' کے بعد ۱۳۲۲ھ میں منظر اسلام کی بنیا رکھی گئی اور یہ تاریخی نام آپ کے برادر عزیز حضرت علامہ استاذ زمن جناب حسن رضا خاں نے تجویز فرمایا۔

مہتمم اول:

مدرسہ کو باضابطہ اصولی طور پر چلانے کیلئے اس کے اصول و ضوابط تیار ہوئے مجلس مشاورت ورکنگ کمیٹی کا وجود عمل میں آیا اور مخصوص عہدیداروں کا انتخاب ہوا، نائب اعلیٰ حضرت

خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمۃ منظر اسلام کے پہلے سربراہ اور استاذ زمن علامہ حسن علیہ الرحمۃ ذی المنان پہلے منتظم ہوئے، مدرسہ نے جس حسن سرعت وکامیابی کے ساتھ منزل ارتقاء کی طرف بڑھنا شروع کیا کہ حیرت معلوم ہوتی ہے۔ منظر اسلام کے صرف تین سالہ مناظر گزرے تھے کہ اس کے درس و تدریس، تربیت اخلاق وتہذیب اور حسن اہتمام نے ملک بھر کے علماء اور عوام کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کردیا۔ چنانچہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ شاہ سلامت اللہ صاحب مجددی رامپوری ملقب بہ سراج الدین علیہ الرحمہ (م ۱۳۳۸ھ) نے استاذ زمن حضرت حسن کے دور اہتمام میں منظر اسلام کا معائنہ فرمایا۔ طلباء مدرسہ کا تحریری وتقریری امتحان لیا پھر اپنی تفصیلی رپورٹ تحریری شکل میں حضور سربراہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اس رپورٹ کے اقتباسات سے آپ بھی لطف اندوز ہوتے چلیں تاکہ اس ابتدائی دور کے منظر اسلام کی اعلیٰ کارکردگی کا صحیح اندازہ آپ لگاسکیں حضرت سراج الملۃ والدین علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبۂ وشوکت، جاہ و حشمت، اقبال و ہمت، قوت وثروت ظاہری ومعنوی، علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ، مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ کو عطا فرمایا ہے۔ وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے---- حضرت کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت ماحی بدعت، حامل لوائے شریعت، قرۃ العین العلماء مولوی حامد رضا خاں صاحب طولعمرہ زید قدرہ نے ایک مدرسہ خاص اہل سنت کے بنام منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) بنیاد ڈالی، جس کی صرف بریلی والوں کیلئے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کیلئے اشد ضرورت تھی، اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ مفصل ہوں گی---- بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور، حسب الطلب فقیر راقم الحروف یہاں حاضر ہوا۔ احوال مدرسہ و مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی ومتوسط اور منتہی کے متعدد جلسہ امتحان میں شریک ہوکر علوم دینیہ ضروریہ معقول ومنقول سے خصوصاً علم تفسیر وحدیث، فقہ وسیر، اصول وقواعد وغیرہ میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔

الحمدللہ کہ ببرکۃ حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبۂ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا **"لایزال اللّٰہ یغرس فی ھذاالدین غرسا یستعملھم فی طاعتہ"** (اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین حق زرخیز زمین میں ایسے پودے لگاتا رہے گا جس کی آبیاری کرنے والوں سے اپنی طاعت میں کام لے گا) بالخصوص منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب، نیز تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔ حضرت سراج الملۃ والدین آگے تحریر فرماتے ہیں----

اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے، ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ایسے برکات جاری ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات وکدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کیلئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔

استاذ الاساتذہ سراج الدین علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا معائنہ کے اقتباس کو بار بار پڑھئے تو اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے تجدیدی کاموں میں

شب وروز اس طرح منہمک تھے کہ دوسرے کاموں کی انجام دہی ممکن ہی نہ تھی اور یقیناً اس دور میں وہ کام ہزاروں مدارس کے قیام سے زیادہ اہم تھا۔ لہذا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنے مشن کو جاری رکھتے ہوئے قیام مدرسہ کیلئے اپنی رضامندی کا اظہار فرمادیا اور اس کے پہلے ماہ کا کل خرچ بھی اپنے اوپر لے لیا۔ آپ کے احباب و مخلصین نے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کی سربراہی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی دعاؤں کے سایہ میں مدرسہ منظر اسلام قائم کیا جس کے بانی حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام قرار پائے اور نظامت علیا کی ذمہ داری استاذ زمن علامہ حسن علیہ الرحمہ کے تدبیر کشا ہاتھوں میں دیدی گئی جنہوں نے اپنی مختصر سے مدت نظامت میں (۱۳۲۲ھ تا ۱۳۲۵ھ) منظر اسلام کو شاہراہ ترقی پر ایسا گامزن کردیا کہ اس کے مبتدی اور متوسط طلباء کی راسخ العلم علماء کی بارگاہوں میں بہر نوع پذیرائی ہونے لگی اور اس کے منتہی طلباء اپنی فراغت علمی سے قبل ہی اپنی تحریرات فتاویٰ اور متداول کتب معقول ومنقول کے مطالب وعبارات کی تفہیم وتقریر میں مثال نہیں رکھتے تھے۔

معائنۂ مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منظر اسلام نے اپنی سہ سالہ کم عمری میں ہندوستان کے مدارس عربیہ میں ایک امتیازی مقام حاصل کرلیا تھا۔ جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں تھی۔ پھر ایک عالم ربانی، مجدد ی ولی کامل حضرت سراج الملۃ والدین کی دلی تمنائیں اور دعائیں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں کہ وابستگان مدرسہ اور فارغین مدرسہ ھذا کے ذریعہ نہ صرف اطراف وجوانب کی ظلمتیں اور کدورتیں کافور ہوئیں بلکہ اس کے نورِ علم وعمل نے دنیا کے بیشتر بر اعظم کو روشن وتابناک بنادیا۔

مہتمم ثانی:

۱۳۲۶ھ میں مدرسہ کے مہتمم اول استاذ زمن علامہ حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد، سربراہی کے علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی بھی پوری ذمہ داری حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام پر آگئی۔ حضور حجۃ الاسلام نے اہتمام ونظامت کے علاوہ باضابطہ درس وتدریس کا بھی سلسلہ جاری فرمایا۔ مدرسہ کے مدرس اول حضرت علامہ مولانا رحم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستعفی ہوجانے کے بعد کتب معقول ومنقول کے ساتھ ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں بھی آپ کے زیر درس آگئیں اور آپ نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو نہ صرف باحسن وجوہ انجام دینا شروع کیا بلکہ مدرسہ کے ہر شعبہ کو آگے سے آگے بڑھانے کی سعی بلیغ فرماتے رہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے زمانہ میں فارغین مدرسہ کی دستار فضیلت کے مواقع پر متحدہ ہندوستان کے مشہور و معروف اور جید علماء کرام کے علاوہ اساطین ملک وملت اور مخیر اہل ثروت حضرات اجلاس میں شریک ہوتے اور فارغین کے جبہ و دستار کے وجد آفرین نظاروں سے محظوظ ہوتے تھے۔ ابتداً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ خود حجۃ الاسلام کے تلامذہ کرام کو اسناد ودعاء سے نوازتے رہے لیکن وصال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بعد برصغیر کے مجاہد جلیل شیخ طریقت حضرت علامہ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، شیخ المشائخ سجادہ نشین حضور خواجہ غیرب نواز حضرت دیوان صاحب، اور دیگر عمائد واساطین ملت تشریف لاتے رہے اور فارغ التحصیل طلباء مدرسہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھتے رہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام ۱۳۲۲ھ سے تاحیات مدرسہ کی سرپرستی، نظامت واہتمام اور دارالحدیث کو اپنی مسلسل جدوجہد سے چار چاند لگاتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۲ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

مہتمم ثالث:

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے اپنے دور

اہتمام ہی میں اپنے داماد حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کو اپنا نائب مہتمم نامزد فرما دیا تھا۔ لہذا حضرت کے وصال پر ملال کے بعد آپ کے دارالعلوم منظر اسلام کے تیسرے مہتمم و ناظم ہوگئے۔ آپ کے دور نظامت میں مدرسہ کے اندر کوئی قابل ذکر اضافہ تو نہیں ہوا البتہ آپ نے نہایت حوصلہ مندی اور جرأت کے ساتھ مدرسہ کو اس معیار سے گرنے نہیں دیا۔ آپ نے بھی حسب سابق اہتمام کے علاوہ درس و تدریس کا شغل جاری رکھا، آپ کے دور نظامت میں دارالعلوم کی آمدنی نسبتاً محدود ہوتی گئی جس کا اثر اگرچہ دارالعلوم کے اخراجات پر پڑا اور بعض مدرسین مستعفی ہوئے پھر بھی دارالعلوم اپنے پرانے آن بان کے ساتھ چلتا رہا۔ آزادی اور پھر تقسیم ہند کے بعد برصغیر میں جو افراتفری مچی اس کی تباہی و بربادی کا کون انکار کرسکتا ہے اس کی وجہ سے نہ صرف منظر اسلام بلکہ ملک بھر کے مدارس دینیہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اسی دوران حضرت مہتمم ثالث نے ترک وطن کا ارادہ فرمالیا اور نقل وطن کرکے مغربی پاکستان چلے گئے اور نہایت عجلت میں دارالعلوم کا اہتمام اور دفتر کا چارج فیاض نامی ایک شخص کو دے گئے۔ جس نے حکومتی اہل کاروں سے مل ملا کر مدرسہ کا اہتمام باضابطہ طور پر اپنے نام رجسٹرڈ کرالیا۔ اس کے بعد مدرسہ کی مجلس مشاورت ورکنگ کمیٹی کے افراد سے یک گونہ بے نیاز ولاپرواہ ہوکر مدرسہ میں ڈکٹیٹر شپ چلانا شروع کردی۔ فیاض صاحب کے اس طرز نظامت سے حضور حجۃ الاسلام کے مریدوں اور متوسلین رضویہ کو روحانی تکلیف پہنچی اور اپنی اپنی ناگواریوں کی شکایتیں حضور مفسر اعظم تک پہنچانے لگے۔ ادھر دارالعلوم کے محنتی اور بہی خواہ مدرسین نے یکے بعد دیگرے دارالعلوم کو خیرآباد کہنا شروع کردیا جس کے نتیجہ میں کثیر طلباء منتشر ہوگئے اور دارالعلوم زبوں حالی کا شکار ہوگیا۔ ادھر مفسر اعظم تک مسلسل شکایتوں کا سلسلہ جاری ساری رہا۔ حضرت نے دارالعلوم کے بہی خواہوں کو تسلی دیتے ہوئے فیاض کے خلاف کاروائی کا حکم دیا۔ معاملہ قانونی چارہ جوئی تک پہنچا۔ فیاض صاحب کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے حامدی و رضوی مخلصین و معاونین نے حضور مفسر اعظم ہند کے نام کو آگے رکھا۔ گویا فیاض کے خلاف یہ مقدمہ دارالعلوم کے اصل حقدار اور دیگر آراضیات و مکانات کے جائز متولی کی طرف سے دائر ہوا، چند ہی تاریخوں کے بعد فیاض کو مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

مہتمم رابع:

حضرت مفسر اعظم ہند کو عوامی حمایت اور رضوی و حامدی متوسلین کی اعانت پہلے ہی حاصل ہوچکی تھی اور اب قانونی طور پر بھی دارالعلوم کا اہتمام اور دیگر آراضیات کی تولیت مل گئی۔

مفسر اعظم ھند قدس سرہ:

حضور مفسر اعظم ہند کی ولادت باسعادت دس ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو بریلی میں ہوئی۔ چونکہ خاندان اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ میں یہ پہلی اولاد نرینہ تھی یعنی حامد منی انا من حامد کا وہ پہلا پودا تھا جو آگے چل کر تناور و بارآور درخت سرسبز بننے والا تھا اس لئے آپ کی پیدائش کی بے حد خوشی نہ صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یا آپ کے والدین کریمین کو ہوئی بلکہ جملہ متوسلین رضویہ مسرور و شادماں تھے۔ آپ کی پیدائش مبارک پر مدرسین دارالعلوم اور طلباء کرام کی ضیافت کا نہایت پرتکلف انتظام خود اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا استاذ زمن علامہ حسن بریلوی نے اس موقع پر بڑے یادگار اشعار کہے انہیں اشعار میں ایک مصرع یہ بھی تھا۔

علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

یہ مصرع اس قدر برجستہ اور برمحل تھا کہ اسی کے اعداد ابجد سے آپ کی تاریخ ولادت نکل آئی، آپ کو خاندان رضا میں

امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز چہارشنبہ آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی۔ اسی وقت بیعت و اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ:

''میرا یہ پوتا میری زبان ہوگا''

آپ کی ابتدائی تعلیم، علوم و فنون کی چہار دیواری میں والدۂ کریمہ اور جدۂ محترمہ کی نگرانی میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کئے گئے۔

دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ کرام اور محدثین عظام کے زیر شفقت آپ کی تعلیمی و تہذیبی تربیت ہوتی رہی اور آپ پروان چڑھتے رہے، علوم اسلامیہ اور فنون مروجہ کے حصول کے دوران ہی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کے جد کریم لطف عمیم مجدد اعظم امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کا سایۂ کرام بظاہر آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ پھر تقریباً ۱۹ سال کی عمر شریف میں حضور حجۃ الاسلام، حضور ملک العلماء بہاری، مجاہد ملت اڑیسوی، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت علامہ مولانا احسان علی صاحب محدث بہاری، ابوالمعالی حضرت مولانا ابرار حسین تلہری علیہم الرحمہ کی موجودگی میں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کے جلسۂ دستار فضیلت کے پرمسرت موقع پر آپ کے سر دستار فضیلت رکھی گئی اور اسی مبارک ساعت میں علماء ربانیین اور مشائخ کرام کی شہادت و موجودگی میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے آپ کو خصوصی طور پر اپنی نیابت و خلافت سے سرفراز فرمایا بائیس سال کی عمر شریف میں ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء کو آپ کی شادی و رخصتی ہوئی۔ حالانکہ آپ کا نکاح عالم صغر سنی ہی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے دوسرے صاحبزادۂ بلند اقبال، ولی کامل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ دونوں صاحبزادوں کی موجود گی میں باندھ چکے تھے---- فراغت علمی اور شادی کے بعد، والد بزرگوار اور عم باوقار علیہما رحمۃ الغفار کی موجودگی میں آپ کی توجہ منظر اسلام کے اہتمام و انتظام کی طرف نہیں ہوئی بلکہ بیشتر وقت سیر و سیاحت اور بچی کھچی آبائی جاگیروں کی دیکھ دیکھ میں خرچ ہوتا۔ ہاں جب بریلی شریف میں قیام ہوتا تو دارالعلوم میں بھی تشریف لے جاتے تفاسیر و احادیث کی سماعت فرماتے اور اساتذہ کرام کے ساتھ علمی مذاق کا دور چلتا جب ۱۳۶۲ھ میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کا وصال ہوگیا اور مدرسہ کے مہتمم ثالث مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمہ نقل وطن کر کے پاکستان چلے گئے اور مدرسہ کی تعلیمی و انتظامی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تو احباب و مخلصین اور متوسلین رضویہ نے آپ کو مجبور کردیا تاکہ روبزوال دارالعلوم کو بچایا جائے کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت کی یادگاروں میں ایک عظیم یادگار ہے۔

منظر اسلام اور مفسر اعظم:

منظر اسلام آپ کے آباؤ اجداد کا لگایا ہوا شجر بار دار اسلام کا شاداب گلزار تھا جس کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، استاذ زمن علامہ حسن بریلوی حضور حجۃ الاسلام، اور مفتی تقدس علی خاں علیہم الرحمۃ نے اپنے خون دل سے سینچا تھا۔ لیکن ان مقدس شخصیتوں کے جدا ہوجانے کے بعد دارالعلوم کا نااہلوں کے ہاتھ میں چلے جانے کے بعد وہی حال ہوا جو ہندوستان کے اکثر مدارس دینیہ کا ہو رہا ہے---- چند ہی سالوں بلکہ چند ہی مہینوں میں دارالعلوم کے تمام شعبہ خزاں رسید ہوگئے دارالعلوم کے لائق و فائق اور قابل صد افتخار حضرات اساتذۂ کرام مستعفی ہو کر کچھ ملک سے باہر چلے گئے اور کچھ ملک کے دیگر مدارس عربیہ میں منتقل ہوگئے۔ طلباء اور ملازمین نے بھی دوسرے مدرسوں کی طرف رخ کیا۔ جلسۂ دستار فضیلت کی روح پرور کیفیت اور عرس رضوی کا روحانی

سماح جو ہر سال متوسلین رضویہ اور عام زائرین کو دعوت نظارہ دیتا اور اپنی فیاضیوں سے نوازتا تھا۔ نااہلوں کے انتظام و اہتمام کی وجہ سے محدود سے محدود تر ہو گیا۔ جس دارالعلوم کے مبتدئی و متوسط طلباء کے صرف ونحو، منطق وفلسفہ، تاریخ و ہیئت اور دینیات و ادب پر علماء متبحرین کو بجا طور پر ناز تھا اور جس منتہی طلباء کی تفسیر و احادیث اور اس کے فنون میں کامل مہارت اور ان کے تفقہ وفتویٰ نویسی پر علماء ذی شان اور مفتیان عظام کو بجا طور پر فخر تھا۔ اب اسی دارالعلوم میں درجۂ حفظ وقرأت اور کافیہ وقدوری تک کی پڑھائی ہونے لگی۔

یوں دارالعلوم کی آمدنی حضور حجۃ الاسلام کے پردہ فرمانے کے بعد ہی سے کم ہو گئی تھی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آمدنی کلیۃً بند نہیں ہوئی تھی، دارالعلوم کی رہی سہی پونجی کو پوری فیاضی کے ساتھ فیاض صاحب نے خرد برد کر دیا۔ بہر حال جو حال بے ہنر مالی کے باغ کا ہونا چاہیے وہی حال نااہل مہتمم کے دارالعلوم کا ہوا، ایسی صورت میں منظر اسلام صحیح پناہ گاہ کی تلاش میں فریاد کرتا ہوا حضور مفسر اعظم کی شفقت بھری گود میں آ گیا اور حضرت اقدس نے اسے کمال محبت وشفقت سے اپنے سینے سے لگایا۔ اب وہ دارالعلوم جو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اشکبار آنکھوں سے ٹپکا تھا اور قلیل مدت میں اپنی تابناکیوں سے ہندوستان کے ظلم و جہل کو روشنی سے بدلتا ہوا دنیائے سنیت کو جلا بخشتا ہوا پھر زمین پر آ گیا تھا۔ زبان رضا نے اسے لوریاں سنائیں اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس کی جدید شیرازہ بندی کیلئے اپنے شب وروز، صبح وشام اور سفر وحضر ایک کر ڈالا۔ آپ چاہتے تھے کہ وہ دارالعلوم جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کو حضور پرنور شافع محشر ﷺ کے حضور ایک سید زادے کی نالش سے بچانے والا اور انعام بیکراں دلانے والا ہے وہ پھر سے اپنی سابقہ روایات کے ساتھ زندہ پائندہ ہو جائے اور اس کی بنیادیں اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائیں کہ پھر کسی نااہل کی نااہلیت کا شکار نہ ہونے پائے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے اس کے دفتری نظام کو ٹھیک کیا اس میں دو دو تین تین منشیوں اور کلرکوں کو تقرر کیا۔ اس کے بعد منتہی، تجربہ کار اور لائق و فائق اساتذہ کی طرف دھیان دیا۔ بعض نئے اور پرانے اساتذہ میں سے استاذ العلماء محدث بہاری حضرت مولانا احسان علی صاحب فیض پوری کو انوار العلوم دامودر پور سے دوبارہ بلا کر منصب محدثیت پر فائز کیا---- پھر جب دارالعلوم میں ان کہنہ مشق جید اساتذۂ کرام کے زیر سایہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا تو قرب و جوار اور دور ودراز کے باذوق طلباء خود بخود دارالعلوم کی جانب کشاں کشاں آنا شروع ہو گئے۔ جب دارالعلوم میں درس و تدریس، تعلیم وتعلم کا معاملہ اطمینان بخش ہو گیا تو آپ نے شعبۂ مالیات کی طرف توجہ دینی شروع کی۔

منظر اسلام کے ذرائع آمدنی:

دارالعلوم کے شعبۂ مالیات کو مضبوط بنانے کیلئے حضور مفسر اعظم ہند نے کئی جتن کئے۔ مثلاً ملک گیر تبلیغی و اصلاحی دورہ، جس میں آپ نے دارالعلوم کے مقاصد قیام اور اس کے نشاۃ ثانیہ کو عامۂ عقائد اور اعمال صالحہ کی اصلاح پر مشتمل مضامین کی اشاعت رسالوں اور کتابچوں کی شکل میں کی، تاکہ اس کا کلی منافع دارالعلوم کے شعبہ مالیات میں جائے۔ اس کا طریق کار یہ تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں کتابچوں کی اشاعت ہوتی جسے آپ اپنے مخیر اور معتقدین مریدوں اور متوسلین رضویہ میں سو دو سو کی تعداد میں دے دیتے اور وہ حضرات کتابچوں کو فروخت کر کے یا مفت تقسیم کر کے اس کی کل قیمت بواسطہ مفسر اعظم ہند دارالعلوم کی تحویل میں جمع کرا دیتے تھے۔ مسلمانوں کا نادار پسماندہ طبقہ جو اپنی غربت کی وجہ سے اپنے ماحول میں جلسہ جلوس کا اہتمام نہیں کر پاتے تھے وہاں ذاتی مصارف سے جلسہ دینی کا اہتمام و انتظام جس میں بجائے

نذرانے والے مقررین کے خود تقریر فرماتے یا اپنے شاگردوں کو
قاریر کا حکم دے دیتے اس طرح وہ پرخلوص جلسے نہایت کامیاب
ہوتے ، پھر غرباء و نادار حضرات اپنی خوشی سے جو رقم اکٹھی کرتے
اسے آپ کے ذریعہ دارالعلوم کی نذر کردیا کرتے تھے۔
لاؤڈ اسپیکر، دری، اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کا خصوصی انتظام کیا کہ جن
بستیوں اور آبادیوں میں کم مسلمان ہیں وہاں جا کر محافل میلاد
شریف، محافل درود خوانی، محافل ذکر اور چھوٹے موٹے جلسوں کا
اہتمام کریں اور انجانے لوگوں کو دین حق اور مذہب اہل سنت سے
قریب کرسکیں یہ سب پروگرام اپنے نتائج کے اعتبار سے نہایت
کامیاب ہوتے اور لوگ بطیب خاطر دارالعلوم کی ماہانہ اور سالانہ
ممبری قبول کرنے کیلئے خود پیش قدمی کرتے جس سے دارالعلوم کی
مستقل آمدنی میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔

ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" کا اجراء:

اس ماہنامہ کا اجراء بھی دارالعلوم کے مفاد میں ہوا کہ
اس کے ذریعہ عوام وخواص مسلمین کو دارالعلوم کے احوال و کیفیات
کی مسلسل خبریں ملتی رہیں اور مدرسہ کی آمد و خرچ سے عامۂ مسلمین
آگاہ ہوتے رہیں۔

دارالعلوم کی پیداوار:

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے وصال کے بعد
کئی سالوں تک دستار فضیلت کا جلسہ نہیں ہوسکا ہاں حفاظ وقراء کی
دستار بندیاں ہوتی رہیں ۔ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ
والرضوان کی دلی تمنا تھی کہ دارالعلوم میں ماضی کے ایام لوٹ آئیں
اور دستار فضیلت کا وہی پرکیف منظر پھر اہل سنت و جماعت کو دعوت
نظارہ دینے لگے چنانچہ آپ نے دورۂ حدیث کی طرف توجہ فرمائی ،
حضرت مولانا احسان علی علیہ الرحمہ کے علاوہ خود آپ مستقل طور پر
دارالحدیث میں بیٹھنے لگے، مسلم شریف، ابن ماجہ اور ترمذی دورۂ
حدیث والوں کو پڑھاتے جبکہ محدث بہاری بخاری شریف،
ابوداؤد شریف اور نسائی شریف کا دورہ کراتے، نظام الاسباق میں
ردوبدل بھی ہوتا لیکن جو بھی کتابیں آپ کے زیر درس آتیں نہایت
ہی خندہ پیشانی اور انشراح قلب کے ساتھ پڑھاتے۔ سال بھر
کوشش کرنے کے بعد فارغ التحصیل ہوئے والوں کی ایک
جماعت تیار ہوگئی۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے عرس
مبارک کے موقع پر نہایت شان وشوکت سے جلسۂ دستار فضیلت کا
بھی انعقاد ہوا۔ اس کے بعد ہر سال علماء اور حفاظ وقراء کی دستار
بندی پابندی کے ساتھ ہونے لگی فارغ التحصیل ہونے والے علماء
کرام کا کئی کئی دنوں تک امتحان لیا جاتا اور اچھے نمبرات حاصل
کرنے پر انہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمہ کی گرانقدر
تصانیف انعام میں دی جاتیں اور اعلیٰ قسم کے جبہ دستار سے
نوازا جاتا۔ ممتحنین حضرات میں کبھی حضور محدث اعظم ہند کبھی امام
النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی کبھی فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی اجمل
حسین سنبھلی کبھی حضور مجاہد ملت اور کبھی مولانا حافظ مصلح الدین علیہم
الرحمہ تشریف لاتے اس طرح زرین عہد ماضی کی یادیں پھر تازہ
ہونے لگیں اور بے چین دلوں کو چین آنے لگا۔ جو لوگ کل تک
دارالعلوم کی شکایت کرتے تھے وہی لوگ مداحوں اور معاونین میں
شامل ہوگئے۔

حضور مفسر اعظم ہند کا طریقہ اہتمام:

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب دارالعلوم منظر اسلام کی
عمارت بغیر کسی منزل کے تھی، عمارت کی پیشانی پر "دارالعلوم منظر
اسلام سوداگران بریلی" کا قد آدم بورڈ لگا ہوا تھا، جس کے ذیل
میں "یادگار اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ"
لکھا ہوا تھا۔ جو راہ گیر بھی سڑک سے گزرتا بورڈ پر اس کی نگاہ ضرور

پڑتی ۔ سڑک سے تین چار زینوں کی بلندی پر مدرسہ لی عمارت شروع ہوئی تھی سب سے پہلے کمرہ میں دارالعلوم کا دفتر تھا جس میں منشی طفیل، حافظ انعام اللہ تسنیم بریلوی صاحبان بیٹھتے اور دارالعلوم کی تمام تر آمدنی وخرچ کا حساب رجسٹروں میں درج کیا کرتے تھے، دفتر کے بعد دارالعلوم کا ایک بڑا سا چوبی دروازہ تھا جس کو مذکورہ منشی حضرات ہی کھول دیا کرتے تھے۔ دروازہ کے بعد ایک وسیع وعریض صحن تھا جس کے شمالی جانب شرقاً وغرباً ایک دالان تھا جس میں مغربی جانب دارالعلوم کی تجوری رہتی اور بقیہ حصوں میں طلباء اپنے اسباق کتب کا مطالعہ یا آپس میں بیٹھ کر تکرار اسباق کیا کرتے تھے۔ صحن کے مغربی سمت میں ایک وسیع ہال برآمدہ کے ساتھ تھا جو حضرت بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ کی درسگاہ تھی، بحرالعلومی درسگاہ سے متصل جنوب کی جانب شیخ الحدیث یا مہتمم صاحب قبلہ کی درسگاہ تھی۔ حضور شیخ الحدیث مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جلوہ گاہ سے قریب ہی مشرقی جانب حضرت محدث بہاری استاذ العلماء حضرت مولانا احسان علی صاحب علیہ الرحمہ جلوہ بار ہوتے تھے اور کبھی اسی درسگاہ میں حضور مفسر اعظم ہند بھی درس تفسیر و حدیث دیا کرتے تھے اور دونوں محدثین کی درسگاہوں کے درمیان ایک گلی تھی جس کا دروازہ سڑک کی طرف کھلتا تھا اور صحن سے متصل مشرق وشمال کی جانب فاضل معقولات و منقولات علامہ مفتی جہانگیر صاحب علیہ الرحمہ کی درسگاہ تھی، بقیہ مدرسین مثلاً مولانا بشیر الدین احمد وغیرہم صحن دارالعلوم میں کھلی چھت کے نیچے اپنی اپنی درسگاہیں قائم کرتے تھے دیگر مدرسین و معلمین روضۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی چھت پر کتب خانہ حامدی یا اس سے متصل حصوں میں حفظ وقرأت اور ابتدائی صرف ونحو نیز پرائمری درجات میں مصروف رہا کرتے تھے۔ بس یہ تھیں دارالعلوم منظر اسلام کی درسگاہیں---

ان دنوں میں حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کا مستقل قیام خواجہ قطب میں تھا جو دارالعلوم سے تقریباً فرلانگ دوری پر واقع ہے۔ حضرت موصوف روزانہ نماز صبح کے بعد اوراد وظائف میں مصروف رہتے، چند منٹوں کے لئے اندرون خانہ تشریف لے جاتے تھے پھر واپس آکر دالان عام میں رونق افروز ہوتے جہاں پر باہر سے آئے ہوئے مہمان اور شہر کے خصوصی حضرات آپ سے ملاقات کرتے، حضرت انہیں لوگوں سے مصروف گفتگو رہتے اسی اثناء میں اندر حویلی سے چائے ناشتہ آجاتا پھر چائے نوشی کے بعد آپ عمامہ وجبا وغیرہ زیب تن فرماتے بائیں ہاتھ میں عصاء اور دائیں ہاتھ میں قدرے بڑے دانوں کی تسبیح کے ساتھ پیدل مکان سے روانہ ہوتے۔ خواجہ قطب سے دارالعلوم تک اپنے پرائے مسلم غیر مسلم جو بھی راستے میں سامنے آجاتا وہ آپ کے قدموں کو چومتا بعض لوگ مصافحہ کے بعد دست بوسی بھی کرتے آپ سب کیلئے ان کے حسب حال دعا فرماتے اور آہستہ آہستہ درود اسم اعظم پڑھتے ہوئے سوداگاری محلہ میں داخل ہوتے۔ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ نہایت اخلاص وزاری کے ساتھ فاتحہ خوانی میں مصروف رہتے۔ اندرون روضہ عالیہ آپ عموماً حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے پائی تیں کھڑے ہوتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ دروازہ ہی پر کھڑے کھڑے فاتحہ پڑھ لیتے اور حاجی کفایت اللہ کو صفائی وستھرائی کی تاکید فرماکر دارالعلوم کی طرف روانہ ہوجاتے۔ دارالعلوم میں آنے کے بعد سب سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے دفتر میں تشریف رکھتے منشی حضرات سے یومیہ آمد وخرچ کا رجسٹر طلب فرما اس کا معائنہ کرتے اور دستخط فرماکر منشی کے حوالے کردیتے۔ کبھی کلرکوں کو سرزنش فرماتے اور کبھی مٹھائی منگواکر فاتحہ کے بعد انہیں پیار ومحبت سے کھلاتے بھی تھے پھر انہیں ضروری ہدایات دینے کے

بعد دفتر میں یومیہ آمدنی کا بقیہ حصہ ان سے وصول فرما کر رجسٹر پر دستخط کرتے اور اس رقم کو اپنے ہاتھوں سے تجوری کے حوالے فرمادیتے ---- دفتری امور سے فارغ ہو کر سیدھے حضرت بحرالعلوم کی درسگاہ میں تشریف لاتے جہاں پہلے ہی سے اساتذہ و طلبہ موجود ہوتے۔ آپ کے آتے ہی تمام حاضرین کھڑے ہو کر ترانۂ صبحگاہی میں مصروف ہو جاتے۔ بڑے ہی والہانہ انداز میں اعلیحضرت علیہ الرحمہ کا مشہور سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھا جاتا سلام کے اختتام پر حضور مفسر اعظم ہند نہایت ہی الحاح وزاری کے ساتھ دیر تک دعا فرماتے۔ پھر کبھی ضروری ہدایت کیلئے دارالعلوم کے مدرس اول بحرالعلوم کی درسگاہ میں بیٹھتے اور کبھی دعا کے فوراً بعد اپنی درسگاہ میں تشریف لے آتے جب کبھی آپ کے پاس درس کی گھنٹی خالی ہوتی تو آپ دوسرے معلمین کی درسگاہوں میں تشریف لے جاتے اور ان کے طرز درس وافہام کو بغور ملاحظہ فرماتے کبھی کبھی ان درجات کو بھی دیکھ آتے جو روضۂ اعلیٰ حضرت کی چھت اور کتب خانہ حامدی وغیرہ میں قائم ہوا کرتے تھے۔ سلام صبحگاہی کے بعد تمام معلمین و متعلمین تعلیم وتعلم میں مصروف ہو جایا کرتے تھے، چونکہ دارالعلوم کے اکثر طلباء شہر کی مسجدوں میں امامت وخطابت کے مناصب پر مامور ہوا کرتے تھے بعض بعض مسجدوں میں دو تین تین طلبہ رہا کرتے تھے اس طرح ہزاروں طالبعلموں کی گنجائش مساجد میں ہو جایا کرتی تھی ان حضرات کی آمد میں کبھی سویر ہو جایا کرتی تھی تو حضور مفسر اعظم ہند باز پرس فرماتے تھے۔ دارالعلوم کے درس و تدریس کا سلسلہ بارہ ایک بجے دن تک رہتا اور جمعہ کے دن عام چھٹی ہوتی۔

ہر مدرس اپنے اپنے نظام الاسباق کا پابند ہوتا اور مہینہ میں ایک بار اپنی تدریسی رپورٹ حضور مفسر اعظم ہند کی خدمت میں پیش کرنی ضروری ہوتی جس سے معلوم ہوتا کہ کس جماعت کے طلبہ نے کتنی ترقی کی ہے اور کون کون طالب علم درس سے غیر حاضر رہتا ہے۔ پھر آپ اسی رپورٹ کے مطابق مدرسین یا طلبہ کو ہدایات دیا کرتے تھے۔ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ خود اپنے نظام الاسباق کی سختی سے پابندی فرماتے اگر دو چار دنوں کیلئے کہیں تقریری وتبلیغی پروگرام میں جانا ناگزیر ہوتا تو آپ ضرور تشریف لے جاتے لیکن واپس آنے کے بعد وقت کی پرواہ کئے بغیر ناغہ شدہ اسباق کو پڑھانا آپ ضروری اور اپنی ذمہ داری خیال فرماتے تھے تاکہ سال کے اختتام پر کسی جماعت کی کوئی کتاب باقی نہ رہنے پائے۔ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان اپنے نظام الاسباق کے علاوہ فیضان عام کیلئے کبھی تفسیر جلالین، کبھی مشکوٰۃ المصابیح، کبھی الشفاء اور کبھی کتاب التوحید (للنجدی) کا عام درس دیا کرتے تھے جس کا انداز مناظرانہ اور مباحثانہ ہوا کرتا تھا اس خاص درس میں دورۂ حدیث کے علاوہ متوسطین ومبتدئین طلباء بھی شریک ہوا کرتے تھے بلکہ بعض اساتذہ کرام بھی شامل درس ہوا کرتے تھے۔ حالانکہ مذکورہ کتابوں کا بالاستیعاب درس دوسرے مدرسین حضرات کے پاس ہوا کرتا تھا، لیکن مفسر اعظم کے درس کی بات ہی نرالی تھی۔

اوقات درس کے بعد مدرسین وطلباء اور ملازمین دارالعلوم اپنی اپنی حاجتیں ضرورتیں حضور مفسر اعظم ہند کی خدمت میں پیش کرتے اور حضرت والا ہر ایک کے الجھے ہوئے معاملات کو سلجھانے اور پریشانیوں کو دور کرنے کی علی الفور کوشش فرماتے۔ مدرسین اور طلباء اور ملازمین کو آپ کی حق گوئی وداد رسی پر پورا پورا بھروسہ تھا اس لئے وہ نجی معاملہ میں بھی آپ سے مشوروں کے طالب ہوتے ---- مہینے کے اختتام پر درس و تدریس سے فارغ ہونے کے بعد مدرسین و ملازمین کو آپ اپنی درسگاہ اور کبھی دارالعلوم کے دفتر میں بلاتے ان کی زبانی ان کی کارگزاریوں کو سنتے پھر حسب ضرورت تجوری سے روپیہ نکال کر ان کی تنخواہیں ادا

فرماتے اور کچھ نصیحتوں سے بھی سرفراز کرتے ---- دورۂ حدیث کے طلباء اور طلباء جن کی مہمانی مسجد وغیرہ کہیں نہیں ہو پاتی ان سب کیلئے پچاس پچاس روپیہ ماہانہ وظیفہ کے طور پر مقرر تھا اور اس زمانہ میں اتنا روپیہ ایک شخص کے ماہانہ اخراجات کیلئے کافی ہوا کرتا تھا۔ ان وظیفوں کی ادائیگی بھی عموماً مہینے کے اختتام پر ہی ہوا کرتی تھی ---- حضرت موصوف کے دور اہتمام میں کبھی کبھی ایسا وقت بھی آیا کہ مہینہ ختم ہوگیا اور دار العلوم کی تجوری بالکل خالی رہی۔ دریں اثناء بعض ان مدرسین سے تو معذرت طلب کرلی جاتی جنہیں مساجد کے ذریعہ کچھ یافت ہوجاتی تھی لیکن دیگر مدرسین و ملازمین و طلباء کیلئے آپ بہت زیادہ پریشان اور فکر مند ہوجایا کرتے اور کسی بھی جائز صورت سے وقت پر ان کے مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی کیلئے بے چین رہا کرتے اور کوئی نہ کوئی آمدنی کی سبیل اللہ جل شانہ پیدا فرمادیتا جس سے مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی آسانی کے ساتھ ہوجایا کرتی تھی۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی کیلئے اہل خانہ کے زیورات اور گھر کے قیمتی اثاثہ کو فروخت کرنا پڑا۔ لیکن اہل خانہ کی پیشانیوں پر بل تک نہیں آیا "جزاهن الله سبحانه خير الجزاء" بلکہ ایک عظیم کار خیر سمجھ کر اپنے زیورات اور اثاثہ خانہ کو حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حوالے کرتی رہیں ---- کبھی کبھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک درود اسم اعظم کا سایہ مجھ پر ہے مدرسے کے اخراجات کیلئے بظاہر نفسیاتی طور پر متفکر تو ہوسکتا ہوں مگر بعونہ تبارک وتعالیٰ کسی غیر کے آگے دست سوال پھیلانے کی نوبت نہیں آسکتی ہے ---- حضرت ٹھنڈے ٹھنڈے مشروبات کو زیادہ پسند فرماتے تھے اسی لئے کئی بار نمونیہ جیسی موذی بیماری سے آپ کو دوچار ہونا پڑا مگر علالت کے عالم میں دار العلوم کا خیال اور درود اسم اعظم کا وظیفہ جاری رہا جب علالت نے طول کھینچا اور گویائی تقریباً بند ہوگئی کہ سنت نوافل نمازیں بھی کسی دوسرے کی اقتداء میں پڑھنے کی نوبت آئی اس وقت کلمۂ طیبہ، درود اسم اعظم صاف طور پر ادا فرماتے رہے۔ بقیہ باتیں تحریری طور پر ہوا کرتی تھی، حضرت بحر العلوم اور مفتی جہانگیر صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان روزانہ آپ سے ملنے کیلئے خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دار العلوم سے متعلق حضرت کی ہدایات پر سختی سے عمل کرتے اور دوسرے مدرسین و ملازمین کو عمل کرنے پر مجبور کرتے۔

تعمیرات:

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے دور گرامی میں عمارت دار العلوم یا روضۂ امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی اور وسیع وعریض چھت بنوائی گئی وہی سب عمارتیں حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ کے وقت تک رہیں عمارتوں میں کوئی اضافہ یا توسیع نہیں ہوئی البتہ ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء کے اوائل میں جب مصر کے جامعہ ازہر سے عربی ادب کے اساتذہ کے آنے کی باتیں مکمل ہوگئیں تو حضور والا کو ان اساتذہ کی قیام گاہ درس گاہ کی فکر ہوئی۔ غور وفکر کے بعد یہ طے پایا کہ روضہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی چھت بہت وسیع ہے کیوں نہ اس پر کمرے بنادیئے جائیں۔ جامعہ ازہر سے بجائے دو کے صرف ایک استاذ آئے جن کا نام عبد التواب تھا ان کی قیام گاہ و درسگاہ یہی دونوں کمرے قرار پائے۔

منظر اسلام آپ کے اہتمام سے محروم ہوتا ہے: حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے آخری دنوں میں آپ کے خلف اکبر ریحان ملت حضرت علامہ الحاج شاہ ریحان رضا خاں صاحب قبلہ عرف رحمانی میاں علیہ الرحمہ اکثر و بیشتر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور دار العلوم سے متعلق گفتگو فرماتے حضرت والد نے اپنے خلف اکبر کو دار العلوم کے مد و جزر سے آگاہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ

میرے بعد اس گلشن سدا بہار پر خزاں کا کوئی اثر نہیں ہوتا چاہیے،
جس طرح مجھے اس یادگار اعلیٰ حضرت کیلئے سب کچھ قربان کر دینا
پڑا۔ اگر دارالعلوم تم سے بھی قربانی کا مطالبہ کرتے تو تم کسی طرح
گریز مت کرنا اور اعلیٰ حضرت کی یادگار سے بے نیاز مت ہونا پھر
حضور مفسر اعظم ہند قدس اللہ سبحانہ سرہ نے اپنے صاحبزادۂ اکبر کو
خاندانی روایات کے مطابق اہتمام دارالعلوم سجادۂ اعلیٰ حضرت اور
دیگر آراضیات موقوفہ کا متولی قرار دیا اور عرس اعلیٰ حضرت عظیم
البرکت علیہا الرحمۃ کو شایان شان طریق پر منانے کا حکم دیا۔

حضرت کی کمزوری دن بدن بڑھتی جارہی تھی تا ان کہ
جون کی بارہ تاریخ اور صفر المظفر کی گیارہ تاریخ آئی شدید کمزوری
کے باوجود صبح علی الصباح بیدار ہوئے استنجا اور وضو فرمایا اور نماز فجر
سے فارغ ہو کر جائے مصلّٰی کے بستر پر لیٹ کر اوراد و وظائف میں
مشغول ہو گئے اسی اثناء میں حضرت رحمانی میاں قبلہ علیہ الرحمہ اور
آپ کی چھوٹی صاحبزادی آپ کی خدمت میں باریاب ہوئیں۔
حضور مفسر اعظم علیہ الرحمۃ نے دونوں کے سلام کا جواب دیتے
ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں سیدھے کر لئے، لبوں پر مسکراہٹ جاری
ہو گئی کسے خبر تھی کہ یہ مسکراہٹ وصال یار کا استقبال ہے ڈاکٹر اقبال
نے ٹھیک ہی کہا۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب او

اور آپ کے صاحبزادۂ باوقار علوم و فنون اسلامیہ کے
تاجدار حضرت علامہ الحاج شاہ اختر رضا خاں صاحب زید مجدہ و
لطفہ جو اس وقت جامعہ ازہر مصر میں مصروف تعلم تھے وہیں سے پکار
اٹھے۔

مثل گل ہنگام رخصت مسکراتے ہی رہے

بڑے صاحبزادے اور چھوٹی صاحبزادی نے خیریت
دریافت کی تو اثبات میں صرف سر ہلا دیا۔ عین اسی وقت آپ کے
سر مبارک سے ڈیڑھ فٹ بلند ایک دائرہ نما سبز روشنی چمکی جس سے
منور شعائیں پھوٹ رہی تھی اس شعاع کی ایک کرن آپ کی
پیشانی پر اور دوسری کرن آپ کے نورانی چہرے پر چھا گئی اور ایسا
محسوس ہوا کہ اس کے انوار آنکھوں میں اتر رہے ہیں یہ کیفیت دیکھ
کر حضرت ریحان ملت نے عرض کیا ''ابا! کیا بات ہے؟'' حضرت
والد نے دوبارہ اثبات میں سر ہلا دیا اور چہرہ کو قبلہ رخ کر لیا۔ آپ
کی اہلیہ محترمہ علیہا الرحمہ خمیرہ اور دودھ کی پیالی لے کر حاضر ہوئی
جس کا صرف ایک چمچہ حلق سے نیچے اتر سکا پھر آپ نے آنکھیں
بند کر لیں البتہ لب ہلتے رہے۔ آپ کے پرنور چہرے کی رنگت اور
بھی زیادہ نکھر گئی پھر لبوں کا ہلنا بھی موقوف ہو گیا اس وقت صبح کے
سات بج رہے تھے۔

۱۱ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳ر جون ۱۹۶۵ء بروز
اتوار بعد نماز فجر آپ کے جنازہ کا جلوس خواجہ قطب سے نو محلہ مسجد
کیلئے روانہ ہوا، لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ محلہ مسجد کی افتادہ زمین
جو کسی میدان سے کم نہیں ہے اس میں نماز جنازہ کی صف بندی
دشوار ہو گئی۔ لہذا اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا
کی گئی پھر وہ جلوس وہاں سے محلہ سوداگراں میں آیا اور آپ کو اعلیٰ
حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے پہلو میں ہمیشہ کیلئے سلا دیا گیا۔

علیہ رحمة واسعة کاملة الی یوم القیمة

﴿منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ﴾

''دارالعلوم منظر اسلام اور علامہ شمس بریلوی''

(ستارہ امتیاز)

۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء کے زمانے کے چند واقعات بزبان شمس بریلوی

از پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری★

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صدیقی (م ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) ابن مولوی ماسٹر ابوالحسن صدیقی عاصی بریلوی (م ۱۹۳۷ء) ابن مولانا حکیم محمد ابراهیم بدایونی نیا شہر بریلی محلہ ذخیرہ کے اس مکان میں ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے جس مکان میں امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان دراصل امام احمد رضا محدث بریلوی کے جد امجد مولانا مولوی مفتی محمد رضا علی خاں نقشبندی بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) کا تھا جس کو بعد میں حضرت شمس بریلوی کے والد ماجد نے خرید لیا تھا۔

حضرت علامہ شمس بریلوی کے والد ماجد اپنے زمانے کے قابل قدر استاد، بے مثل شاعر اور بریلی کی مشہور صاحب علم شخصیت تھے۔ آپ کی سگی خالہ امام احمد رضا بریلوی کے جد امجد مفتی محمد رضا علی خاں کی دوسری زوجہ تھیں اس طرح علامہ شمس بریلوی کا خاندان رضا سے قریبی تعلق تھا۔

حضرت علامہ شمس بریلوی رسم بسم اللہ شریف کے بعد دارالعلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے اس وقت مولوی احسان علی صاحب مونگیری شیخ الحدیث تھے۔ ابتداء میں مولوی حافظ عبدالکریم چتور گڑھی صاحب خلیفہ اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کے پانچ ابتدائی پارے حفظ کئے اور پھر اس وقت کے جید ومتاز علماء سے درسی کتابیں پڑھیں۔ آپ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان میں مفتی محمد حامد رضا خاں بریلوی، مولانا رحم الٰہی خلیفہ اعلیٰ حضرت کے نام قابل ذکر ہیں البتہ شاعری میں مولوی سید قاسم علی خواہان بریلوی سے اصلاح لی اور بعد میں ان کے بیٹے سید شایان بریلوی کی اصلاح فرمائی۔ علامہ شمس بریلوی نے دورہ حدیث کے علاوہ تمام درسی کتب منظر اسلام کے مدرسے سے پڑھیں اس کے علاوہ الٰہ باد بورڈ سے فارسی زبان کے منشی، منشی کامل اور ادیب کامل کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کئے دوران طالب علمی اپنے ہم عصر طلباء میں شعر گوئی، مضمون نگاری، انشاپردازی اور علمی مباحث میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

حضرت علامہ شمس بریلوی نے ۱۹۳۵ء میں بعمر سولہ سال اپنی قابلیت، ادبی صلاحیت بالخصوص فارسی زبان وادب میں مہارت کے سبب دارالعلوم منظر اسلام میں شعبہ فارسی میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینا شروع کیں اس وقت حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی (م ۱۹۴۸ء) منظر اسلام کی مسند حدیث پر شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے۔ جب کہ مولوی سردار احمد لائل پوری (م ۱۹۶۲ء) مفتی وقار الدین قادری (م ۱۹۹۳ء) اور مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری اسی دارالعلوم میں درس نظامی کی تکمیل فرما رہے تھے جو بعد میں دنیائے علم کے تابندہ تارے اور جہان رضویت کے درخشندہ ماہتاب وآفتاب بن کر چمکے اور آج وہ علاقے ان سے چمک رہے ہیں۔

★(صدر شعبہ ارضیات وصدر شعبہ پیٹرولیم ٹکنالوجی جامعہ کراچی)

علامہ شمس بریلوی نے دارالعلوم منظر اسلام میں شعبہ فارسی میں ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء خدمت انجام دی آخر میں آپ شعبہ فارسی کے صدر مدرس بھی بن گئے تھے مگر معاشی حالات کے باعث آپ مدرسہ منظر اسلام چھوڑ کر بریلی کے اسلامیہ کالج میں استاد کی حیثیت سے ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۴ء خدمت انجام دیتے رہے جبکہ آپ ۱۹۵۴ء ہی میں پاکستان تشریف لے آئے اور گورنمنٹ اسکول نزد کراچی ایئرپورٹ میں ملازمت اختیار کی اور ۱۹۷۵ء میں ریٹائرڈ ہوگئے۔ آپ نے ۱۹۸۰ء میں سید ریاست علی قادری (م ۱۹۹۱ء) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے ساتھ مل کر ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل'' کی بنیاد ڈالی اور پھر امام احمد رضا کی شخصیت اور مختلف پہلوؤں پر ۱۰ سے زیادہ ضخیم مقالات تحریر کئے اور سب سے بڑا کام امام احمد رضا کی شاعری پر تحقیقی وادبی جائزہ لکھ کر ادبی دنیا سے زبردست خراج عقیدت حاصل کیا جو شہرت کا باعث بھی بنا جب کہ سرور کونین ﷺ لکھ کر حکومت پاکستان سے صدارتی ایوارڈ ۱۹۸۶ء میں حاصل کیا اور ۱۹۹۵ء میں حکومت پاکستان نے آپ کی قلمی علمی وادبی خدمت کے باعث ستارہ امتیاز کا ایوارڈ عطا کیا آپ کا وصال کراچی میں ۱۲ر مارچ ۱۹۹۷ء/ ۳ر ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ بروز بدھ رات نو بجے ہوا اور کراچی کے سخی حسن قبرستان میں تدفین ہوئی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے حسب وصیت نمازِ جنازہ دارالعلوم امجدیہ میں بروز جمعہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت فرمائی۔

علامہ شمس بریلوی کی علمی، ادبی خدمات پر یہاں تفصیلی تبصرہ مقصود نہیں بلکہ یہاں صرف ان کی دارالعلوم منظر اسلام سے وابستگی کے حوالے سے چند سطور تحریر کررہا ہوں جو ملفوظات کی صورت میں احقر نے جمع کی ہیں۔ راقم السطور کا تعلق علامہ صاحب سے ۱۹۸۳ء سے ہے اور وصال تک ان سے متعدد بار ملاقاتیں ہوئیں اس دوران احقر کو آپ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا آپ کی شخصیت پر تفصیلی گفتگو کسی اور تحریر میں کروں گا یہاں صرف اتنا بتاتا چلوں کہ علامہ:

سچے پکے حنفی بریلوی مسلمان تھے۔ رواداری کے پابند، سچے کھرے، مخلص اور وفادار تھے ساتھ ہی وقت اور وعدہ کے انتہائی پابند۔ زبان وقلم میں محتاط انتہائی حساس طبیعت کے مالک تھے۔ مہمان نوازی آپ کی امتیازی شان تھی دوستوں سے ہمیشہ اچھی توقعات رکھتے تھے ان سب خوبیوں کے باوجود گوشہ نشین تھے۔

راقم السطور نے علامہ بریلوی کے آخری چند سالوں کی نشستوں کو قلم بند کرلیا جو جلد ہی ''ملفوظات شمس'' کے نام سے شائع کی جائے گی یہاں صرف ان ملفوظات کو پیش کررہا ہوں جو دارالعلوم منظر اسلام کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ واقعات احقر نے خود ان سے سن کر قلمبند کئے تھے ممکن ہیں ان واقعات کو اور بھی افراد جانتے ہوں اور ان واقعات میں کہیں کہیں فرق بھی معلوم ہو لہٰذا اس کو بحث ومباحثہ کی شکل نہ دی جائے بلکہ اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ تاریخی واقعات میں عموماً ایک سے زیادہ ایک واقعہ کی روایت ہوتی ہیں جو جس راوی کو بہتر جانے اس کی روایت کو صحیح جانے، آیئے اب چند واقعات بزبان حضرت شمس ملاحظہ کریں۔

راقم السطور یکم اپریل ۱۹۹۶ء کو ہندوستان سے آئے ہوئے نوجوان عالم دین مولوی عبدالحمید شافعی ملباری کو لے کر حضرت شمس بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولوی عبدالحمید نے اس نشست میں حضرت علامہ بریلوی سے ان کے ابتدائی زندگی اور دارالعلوم منظر اسلام کی بابت کچھ معلومات چاہیں تو حضرت شمس بریلوی نے فرمایا:

''احقر حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کا شاگرد ہے حضرت اس ہیچمدان

سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور آپ کو (عبدالحمید) یہ بتا رہا ہوں کہ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے وصال پر میں اپنے والد مرحوم و مغفور کے انتقال سے زیادہ رویا تھا۔ احقر حضرت حامد میاں کی جناب میں بہت منہ لگا ہوا تھا اور بلا تکلف ان کے پاس پہنچ جاتا جبکہ بڑے بڑے علماء ان کی آمد کے منتظر رہا کرتے تھے دراصل حضرت علیہ الرحمۃ نے اس احقر کے ساتھ ہمیشہ شفقت فرمائی اسی وجہ سے ایسی جسارت کرلیتا تھا۔ آپ کے صاحبزادگان مولانا ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں (۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) اور مولانا حماد رضا عرف نعمانی میاں سے اس احقر کے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ مولانا نعمانی میاں کو تو اس احقر نے پڑھایا بھی ہے"

ہمارے تدریسی زمانے میں مولوی ابرار حسن صدیقی تلہری "نور الانور" پڑھایا کرتے تھے جو اس کتاب کے بہت ہی ماہر سمجھے جاتے تھے۔ جتنے عرصے تک احقر منظر السلام میں مدرس رہا اور بعد میں صدر شعبہ فارسی بھی رہا اتنے عرصہ میں (۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء) میرے سامنے دارالعلوم کے پانچ صدر مدرس تبدیل ہوئے۔ ان میں ایک مولانا حکیم امجد علی اعظمی بھی تھے جو پہلے اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بھی رہے اور ۱۹۲۵ء میں بعد وصال اعلیٰ حضرت آپ دارالعلوم منظر اسلام چھوڑ کر چلے گئے اور پھر دوبارہ ۱۹۳۷ء میں صدر مدرس بن کر تشریف لائے دوران گفتگو حضرت شمس صاحب نے بہار شریعت کی اول اشاعت کا واقعہ بھی بیان فرمایا:

"ایک دن حسب معمول مدرسہ (منظر اسلام) پہنچا تو مدرسہ کے خادم نے بتایا کہ مولوی (شمس الحسن) صاحب ایک صاحب لاہور سے آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں جب مہمان خانے پہنچا تو اندر ایک صاحب حسن دین (منیجر شیخ غلام علی اینڈ سنز) بیٹھے ہوئے تھے۔ سلام مصافحہ اور خیریت طلبی کے بعد انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنے مالک پبلشرز (جو کہ شیعہ ہے) کو حضور اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" چھاپنے کے لئے راضی کرلیا ہے مگر شرط یہ لگادی ہے کہ تم پہلے مولوی امجد علی صاحب کی "بہار شریعت" لاؤ اس کی بہت مانگ ہے پہلے ہم اس کو شائع کریں گے لہذا اس کام کے لئے لاہور سے یہاں آیا ہوں۔ اس نے مزید بتایا کہ اس نے مولانا امجد علی صاحب سے اس موضوع پر بات کی ہے مگر پبلشرز کی طرف سے پیش کی گئی خدمت پر وہ تیار نہیں ہیں آپ کے چونکہ ان سے بہت گہرے مراسم ہیں لہذا اس معاملے میں آپ ہماری ان سے سفارش کردیں تاکہ وہ تیار ہو جائیں ہم آپ کے بہت ممنون ہوں گے۔

اس واقعہ پر حضرت شمس بریلوی نے راقم السطور کی طرف خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ میاں مجید اللہ! یہ وہ زمانہ تھا جب ۵/روپے من دودھ اور ۵/آنے سیر چھوٹے یعنی بکرے کا گوشت ملتا تھا۔ البتہ پہلی جنگ عظیم کے بعد اتنی مہنگائی ہوگئی تھی کہ ۳/روپے من گیہوں ۴۴/روپے من ہو چکا تھا۔ اس وقت تنخواہیں ۲۰/سے ۶۰/روپے کے درمیان ہوا کرتی تھیں۔ مولانا امجد علی صاحب کو بحیثیت شیخ الحدیث ۶۰/روپے ماہوار ملتے تھے جب کہ احقر کو ۲۲ روپے اور مولوی اعجاز ولی خاں (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) کو ۳۰/روپے ماہوار ملتے تھے۔

بہر کیف میں جوش میں آکر حسن دین صاحب کو مولانا امجد علی صاحب قبلہ کے کمرے میں لیا گیا اس وقت وہ دار الحدیث

میں ''قراۃ التلمیذ علیٰ شیخ'' میں مصروف تھے۔ سبق ختم ہونے کے بعد میں نے عرض کیا کہ لاہور سے یہ صاحب بہار شریعت کے سلسلے میں آئے ہیں میں نے دوران گفتگو ورلگانے کے لئے یہ بات بھی کہدی کہ ان دنوں ''بہشتی زیور'' دوآنے کی مل رہی ہے اور آپ کی کتاب کی اب سخت ضرورت ہے کہ جلد از جلد بڑے پیمانے پر اس کی اشاعت ہو لہذا آپ اس کی اشاعت کی اجازت دے دیں مگر حضرت اس وقت تیار نہ ہوئے اور میں ناراض ہو کر باہر آ گیا اور حسن دین سے معذرت کر لی کہ حضرت ابھی اشاعت کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد مولانا امجد علی اعظمی صاحب مدرسہ منظر اسلام دوبارہ چھوڑ کر پٹنے گئے پھر انتقال سے قبل عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت کے لئے بریلی تشریف لائے تو مجھے دیکھتے ہی گلے لگالیا اور فرمایا مولوی شمس الحسن تم اب تک ناراض ہو۔ بات آئی گئی ہوگئی حضرت نے کچھ دیر بعد مجھے پھر بلوایا اور کہا تم اس منیجر حسن دین سے کہو کہ اس کو شائع کردے میں نے دوبارہ کوشش کی معاہدہ ہوگیا اور ''بہار شریعت'' پہلی دفعہ لاہور سے شائع ہوئی مگر غضب یہ ہوا کہ اس نے پہلا ایڈیشن رڈی کاغذ پر چھاپا جس کا مجھے بہت افسوس ہوا کہ اتنی خوبصورت کتاب کتنی بے دردی سے اور ردی کاغذ پر شائع ہوئی کاش اس وقت ہمارے پاس رقم ہوتی تو اس کو شایان شان شائع کرتے۔

حضرت شمس صاحب نے اسی مجلس میں مزید خانقاہ و منظر اسلام سے متعلق بتایا کہ:

''میرے زمانے مدرسہ میں اعلیٰ حضرت کے مزار کا گنبد تیار ہوگیا تھا اور ۱۹۴۴ء تک مدرسہ منظر اسلام صرف ایک منزل پر قائم رہا''

آپ نے مزید حالات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مولانا ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کے صاحبزادے مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں (م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) میرے شاگرد تھے۔ حضرت جیلانی میاں مجھ سے اپنے بچوں کی پڑھائی کی بابت اکثر پوچھا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچے گھر پر پڑھنے جائیں تو ان سے کام بھی لیا کریں تاکہ انہیں کام کی عادت پڑے اور احساس ہو کہ کام کرنا کس کو کہتے ہیں اور یہ سیکھیں کہ بزرگوں اور بڑوں کی خدمت ہی سے عزت ملتی ہے''

مجلس ۲۴ر جولائی ۱۹۹۶ء :

آپ نے اس مجلس میں فرمایا کہ مجید اللہ! افسوس ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تقاریر کو قلمبند نہیں کیا گیا اس زمانے میں کیسٹ ٹیپ تو موجود نہ تھے مگر اس سے قبل بھی لوگ اپنے اسلاف کی پوری پوری تقاریر نوٹ کر لیتے تھے مگر اعلیٰ حضرت کی صرف ایک تقریر محفوظ کی جاسکی اور یہ رسالہ کی صورت میں شائع بھی ہوئی ہے جس کا عنوان ''المیلاد النبویہ فی الفاظ الرضویہ'' ہے۔ غالباً یہ تقریر مولوی سید ایوب علی رضوی مرحوم (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) نے قلمبند کی تھی جو بعد میں اعلیٰ حضرت کو دکھا کر ان کے زمانے میں شائع بھی ہوگئی تھی کاش کہ اعلیٰ حضرت کی اکثر تقاریر قلمبندی کر لی جاتیں تو ایک اور علمی ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہوتا۔

اس مجلس میں آپ نے دارالعلوم منظر اسلام سے متعلق کچھ معلومات فراہم کیں آپ نے فرمایا:

''ہم دارالعلوم منظر اسلام کے کئی مدرسین اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کے کئی افراد اکثر بعد نماز ظہر جمع ہوتے اور دوپہر کا کھانا یا تو عزو میاں کے یہاں اکٹھا ہو کر کھاتے یا پھر جماعت رضائے مصطفیٰ (ﷺ) کے دفتر میں یا کبھی کبھی حسنی پریس میں بھی کھایا کرتے تھے۔ ہمارے اس گروہ میں مولانا حکیم حسنین رضا مولوی سردار ولی خاں (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۷ء) عزو میاں، مولوی

تقدس علی (م ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء) جیلانی میاں کے علاوہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے منشی اور روح رواں مولوی خدایار خاں بھی شامل ہوتے تھے۔ہم لوگ مختلف معاملات پر گفتگو کرتے تھے مگر افسوس! کہ اس وقت اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی طرف بھر پور توجہ نہیں دی گئی کہ ان کے جلد از جلد اشاعت کردی جاتی وقت گزرتا گیا اور پھر تقریباً ۵۰ ربرس کے بعد مجید اللہ صاحب آپ کے ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل'' کے مخلصین کا کام ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کتب کی نہ صرف اشاعت کا سلسلہ شروع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت کے مقام کو صحیح سمت کے ساتھ دنیا کے سامنے متعارف کرایا خداوند تعالیٰ آپ تمام مخلص اور کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔کاش اول وقت میں اس نوعیت کا کام ہو گیا ہوتا تو آج دنیا کے سامنے اہل سنت کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا پھر ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے اسے یہ کام آپ لوگوں سے لینا تھا خاص کر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے غیر رضوی ہوتے ہوئے وہ کام کیا جو کئی ادارے مل کر انجام نہیں دے سکتے تھے افسوس کہ مسلک اعلیٰ حضرت اور تعلیمات امام احمد رضا کے اس فروغ کے باوجود پروفیسر صاحب اور آپ لوگوں کے خلاف بھی آواز اٹھائی جاتی ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ مجید اللہ آپ لوگ کام کرتے رہئے نہ کسی کی آواز پر بددل ہوں اور نہ کام کرنے سے پیچھے ہٹیں اللہ تعالیٰ سب کی نیتوں سے واقف ہے آپ سب کی نیتیں پاک صاف ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے ادارہ کو مزید ترقی عطا کرے۔(آمین)

اسی نشست میں آپ نے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے متعلق بتایا کہ وہ آپ سے بہت پیار فرماتے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی کئی صاحبزادیاں تھیں بڑی صاحبزادی مولانا تقدس علی خاں کے نکاح میں تھیں اور ان سے دو چھوٹی صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے مولانا شاھد علی خاں سے منسوب ہوئیں اور بقیہ دو چھوٹی صاحبزادیاں حضرت کے پھوپھا کے دو صاحبزادوں جناب شہود میاں اور جناب مشاھد میاں سے منسوب ہوئیں تھیں۔

مجلس۔جولائی ۱۹۹۴ء :

احقر سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء کا دعوت نامہ لے کر حاضر خدمت ہوا بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ اگر صحت نے اجازت دی تو ضرور حاضر ہوں گا ورنہ معذرت چاہوں گا۔باتوں باتوں میں تذکرہ چھڑ گیا کہ اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقعہ پر بریلی شریف میں نعتیہ مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا اسی بابت فرمایا کہ جب میں دارالعلوم منظر اسلام (قائم شدہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء) بریلی شریف میں مدرس تھا تو ۱۹۳۷ء میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر نعتیہ مشاعرہ کی بنیاد ڈالی گئی اور جب تک (۱۹۴۵ء) تک میں دارالعلوم سے وابستہ رہا تو اس مشاعرہ کی ذمہ داری اور بندوبست میں ہی کرتا رہا یہ مشاعرہ بریلی ٹاؤن میں منعقد کیا جاتا تھا۔

حضرت شمس بریلوی صاحب نے نعتیہ مشاعرہ کے حوالے سے ایک واقعہ بھی سنایا ملاحظہ کیجئے:

> ''آپ نے فرمایا کہ سالانہ نعتیہ مشاعرہ کا ناظم یہ فقیر ہی ہوا کرتا تھا اور شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) عموماً مشاعرہ کی صدارت فرماتے تھے مشاعرہ کے دوران شاعر کے سامنے ایک سرخ رنگ کا بلب رکھا ہوتا تھا جس کا بٹن حضرت مفتی اعظم کا پاس ہوتا اگر کوئی شاعر کسی طرح بھی کوئی غلطی کرتا بالخصوص کلام میں اگر کسی طرح شرعی گرفت ہوتی تو مفتی اعظم بٹن کے ذریعہ بلب روشن فرمادیتے شاعر کلام پڑھتے ہوئے خود رک جاتا اور مفتی اعظم اس شاعر کی چاہے وہ کتنا بڑا کیوں نہ ہو کلام میں اصلاح

فرماتے۔

اسی دوران حضرت شمس بریلوی کو ۱۹۴۳ء کے نعتیہ مشاعرہ میں اپنی پڑھی ہوئی نعت کے چند اشعار یاد آ گئے جوانہوں نے سنائے ملاحظہ کیجئے۔

بیٹھا ہوں دل میں عشق کی دولت لئے ہوئے
جنت سے دور حاصل جنت لئے ہوئے
رضوان کے پاس چند بہاریں ہیں خلد کی
طیبہ کی ہر بہار ہے جنت لئے ہوئے

حضرت شمس بریلوی نے ۱۹۴۴ء کے عرس اعلیٰ حضرت کے موقعہ پر نعتیہ مشاعرے کا ایک اور واقعہ بھی بتایا یہ مشاعرہ اس وقت اعلیٰ حضرت کے مزار کی چھت پر منعقد ہوا تھا جس میں ہزار سے زیادہ لوگ موجود تھے اور مفتی اعظم ہند اس کی صدارت فرمارہے تھے اس نعتیہ مشاعرہ کا ''مصرعہ طرح'' اس طرح تھا۔

نذر ساقی آج ہم نے زہد و تقویٰ کردیا

آپ نے بتایا کہ اس مشاعرے میں حسن اتفاق سے کئی شعراء نے غلطیاں کیں اور اس دفعہ لال بلب بار بار روشن ہوا مگر جب میری باری آئی اور میں نے نعتیہ غزل پیش کی تو ایک دفعہ بھی بلب روشن نہ ہوا اور مفتی اعظم ہند نے بھی بہت داد دی اور میرے اس شعر پر گلے میں گجرا بھی ڈالا۔

ہر خلش تجدید ایماں ہر چسک تمہید دیں
نذر یوں ایمان اے درد تمنا کردیا

عرس رضوی کے موقع پر نعتیہ مشاعرہ سے متعلق علامہ شمس بریلوی صاحب نے مزید بتایا کہ:

''کئی سال عرس رضوی کا مشاعرہ اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں ہوا، اسی مشاعرہ سے متاثر ہوکر شہر میں اور بھی نعتیہ مشاعرے ہونے لگے''

آپ نے منظر اسلام کے متعلق اس نشست میں مزید معلومات فراہم کیں:

''آپ نے فرمایا! (ڈاکٹر صاحب) فقیر کو دارالعلوم منظر اسلام میں ۲۲روپے ماہوار ملے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے سبب مہنگائی بہت بڑھ گئی تھی اتنے پیسوں میں گزارا مشکل ہوگیا تھا لہٰذا فقیر نے منظر اسلام چھوڑ کر اسلامیہ انٹر کالج (بریلی) کے شعبہ فارسی میں ملازمت اختیار کرلی''

آپ نے منظر اسلام کی مالی حالت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

''مالی اعتبار سے اس کی حالت ان دنوں (۱۹۴۵ء) اچھی نہیں تھی۔ صرف دوسو روپے ماہوار حیدر آباد دکن سے امداد ملتی تھی اور کبھی کبھی جونا گڑھ اور کاٹھیاوار، گجرات کے علاقوں سے امداد آجاتی تھی۔ منشی فاضل کے طلبہ کو یوپی گورنمنٹ سے ۲۵۰روپے ماہانا وظیفہ ملتا تھا۔ (آپ نے مزید بتایا کہ) اس زمانے میں دارالعلوم منظر اسلام کے شیخ الحدیث کو ۶۰ تا ۷۰روپے ماہوار پیش کئے جاتے تھے۔ مولوی اعجاز ولی خاں کو ۳۰روپے اور مولوی تقدس علی خان کو ۴۰روپے ماہوار ملتے تھے''

حضرت نے مزید ارشاد فرمایا کہ:

''انہوں ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء تک منظر اسلام میں پڑھایا اور آخر میں شعبہ فارسی کا صدر بھی بنادیا گیا تھا میرے آخری زمانے میں مولانا تقدس علی خاں شیخ الحدیث تھے اور اس زمانے میں مولانا سردار احمد، مفتی وقار الدین اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری درس نظامی کی تکمیل کررہے تھے۔

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صدیقی علیہ الرحمہ دارالعلوم منظر اسلام کے تلمیذ بھی ہیں اور مدرس بھی آپ کے

کارناموں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتداء میں دارالعلوم منظر اسلام میں تعلیم کا کتنا اعلیٰ معیار تھا جس کے باعث علامہ ایک بہترین مدرس بننے کے ساتھ ساتھ ایک بہت مستند قلم کار بھی بنے جس کا بین ثبوت آپ کے ۵۰ سے زیادہ تصانیف و تالیفات و تراجم کتب ہیں جبکہ آپ کا غزلیہ دیوان ہجرت کے دوران تلف ہوگیا اس کے باوجود شہر کراچی کے تمام شعراء آپ کو استاد الاساتذہ ہی کہتے تھے۔

حضرت شمس بریلوی نے قلمی دنیا میں مقدمہ نگاری کی حیثیت سے ایک منفرد مقام حاصل کیا آپ نے تصوف کی اکثر و بیشتر کتب کا نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ ہر کتاب پر ایک ضخیم مقدمہ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت کو اور بلندی عطا فرمائی آپ نے جن کتابوں پر مقدمہ لکھا ان میں چند نام ملاحظہ کریں:

......کشف المحجوب......مکاشفۃ القلوب......مدارج النبوۃ......فوائد الفواد......خصائص کبرا......کلیات جامی......غنیۃ الطالبین...... تاریخ الخلفاء......عوارف المعارف......نفحات الانس۔ وغیرہ وغیرہ

علامہ شمس بریلوی صاحب نے ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے وابستگی کے دوران بحیثیت سرپرست اعلیٰ جہاں مفید مشوروں سے نوازا وہاں انتہائی مفید مقالات قلمبند کر کے اہل علم سے بالعموم اور محبان رضویہ سے بالخصوص خراج عقیدت حاصل کیا اب ملاحظہ کیجئے تلمیذ و مدرس منظر اسلام کی امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات و کتب:

......کلام رضا (حدائق بخشش) کا تحقیقی و ادبی جائزہ معہ مقدمہ

......امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری معہ مقدمہ، جلد اول و دوم

......فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام ''معارف رضا'' شمارہ ۱۹۸۱

......امام احمد رضا کے حواشی کا تحقیقی جائزہ شمارہ ۱۹۸۶

......شرح قصیدہ رضا بر اصطلاح نجوم و فلکیات (حدائق بخشش حصہ سوم) معارف رضا ۱۹۸۷، ۱۹۸۸ء۔

......محدث بریلوی اور مولوی میاں نزیر حسین دہلوی معارف رضا ۱۹۹۱

......مقدمہ و ترتیب کلام ذوق نعت از مولانا حسن رضا بریلوی

......فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ عالمگیریہ (زیر طبع)

......آفتاب افکار رضا ''مثنوی کی بحر میں اعلیٰ حضرت کے علوم و فنون پر ۵ ہزار اشعار میں تعارف و تبصرہ (زیر طبع) چند سو اشعار قسطوار ماہانا معارف رضا میں شائع ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ شمس بریلوی کی پہلی تصنیف انشاء ابوالفضل ہے جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی جو آپ نے یہ شرح دوران طالب علمی لکھی تھی جو انور بک ڈپو لکھنؤ سے شائع ہوئی آپ کی آخری تصنیف ''آفتاب افکار رضا'' ہے جو ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی اور جو زیر طبع ہے اس طرح آپ نے ۶۰ سال مسلسل تصنیف و تالیف و تراجم کا سلسلہ جاری رکھا جو منظر اسلام کے لئے ایک اعزاز کی بات ہے۔ ایسی ہی شخصیات کو اس موقعہ پر خراج عقیدت پیش کرنے کی ضرورت ہے اور کیا ہی اچھا ہو کہ ایک تذکرہ تیار کیا جائے جس میں منظر اسلام کے تلامذہ کے احوال جمع کئے جائیں جنہوں نے اپنے پیچھے رشحات قلم کے خزانے چھوڑے ہوں اس قسم کے تذکرے دنیا کے سامنے پیش کر کے منظر اسلام کے اہمیت کو اجاگر کرایا جاسکتا ہے کہ اس دارالعلوم نے کیسے کیسے اہل قلم پیدا کئے ہیں مجھے امید ہے کہ منظر اسلام کی اس صد سالہ جشن کے موقع پر اس قسم کے کام کا بیڑا ضرور اٹھایا جائے گا اس مضمون کو حضرت شمس کی اس رباعی پر ختم کروں گا جو انہوں نے آخری ملاقات میں ۲۴ فروری ۱۹۹۷ء کو انتقال سے چند روز پہلے احقر کو سنائی تھی۔

در راہِ بقا باغ و صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
ہیہات ہیہات کہ بیشتر عمر فانی
بے طاعت ایزد تعالیٰ بگذشت

رضوی افریقی ہوسٹل، جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مین گیٹ

جنوبی ایشیاء میں

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا علمبردار

از: سید وجاہت رسول قادری ★

آن گروہ کہ از ساغر وفامست اند
سلام ما بر سانید کی ہر کجا ہستند

یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ کی صبح طلوع ہونے والا نیا اسلامی سال دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کی تأسیس کا یادگاری سال ہے اس لئے کہ اس دن اس کے قیام کے سو برس پورے ہو گئے۔ برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش کی غالب مسلم اکثریت (اہل سنت و جماعت) ۱۴۲۲ھ کو ''صد سالہ جشن تأسیس دارالعلوم منظر اسلام بریلی'' کے طور پر منارہی ہے۔ اگر دارالعلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کی صد سالہ علمی و دینی خدمات اور اسلامیان برصغیر کے مذہبی عقائد وافکار و نیز ان کی تعلیمی، سیاسی اور معاشی پس ماندگی پر اس کے مثبت اثرات کا جائزہ لیا جائے تو سواد اعظم کا یہ فیصلہ غلط نہیں ہے۔ بلکہ جدید اسلامی نظام تعلیم، اسلامی تشخص، مسلمانوں کے لئے ملت واحدہ کا تصور و نظریہ اور سرزمین ھند میں ایک ایسی آزاد اسلامی مملکت کے قیام کے داعی و محرک کی حیثیت سے کہ جس میں شریعت اسلامی کا آئین و قوانین مکمل طور پر نافذ العمل ہو، یہ تمام خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ پاکستان میں حکومت کی سطح پر بھی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس دارالعلوم کے یوم تأسیس پر خوبصورت اور خاطر خواہ پروگرام نشر ہوں تاکہ اہلیان پاکستان کو ''منظر اسلام'' کی دینی اور ملی خدمات جلیلہ کا اندازہ ہو سکے۔ قبل اس کے کہ دارالعلوم بریلی کی صد سالہ خدمات اور مسلمانان برصغیر کے دینی، ملی، سیاسی اور معاشی افکار و نظریات پر اس کے مثبت اثرات کا ایک تجزیاتی جائزہ پیش کیا جائے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اس وقت کے حالات، مذہبی تعلیمی، سیاسی اور معاشی پس منظر کو بھی دیکھا جائے کہ جن کی وجہ سے اس مرکزی دارالعلوم کا قیام ناگزیر تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل اگرچہ مسلمانان ہند کا معاشرہ انحطاط پذیر تھا لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے تقریباً تمام بڑے شہر خصوصاً دلی (دارالسلطنت)، مراد آباد، خیر آباد، رامپور، لکھنؤ، جونپور، کانپور پٹنہ، فرید پور، ڈھاکہ، چٹا کانگ، رنگون ٹھٹھہ، حیدر آباد دکن، سیالکوٹ وغیرہ، اسلامی علوم وفنون کے بڑے مراکز تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہاں ہر شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں مدارس قائم تھے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جہاں ظالم و عیار انگریز نے دلی اور دیگر مراکز اسلامی علوم کو خصوصاً جہاں جہاں سے جہاد کے لئے انگریزوں کے خلاف فتوے دیئے گئے تھے، تاخت و تاراج کیا، مدارس اسلامیہ کو ہزاروں کی تعداد میں جبراً بند کیا اور مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے، وہیں ان مراکز سے وابستہ وقت کے جید اساتذہ، علماء وفقہا اور مشائخ کرام کو تختۂ دار پر کھینچا گیا اور جو بچ رہے وہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں عزت و آبرو اور جان کی پناہ، گوشۂ عافیت اور وسیلۂ معاش کی تلاش میں ''قیمتی متاع گم

★ (صدر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان)

گشتہ'' کی صورت روپوش ہوگئے۔ بعدہٗ باقی ماندہ علمی مراکز یا تو انگریز نے جبراً بند کرادیئے یا معدودے چند جوان کی دست برد سے بچ رہے وہ وسائل کی کمیابی نایابی کی وجہ سے خودبخود بند ہوتے چلے گئے یا پھر حالات اور معاشی وسیاسی ماحول کی بنا پر ان کی کارکردگی کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی۔(۱)

ایسے ہمت شکن اور پرخطر حالات میں علماء شریعت، پیران طریقت اور زعمائے ملت نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ اسلامی علوم وفنون کے مراکز کے فقدان کے اس دور میں انگریز اور ہندو دونوں مل کر مسلمان نوجوان کے ذہن و دماغ کو مفلوج کررہے ہیں، قبل اس کے کہ باقیات الصلحات علماء و اساتذۂ فن اٹھ جائیں جن کے ساتھ ہی سرزمین ہند سے علم بھی رخصت ہوجائے، یہاں اسلامی علوم وفنون کا ایک ایسا مرکز قائم کیا جائے جو مسلم نوجوانوں کی دینی اور علمی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ ان کی کردار سازی بھی کرسکے ان کو ایک اچھا مسلمان اور معاشرہ کا بااعتماد فرد بھی بناسکے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک دردمند صوفی منش عالم اہل سنت حضرت مولانا حاجی سید عابد حسین علیہ الرحمۃ نے مخلص زعمائے اہل سنت کے تعاون سے سہارنپور کے ایک قصبہ دیوبند میں ''اسلامی مدرسۂ عربی'' کے نام سے ایک مدرسہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۷ء میں قائم کیا جو آگے چل کر ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے مشہور ہوا۔(۲)

حضرت حاجی سید عابد حسین قبلہ خوش عقیدہ مسلمان تھے ۔سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں راج شاہ قادری علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور ان کے ماذون وخلیفہ بھی تھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا تھا، اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری اور نذر ونیاز ان کا روز کا معمول تھا، سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا۔ ہر ہفتہ پابندی کے ساتھ میلاد و فاتحہ کرنا ان کی زندگی کا معمول تھا(۳)۔ بعد میں جب وہابی فکر سے متاثر انگریز نواز اور ان کے وظیفہ خوار علماء وزعما سید صاحب کی سادگی اور درویشانہ مزاج کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے انتظامی امور میں دخیل ہوتے گئے اور آخرکار پوری انتظامیہ پر قابض ہوکر سفید وسیاہ کے مالک بن گئے تو وہاں خالصتاً دین حق کے مواقع معدوم ہوگئے اور للہیت ختم ہوگئی۔ چنانچہ ایسے حالات میں دارالعلوم کے اصل بانی مولانا حاجی سید محمد عابد حسین علیہ الرحمۃ نے ۳۰ رسالہ خدمت کے بعد نظریاتی اختلاف کے بنیاد پر علیحدگی اختیار کرلی۔ ان کی رخصت کے بعد قابض علماء نے اسی طرح دارالعلوم کو چلایا جیسا انگریز چاہتے تھے۔(۴)

جب دیوبند کے ارباب بست وکشاد اور علماء کی جانب سے فکر اسلامی کے خلاف اور تنقیص شان الوہیت و رسالت پر مبنی لٹریچر کی اشاعت شروع ہوئی اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقائد ومعمولات اہل سنت کی رد میں کثرت سے کفر وشرک اور بدعت کے فتوے دارالافتاء دیوبند سے جاری ہونے لگے تو غیر منقسم ہند کے طول وعرض کے علمائے اہل سنت میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ علمائے اہل سنت نے جن کے سرخیل امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ تھے، دیوبندیوں کے باطل عقائد و نظریات کا کھل کر رد کیا اور اس رد وقدح کے عمل میں خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ جن کو دیوبندی سید الطائفہ، شیخ العرب والعجم اور اپنا مذہبی اور روحانی پیشوا کہتے ہیں اور ان کے دیگر جید خلفاء مثلاً مولانا عبدالسمیع رامپوری وغیرہ بھی شامل ہیں(۵) لیکن اس کے باوجود یہ بات شدت سے محسوس کی گئی کہ اگر فوری

طور پر دار العلوم ''دیوبند'' کے مقابلے میں اہل سنت کا کوئی مرکزی دار العلوم قائم نہ کیا گیا تو اس کا قوی خدشہ موجود ہے کہ ۲۰/۲۵ برس بعد دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل علماء مدارس اہل سنت پر قابض ہو جائیں گے۔ اس طرح نہ صرف ''اہل سنت'' کے عقائد و نظریات کا دفاع مشکل ہو جائے گا بلکہ سرزمین ہند سے مسلمانان اہل سنت کا استیصال شروع ہو جائے گا۔

اسی دوران تیرھویں صدی ہجری کے اختتام تک امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم وفضل، زہد و تقویٰ، اور تجدیدی کارناموں کا شہرہ برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش اور برما کی سرحدوں سے نکل کر بلاد عرب، حرمین شریفین، افریقہ، امریکہ، سری لنکا اور افغانستان تک پہنچ چکا تھا چنانچہ اکابر علمائے اہلسنت کے مشوروں اور حقیقی اسلامی علوم وافکار کی نشر واشاعت اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے خواہاں بزرگان ملت کی تجاویز پر سرزمین بریلی میں، جو اس وقت تک امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی عبقری شخصیت کی وجہ سے اسلامیان ہند کا مرجع بن چکی تھی، ایک ایسے دار العلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا گیا کہ جہاں سے علوم اسلامی کی درس وتدریس کے علاوہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے ہزار سال سے زیادہ پرانے نظریات وعقائد کا جدید انداز پر ابلاغ اور ان کے دفاع کا بھی اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ غالباً محرم الحرام ۱۳۲۲ھ فروری ۱۹۰۴ء کو امام العصر، مجدد دین وملت، علامہ مفتی محمد احمد رضا خاں قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کے دار الافتاء کے جوار میں، ان ہی کی سرپرستی میں دار العلوم بریلی، ''منظر اسلام'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا(۶ الف)۔ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ چند سال تک اس دار العلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکے بعد میں فتویٰ نویسی، تصنیف وتالیف اور دوسرے علمی اور تبلیغی مشاغل کی بناء پر یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور دار العلوم کا سارا انتظام اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے سپرد کر دیا۔(۶ ب)

اس دار العلوم کا نصاب امام احمد رضا نے اجل علماء کی معاونت ومشوروں سے خود ترتیب دیا تھا۔ تعلیمی معیار کا اندازہ ان کتب تفسیر، احادیث وفقہ سے لگایا جا سکتا ہے جو دار العلوم منظر اسلام کی اس سند حدیث میں مذکور ہیں جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حیات میں جاری ہوئی تھیں۔ راقم کے سامنے وہ سند فراغت ہے جو حضرت علامہ عبد الواحد رضوی ابن مولانا غازی الدین ساکن گڑھی کپورہ (پشاور، پاکستان) کو ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء کو امام احمد رضا کی حیات میں جاری ہوئی تھی۔ اس پر علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے بحیثیت مدیر اور علامہ مولانا رحم الٰہی، اور علامہ مولانا ظہور الحسین الفاروقی نقشبندی المجددی نے بطور مدرس دستخط فرمائے ہیں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر تمام مشہور کتب حدیث، مسانید، معاجم اور شروح کا ذکر ہے جو دار العلوم میں پڑھائی جاتی تھیں، فقہ حنفی کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے مذاہب سے متعلق بھی کتب پڑھائی جاتی تھی۔ مجموعی طور پر ۳۰ علوم کا ذکر ہے جو اس دار العلوم میں پڑھائے جاتے تھے اور جس کی سند علامہ عبد الواحد رضوی صاحب کو بعد فراغت جاری کی گئی تھی۔(۷)

مذکورہ علوم اسلامی اور عقلیہ ونقلیہ کی درس وتدریس کے علاوہ طالب علم کی فکری اخلاقی اور روحانی تربیت کی ضروریات کا بھی خاص خیال رکھا گیا تھا۔ امام احمد رضا جامع العلوم تھے وہ ۵۵ سے زیادہ علوم وفنون (قدیمہ و جدیدہ) پر دسترس رکھتے تھے(۸)۔ اگر ان علوم وفنون کی جدید دور کے اعتبار سے گروپ

بندی کی جائے تو ان کی تعداد ۷۰ سے بھی متجاوز ہو جائے (۹) امام احمد رضا دل سے چاہتے تھے کہ یہ علوم آئندہ نسلوں کو منتقل ہو جائیں وہ انگریزوں کے مرتبہ نصاب کے مخالف تھے۔ وہ زندگی کے ہر پہلو کی طرح تعلیم اور نصاب کو بھی اسلام کے تابع رکھنا چاہتے تھے۔ وہ جدید سائنسی افکار سے استفادہ کے قائل تھے لیکن ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ ''جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے، سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے، جا بجا سائنس کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو'' (۱۰) ان ہی خصوصیات کی بناء پر یہاں سینکڑوں کی تعداد میں طلباء بنگال، بہار، یوپی، پنجاب، سرحد راجستھان سے علم کی تشنگی بجھانے آتے۔ بعض طلباء دیوبند اور گنگوہ کے مدارس چھوڑ کر بریلی کے دارالعلوم میں آتے کیونکہ اختلاف مسلک کے باوجود ان مدارس کی خلوتوں میں امام احمد رضا کی علمیت کے چرچے تھے (۱۱)۔ فارغ التحصیل طلباء ملک کے طول و عرض میں پھیل جاتے اور وارث علوم نبوی (علی صاحبہا التحیۃ والثناء) کی حیثیت سے علم حقیقی کے ابلاغ کے مراکز قائم کر کے تشنگان علم و عرفان کو سیراب کرتے اور ان کے افکار و عقائد کی اصلاح اور کردار کی تعمیر و تربیت کا فریضہ بھی انجام دیتے۔ یہ دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کا فیضان تھا کہ اس کے قیام کے ۲۵/۳۰ رسال کے اندر اندر غیر منقسم ہند کے شرق و غرب میں سینکڑوں کی تعداد میں علوم اسلامی کے مراکز قائم ہو گئے اور پہلے سے قائم مدارس اہل سنت ایک نئے جذبے کے ساتھ ایک مربوط اور جدید نصابی امتحانی نظام سے وابستہ ہو گئے جہاں سے اسلامیان ہند کی دینی اور سیاسی قیادت کے لئے نادر روزگار افراد پیدا ہوئے جن کی طویل فہرست اور کارنامے اس دور کی کتب تاریخ و سیر اور رسائل و جرائد میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے (۱۲)۔

حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کی صد سالہ تاریخ اپنے دامن میں علوم اسلامی کے حامل محققین اور اہل قلم حضرات کے لئے وسیع اور متنوع موضوعات کی دولت گرانمایہ اور تاریخ اسلامیان ہند کے انمول ہیرے سمیٹے ہوئے ہے، جن کو وہ اپنی تحقیق اور نگارشات کا عنوان بنا کر چودھویں صدی ہجری میں اسلامی علوم کے مرکز کی حیثیت سے اس کی گرانقدر خدمات اور مسلم ہندوستان کے سواد اعظم کے افکار و نظریات اور ان کی جدو جہد آزادی کی تحریکوں پر اس کے اثرات کا محققانہ جائزہ پیش کر سکتے ہیں۔

''منظر اسلام'' محض کسی عمارت کا نام نہیں، بلکہ یہ اس فکر اور نظریہ کا نام ہے جس نے مسلمانوں کے دور ابتلاء و غلامی میں اسلام کے نشاۃ ثانیہ کی جدو جہد کو قوت و تقویت بخشی۔ سچ تو یہ ہے کہ دارالعلوم بریلی جن نظریات و عقائد کا امین ہے وہ ''قرآنی فکر'' اور ''محمدی نظریات و عقائد'' ہیں، وہ ''دانش نورانی'' کا مبلغ اور تاریخ کے تواتر میں سیدنا ابوبکر صدیق، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ کرامان امت اور اولیائے ملت کے فکر و نظریات کا امین ہے۔ دیکھا جائے تو دارالعلوم بریلی کا قیام ''احیائے سنت کی تحریک'' کا نقطۂ آغاز تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسند رشد و ہدایت ہو یا چمن زار علم و حکمت، رزم و بزم سیاست و معیشت ہو یا میدان نگارشات و صحافت، سرپرستان و وابستگان اور ابنائے دارالعلوم بریلی نے ہر محاذ پر عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

سیاست کے میدان میں وابستگان ''دارالعلوم بریلی'' کا عظیم کارنامہ ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''کل ہند سنی کانفرنس'' کا قیام ہے جن کا دینی، علمی سیاسی اور معاشی پروگرام ایک طویل

مدت تک سرزمین ہند پر ابر کرم بن کر مسلمانوں کو فیضیاب کرتا رہا۔

"جماعت رضائے مصطفیٰ" کی تاریخ کا بڑا ہی رقت انگریز اور عظیم الشان باب "شدھی تحریک" (یعنی مسلمانوں کو زبردستی ہندو (مرتد) بنانے کی تحریک، کا کامیاب انسداد ہے۔

یہ فرزندان امام احمد رضا اور وابستگان دارالعلوم بریلی ہی تھے جنہوں نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں نہ صرف قلمی محاذ پر بلکہ عملی طور پر گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ جاکر بنفس نفیس اس فتنۂ ارتداد کا انسداد کیا، لاکھوں مشرکین و مرتدین کو مسلمان کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا ایمان بچایا۔ اس مہم کے قلمی اور علمی جہاد میں بریلی مکتبۂ فکر سے وابستہ سینکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں طلباء نے حسب استطاعت حصہ لیا، ان میں چند شخصیات کے کارنامے بہت نمایاں رہے، مثلاً حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید دیدار علی شاہ، مولانا محمد عمر نعیمی، پیر طریقت سید جماعت علی شاہ، مولانا قطب الدین برہمچاری، مولانا محمود جان جودھپوری مولانا سید محمد حسین علی پوری، مولانا محمد علی حامدی کرانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ صرف علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند نے ۵/لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا(۱۳)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے جماعتی نظم کے لئے اپنے احباب کے مشوروں سے "کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ" کی بنیاد ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں ڈالی۔

اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل تھے:

۱......سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و عظمت کا تحفظ۔

۲......"متحدہ قومیت" کا نعرہ بلند کرنے والے "فرقۂ گاندھویہ" (کانگریس اور اس کے ہمنوا دیگر جماعتوں) کا تحریری اور تقریری رد)

۳......"بدمذہبوں" کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا،

۴......آریہ اور نصاریٰ کے دین اسلام پر اعتراضات کے تحریری جوابات اور ان کے خلاف مناظروں کا اہتمام، اس سلسلے میں اس وقت میسر شدہ وسائل (اخبارات، رسائل جلسے جلوس) کا حسب استطاعت استعمال،

۵......امام احمد رضا محدث بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت۔(۱۴)

غیر اسلامی نظریۂ "متحدہ قومیت" کی ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ، فتنۂ ارتداد کے انسداد اور مسلم عوام میں عقیدۂ توحید و رسالت کے حوالے سے راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں ابنائے "دارالعلوم، بریلی" اور اس کے وابستگان علماء و فضلاء نے مثالی اور مؤثر خدمات انجام دی ہیں، جس کا کچھ اندازہ اس دور (۱۹۰۵-۱۹۴۷) کے اخبارات و جرائد اور رسائل کے مطالعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔(۱۵) جب "تحریک خلافت" اور "تحریک ترک موالات" کے ہنگامہ خیز دنوں میں مسلم زعماء اور علماء کی ایک بہت بڑی تعداد "گاندھی کی آندھی" اور "کانگریس کی فسوں سازی" کا شکار ہو کر مسلمانوں کو "ایک قوم ایک وطن" کے پرفریب نعرے کے تحت "سوراج" (یعنی انگریزوں سے آزادی کی حاصل کرنے) کی خاطر بعض شعائر اسلام ترک کرنے اور ہندو تہذیب و تمدن کے بعض مشرکانہ رسوم و معمولات کو اختیار کرنے کی ترغیب دے رہے تھے اور اسے اسلام کی رواداری سے تعبیر کر رہے تھے(۱۶)۔ یہ بانی "دارالعلوم بریلی" حضرت امام احمد رضا اور ان کے معتقدین اور وابستگان علماء ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے "متحدہ قومیت" کے دام فریب اور گاندھی کی عیاریوں سے

مسلمانوں کو ہوشیار کیا اور بانگ دھل اعلان کیا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مسلم اور غیر مسلم کبھی ایک نہیں ہو سکتے، حق و باطل کا امتزاج کبھی نہیں ہو سکتا، مسلمان ملت واحدہ ہیں، ہندو اور تمام دیگر (یہود و نصاریٰ وغیرہ) غیر مسلم علیحدہ قوم ہیں۔ (۱۷)

اس پر آشوب دور میں مسلمانان ہند کو گاندھی کی حمایت اور کانگریس میں شرکت سے روکنے کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم (اس کے دارالافتاء) سے فتوے بھی جاری ہوئے۔ ایک فتوی کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"جس وقت سے مسٹر گاندھی کی تحریک آزادی نے ہندوستان کی فضا کو مسموم بنا رکھا ہے اُس وقت سے لے کر اس وقت تک برابر ملک کے طول و عرض سے دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ میں استفتاء آ رہے ہیں کہ---- مسلمان کانگریس میں شرکت کریں یا نہ کریں؟ اور مسٹر گاندھی کی اُٹھائی ہوئی تحریک میں حصہ لیں یا نہ لیں؟ اور مسلمانوں کے حق میں اس تحریک میں شرکت مضر ہے یا مفید؟ دفتر جماعت مبارک میں اس وقت تک جس قدر سوالات آئے ان کا جواب برابر لکھا گیا مگر پھر بھی سوالات کا سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم ایک اعلان چھاپ کر مسلمانان ہند کو مطلع کر دیں کہ شریعت طاہرہ مسلمانوں کو کانگریس میں شرکت کرنے اور ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کر کے مسٹر گاندھی کی اٹھائی ہوئی تحریک آزادی میں انہیں حصہ لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ مسلمان کان کھول کر سن لیں کہ ان کا کانگریس میں شرکت کرنا اور مسٹر گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی میں جو ملک کے امن عامہ کو برباد کرنے اور ہندوستان میں "رام راج" قائم کرنے کے لئے اٹھی ہے، اس میں حصہ لینا مسلمانوں کی مذہبی و اقتصادی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے"(۱۸)

اسی دور میں "جماعت رضائے مصطفیٰ" کی ایک ذیلی تنظیم "جماعت انصار الاسلام" کے نام سے قائم کی گئی جس کا مقصد سلطنت عثمانیہ اور مظلوم ترک مسلمانوں کی حمایت و مدد و نیز مسلمانان ہند کو ان کے اخلاقی معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف رہنمائی تھا(۱۹،الف،ب)۔ دارالعلوم بریلی "منظر اسلام" کے قیام نے غیر منقسم ہندوستان کے جید علماء و مشائخ کو ایک ایسا فورم مہیا کر دیا تھا جہاں ہر سال دارالعلوم کی تقریب دستار بندی اور تقسیم اسناد کے موقع پر جمع ہو کر مسلمانان ہند کی دینی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی احوال پر تبادلۂ خیال کرتے اور ان کے فلاح و اصلاح کے لئے تجاویز مرتب کرتے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد یہ روح پرور اجتماع اور تقریب تقسیم سند فراغت ان کے یوم وصال پر منتقل ہو گئی جس میں اس دور کے جید علماء و مشائخ ہندوستان کے طول و عرض سے شریک ہوتے تھے۔ اور مسلمانان ہند کی سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں ترقی کیلئے متفقہ لائحہ عمل بناتے (۱۹، ج) قیام منظر اسلام نے علماء و دانشوران اہل سنت کو وسائل ابلاغ کی اہمیت کا احساس دلایا۔ چنانچہ اس کے قیام کے بعد سے بریلی شریف سے ماہنامہ "الرضا" اور "یادگار رضا" کا اجراء ہوا، ایک ماہنامہ "ردمرزائیت" کے نام سے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس کی تقلید میں ہندوستان کے دیگر شہروں سے بھی اہل سنت کے رسائل و جرائد کا اجراء شروع ہوا۔ اس کے علاوہ کانگریس، گاندھی

''متحدہ قومیت'' کے علمبردار مسلم زعماء اور علماء کے رد میں اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے کے حق میں بکثرت کتابچے اور پوسٹر شائع کئے گئے۔ اسی دور میں ہندوستان کے اخبارات، رسائل و جرائد میں اہل سنت کے مذہبی اور سیاسی عقائد کے خلاف شائع ہونے والے گمراہ کن مضامین کا بھرپور تعاقب بھی کیا گیا۔ نظریاتی کشمکش، سیاسی چپقلش اور علمی اختلافی مباحث کے اس دور میں ابناء و سرپرستان اور وابستگان دارالعلوم بریلی کی کاوشوں سے طلباء و علمائے اہل سنت میں، مطالعۂ کتب، رسائل و جرائد بینی، تصنیف و تالیف اور تحریر و تحقیق کا ذوق پیدا ہوا۔ ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے عوام و خواص اہل سنت میں سیاسی و معاشرتی شعور بیدار ہوا۔ اور ان کی از سرنو تنظیم سازی اور صف بندی ہوئی۔ نتیجۃً کئی باصلاحیت مصنف، محقق، مدیر اور صحافی تربیت پا کر میدان میں آئے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی، ملکی اور سیاسی خدمات انجام دیں ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء کے دور میں اہلسنت پہلی بار منظم سیاسی قوت کے طور پر ابھرے اور وسائل نشر و اشاعت اور صحافتی صلاحیتوں سے مزین ہو کے اپنے مخالفین کے مقابل صف آراء ہوئے۔ (۲۰)

اس دور میں ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' کے فورم سے علماء اہل سنت کی کتب کی سینکڑوں کی تعداد میں اشاعت ہوئی۔ مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''تاریخ رضائے مصطفےٰ'' میں ۲۳۲ رکتب کی فہرست دی ہے جو اس دور میں شائع کی گئیں ان میں سے تقریباً نصف تعداد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی ہے (۲۱)۔ ۱۹۴۰ء میں تحریک پاکستان کا مرحلہ آیا تو دارالعلوم بریلی کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء و مشائخ نے قوم کی رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور آزادی کی منزل کے حصول اور اسلامی مملکت کے قیام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے متعلق عام تاثر یہ تھا کہ یہ نواب اور رؤسا کی تنظیم ہے، عوام میں اس کی پذیرائی نہیں تھی۔ یہ دارالعلوم بریلی کے سرپرست اعلیٰ اور قافلۂ اہلسنت کے امیر و امام، حضرت احمد رضا خاں قادری ہی تھے کہ جنہوں نے سب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کی شرعی بنیاد پر مخالفت کی، انہوں نے کفر و اسلام کے ملاپ کو ناممکن قرار دیتے ہوئے گاندھی کی سیاسی تحریکوں کی حمایت اور کانگریس میں شمولیت کے خلاف فتوے صادر فرمائے، (۲۲) یہ وہ دور تھا کہ جب مسلم لیگ کے صدر محمد علی جناح کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر قرار دیا گیا تھا اور علامہ اقبال ہندوستانی قومیت کے ترانے سنا رہے تھے (۲۳)۔ دوقومی نظریہ کی حفاظت میں خانقاہ رضویہ بریلی کی ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' نے اہم کردار ادا کیا۔ امام احمد رضا کے ایک مخلص مولانا عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں مملکت خداداد پاکستان کا تحریری خاکہ ''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام'' کے عنوان سے پیش کیا جو مطبع مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے دسمبر ۱۹۲۵ء میں کتابی صورت میں ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر ملک بھر میں تقسیم ہوا (۲۴)۔ بعد میں ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد کے اجلاس میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ صدارت میں تقسیم ہند کی اس تجویز کی حمایت کی تو علماء ہند میں سب سے پہلے امام احمد رضا کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اس کی تائید و توثیق فرمائی (۲۵)۔ آگے چل کر اسی بنیاد پر قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کیلئے علیحدہ اسلامی مملکت

''پاکستان'' کا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مطالبہ کیا اور اس کے لئے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ سواد اعظم (اہل سنت) کے علماء و مشائخ نے اس کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ اس تحریک میں پر جوش طریقے سے عملی حصہ بھی لیا اور مسلم لیگ کیلئے کثیر تعداد میں ورکرز مہیا کیئے جو آگے چل کر اس جماعت کے دست و بازو بنے۔

یہ ایک روشن تاریخی حقیقت ہے اور اس سے صرف ایک متعصب اور بے بصیرت شخص ہی انکار کر سکتا ہے کہ اگر وابستگان ''دارالعلوم بریلی'' اپنی سیاسی اور مذہبی جماعت ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے ذریعہ مسلم لیگ کی تائید نہ کرتے اور مسلمانوں کے سواد اعظم کو جو علماء و مشائخ اہل سنت کے ارادتمندوں اور نام لیواؤں پر مشتمل تھا، الگ ریاست کے حصول کی جدوجہد کے لئے آمادہ نہ کرتے تو شاید ''پاکستان'' کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ یہ علماء بریلی ہی تھے کہ جنہوں نے مسلم لیگ کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کیا اور قوم مسلم کو منزل تک پہنچانے کی خواہش میں اخلاص کے اس مقام بلند تک پہنچ گئے کہ جہاں سے یہ نعرۂ مستانہ ساری دنیا نے سنا کہ ''اگر کسی مرحلے پر محمد علی جناح یا مسلم لیگ مطالبۂ پاکستان سے دستبردار یا بددل ہو بھی گئے تو ہم اپنی جدوجہد کو ترک نہیں کریں گے اور پاکستان حاصل کر کے دم لیں گے۔ (۲۶)

الغرض دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کا قیام اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ یہاں سے باطل نظریہ کے خلاف جہاد کی تحریک چلی، اس تحریک نے نہ صرف مسلمانوں کے سواد اعظم کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی بلکہ ان کو وہ بالغ نظری او سیاسی شعور اور اتحاد و اتفاق کی ''قوت لا یموت'' بخشی کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطۂ ارضی، پاک وطن ''پاکستان'' کا حصول ممکن ہو سکا۔ یہ ''دارالعلوم بریلی'' ہی کی تحریک تھی کہ جس نے فتنۂ ''قادیانیت'' اور اس سے زیادہ ضرر رساں فتنہ، فتنۂ ''وہابیت'' (اور جو صحیح معنوں میں ''ام القادیانیت'' ہے) کا قلعہ قمع کیا، سید عالم رسول مکرم و معظم ﷺ کے مقام و عظمت، اور ناموس رسالت کی پاسداری کا فریضہ انجام دیا۔ گستاخان رسول کے منہ میں لگام دی، ان کی زبان و قلم کو فرنگی سوچ اور مشرکانہ فکر کے اثر اور ''دیو مالائی، خواب پریشاں'' سے نکال کر ''حق شناس'' تحریروں اور ''سیرت مبارکہ'' کے معطر عنوانات سے لذت آشنا کیا۔ دارالعلوم بریلی کی ''مصطفائی قوت'' کی ہی کرامات و ہیبت ہے کہ کل تک ''گستاخان رسول'' کی ''ہفوات'' کا دفاع کرنے والے بھی آج ''بزعم خویش''، ''مقام مصطفیٰ'' ﷺ، عظمت صحابہ و اہل بیت اور عقیدۂ ''ختم نبوت'' کے تحفظ کے لئے ''گفتار کے غازی'' بننے کا مظاہرہ کر رہے ہیں، دارالعلوم بریلی (منظر اسلام) نے اسلام کا وہ منظر دکھایا کہ جس سے برصغیر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے جدوجہد اور قلمی اور عملی جہاد کی سمت متعین ہوئی۔ اب یہ کام عالم اسلام اور اس کے سواد اعظم کا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائے، علم حقیقی و مفید کے حصول میں کوشش کرے اسے نایاب موتی سمجھ کر جہاں سے بھی ہو چن لے۔ اپنی فکر اور سوچ کی بینائی کو ''سرمہ فرنگ'' سے مزین کرنے کی بجائے، خاک در رسول ﷺ سے زینت بخشے، دانش برہانی'' کے بجائے ''دانش نورانی'' سے اپنے قلب و نگاہ کو جلا بخشے، ''عشق رسول'' ﷺ کے نور سے اپنے جسم و جان کو منور اور اتباع رسول ﷺ کی دلآویز خوشبوؤں سے اپنی مشام جان و روح کو معطر کرے، اس طرح اپنی تاریخ خود رقم کرنے کی کوشش کرے۔ دنیا، میں بھی سرخرو ہو اور آخرت بھی سنورے۔

دارالعلوم بریلی "منظر اسلام" کا قیام مسلمانوں کیلئے جہد مسلسل اور عمل پیہم کا ایک پیغام ہے اس پیغام پر عمل کر کے ہی ہم قوی اور نا قابل شکست قوت بن سکتے ہیں۔ "رضائے مصطفیٰ" کے خطوط پر ہم ایک جماعت، "جماعت اہل سنت" کے پرچم تلے خود کو منظم و منضبط کر کے ہی باطل کے مقابل ایک متحدہ طاقت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ آج امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی روح پکار پکار کر ہم سے مطالبہ کر رہی ہے کہ اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ ﷺ پیارے کی بھولی بھالی بھیڑوں! بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دور بھاگو۔ اگر آج تم نے علم وعمل اور صدق وصفا کی ان منور راہوں سے قوت و توانائی حاصل نہ کی تو کل "مرگ مفاجات" کے ظلمتکدوں سے تمہیں نکالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (۲۷)

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اے احمد رضا! تم کو سلام کہ تم نے "منظر اسلام" کی راہ دکھا کر ہم پریشان حال بے یار و مددگار مسلمانوں پر بڑا احسان کیا۔ تم پر اللہ رحمٰن ورحیم اور اس کے رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ کی بارگاہ عالی سے رحمت ورضوان کی بارش ابدالآباد تک ہوتی رہے۔ تم نے جس طرح ہمارے دلوں میں "چراغ عشق مصطفیٰ" ﷺ کی لو کو مدھم نہ ہونے دیا بلکہ تیز سے تیز کر دیا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہاری مرقد انور کو "چراغ رخ شہ" سے منور سے منور تر، اور تمہارے "جذبۂ عشق صادق" کے صدقے "تن سلطان زمن" کی خوشبوؤں سے معطر سے معطر تر رکھے۔ تمہارے گھرانے میں علم نورانی اور فراست ایمانی کی میراث کو برقرار رکھے اور ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو تا قیامِ قیامت تمہارے نقش قدم پر گامزن اور تمہارے فیوض و برکات سے مستفاد رکھے! اے دارالعلوم بریلی! اے "منظر اسلام"! "اے منظر اسلام"! اللہ عزوجل تمہیں تا صبح قیامت شاد و آباد اور پھولتا، پھلتا رکھے کہ تم نے "علم حقیقی کے پیاسوں کو سیراب کیا، اہل ایمان اور ان کی نسلوں کو "عشق حقیقی" کی حلاوت سے لذت آشنا کیا، بے دینوں، گمرہوں کو راہ راست تک رہنمائی کی، بدمذہبوں اور گستاخوں کی سرکوبی کی یہود ونصاریٰ، مشرکوں اور کافروں کی بیخ کنی کی، اسلام کی تبلیغ اور احکام شریعت وطریقت کی نشر واشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ہر جگہ "منظر اسلام" نظر آتا ہے
ہند تو ہند عرب میں ہوا چرچا تیرا

(خوشتر)

اے امام علم وفن کے نشان!

اے مرکز علم وعرفان! اے دارالعلوم بریلی! اے منظر اسلام، تجھ کو سلام! مہ وسال کے سلام! صبح وشام سلام! تو چراغ مصطفوی بن کر تا صبح قیامت روشن وتاباں رہ، شاد وآباد رہ! السلام و السلام والسلام!

تو سلامت رہے ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد!

وصلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه سید نا مولانا محمد وعلیٰ اله و اصحابه و اولیائے امته اجمعین و بارك وسلم.

⇦⇦⇦⇦

حوالہ جات

(۱) غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر دارالعلوم دیو بند کا بانی کون؟ ناشر، الدار السلفیہ ناگپاڑہ، ممبئی، انڈیا، ص ۱۴ اور ۲۷

(۲) ایضاً ص ۱۲ تا ۱۵

(۳) ایضاً ص ۴۶، ۶۷، ۸۲۔

(۴) الف: حاجی سید عابد حسین صاحب اس مدرسہ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت وصداقت کی نشر و اشاعت کا جو اہم فریضہ انجام دینا چاہتے تھے اس سے مدرسہ کے دوسرے ارکان متفق نہ تھے، ان حضرات کا نقطۂ نظر بالکل مختلف تھا وہ اس مدرسہ کو انگریز حکومت کی رضا و منشا کے مطابق چلانا چاہتے تھے کیوں کہ مدرسہ کے صدر مدرس مولوی یعقوب علی ابن مولوی مملوک علی حکومت وقت (انگریز) کے زبردست بہی خواہ تھے مدرسہ کی صدر مدرسی قبول کرنے سے قبل وہ کئی شہروں میں انگریز گورنمنٹ میں (وظیفہ خوار ملازم کی حیثیت سے) ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے فرائض انجام دے کر اپنی حسن کارکردگی سے انگریزوں کی نظر میں محبوب بن چکے تھے۔ اپنے اسی کامیاب تجربے کی روشنی میں اس مدرسہ کو اسی روش پر لے جانا چاہتے تھے جو انگریز حکومت کے عین منشاء کے مطابق تھا، اس لئے ان کے خیالات کا حاجی محمد عابد صاحب کے خیالات ونظریات سے متصادم ہونا ناگزیر تھا۔

ان کے علاوہ جتنے دیگر حضرات بھی مدرسہ سے وابستہ ہو کر اس کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو گئے تھے ان میں اکثریت ان حضرات کی تھی جو انگریزی حکومت کے وظیفہ خوار ملازم تھے اور ان کے دور حکومت حتیٰ کہ زمانۂ جنگ آزادی (۱۸۵۷-۱۸۵۸ء) میں بھی اپنے عہدوں پر فائز رہ کر انگریز حکومت سے اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے اور جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد تاج برطانیہ کی عملداروں میں بھی اپنے عہدوں پر فائز رہے اور ترقیاں پا کر ریٹائر ہوئے۔ مثلاً دیو بندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن (م ۱۹۲۰ء) کے والد مولوی ذوالفقار علی دیو بندی (م ۱۹۰۴ء) ایک عرصہ تک بریلی کالج کے مدرس رہے پھر ترقی دے کر ڈپٹی انسپکٹر مدارس بنائے گئے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اسی طرح مولوی شبیر احمد عثانی دیو بندی (م ۱۹۴۹ء) کے والد مولوی فضل الرحمٰن دیو بندی (م ۱۸۹۱ء) بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں اسی عہدہ پر جلوہ افروز تھے۔ اس سے بڑھ کر ان علماء دیو بند کی انگریز نوازی اور انگریزوں سے ان کی وفاداری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہو۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

۱- ''مولانا احسن نانوتوی'' مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی

۲- ''تذکرۃ العابدین'' مصنفہ نذیر احمد دیو بندی

۳- ''فیضان امام ربانی'' مصنفہ عبدالحکیم اختر مظہری شاہجہان پوری لاہور۔

۴- ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور بابت ۹ / اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۵- ''دارالعلوم دیو بند کا بانی کون؟'' مصنفہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم دہلی

ب: برٹش گورنمنٹ کے محکمہ براغرسانی کی دارالعلوم دیو بند کے بارے میں خفیہ رپورٹ (۱۸۷۵ء) جو لفٹنٹ گورنر یوپی سرجان ،اسٹیر یچی کو پیش کی گئی تھی، جس میں دارالعلوم کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا، خاص طور سے اس کا یہ جملہ بڑا معنی خیز ہے ''یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکا ممد و معاون سرکا ہے'' - علمائے دیو بند کی انگریز نوازی اور وظیفہ خواری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر یہی نہیں اس اچھی رپورٹ کے بعد لفٹنٹ گورنر یوپی کو دارالعلوم دیو بند کے اسوقت کے مہتمم مولوی محمد احمد ابن مولوی قاسم نانوتوی نے دارالعلوم میں مدعو کر کے ان کو سپاسنامہ پیش کیا جس میں تاج برطانیہ کے لئے دعائیہ جملے کہے گئے اور برٹش گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا گیا ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''مولانا احسن نانوتوی'' (۲) ''فیضان امام ربانی'' اور (۳) ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کا ماہنامہ ''الولی''

میں ڈاکٹر سلمان شاہجہانپوری کا قسط وار مضمون (جنوری، ۱۹۹۱ء تا اگست ۱۹۹۲ء) بعنوان ''عبید اللہ سندھی کا

دارالعلوم دیوبندی سے اخراج"۔

(۵) الف: غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر: دارالعلوم دیوبند کا بانی کو؟ مطبوعہ ممبئی ص۷۶۔

ب: برصغیر کے معروف محقق ومورخ اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد امام احمد رضا کے خلفاء اور تلامذہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

"ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے جن کی تعداد ۱۰۰/ سے متجاوز ہے۔ تلامذہ کی تعداد زیادہ نہیں کیونکہ مولانا بریلوی نے ابتداء میں صرف چند سال درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد دوسری علمی مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ چھوٹ گیا، لیکن جن حضرات نے مولانا بریلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ علم و فضل میں نہایت ممتاز رہے"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ممبئی (انڈیا) ۱۴۱۰ھ، ص ۲۱۶)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے حرمین شریفین کی (۳۰) اور برصغیر پاک و ہند کے (۳۱) ممتاز خلفاء کے اسماء گرامی تحریر کئے ہیں اور "حلقۂ احباب" کے عنوان کے تحت برصغیر کے (۲۱) نامور علماء وصوفیا کے اسماء گرامی لکھے ہیں۔ "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" (مرتبہ: محمد صادق قصوری صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ۸۰/خلفاء کا تذکرہ ہے جن میں عرب وافریقہ کے ۲۸/اور پاک و ہند کے ۵۲/خلفاء شامل ہیں۔ اس تذکرہ کے "عرض مؤلف" میں یہ بھی تحریر ہے کہ ان کے علاوہ ۲۵-۳۰، خلفاء کے نام مرتبین کے علم میں آئے لیکن چونکہ نہ تو ان کے حالات وکوائف مل سکے اور نہ ہی کوئی دستاویز دستاب ہوسکی اس لئے ان کا تذکرہ شامل نہ کیا جاسکا۔

عرب وعجم کے یہ تمام حضرات جن کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت و خلافت یا تلمذ حاصل تھا اپنے دور کی جید علمی اور روحانی شخصیات تھیں ان شخصیات میں مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے قاضی القضاۃ، اور چاروں مذاہب کے مفتیان اعظم بھی شامل تھے۔

علامہ نور احمد قادری مرحوم مغفور نے اپنی ایک غیر مطبوعہ تصنیف "استاذ المحدثین" قطب المشائخ حضرت مولانا ضیاءالدین مدنی رحمۃ اللہ علیہم" میں جوانہوں نے ان کی حیات اور کارناموں پر خود حضرت کے ملفوظات سے مرتب کی ہے، اس وقت کیا سلامی دنیا کے بعض معروف شخصیات کا ذکر کیا ہے جن کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے دوران سفر حج شرف بیعت وخلافت نوازا تھا۔ مثلاً طرابلس (لیبیا) کے عظیم مجاھد، سلسلہ سنوسیہ کے پیشوا، اور اطالویوں سے جنگ آزادی میں فتح کے بعد لیبیا کے پہلے بادشاہ حضرت سید ادریس السنوسی علیہ الرحمۃ، نقیب اشرف بغداد شریف کے صاحبزادے، جو بعد میں خود بھی نقیب اشرف کے مؤصب پر سرفراز ہوئے۔ ان کے علاوہ انہوں نے خود حضرت قطب المشائخ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی اور سلطنت ترکیہ کے جنرل انور کمال پاشا قطب المشائخ مولانا ضیاالدین مدنی کی معرفت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے تلمیذ تلمیذ تھے۔ ان امور سے اس وقت کے عالم اسلام پر امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی جلالت علمی اور روحانی کے اثرات کا اندازہ کیا جاسکتے ہیں۔

(وجاھت قادری) (کتاب مذکورہ [غیر مطبوعہ] ص۳۰ تا ۴۴، کتاب: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں محفوظ ہے، وجاھت قادری)

(۶) الف: روداد سال دوم منظر اسلام بریلی موسوم بکوائف اخراجات ۱۳۲۳ھ۔

ب: محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" مطبوعہ ممبئی (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) ص۱۱۹۔

(۷) ایضاً ص۲۷۔

(۸) الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ (مشمولہ رسائل رضویہ ج۲) ص

۳۰۱، تا۳۱۵۔

(۹) مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر: ''قرآن، سائنس اور امام احمد رضا'' مطبوعہ المختار پبلی کیشنز (اشاعت سوم) ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۷ھ کراچی، ص ۱۷۔

نوٹ: شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالفتح نصر اللہ خاں نصرہ اللہ تعالیٰ ونصرہٗ، سابق رئیس دارالافتاء، سترہ محکمہ (Supreme Court) دولت اسلامیہ افغانستان، حال مقیم کراچی، فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علوم وفنون کی کوئی انتہا نہیں ہے، دراصل سید عالم ﷺ سے سچی محبت کا ان پر یہ فیضان تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ علم لدنی عطا فرمایا تھا کہ جن کی قسموں کو شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں لہٰذا ان کے علم وفن کو ۵۰/ یا ۷۰ یا ۱۰۰/ قسموں میں مقید کرنا ان کی شخصیت کے ساتھ انصاف نہیں۔ (وجاہت قادری)

(۱۰) ''نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان'' مصنفہ امام احمد رضا مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۴۔

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ ممبئی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء ص ۱۱۸ اور حاشیہ ص ۱۱۹۔

(۱۲) مزید تفصیل کے لئے درج ذیل کتب قابل مطالعہ ہیں: (۱) ''تذکرۂ علمائے اہل سنت''، مصنفہ مولانا محمود احمد قادری، (۲) ''اکابرین تحریک پاکستان''، مصنفہ محمد صادق قصوی گجرات، پاکستان (۳) ''تذکرۂ علمائے اہل سنت''، مصنفہ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور (۴) ''السواد اعظم اور آزادی ہند''، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، لاہور (۵) ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان''، مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری، لاہور (۶) ''قائد اعظم کا مسلک''، مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری، لاہور اور دیگر کتب ورسائل اور جرائد۔

(۱۳) ''روداد جماعت رضائے مصطفیٰ'' سال اول ۱۳۳۹ھ بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ''، مصنفہ مولانا شہاب الدین رضوی ص ۳۷۳۔

(۱۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ''ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست'' مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور، ص ۵۶۔

(۱۵) اس سلسلے میں مزید مطالعہ کے خواہاں حضرات مراجع کے لئے ان کتب سے رجوع کر سکتے ہیں جن کی فہرست مولانا شہاب الدین صاحب کی تصنیف ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے ص ۴۵۹/ پر دی گئی ہے۔ (وجاہت قادری)

(۱۶) الف: محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر: ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۱۷۰ تا ۱۷۳، ص ۱۸۴ تا ۱۸۷۔

ب: ''زمزم'' ۷/ جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ ''اکابر تحریک پاکستان'' (مصنفہ محمد صادق قصوری) ص ۴۹۔

(۱۷) امام احمد رضا بریلوی کا سیاسی مسلک بہت صاف اور واضح تھا۔ ابتداء سے انتہا تک اس میں نہ کوئی نشیب وفراز آیا اور نہ کوئی لچک پیدا ہوئی۔ وہ روز اول سے دو قومی نظریے کے علمبردار رہے اور آخر تک اس کے لئے کوشاں رہے۔ وہ ہنود کی سیاسی چالوں سے بخوبی باخبر تھے، ملی سیاست کے ہر اہم موڑ پر انہوں نے مسلمانان ہند کو خبردار کیا اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ وہ عظیم مدبر تھے، مذہبیات اور ادبیات کے علاوہ سیاسیات میں بھی بڑی بصیرت رکھتے تھے ان کے مندرجہ ذیل محققانہ رسائل اس موضوع پر مطالعہ کے خواہاں حضرات کے لئے بہت مفید ہیں، ان رسائل نے اس دور کی ملی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے اور سیاستدانوں کی صحیح سمت رہنمائی کی ہے۔ اس کا عملی اعتراف بعض زعمائے ملت (مثلاً مولانا عبدالباری فرنگی محلی) نے ان کی حیات میں اور بعض (مثلاً مولانا محمد علی جوہر) نے ان کے وصال کے بعد ان کے سیاسی مسلک سے رجوع لا کر کیا۔

۱- النفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء)

۲- اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام (۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)

۳- تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء)

۴- دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

۵- الحجۃ المؤتمنہ فی آیت الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

۶- الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب و رسائل و جرائد کا مطالعہ بھی مفید ہوگا:

۱)..ماہنامہ ''الرضا بریلی، شمارہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

۲)..ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی بابت ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

۳)..''الرشاد'' مصنفہ سید محمد سلمان اشرف بہاری

۴)..''طرق الھدیٰ'' مصنفہ علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں، بریلی

۵)..''فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات'' مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور،

(۱۸) ''ماہنامہ یادگار رضا'' بریلی (۱) بابت ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ ج ۴، ش ۹، ص ۵ تا ۷ (۲) بابت ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ، ص ۳، ۴، بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' مصنفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص ۳۱۸، اور ۳۲۹۔

(۱۹) الف: ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' ۲۸ مئی ۱۹۲۱ء، ص ۲۹۸

ب: ''روزنامہ پیسہ اخبار'' لاہور، بابت ۱۹ مئی ۱۹۲۱ء بحوالہ ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' مصنفہ محمد شہاب الدین رضوی ص ۲۹۸ء

ج: اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے پچیسویں عرس مبارک (منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ/ ۲۸ تا ۳۰ر جنوری ۱۹۴۶ء) کے موقع پر جو تحریک پاکستان کے عروج کے زمانے میں منایا جا رہا تھا، علماء اہل سنت اور خلفائے اعلیٰ حضرت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں پرزور تقاریر کیں جن میں مسلمانان ہند کو کانگریس اور کانگریس نواز جماعتوں کے مقابلے میں مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین کی گئی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں

(ا) ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان'' مصنفہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء ص ۷۰ تا ۷۱ (۲) ''خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس'' مرتبہ مولانا محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۹۹۔

(۲۰) ''تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ'' ص ۹۹

(۲۱) ایضاً ص ۱۰۳ تا ۱۱۰

(۲۲) محمد عبدالحکیم قاضی، ام-اے ''تحریک پاکستان اور اس کے عوامل'' مطبوعہ لاہور، ص ۷۵، بحوالہ ''قائداعظم کا مسلک'' مطبوعہ لاہور، مصنفہ سید صابر حسین بخاری، ص ۲۸۲۔

(۲۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۱۷۱، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵۔

(۲۴) الف: ایضاً ''تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۷۵۔

ب: ایضاً ''تصور پاکستان ایک تحقیقی جائزہ''، مطبوعہ ادارہ ''مظہر الاسلام'' لاہور اگست ۱۹۹۹ء

(۲۵) الف: ایضاً ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' ص ۲۰۵، تا ۲۰۶ اور حاشیہ نمبر ۴ ص ۲۰۵

ب: ایضاً ''تحریک آزادی ہند اور السد اداعظم'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۷۶۔

(۲۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ''خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس'' مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۳۱۲۔

(۲۷) ملخص از ''وصایا شریف'' مصنفہ مولانا حسنین رضا خاں مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء ص ۱۸۔

کنزالایمان' معیاری اور قابل اعتماد ترجمہ ہے

شیخ الازہر ڈاکٹر سید محمد طنطاوی

HOSTEL

مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی، میلسی

حضرت مولانا الحاج محمد سبحانی رضا خاں صاحب سبحانی میاں مہتمم مرکز اہل سنت یادگار اعلیٰ حضرت دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کا جشن صد سالہ منارہے ہیں۔ دارالعلوم جامعہ رضویہ منظرا سلام کی ناقابل فراموش تاریخ ساز و یادگار خدمات بالخصوص برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں اہل سنت کی تاریخ کا درخشندہ باب ہے جس نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے اساطین علم پیدا کئے جنہوں نے نہ صرف ایشیائی ممالک اور خطۂ برصغیر بلکہ مختلف ممالک اسلامیہ و بلاد عربیہ حتیٰ کہ مغربی یورپی ممالک میں مسلک حقہ کی تبلیغ اور علوم عربیہ اسلامیہ کی ناقابل فراموش ترویج میں مثالی کردار ادا کیا اور مختلف علاقوں اور خطوں میں دینی تعلیم گاہیں قائم کیں۔ ہم اس موقع پر دارالعلوم منظرا سلام بریلی شریف اور مدرسہ دیوبند کا ایک تقابلی جائزہ پیش کررہے ہیں اس لئے کہ بعض عناصر محض سطحی نظر سے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند دارالعلوم بریلی سے پہلے معرض وجود میں آیا اور مدرسہ دیوبند دارالعلوم بریلی شریف سے نسبتاً بڑا ہے اور وسیع وعرض عمارت کا حامل ہے اور یہ کہ یہاں طلباء و مدرسین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور مدرسہ دیوبند نے ہر تحریک میں حصہ لیا وغیرہ وغیرہ ہم اس پر دیانتداری سے ایک تحقیقی تجزیہ پیش کرتے اور اہل علم و انصاف کو دعوت غور وفکر دیتے ہیں۔ اولاً تو یہ جاننا چاہیے کہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی یا عابد حسین صاحب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز سے عمر میں بڑے تھے۔ مدرسہ دیوبند ۱۵-محرم ۱۲۸۳ھ قائم ہوا۔ اس وقت اعلیٰحضرت امام اہل سنت کی عمر شریف گیارہ سال تھی تو وہ مدرسہ دیوبند سے دارالعلوم منظر اسلام بریلی پہلے کیسے بنا سکتے تھے ہاں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے والد ماجد رئیس الاتقیاء مولانا مفتی محمد نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی زمانہ میں ۱۲۸۹ھ میں بریلی میں مدرسہ ''مصباح التہذیب'' قائم فرمایا اور پھران سے پہلے جو علماء اہل سنت عمر میں ان سے بڑے تھے مثلاً علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ کا مدرسہ، مدرسہ دیوبند سے پہلے تھا۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کا مدرسہ تھا علماء بدایوں کا مدرسہ قادریہ بدایوں تھا علامہ لطف اللہ اور علی گڑھی کا دارالعلوم تھا مولانا ہدایت اور جونپوری کا مدرسہ حنفیہ تھا رام پور میں مولانا ارشاد حسین نقشبندی مدرسہ تھا، اجمیر شریف میں جامعہ معینہ عثمانیہ تھا اور بہت سے مدارس اہل سنت اور دہلی کے اکثر و بیشتر مدارس علماء اہل سنت کے ہی تھے اگر چہ وہ محدود پیمانہ پر تھے مگر مدرسہ دیوبند سے بہت پہلے تھے جو انگریزی غلبہ اور فرنگی برٹشی قبضہ کے بعد نیست و نابود کردیئے گئے اور پھر کسی مدرسہ کا بڑا ہونا یا پہلے ہونا تو اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل نہیں حضور اقدس، سید عالم

ﷺ کی ولادت پاک سے پہلے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے حضور اقدس نبی اکرم رسول محترم ﷺ نے بعد میں نزول اجلال فرمایا اور بتوں کا استیصال فرمایا تو کیا بتوں کا پہلے ہونا ان کی حقانیت وصداقت کی دلیل مانا جائے گا----؟

اور پھر ارباب فہم وفراست سے یہ حقیقت اخفاء وحجاب میں نہ ہوگی کہ انگریز ۱۸۵۷ء کے غلبہ وقبضہ کے بعد مسلم سلطنت دہلی سے حقیقی مدارس دینیہ عربیہ کو تہہ وبالا کر رہا ہے تو دوسری طرف سے سلطنت دہلی سے صرف ۹۲ میل دور ہندوؤں کی مشہور و معروف قدیمی بستی دیوی بن یا دیبی بن حال کے دیوبند میں مدرسہ کے قیام واجراء سے بے خبر ولاعلم ہے بقائمی ہوش وحواس صحیح الدماغ انسان یہ کس طرح تسلیم کرسکتا ہے حقیقی دینی مدارس عربیہ کو تو انگریز بہادر ختم کر رہا ہے یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ دیوبند میں انگریز اپنے دشمنوں کی نئی پنیری لگا رہا تھا----؟

اس موقع پر یہ واضح کرنا یقیناً برمحل اور مناسب ہوگا کہ انگریز بہادر مسلمانان ہند کے خلاف کتنے پرفریب ہم رنگ زمین جعلسازیوں جال بن رہا تھا ان کا اظہار لارڈ میکالے کے مرتبہ اصولوں سے ہوتا ہے لارڈ میکالے کے اصول کے تحت لکھا ہے:

''ہمیں (انگریزوں کو) ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم (انگریزوں) میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریزی ہو''

(مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۷۰، ۱۴۷، بحوالہ میجر باسو ص ۸۷)

سوانح قاسمی میں بھی اس کا اقرار واعتراف کیا ہے اور لارڈ میکالے کے یہ اصول تسلیم کیئے ہیں جو سو فیصد اکابر دیوبند و مدرسہ دیوبند پر صادق آتے ہیں لکھا ہے:

''(انگریزوں کے) عربی کالج (دہلی) کی مشین میں جو کل پرزے ڈھالے جاتے تھے ان کے متعلق طے کیا گیا تھا کہ صورت وشکل کے اور بیرونی لوازم کے حساب سے تو وہ مولوی ہوں اور مذاق ورائے اور سمجھ کے اعتبار سے آزادی کے ساتھ حق کی تلاش کرنے والی جماعت ہو''

(سوانح قاسمی، جلد اول ص ۹۶-۹۷)

قارئین کرام پر یہ حقیقت خود بخود منکشف ہو جائے گی کہ محولہ بالا شکل وصورت اور انداز فکر کے اعتبار سے ترجمان دیوبندی طائفہ کے سوا اور کہاں مل سکتے تھے چونکہ ہمارا یہ مستقل موضوع نہیں اس لئے بڑے اختصار سے یہ واضح کردیں کے اکابر دیوبند میں سے مسلمہ وسرکردہ حضرات مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے استاد محترم مولوی مملوک العلیٰ مولوی احسن نانوتوی خود بدولت مولوی قاسم نانوتوی---وغیرہ وغیرہ انگریزوں کے عربی کالج دہلی کے تربیت یافتہ تھے (کتاب مولانا احمد احسن نانوتوی ص ۲۵ ص ۷۷ اور ارواح ثلثہ ص ۱۰۳ وتذکرہ علماء ہند ص ۲۱۰ وغیرہم) یہی وجہ ہے کہ مولوی محمد احسن نانوتوی سرسید کی فرمائش پر گاڈفری ہگنس کی انگریزی کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، ص ۲۵) الغرض مختصر یہ کہ تاریخی حقائق وشواہد بابانگ دھل اعلان کر رہے ہیں کہ انگریزوں کے ترجمان اور انگریزی عربی کالج دہلی کے تربیت یافتہ ترجمان صرف اور صرف یہ علماء دیوبند ہی تھے اور خود اکابر دیوبند نے اس حقیقت کا فخریہ طور پر اظہار وبیان بھی کیا ہے اور لکھا ہے:

''(مدرسہ دیوبند کے کارکنوں اور مدرسین کی اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ (انگلشیہ) کے قدیم

ملازم اور حال پینشنز تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ (برطانیہ) کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی''

(سوانح قاسمی جلد دوم حاشیہ، ص ۲۴۷)

یہی وجہ ہے کہ مدرسہ دیوبند انگریز کے ظل عاطفت میں پروان چڑھا اور ظاہری عروج پایا اور انگریز نے قدم قدم پر مسلسل مدرسہ دیوبند کی اعانت ونصرت کی اور سرپرستی فرمائی سرکردہ اکابر سرکار وعہدہ دار مدرسہ دیوبند میں آتے جاتے رہے اس کا اقرار و اعتراف بھی خود اکابر دیوبند نے آپ کیا ہے لکھا ہے:

''۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ (دیوبند) کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں جو کام بڑے بڑے کالج میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں (مدرسہ دیوبند میں) کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لیکر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار (برطانیہ) نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار (برطانیہ) ہے'' (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، ص ۲۱۷)

ایک دوسرے مقام پر مدرسہ دیوبند کے ایک سابق مہتمم مولانا احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

''ان تمام اندرونی اور بیرونی صدمات وحوادث اور ناگوار واقعات کے بعد جو نہایت اعلیٰ درجہ کی کامیابی وشہرت مدرسہ (دیوبند) کو حاصل ہوئی وہ سرجان ڈگس لاٹوش لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ واودھ کا بغرض خاص معائنہ مدرسہ دیوبند آنا تھا ۶ جنوری یوم جمعہ کو ٹھیک دس بجے دن کے براہ ریل نزول اجلال کیا''

(روئداد مدرسہ دیوبند ۱۳۲۲ھ، ص ۷، و حالات مولانا ذوالفقار علی دیوبندی و ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء، ص ۳۵)

بتانا یہ ہے کہ اس قسم کی انگریزی سرپرستی اور مسلسل معاونت دارالعلوم منظر اسلام بریلی کو حاصل نہ تھیں اس طرح انگریز کے ظل عاطفت میں مدرسہ دیوبند کی وسیع وعرض عمارت بن جانا مدرسہ دیوبند کو شہرت حاصل ہو جانا محل تعجب نہیں جس ۱۳۲۲ھ میں سرجان ڈگس لاٹوش لیفٹیننٹ گورنر مدرسہ دیوبند پر اپنے انعام و اکرامات کی بارش برسا رہا تھا اسی سال ۱۳۲۲ھ میں ایک مرد خدا عارف باللہ فانی فی رسول ﷺ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر بریلی شریف میں دارالعلوم منظر اسلام کا سنگ بنیاد رکھ کر اعلان فرما رہا تھا کہ:

''اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا''

بتانا یہ ہے کہ دارالعلوم کا حقیقی دینی علمی عروج وکمال اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور عوام وخواص مسلمانان اہل سنت کے اپنے عطیات ومعاونت پر ہے منظر اسلام فرنگی جیسے اغیار کا آلہ کار نہ بنا اور مرہون منت نہ ہوا جب کہ مدرسہ دیوبند میں لکڑ پتھر سب ہضم تھا نہ انگریزوں کا مال چھوڑا نہ ہندوؤں کا چھوڑا اور یہ حقیقت کس پر منکشف نہیں اور کون نہیں جانتا تقسیم ہند کے بعد بھی مسلسل اہل ہنود ارباب اقتدار کی معاونت وسرپرستی مدرسہ دیوبند کو دائمی طور پر حاصل رہی اور بت پرست صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد کو خصوصی دعوت پر بلایا اور خود مہتمم دیوبند اور تمام طلباء واساتذہ مدرسہ دیوبند نے ان کا استقبال کیا کھڑے ہو کر ہندی قومی ترانہ گایا (ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۵۷ء و ماہنامہ تجلی دیوبند

اگست و ستمبر ۱۹۵۷ء) اور بت پرست کافرہ مشرکہ ہندو خاتون اندرا گاندھی کا بے پردہ دورہ مدرسہ دیوبند و صدارت و خطاب کرنا اور ان کے بیٹے سنجے گاندھی کا دیوبندی وہابی مولوی کو پچاس ہزار کھانے کے پیکٹ کھلانا تو کسی سے پوشیدہ نہیں مقصد یہ کہ نہ صرف نصاریٰ بلکہ ہنود و یہود ارباب کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے دارالعلوم منظر اسلام کو کسی غیر مسلم ارباب اقتدار کی سرپرستی و معاونت کسی دور میں بھی حاصل نہ رہی۔ ایسے حالات میں جبکہ برسر اقتدار انگریز و ہندو مدرسہ دیوبند کو اپنی خصوصی عنایات و معاونت سے نوازتے رہے ہوں مدرسہ دیوبند کا عمارتی اعتبار سے بڑا ہو جانا یا وہاں طلباء کا زیادہ ہونا نہ محل تعجب نہ حقانیت کی دلیل ویسے بھی مدرسہ دیوبند کے منتظمین کے ہر دور میں ارباب اقتدار سے گہرے روابط رہے ہیں اور اس سے مدرسہ دیوبند کی مختلف ممالک میں سطحی شہرت ہو جانا حقیقی دینی تعلیمی کامیابی کا باعث نہیں ہاں البتہ اس شہرت نے مدرسہ دیوبند کو بین الاقوامی گداگر ضرور بنادیا مختلف ممالک کے سیاسی زعما اور بھولے بھالے عوام کو مدرسہ دیوبند کے اہل کاروں نے خوب لوٹا لیکن بحمدہ تعالیٰ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف چونکہ ہر سانچے میں ڈھلنے والا پرزہ نہیں نہ منظر اسلام کے ارباب انتظام کو بین الاقوامی گداگری کا فن آتا تھا اس لئے منظر اسلام اس ظاہری نمائشی شہرت سے پاک رہا دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کا تاسیس و آغاز سے آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ دارالعلوم منظر اسلام کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت یا سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے سالانہ عرس میں صدارت و امارت کیلئے یا بطور مہمان خصوصی کسی غیر مسلم کسی سیاست دان یا کسی بھی دور میں ارباب حکومت و ارباب اقتدار کو بلایا گیا ہو بلکہ دوبار سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی از خود چل کر بلا دعوت آستانہ رضویہ پر حاضری دینے کیلئے آئیں اور [illegible] کچھ عرصہ قبل ایک دوسرے وزیر اعظم صاحب آستانہ رضویہ قدسیہ پر حاضری کیلئے آنا چاہتے اور ایک کروڑ روپیہ بھی نذر کرنا چاہا مگر قبول نہیں کیا گیا اس لئے کہ منظر اسلام کے حقیقی بانی فرما گئے تھے

میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارۂ نان نہیں

اور یہ کہ۔

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرادے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مرگئے منعم رگڑ کے ایڑیاں

کیونکہ آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ اور دارالعلوم منظر اسلام کے ارباب انتظام و انصرام کا سرمایہ دین و ایمان یہ ہے کہ۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

دل چاہتا ہے کہ اس موقع پر ہم بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف اور بانی مدرسہ دیوبند کی علوم میں مہارت استعداد و قابلیت کا بھی مختصر تذکرہ کرتے چلیں تو ارباب علم و بصیرت سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ سیدنا الامام احمد رضا فاضل بریلوی بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نے جملہ علوم و فنون عربیہ دینیہ اپنے والد ماجد رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خان صاحب بریلوی سے حاصل کیئے ابتدائی کتب میزان و منشعب وغیرہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمۃ سے علم جفر و تکسیر کے قواعد سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سے حاصل کئے اور چند کتب علامہ عبدالعلی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور صرف تیرہ سال کی مختصر سی عمر شریف میں جملہ علوم عربیہ سے فارغ التحصیل ہو کر مسند افتاء پر جلوہ افروز ہوئے۔ ابتدائی تحقیق کے مطابق پچاس مختلف

فنون میں ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف فرمائے بعد کی تحقیق کے مطابق پچاس علوم میں کتب تحریر فرمائیں اور علوم کے خود موجد ہیں تیرہ سال کی عمر شریف سے لے کر وقت صفر ۱۳۴۰ھ تک ہزاروں فتاویٰ تحریر کئے آپ کا فتویٰ بارہ طویل ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے اور اردو زبان میں لاجواب و بے مثال ترجمہ قرآن تحریر فرمایا جو لاکھوں کی تعداد میں سینکڑوں ایڈیشنوں کی شکل میں مقبولیت و محبوبیت عامہ و تامہ حاصل کر چکا ہے اور ترجمہ کنز الایمان کے نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، ہندی، سندھی، سواحلی پانچ چھ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں ان کا بے مثال نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" عالمگیر شہرت و محبوبیت و مقبولیت کا آئینہ دار ہے اور پھر امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ہر کتاب کا نام ایسا جاذب و برمحل تاریخی نام ہے جس سے بحساب ابجد سن تالیف و تاریخ بھی معلوم ہوتی ہے اور کتاب کا موضوع و مفہوم بھی منکشف ہوتا ہے یہ کمال اور یہ خصوصیات بانی مدرسہ دیوبند کو حاصل نہیں مثلاً مولوی رحمان علی تذکرہ علماء ہند بانی مدرسہ دیوبند کا تعلق دہلی کے انگریزی مدرسہ سے بتاتے ہوئے صاف صاف لکھتے ہیں:

"بعد از فراغ علوم چندی مدرسہ انگریزی واقع دہلی گرفتہ"

(تذکرہ علماء ہند فارسی، ص ۲۱۰)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے استاد مولوی مملوک العلی کا تعلق بھی جیسا کہ ابھی چند اوراق پہلے گزرا انگریزوں اور دہلی کے انگریزی نام کے عربی کالج سے تھا لکھا ہے:

"مولانا مملوک العلی صاحب جو کہ مولانا یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد و مولانا محمد قاسم (نانوتوی) کے استاد ہیں دہلی میں دارالبقا سرکاری (انگریزی) مدرسہ تھا اس میں ملازم تھے"

(سوانح قاسمی، ص ۲۲۳)

بانی مدرسہ دیوبند کو تحصیل علوم سے قطعاً کوئی رغبت و دلچسپی نہ تھی لکھا ہے:

"مولانا محمد قاسم نے (درسی) کتابیں کچھ بہت نہیں پڑھی تھیں بلکہ پڑھنے کے زمانہ میں بھی بہت شوق و مشقت سے نہیں پڑھا تھا"

(قصص الاکابر ۲۹-۱۳/سوانح قاسمی، جلد اول، ص ۲۳۹)

اور سنئے ان کی اپنی مستند گھر کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے:

"واجب امتحان کے دن ہوئے تو مولوی (محمد قاسم نانوتوی) صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا" (سوانح قاسمی جلد اول، ص ۲۲۴-۲۲۷، وقصص الہادی، صفحہ ۲۹)

چونکہ زمانہ طالب علمی میں بانی مدرسہ دیوبند میں تعلیمی استعداد قابلیت نہ تھی بوقت امتحان فرار ہو گئے اور امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا (سوانح قاسمی جلد اول، ص ۲۲۴)

خود مولوی اشرف علی تھانوی کا بیان ہے:

"مولانا محمد قاسم صاحب نے کتابیں کچھ بہت نہیں پڑھی تھیں بلکہ پڑھنے کے زمانہ میں بھی بہت شوق اور مشقت سے نہیں پڑھا تھا"

(قصص الاکابر، صفحہ ۲۹-۱۳، بحوالہ سوانح قاسمی، جلد اول، ص ۲۳۹)

تعلیم سے عدم شغف و عدم مہارت کے باعث مدرسہ دیوبند میں پڑھانے کی اہلیت نہ تھی۔ ان کا سوانح نگار لکھتا ہے:

"دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد قاسم نے (کبھی) درس نہ دیا"

(سوانح قاسمی، جلد ا، ص ۲۷۳)

پھر لکھا ہے:

"پھر مولوی (قاسم) صاحب نے مطبع احمدی میرٹھ میں

تصحیح کتب کی کچھ مزدوری کرلی'' (سوانح قاسمی، جلد اول، ۲۶۱)

بانی مدرسہ دیوبند افتاء کی مہارت سے نابلد اور فقہی بصیرت سے محروم تھے وہ مسئلے غلط بتادیا کرتے تھے اور پھر لوگوں کے گھروں میں جاکر مطلع کرتے کہ اس وقت ہم نے مسئلہ غلط بتادیا تھا تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتایا اور وہ اس طرح ہے۔ (سوانح قاسمی جلد اول، ص ۳۸۸)

یہی وجہ ہے کہ بانی مدرسہ دیوبند کی سوانح قاسمی تو ہے مگر فتاویٰ قاسمی نہیں لیکن اس کے برعکس امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ درس و تدریس تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں اپنے زمانہ کے فرد یگانہ اور تدریس افتاء کے مسلمہ امام تھے جن کے تلامذہ میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا بریلوی صدر الصدور صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت، ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین فاضل بہاری، برہان ملت علامہ مفتی محمد برہان الحق قادری جبل پوری محدث اعظم ہند علامہ ابو الحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی، استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی۔ سلطان المناظرین مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، مولانا محمد رضا بریلوی، سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی، مولانا علامہ سلطان احمد خاں بریلوی، مولانا حافظ یقین الدین بریلوی، مولانا حاجی سید نور احمد چاٹگامی، مولانا وعظ الدین مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی، مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی، مولانا سید شاہ غلام محمد بہاری قدست اسرارہم جیسے مسلمہ اکابر و مشاہیر علماء و فقہاء ہیں۔ امام الفقہا سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا بارہ طویل و ضخیم جلدوں پر مشتمل العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ موجود ہے مگر نانوتوی صاحب کا کوئی مجموعہ فتاویٰ موجود نہیں نہ وہ قرآن عظیم کا ترجمہ کرسکے بانیان مدرسہ دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کا نام بھی آتا ہے مگر انہوں نے بھی مدرسہ دیوبند میں درس نہ دیا انکے عقل شکن فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ بس یوں سمجھ لیں فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد کا زیادہ سے زیادہ نصف ہے۔ مدرسہ دیوبند میں درس و تدریس ان کے بس کا روگ بھی نہیں تھا زاغ معروفہ کی تلاش و شکار میں زندگی گزار دی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی بانی ثانی مدرسہ دیوبند کا فتاویٰ رشیدیہ کے فتاویٰ رشیدیہ۔ سے اہل دیوبند کی موجودہ نسل منہ موڑ چکی ہے ہر ایڈیشن میں ہر بار کاٹ چھانٹ کی جاتی ہے متعدد فتاویٰ کو بدل دیا گیا ہے فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں سائل کے استفتاء کے جواب میں اپنی علمی فقہی پس ماندگی و بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف لکھا ہے بندہ کو معلوم نہیں۔ حال معلوم نہیں۔ حقیقت معلوم نہیں۔ معلوم نہیں۔ مگر سیدنا اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی نوک زبان پر ہر استفتاء پر سوال کا جواب اور دلائل کا انبار فتاویٰ رضویہ و دیگر کتب میں ضرور ملے گا مختصر یہ کہ مولوی رشید احمد گنگوہی بھی اپنی علمی بے بضاعتی کے باعث مدرس بن کر پڑھا نہ سکے ادھر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے بانی ثانی شیخ الانام امام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قادری قدس سرہ کی جلالت علمی اور مہارت تدریسی کا یہ عالم تھا کہ عرصہ دراز تک دار العلوم منظر اسلام میں جم کر پڑھایا ان کے جلیل القدر شہرۂ آفاق تلامذہ میں مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب نوری حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب۔ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الہ آبادی، شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت علامہ مولانا شاہ حسنین رضا خان صاحب، خلف الرشید استاذ زمن مولانا حسن رضا حسن بریلوی،

مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب، قدست اسرارہم جیسے اکابرامت کا نام شامل ہے۔فن تدریس میں آپ کی مہارت تامہ کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جب دارالعلوم منظر اسلام کے قدیم صدر المدرسین استاذ الاساتذہ علامہ رحم الٰہی صاحب جب ۱۳۵۴ھ میں میرٹھ یوپی چلے گئے اور کئی دوسرے لائق وفائق ذی استعداد مدرسین دارالعلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہو گئے تو حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضاؔ خاں صاحب قدس سرہ نے درس نظامی کی بالائی کتب اور دورہ حدیث شریف خود پڑھانا شروع کر دیا جس سے طلباء بہت متاثر ہوئے اور دارالعلوم منظر اسلام کی بہار برقرار رہی لیکن اس کے مقابلہ میں دیوبندی مکتب فکر حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی مدرسہ دیوبند میں مدرس بن کر پڑھانے کی توفیق نہ ہوئی قصص الاکابر اور اشرف السوانح میں وہ خود اقرار واعتراف کرتے ہیں کہ:

''میں تو اب اس کام (پڑھنے پڑھانے) کا رہا ہی نہیں اور یہ کہ سب بھول بھال گیا ہوں''

لیکن اس کے برعکس سیدنا اعلیٰ حضرت کے خلف اصغر جو نامور فقہ زمان اور مفتی اعظم عالم اسلام ہوئے مولانا شاہ علامہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بھی ذی استعداد مدرس وفقہ ہوئے ان کے کثیر تلامذہ میں تاجدار مسند تدریس محدث اعظم علامہ محمد سردار احمد قدس سرہ۔شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب قدس سرہ سرفہرست ہیں اسی طرح منظر اسلام کے آخری دور کے دونامور مہتمم نامور صدر مدرس نامور شیخ الحدیث ہوئے یعنی نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی قدس سرہ جنہوں نے محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ، مولانا احسان علی محدث فیض پوری اور خود حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ، سے پڑھا تھا

اور خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا **ظفر الدین** بہاری قدس سرہ سے سند حدیث حاصل تھی اعلیٰ درجہ کے صدر المدرسین وشیخ الحدیث اور نامور مفسر اعظم تھے مدتوں دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم اور شیخ الحدیث رہے اسی طرح مفسر اعظم کے خلف اکبر جو آپ کے بعد مہتمم ہوئے مدرس بن کر پڑھایا اور صدر المدرسین و شیخ الحدیث کے منصب عظمیٰ پر فائز رہے مگر بانی مدرسہ دیوبند کی قاسمی اولاد نے بطور وراثت مہتمم شپ تو حاصل کی مدرس ومفتی وشیخ الحدیث کی مسند پر نہ بیٹھ سکے مدرسہ دیوبند میں بطور مدرس وشیخ الحدیث مولوی محمد یعقوب نانوتوی کو بلوانا پڑا جو انگریزی کالج اجمیر اور سہارنپور کے انگریزی سرکاری اسکولوں کے ڈپٹی انسپکٹر مدرس رہ چکے تھے یا پھر مولوی انور کاشمیری نے درجہ حدیث میں تدریس کی جو بانی مدرسہ دیوبند کے تلامذہ میں یا اولاد میں سے نہ تھے ہم یہاں اس موقع پر دارالعلوم بریلی شریف جامعہ رضویہ منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند کے تعلیمی معیار کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتے ہیں تھانوی دیوبندی حکیم الامت کے خلفاء میں ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری کا نام سرفہرست ہے امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے معاصرین اکابر دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کو چیلنج دیا کریں مرتضیٰ دربھنگی بے چارہ منہ چڑانے نقلیں اتارنے کے انداز میں امام اہل سنت کو چیلنج دیا کرے الٹے سیدھے لایعنی سوالات کیا کرے اور پھر اس کا علمی تحقیقی تعاقب سیدنا اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ اور مدرسہ منظر اسلام جامعہ رضویہ کے ایک فاضل مدرس مولانا علامہ محمد ظفر الدین صاحب فاضل بہاری فرماتے ظفر الدین الجید ظفر الدین الطیب وغیرہ رسائل ملاحظہ کیئے جا سکتے ہیں بلکہ خود مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری کی اپنی کتاب ''اسکات

المعتدی'' دیکھی جا سکتی ہے کہ دارالعلوم بریلی کے مدرس کے سامنے ناظم تعلیمات دیوبند بے بس ولا چار نظر آتا ہے اسی طرح دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف مدرس دوم اور ۱۳۵۶ھ کے دور کے ناظم تعلیمات مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ کے سامنے مدرس دیوبندی کی مجلس شوریٰ کے رکن اور دیوبند کے سلطان المناظرین مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان مناظرہ بریلی میں ساکت وجامد نظر آتے ہیں اور سوالات منطقیہ میں لاجواب و بے بس ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تلامذہ میں سے محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی قدس سرہ کے سامنے ماضی قریب کا مہتمم مدرسہ دیوبند قاری طیب قاسمی تاب نہیں لاسکتے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے ایک فاضل ایک مدرس ومناظر ومبلغ مولانا محمد حشمت علی خان صاحب قدس سرہ کے سامنے مولوی مرتضیٰ در بھنگی ، ابو الوفا شاہجہانپوری عبدالشکور کاکوروی مولوی منظر سنبھلی ، نور محمد ٹانڈوی وغیرہم بار بار شکست وتخت وفرار سے دوچار نظر آتے ہیں جن پر مختلف مناظروں کی بیسوں روئدادیں گواہ ہیں یہیں سے دارالعلوم بریلی اور مدرسہ دیوبند کے علمی تحقیقی وتعلیمی معیار واستعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہی حال افتاء کا ہے مفتیان دیوبند کے مختلف فتاویٰ باہم متضاد ومتصادم نظر آتے ہیں لیکن جامعہ رضویہ منظر اسلام کے فارغ التحصیل علماء وفقہا اور مفتیان شریعت کے فتاویٰ میں کہیں تضاد وٹکراؤ نہیں ملتا مذکورہ بالا معروضات کا ماحصل یہ کہ دیوبند کا تعلیمی معیار دارالعلوم منظر اسلام کے معیار تعلیم کی گرد رہ کو بھی نہ پہنچ سکا بعض سطحی نظر سے جائزہ لینے اور تجزیہ کرنے والے حضرات اہل دیوبند کے تراجم وحواشی وتفاسیر کا حوالہ بھی دیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کتب احادیث کے ترجمے کئے حواشی لکھے تفسیریں مرتب کیں۔ ایسے حضرات بالغ نظری سے ان کتب حواشی کا مطالعہ کریں تو باہمی ٹکراؤ وتضاد سامنے آجائے گا اور یہ ہمارا طویل تجزیہ و مشاہدہ ہے کہ جب بھی کوئی دیوبندی فاضل خود ترجمہ کرے گا تفسیر و حواشی لکھے گا تو بار بار غلطیاں کرے گا ٹھوکریں کھائے گا اور اگر کچھ صحیح لکھے گا تو وہ اکابر مفسرین ومحدثین ومحشی حضرات کی نقل کر کے لکھی ہوگی بریلی شریف اور دیوبند کے فضلاء میں یہ بڑا نمایاں فرق ہے جس کا اہل علم وانصاف خود مطالعہ کر کے تجزیہ ومشاہدہ کر سکتے ہیں

حال کا منظر اسلام اپنے درخشاں ماضی کی طرح تابناک ہے گذشتہ سالوں میں ۱۹۸۱ء سے اب تک ۹ رمرتبہ دیار علم وفضل شہر عشق ومحبت بریلی شریف میں حاضری ہوئی ہے بفضلہ تعالیٰ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ محمد سبحان رضا خان صاحب سبحانی میاں سلمہ ربہ وطال اللہ اس عمرہ کی سرپرستی نظامت واہتمام میں دارالعلوم منظر اسلام یادگار اعلیٰ حضرت نے مثالی ترقی کی ہے بحمد تعالیٰ ہر درجہ میں طلباء کی کثرت اور ماشاء اللہ بالخصوص درجہ حدیث شریف میں ہندوستان کے جملہ مدارس عربیہ سے زیادہ اور بڑھ کر علماء درجہ حدیث شریف سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں خانقاہ عالیہ رضویہ اور منظر اسلام کی تعمیر جدید وتوسیع میں بھی اہم کردار ادا کیا گیا ہے دارالعلوم منظر اسلام سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مسلک حق کا ترجمان و پاسبان ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بھی پوری آب وتاب سے شائع ہوتا ہے ہم سب کی پرخلوص دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب ومحبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کے محافظ و پاسبان اس دارالعلوم کو مزید وسعت و برکت دے اور بام عروج وکمال پر پہنچائے اور امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام حجۃ الاسلام سیدنا مفسر اعظم وریحان ملت قدست اسرارہم کا یہ علمی و روحانی فیض سدا بہار رہے۔

❁❁❁❁❁

منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ

پروفیسر عبدالغفار گوہر*

حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام نقی علی خاں تھا۔ آپ کا گھرانہ علمی اور روحانی تھا۔ آپ نے تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم حاصل کر لئے اور فتوٰی نویسی کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ (۱۲۰:۸) آپ کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ آپ کی تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں۔

تعلیمی نظریات

(الف) مقاصد تعلیم:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

(i) تفہیم دین (ii) رضائے الٰہی کا حصول، فرماتے ہیں کہ: ''رزق علم میں نہیں وہ تو رازق مطلق کے پاس ہے جو خود اپنے بندوں کا کفیل ہے'' (۲۲:۱)۔ مزید فرماتے ہیں کہ ''دنیوی علم کا حصول اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اس سے دین کا مفاد مقصود ہو تو وہی تعلیم دین بن جائے گی'' (۱۰:۴)۔ (iii) حسن نیت اور حسن عمل کی تربیت کرنا۔ فرماتے ہیں ''حسن نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے نامسعود بن جاتا ہے''۔ (۱۰:۵)۔ (iV) معرفت الٰہی (V) تفہیم منصب رسالت (iV) خیر و شر میں فرق کی وضاحت (Vii) تعمیر کردار۔

(ب) نصابی ماڈل:

(i) افادیت اور مقصدیت کے نقطہ نظر سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم جدیدہ و قدیمہ خواہ عقلی ہو یا نقلی کی تعلیم کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (۹۹:۲) (ii) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے تو ضرور اجر پائے گا۔ (۹۹:۳) (iii) دنیوی زندگی کے لئے کسی زبان کے سیکھنے، حساب، اقلیدس، جغرافیہ یا کسی جائز علم کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (iV) طب، سائنس اور دیگر علوم جدیدہ کا ہر وہ حصہ جو تعلیمات اسلامیہ کے تابع ہو قابل قبول ہے۔ (V) جو جائز علم دنیا و آخرت میں کسی کام نہ آئے غیر نافع ہے۔ نصاب سے خارج کر دینا ضروری ہے۔ (Vi) مذموم علوم کا حصول منع ہے کیونکہ اس میں مخلوق کے نقصان کا پہلو غالب ہے۔

(ج) ذرائع علم:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علم کے تین ذرائع کے قائل تھے:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع و قیاس

اس ضمن میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے

*(گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، فیصل آباد)

لکھتے ہیں: ''نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے گویا اجماع کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے سوا سب فضول ہے''(۱۰:۷)

(ر) حکمت تدریس:

(i) ابتدائی تعلیم اور ذہن سازی:

دیگر مسلمان مفکرین کی طرح امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ابتدائی تعلیم پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اس سطح پر ذہن سازی کے قائم ہیں۔ فرماتے ہیں:

''نرم لکڑی جدھر جھکا و جھک جاتی ہے''

اور فرماتے ہیں ''بچپن کی تربیت ہی بچے کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے''(۱۰:۶)

اس ضمن میں وہ تشدد کی بجائے نرمی کے قائل ہیں۔

(ii) سکون ومحبت:

زندگی میں وقار اور سکون پیدا کرنے کے لئے دوران تعلیم سکون اور محبت کا سماں پیدا کر کے تربیت کرتی چاہیے۔

(iii) جسمانی تربیت:

طلبہ کو کھیلنے کا وقت بھی دیا جائے۔

(iV) آسان اور موثر انداز:

تعلیم کا انداز آسان اور موثر ہونا چاہیے کیونکہ مشکل زبان میں تعلیم اور اجنبی زبان میں تعلیمی دونوں صورتیں طلب علم کی علمی ترقی میں حائل ہوتی ہیں۔

(V) مادری یا علاقائی زبانیں:

ابتدائی تعلیم ہر شخص کو اس کی مادری زبان یا علاقائی زبان میں دی جائے۔

(Vi) غیر ملکی زبان:

اعلیٰ تعلیم کے لئے مشکل یا غیر ملکی زبان استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔

(ہ) تعلیم نسواں:

(i) مخلوط تعلیم کسی سطح پر جائز نہیں۔ (ii) عورتوں کے لئے ان کی ضروریات اور نفسیات کے مطابق الگ نصاب ہونا چاہیے۔

(iii) عورتوں کے لئے ایسی فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم ضروری ہے جسے وہ باپردہ رہ کر حاصل کرسکیں۔

بدعات کی بیخ کنی

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مسلمانوں میں پھیلی ہوئی جن خرافات وبدعات کا رد اور قلع قمع فرمایا ان کی اجمالی فہرست ملاحظہ ہوں: (i) قبروں پر سجدہ (ii) عورتوں کا مساجد میں طاق بھرنا اور گیت گانا (iii) شادیوں میں باجے بجانا (سوائے اس دف کے جس کی اجازت ہے) (iV) قبروں کا حد شرح سے اونچا کرنا (V) عروس بزرگان دین میں مرد وعورت کا اختلاط (Vi) قبروں کا بوسہ وطواف وغیرہ۔ (۵۸:۹)

کتاب نامہ

۱- احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص۲۲۔

۲- احمد رضا، امام، ک-م-ب، ص۹۹

۳- احمد رضا، امام، ک-م-ب، ص۹۹

۴- پاکستان، لاہور (روزنامہ) ۱۸/جون ۱۹۹۵ء، ص۱۰۔

۵- ایضاً، ص۱۰

۶- ایضاً، ص۱۰

۷- ایضاً، ص۱۰

۸- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا، ص۱۲۰

۹- معارف رضا، کراچی، شمارہ (۱۷) ۱۹۹۷ء صفحہ ۵۸۔

منظر اسلام کے ایک شعبہ کا بیرونی دروازہ

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

یادگار اعلیٰ حضرت

''منظر اسلام'' (سن تاسیس ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) نہایت وقار و کامرانی کے ساتھ اپنا سو سالہ تدریسی سفر طے کرتے ہوئے نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ کی سربراہی و اہتمام میں نئی تب و تاب اور توانائی کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

عشق مصطفیٰ دین مصطفیٰ اور علم دین مصطفیٰ کی اشاعت کا اہم کردار ادا کرتے ہوئے غلبۂ اسلام کا جو عظیم کارنامہ منظر اسلام نے انجام دیا ہے اس نے مدارس اسلامیہ کی تاریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

منظر اسلام کے قیام سے قبل دہلی، لکھنؤ، کانپور، جونپور، پٹنہ یہاں تک کہ بریلی شریف کے پڑوسی اضلاع بدایوں (مدرسہ شمس العلوم سن تاسیس ۱۸۹۹ء بانی حضرت مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ) اور پیلی بھیت (مدرسۃ الحدیث سن تاسیس ۱۸۹۳ء بانی حضرت محدث سورتی قدس سرہ العزیز) میں مدارس اہل سنت موجود تھے لیکن ان کے ساتھ خصوصیت سے مدرسہ اہل سنت کا ٹائٹل نہیں لگا لیکن اسے بڑی برکتوں والی ذات عبد مصطفیٰ، عظیم البرکت امام احمد رضا رضی الرحمٰن کی برکات اور ان کا عشق رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء کہا جائے کہ منظر اسلام کے قیام کے ساتھ ہی اس پر مدرسہ اہل سنت کا لیبل چسپاں ہو گیا اور اس پر وقار ٹائٹل اور نام امام اہل سنت نے متحدہ ہندوستان کے اہل سنت و جماعت کی توجہ اس طرف مبذول کرا دی۔

''منظر اسلام'' کے پہلے جشن دستار فضیلت میں گو صرف دو فضلاء: ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قادری عظیم آبادی اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہما ہی فارغ ہوئے لیکن جشن میں شرکت کیلئے بدایوں، پیلی بھیت، مراد آباد، حیدر آباد اور دور دور شہروں کے علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائے، اسی سے منظر اسلام کی اہمیت و عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دور رضا:

دور رضا میں مولانا رحم الٰہی منگلوری مولانا بشیر احمد علیگڑھی، مولانا ظہور الحسین رامپوری، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہم اور خود منظر اسلام کے مہتمم شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ جیسے علم و فقہ کے قد آوروں نے درس و تدریس سے طلباء کی تربیت اور شخصیات کی تعمیر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ملک العلماء، شہزادۂ رضا مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان، برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری برادر زادۂ رضا مولانا حسنین رضا خان، مفتی غلام جان ہزاروی، مولانا حامد علی فاروقی رائے پوری رحمۃ اللہ علیہم جیسے انمول ترین مشاہیر فضلاء اور آسمان علم و فضل کے ماہ و نجوم پیدا کیے کہ آج جن کی تابانی سے جہانِ سنیت اور کائنات علم و فضل ضیاء بار ہے۔

دور حجۃ الاسلام:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے وصال (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے بعد خانقاہ عالیہ رضویہ دارالافتاء اور منظر اسلام وغیرہ کی ذمہ داریاں حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس آ گئیں۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے بعد ہندوستانی سیاست نیز دیگر معاملات میں جو اتھل پتھل مچ رہی تھی اس سے کوئی بھی ذی شعور ناواقف نہیں ہے۔ دن بدن مذہبی، سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشی شعبوں میں نئے نئے فتنے جنم لے رہے تھے اور ہر فتنہ ہندی مسلمانوں ہی کو لپیٹ میں لے رہا تھا۔ شدھی تحریک، کانگریس اور مسلم لیگ کی چپقلش اور دونوں کا مسلمانوں کو اپنے دام رنگین میں پھنسانے اور جکڑنے کی سازشیں، جمعیۃ علماء ہند اور ابوالکلام آزاد جیسے مذہب آزاد نیچریوں کی اسلام اور مسلم کشی اور بدمذاہب سے مناظرے لیکن ہر باطل سے نبرد آزمائی کرتے ہوئے منظر اسلام کی ترقی کیلئے آپ کوشاں رہے۔ خانقاہ عالیہ رضویہ کی تعمیر ۱۳۲۲ھ سے خانقاہ ہی کے وسیع وعریض چھت پر جلسۂ دستار فضیلت کا انعقاد، حامدی لائبریری کا قیام یہ اہم کام حجۃ الاسلام ہی نے انجام دیئے۔ حضور اعلیٰ حضرت ہی کی طرح حجۃ الاسلام نے بھی مدرسہ کی مالی حالت سدھارنے کیلئے اہل دول سے اپیل نہیں کی۔ ہاں جن مخیرین ومخلصین اور مریدین ومعتقدین اور متوسلین نے رضا کارانہ طور پر تعاون کیا ان کے لئے دعائیں کیں۔

آپ ہی کے دور اہتمام میں شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد گورداسپوری، حضرت مولانا تقدس علی خاں، حضرت مولانا الیاس سیالکوٹی، حضرت مفتی اعجاز رضوی، حضرت مفتی وقارالدین، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مفتی اعجاز ولی اور مفتی ظفر علی نعمانی جیسی تاریخ ساز شخصیات منظر اسلام سے فارغ ہوئیں۔

دور مفسر اعظم:

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کے وصال ۱۹۴۳ء کے بعد حضور مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (خلف اکبر حجۃ الاسلام) نوراللہ مرقدہ منظر اسلام کے مہتمم و سربراہ اعلیٰ ہوئے (ان سے قبل حضور حجۃ الاسلام کے داماد مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۸ء تک مہتمم رہے)۔ ان کے پاکستان منتقل ہوجانے کے بعد ایک مقامی شخص مسمی فیاض زبردستی اہتمام پر قابض ہوگیا اور مدرسہ کو ہر اعتبار سے مٹانے پر تل گیا۔ رضوی حامدی حضرات اور مسلمانان اہل سنت نے سرکار مفسر اعظم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو آپ نے قانونی چارہ جوئی کر کے فیاض کو بے دخل کیا اور اہتمام وانصرام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ تقسیم ہند عمل میں آچکی تھی افراتفری کا عالم تھا ادھر فیاض عیار اور اس کے رفقاء کار نے منظر اسلام میں خوب خرد برد کی تھی، بڑا بحرانی دور تھا، مدرسین، طلباء سب پریشان لیکن مرد مومن سیدی مفسر اعظم نے ہر مشکل کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے مدرسہ کی حالت سدھاری، بحرالعلوم حضرت مفتی سید افضل حسین صاحب جیسے علم وفضل کے پیکر اوران کے نائبین کی ازسرنو تقرری کی۔ طلباء کے قیام وطعام یہاں تک کہ نادار اور ذی استعداد طلباء کیلئے وظیفہ کا انتظام کیا خود درس دیتے اور نگرانی بھی فرماتے مدرسہ کی مالی حالت سدھارنے کیلئے تبلیغی اسفار شروع کئے، کتب ورسائل کی اشاعت کا اہتمام کیا، طغرہ جات تیار کرائے اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء فرمایا، سال بسال آمد ورفت کی روداد بھی ماہنامہ میں شائع فرماتے اس طرح آپ نے نہ صرف ہندوستان بلکہ نیپال اور پاکستان وغیرہ تک منظر اسلام کے روابط واثرات قائم فرمادیئے جامعہ ازہر مصر سے عربی زبان وادب کے استاذ مولانا عبدالتواب صاحب کو بریلی شریف بلوایا اس طرح عربی انشاء اور بول چال میں طلبائے

مدرسہ کو اچھی طرح مہارت ہوگئی تعلیمی معیار بلند ہوا۔

آپ کے تینوں صاحبزادگان، ریحان ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ، حضرت مولانا تنویر رضا خان صاحب (مفقود الخبر) اور تاج العلماء علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری قبلہ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں اور ''منظر اسلام'' کے طلبہ میں ہیں۔حضور ازہری میاں صاحب قبلہ ''منظر اسلام'' سے فارغ ہوکر مزید تعلیم کیلئے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے۔

حضور مفسر اعظم کے دور اہتمام کے چند مشاہیر فضلاء کے اسماء قابل ذکر ہیں:

..........حضرت مولانا سید محمد عارف صاحب نانپاروی
(جو منظر اسلام کے شیخ الحدیث بھی رہ چکے ہیں)
..........حضرت مولانا مظہر حسن بدایونی
..........حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب (مقیم ہالینڈ)
..........حضرت مولانا غلامی مجتبیٰ اشرفی صاحب
(موجودہ شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام)
..........مولانا شاہ محمد صاحب (مقیم افریقہ)
..........مولانا محمد حنیف صاحب (مقیم برطانیہ)
..........مولانا صفی صاحب (مقیم برطانیہ)

وغیرہ آپ کے دور اہتمام کے فضلاء میں ہیں۔

دور ریحان ملت:

حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال (۱۹۶۴ء) کے بعد ان کے خلف اکبر حضرت ریحان ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں قدس سرہ العزیز ''جامعہ منظر اسلام'' کے مہتمم ہوئے۔

یوں تو ''منظر اسلام'' کے ہر مہتمم نے اپنے اپنے دور میں اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا لیکن تعمیر، پبلی سٹی اور ''منظر اسلام'' کے دائرے کو وسعت دینے کے اعتبار سے دور ریحان ملت کو اس جامعہ کا زریں دور کہا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔حضرت ریحان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامعہ کی عمارت کی تعمیر نو، رضا مسجد کی نئی تعمیر، افریقی دارالاقامہ کے قیام، امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی اشاعت بالخصوص امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' کی فوٹو اسٹیٹ پر پہلی بار اشاعت، ''ماہنامہ اعلیٰحضرت'' کی توسیع اشاعت، جامعہ سے ہر سال کلینڈر کا اجراء، ''رضا برقی پریس'' کا قیام مختلف ذرائع سے جامعہ کے مالی استحکام اور موریشس، افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، اور امریکہ وغیرہ ممالک کے تبلیغی اسفار کے ذریعہ سلسلہ رضویت کے ساتھ جامعہ کا دور دور دیسوں میں بھرپور تعارف اور غیر ملکی طلبہ کو جامعہ منظر اسلام میں برائے تعلیم لانے میں جو اہم کردار ادا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔اور آج جامعہ کے اساتذہ، کلرکوں اور چپراسیوں کی تنخواہیں گورنمنٹ سے ملتی ہیں۔اس طرح جامعہ مالی اعتبار سے بھی مضبوط ہوا اور کام میں تیزی آ گئی۔ دارالافتاء کی طرف بھی توجہ دی۔ مفتی محمد جہانگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ شیخ الحدیث کی حیثیت سے ''منظر اسلام'' میں لائے۔عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ دی۔ جامعہ کی سند کو گورنمنٹ سے تسلیم کرایا اور اسے گریجویشن کے مساوی تسلیم کیا گیا۔ اس طرح جامعہ کے فارغین کو انٹرمیڈیٹ اسکولوں میں ہیڈ مولوی اور اردو ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت بھی ملنے لگی۔

حضرت ریحان ملت ہی کے دور میں مولانا احمد مقدم، مولانا عبدالہادی، مولانا عبدالحمید پالر، مولانا سید محمد حسین، حافظ و قاری خلیل احمد وغیرہ افریقی طلبہ یہاں سے فارغ ہوئے جو آج دینی خدمات میں مصروف ہیں۔لنکا کے طلبہ بھی آپ کے ہی دور میں ''منظر اسلام'' میں تعلیم کیلئے آئے۔

عصر حاضر میں منظر اسلام:

حضور ریحان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال

(۱۹۸۵ء) کے بعد ان کے خلف اکبر مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ پر جامعہ کے اہتمام کی ذمہ داری آئی۔

حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ نے جامعہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کیلئے استاذ العلماء حضرت مولانا نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ کی تقرری کی۔ دارالافتاء اور جامعہ کے روابط اور اثرات اور بھی نئے حلقوں اور دور دور تک قائم کرانے میں کوشاں ہیں۔ جامعہ کی درسگاہوں میں اضافہ کیا، کچھ نئی تعمیر بھی کرائی، جامعہ کی تیسری منزل کی تعمیر کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ رضا مسجد کی دوسری منزل اور خانقاہ عالیہ کی تعمیر نو اور توسیع کا کام کیا، چند تازہ دم اور ذی استعداد اساتذہ کی تقرری کی حضرت مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب جیسے مانے ہوئے محدث اور قابل استاذ کی دوبارہ جامعہ میں تقرری کی۔ جامعہ میں عصری تعلیم اور کمپیوٹر کورس کا بھی انتظام کیا۔ ہر سال تین چار سو کے بیچ علماء قراء اور حفاظ اس جامعہ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر نکل رہے ہیں اس طرح ۱۵-۱۶، سالوں میں ۴-۵ر ہزار کے درمیان فضلاء حفاظ قراء یہاں سے فارغ ہو کر دین متین کی تبلیغ، سنیت کی اشاعت اور قوم و ملت کی فلاح و صلاح کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ نے جامعہ منظر اسلام کو ایک غیر رہائشی یونیورسٹی کی حیثیت میں تبدیل کر دیا ہے۔ یوں تو طلبہ مستقل طور پر رہائش اختیار کر کے تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن ملک و بیرون ملک کے مختلف مدارس کے طلبہ بھی یہاں سے امتحان دے کر اسناد حاصل کرتے ہیں اور اس طرح ''منظری'' ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

منظر اسلام بحیثیت مرکز اہلسنت:

کسی بھی مرکز یا دبستان کو یوں تو کسی مقام، شہر یا ادارہ سے منسوب کر دیا جاتا ہے لیکن یہ کسی فرد یا افراد ہی کی وجہ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے بریلی شریف کو شرافت اور مرکزیت کا شرف امام احمد رضا کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ لیکن بریلی شریف کی مرکزیت ظاہر ہے امام احمد رضا کی کسی یادگار کو ہونا چاہیے اور ایک دینی، تعلیمی ادارہ ہی مرکز کہلانے کا صحیح حقدار ہو سکتا تھا۔ پس عہد رضا ہی میں برصغیر کے علماء و مشائخ نے اسے مرکز اہل سنت تسلیم کر لیا۔ جیومیٹری کے اصول سے مرکز محض ایک نقطہ ہوتا ہے جس کی لمبائی، چوڑائی، اونچائی، موٹائی نہیں ہوتی کمیت و کیفیت دونوں اسی کے رہین منت ہوتے ہیں۔ مرکز سے نصف قطر (Radius) نقطہ نقطہ کر کے بڑھتا چلا جائے تو دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ نصف قطر، قطر، محیط اور رقبۂ دائرہ میں مرکز ہی کا نقطہ کار فرما ہوتا ہے۔ یہی نقطہ ایک برق، ایک جوہر اور روح کی مانند دائرہ کے اندر اس کے محیط، قطر، نصف قطر، زاویہ اور گوشہ گوشہ میں دوڑتا رہتا ہے، سرایت کئے رہتا ہے۔ منظر اسلام کے اولین فارغین میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ۱۹۳۷ء میں ''دارالعلوم مظہر اسلام'' قائم فرمایا۔ منظر اسلام کا دائرہ بڑھا۔ مظہر میں منظر جلوہ ریزیاں کرنے لگا۔ ملک العلماء، برہان ملت، مولانا حامد علی فاروقی، مفتی غلام جان ہزاروی، وغیرہ فضلائے منظر اسلام کے ذریعہ اس کا دائرہ پٹنہ، جبل پور، رائے پور، اور لاہور و ہزارہ تک پہنچا۔

دور حجۃ الاسلام، دور مفسر اعظم اور دور ریحان ملت کے فارغین میں سے اگر صرف چند مشاہیر ہی کو لے لیں، مثلاً حافظ ملت، محدث اعظم پاکستان، شیر بیشۂ اہل سنت۔ مولانا تقدس علی خان رحمہم اللہ، مفتی ظفر علی نعمانی مولانا عبدالواحد، علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری، مولانا سید عارف صاحب، مولانا صفی، مولانا محمد حنیف، مولانا منان رضا خاں منانی میاں، مولانا احمد مقدم، مولانا عبدالہادی وغیرہ تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دائرہ برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش سے ہوتا ہوا ہالینڈ، برطانیہ، افریقہ تک

پھیلتا چلا گیا حضور حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیاد رکھی ، محدث اعظم پاکستان نے دارالعلوم مظہر اسلام فیصل آباد قائم کیا۔ مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم راشدیہ پیر جوگوٹھ (پاکستان) کو آباد کیا۔ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے دارالعلوم امجدیہ، کراچی کی بنیاد رکھی ، حضرت مولانا منان رضاخاں منانی میاں صاحب نے حضرت مفتی اختر رضاخاں صاحب قبلہ کی سرپرستی میں جامعہ نوریہ رضویہ قائم کیا۔ ظاہر ہے کہ ان تمام اداروں میں منظر اسلام ہی کا جلوہ ہے اس کا جوہر ہے۔ منظر اسلام کے چراغ سے کتنے چراغ جلے، کہاں کہاں اس کی روشنی نہیں پہنچی ۔ علاوہ اس کے شیر بیشۂ اہل سنت نے پیلی بھیت سے لے کر گجرات اور رنگون تک نام امام احمد رضا اور ان کی یادگار منظر اسلام کے جلوے بکھیرے، منظر دکھائے۔ ہالینڈ، برطانیہ اور افریقہ میں موجود منظر اسلام کے فضلاء قراء نے ان ممالک اور دور دیسوں میں منظر کی بجلی دوڑا کر ہر سمت نور توانائی پھیلائی اور اسے مزید وسعت دینے میں مصروف ہیں۔

جو لوگ صرف کمیت کے قائل ہیں وہ انصاف سے کام نہیں لے رہے ہیں ۔ کمیت پر کیفیت کو فوقیت حاصل ہے۔ منظر اسلام کی کیفیت ہی میں اس کی کمیت بھی ضم ہے۔ ویسے ظاہری اعتبار سے منظر اسلام کے پاس بھی سب کچھ ہے ۔ درس گاہیں ، لائبریری، دارالاقامہ، ہال، آفس، دارالافتاء وغیرہ۔

منظر اسلام کو عہد رضا ہی میں مرکز اہل سنت ہونے کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔ البتہ عہد بہ عہد امام احمد رضا کے نام اور کارناموں اور خود اپنی علمی عظمت اور مشاہیر فضلاء کی تعلیم وتربیت اور ان کی شخصیات کی تعمیر کی وجہ سے اس کا حلقہ بڑھتا چلا گیا۔ اسکی مرکزیت کو جلاء وضیاء اور استحکام و توانائی ملتی چلی گئی۔ منظر اسلام کی کیفیت میں وہ کیفیات ضم ہیں جن کے سامنے کمیت ہیچ نظر آتی ہے۔

منظر اسلام ، مدارس کے نظام شمسی کا مہر درخشا:

منظر اسلام محض کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے ۔ دین وسنیت کی تحریک باطل شکنی کی تحریک ۔ ناموس رسالت کے دفاع وتحفظ کی تحریک، امت مسلمہ کی صلاح وفلاح اور بحالی کی تحریک اور عشق رسالت مآب ﷺ کی تحریک ، فروغ علم دین کی تحریک ۔ ندوۃ العلماء، دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کالج منظر اسلام سے بہت پہلے وجود میں آچکے تھے یہ ادارے فرنگی حکومت کے مالی امداد سے بدمذہبی اور تفریق بین المسلمین کے مشن کو پروان چڑھا رہے تھے انہیں حکومت فرنگ کی سرپرستی حاصل تھی ۔ دیوبندیت ، ندویت، اور نیچریت کے ساتھ ساتھ قادیانیت بھی سنیت کے ماحول میں آلودگی پھیلا رہی تھی۔

مدارس اہل سنت کو تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دے رہے تھے مگر بدمذہبی کی آلودگی کو روکنے میں کوئی اہم کردار نہیں ادا کر پا رہے تھے بلکہ بدایوں اور فرنگی محل خود نیچریوں اور کانگریس کے رنگ میں رنگ چکے تھے۔ منظر اسلام قائم ہوا تو ماحول کی مسموم آلودگی دور ہونے لگی ۔ ہر سمت سنیت کا اجالا پھیلنے لگا، عشق مصطفیٰ ﷺ اور نیاز کیشی اولیاء کی خوشبو بکھرنے لگی ۔ مدارس کا ایک نیٹ ورک (Network) بننا شروع ہو گیا، تبلیغی مشن میں تیزی آئی۔ اور ظاہر ہے یہ برق صرف مرکز سے دوڑ سکتی ہے۔ یہ توانائی صرف مرکز سے ہی پھیل سکتی ہے۔

منظر اسلام نے سیاسی، معاشی، تعلیمی، تہذیبی، ہر شعبۂ حیات میں اپنا مثبت اور تقدیسی رول ادا کیا اور آج یہ منارۂ نور ایک آن بان کے ساتھ کھڑا ہوا رہنمائی کا کارنامہ انجام دے رہا ہے۔

مرکز اہل سنت زندہ باد

یادگار اعلیٰ حضرت زندہ باد

منظر اسلام پائندہ باد

﴿منظر اسلام کے شعبہ کمپیوٹر کا اندرونی منظر﴾

یادگار اعلیٰ حضرت

مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی *

یادگار اعلیٰ حضرت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف صرف ایک ادارہ اور محض ایک مدرسہ نہیں بلکہ مجدد اسلام امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وہ ایمانی تحریک ہے جس نے کروڑوں دلوں کو نور ایمان سے منور کیا، جس نے اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت کی چاندنی چار دانگ عالم میں پھیلادی، جس نے بے دینی اور بدمذہبی کی طاغوتی شورشوں کا رخ موڑ دیا، جس نے ایسے ایسے جاں باز مجاہدین اسلام تیار کئے کہ ان کا ایک ایک فرد پورے پورے ملک کے لئے کافی تھا۔

یہ وہ مرکز ہے جس کی سرپرستی حسان زمانہ مولانا حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے کی، جس میں حضرت مولانا ظہور حسین فاروقی مجددی، حضرت مولانا رحم الٰہی اور صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی (مصنف بہار شریعت) رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر نادر روزگار اساتذہ علم وعرفان کے جواہر لٹاتے رہے، جس کے پہلے طالب علم ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید تھے جو بعد میں علم وحکمت کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، جس کی کشش مولانا علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری اور مولانا علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی جیسے شہبازوں کو زیر دام لائی، ان میں سے ایک کو محدث اعظم پاکستان اور دوسرے کو شیخ القرآن کے منصب جلیل پر فائز کیا، علم وحکمت کے ان تاجداروں نے علم وعرفان کے دریا بہا کر پوری دنیا کو سیراب کیا۔

اس جامعہ کے طلباء ہی نہیں مدرسین بھی حضور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

منظر اسلام بریلی کے پاس اگرچہ وسائل کی فراوانی اور بلڈنگ کی خاطر خواہ وسعت نہیں رہی، لیکن یہ مرکز کبھی باطل کے آگے سپر انداز نہیں ہوا، لادینیت کے ساتھ کبھی صلح نہیں کی، پرچم اسلام کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیا، یہ ایک لاہوتی نغمہ ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے کانوں میں نہیں دلوں میں جاں نواز آواز بن کر اتر گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے بانی اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے، اسلام کے سچے شیدائی اور سرکار دوعالم ﷺ کے جاں نثار غلام تھے، انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کے عشق ومحبت کا پیغام عام کرنے کے لئے نچھاور کردیا تھا اور ان کے بعد آنے والے منتظمین اسی شاہرہ عشق وایمان پر چلتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس مرکز اہل سنت کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اور مہتمم جامعہ حضرت مولانا سبحان رضا خاں مدظلہ العالی کو عمر دراز عطا فرمائے اور انہیں اپنے آباء واجداد کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، جن کی ذات والا سے ہمیں بڑی توقعات ہیں۔

☆☆☆
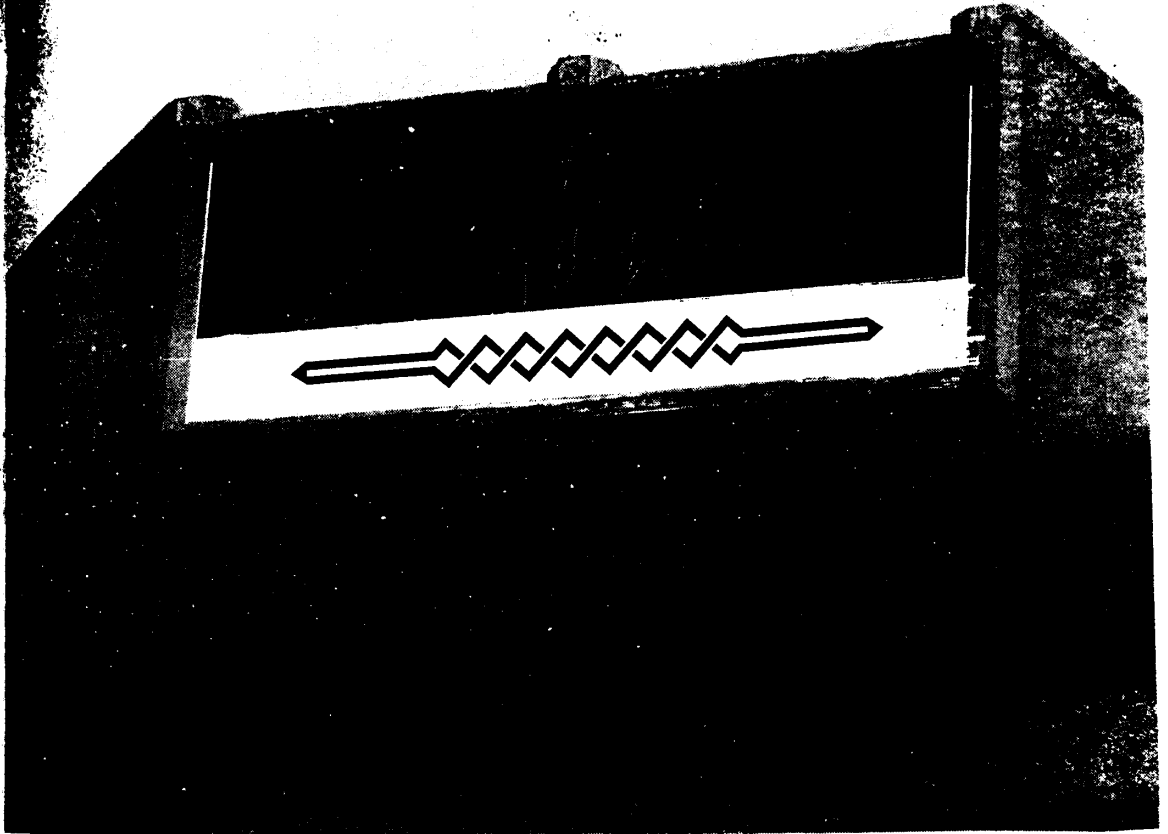
* (ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)

از قلم: مولانا جلال الدین قادری★

دارالعلوم اہل سنت و جماعت منظر اسلام بریلی کے قیام کی غرض و غایت صرف دین حق کی سربلندی اور رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق علوم دینیہ کی تدریس و ترویج مقصود تھی۔ اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ طلبہ کی علمی تشنگی اور روحانی ضرورت کو پورا کرنا تھا۔ دارالعلوم کی بنیاد برعظیم میں مرکزی حیثیت کے علمی ادارہ کے طور پر رکھی گئی۔ قرب و جوار اور دور دراز کے طالبانِ علم پروانہ وار جمع ہو گئے اور اپنے اساتذہ کرام و ممتحنین کی نظروں میں محبوب بن گئے۔ بانی دارالعلوم مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات اور ہدایات کے مطابق اساتذہ اور کارکنان مدرسہ نے فریضہ تدریس وتربیت انجام دیا۔ جس سے اس دارالعلوم کا علمی شہرہ پہلے سے قائم شدہ تعلیمی اداروں اور بیرون ملک تک پھیل گیا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی بنیاد محض تقویٰ اور اخلاص پر تھی۔ اس کے مصارف کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو علماء اعلام کی شان خودداری کے لائق ہوتا ہے۔ سنت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات کے مطابق مالی امداد و تعاون کے لئے استدعا تو کی گئی مگر کسی صاحب ثروت واقتدار کی خوشامد اور تملق کو کبھی راہ نہ دی اور نہ ہی حکومت وقت (اس وقت کی حکومت برطانیہ) کا دروازہ کھٹکایا۔ یہ کیسے ممکن تھا؟ کیونکہ امام احمد رضا بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی، ان کا پورا خاندان اوران کے تمام متعلقین کا قلبی تعلق اور اطاعت و وفاداری صرف اور صرف تاجدار عرب وعجم مالک کون ومکان صاحب لولاک حضور پاک ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے تھی۔ ایسی ذات کسی طرح اغیار کا منہ تکتی پھرے۔ ایک نعت شریف کے مقطع میں ایک ایسے ہی واقعہ کی طرف خود ارشاد فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ نان نہیں

قصیدہ ''حضور جان نور'' میں حاضری درگاہ ابدی پناہ میں برنگ عشق امام احمد رضا اپنے محبوب آقا ومولیٰ سے یوں عرض گزار ہیں:

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

نعت اکرم حضور سید عالم ﷺ ''ذریعہ قادریہ'' میں عبد مصطفیٰ امام احمد رضا اپنے آقا ومولیٰ ﷺ سے یوں عرض کرتے ہیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں، غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

بطور التجا اپنے دل کی تمنا، اپنے صاحب جود و عطا شہنشاہ بطحا ﷺ کے حضور یوں بیان کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا اعلان کرتے ہیں۔

تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

★ (کھاریاں، ضلع گجرات، پاکستان)

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
بات بڑھتی جارہی ہے مگر کیا کروں مجبور و معذور ہوں۔

وادی عشق مصطفیٰ ﷺ کا ہر مسافر ایسے ہی حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے لئے نہ کسی حاکم کا عطیہ، اور نہ ہی گرانٹ قبول کی (بلکہ یہ انہی کا فیضان کرم ہے کہ اس آستانہ میں کوئی حاکم، بطور حاکم باریاب نہیں ہوسکا اور نہ ہوسکے گا ان شاءاللہ) عارف باللہ امام احمد رضا بانی منظر اسلام کے خط کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے جس سے آپ کا دنیا اور اہل دنیا، حاکم اور اہل حکومت سے ذم تعلق خاطر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے:

''اوس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات واحادیث دربارہ ذم دنیا ومنع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے۔ فلاں کو (ریاست) حیدرآباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے، ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پہ نعمت حق بیشتر ہے، بشرط ایمان وعدہ علو وغلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور ہیں.........[1]''

اپنے متعلقین کو ایسی باکمال یا غیرت خوداری کی تعلیم و تربیت امام احمد رضا بانی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی فطرت راسخہ کا حصہ ہے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے دوسرے سال ۱۳۲۳ھ کی روداد آمد وخرچ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس میں عطیات دینے والے حضرات کے اسمائے گرامی مع ان کے پتہ کے درج ہیں۔ عطیہ دینے والوں میں جلیل القدر مشائخ طریقت، باکمال علماء کرام، ثقہ مفتیان عظام وقضات، صاحب ثروت، رئیسان علاقہ، تجار، دکاندار، ٹھیکیدار، مزدور، ملازم، دستکار، صنعتکار، امراء وغرباء اور مستورات شامل ہیں۔ بیشتر عطیہ دینے والوں نے اپنے نام مخفی رکھے۔ نقد رقوم، زیور، کتب، تعمیر عمارت کے لئے مواد، پارچہ جات، پوست قربانی، زکوٰۃ، صدقات وخیرات، پھل اور کھانا وغیرہ عطیات کی مختلف مدیں ہیں۔ عطیات دینے والوں میں امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے افراد خاندان کا حصہ وافر مقدار میں ہے[2]۔ امام احمد رضا بانی منظر اسلام باقاعدہ ماہوار عطیات دینے والوں میں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ دیگر مواقع پر بھی دارالعلوم منظر اسلام کی مالی اعانت فرماتے اور طلبہ کی نہ صرف ضرورت کو پورا فرماتے بلکہ ان کی خواہش کا احترام بھی فرماتے۔ اس نوعیت کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے قیام کے چوتھے برس ۱۳۲۵ھ میں امام احمد رضا کے پہلے پوتے مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رضا کی ولادت ہوئی۔ خاندان بھر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ خوشی کے اس موقعہ کا ایک واقعہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہ کی زبانی سنیے:

''اسی خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگال طلبہ سے دریافت فرمایا: ''آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں''، انہوں نے کہا: ''مچھلی بھات''۔ چنانچہ روہو مچھلی

بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی ۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا: ''آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے'' ہم لوگوں نے کہا ''بریانی ، زردہ ، فیرنی، کباب ، میٹھا ٹکڑا وغیرہ''۔ بہاریوں کے لئے پرتکلف کھانا تیار کروا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی ''دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیا''۔ غرض ان لوگوں کے لئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔[۳]''

درج ذیل سطور میں چند اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں جو دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی مالی اعانت فرماتے ۔ان میں سے بعض حضرات ماہوار امداد فرماتے تھے۔

☆---قدرۃ الاولیاء الراسخین حضرت مولانا پیر سید ابوالحسین نوری قادری مارہرہ[۴] : آپ زبدۃ الاتقیاء بقیۃ السلف حضرت مولانا سید آل رسول قادری مارہروی قدس سرہ کے جانشین اور مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی کے مربی ہیں۔

☆---مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی[۵] : آپ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے بانی ہیں ۔ برعظیم پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کے مدارس اسلامیہ کی کثیر تعداد کے قیام کے آپ محرک ہیں۔ برعظیم کے علاوہ عرب وعجم اور حرمین شریفین کے کثیر مقتدر علماء ومشائخ نے آپ سے علمی و روحانی سندیں حاصل کیں ۔اس طرح بانی منظر اسلام بریلی کے ذریعہ عالم اسلام میں اسلام، قرآن وحدیث، دیگر علوم اسلامیہ اور سلاسل طریقت کا فیضان پہنچا۔

☆---مولانا حسن رضا خاں بریلوی[۶]۔آپ امام احمد رضا کے برادر خورد اور مدرسہ منظر اسلام کے منتظم دفتر تھے۔ عظیم نعت گو اور غزل کے شاعر تھے۔آپ کا کلام ذوق نعت اور ثمر فصاحت وغیرہ کتابوں کی صورت میں مطبوعہ ہے ۔ امام احمد ضا اور داغ سے اصلاح لیتے تھے۔

☆---مولانا محمد رضا خاں بریلوی[۷] : آپ مولانا حسن رضا حسن اور امام احمد رضا بریلوی کے برادر خورد ہیں۔

☆---مولانا حسنین رضا بریلوی[۸] : آپ مولانا حسن رضا حسن بریلوی کے صاحبزادے ہیں۔منظر اسلام بریلی کے طلبہ میں آپ کا باوقار نام شامل ہے۔

☆---والدہ محترمہ منتظم مدرسہ[۹] :امام احمد رضا بانی منظر اسلام بریلی، مولانا حسن رضا خاں حسن، منتظم دفتر مدرسہ منظر اسلام، مولانا محمد رضا خاں بریلوی قدس سرہم کے والدہ محترمہ مولانا نقی علی خاں بریلوی کی اہلیہ محترمہ بھی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی باقاعدہ معاون خاتون ہیں۔

☆---اہلیہ محترمہ مولانا حامد رضا خاں[۱۰] : مرحومہ خاندانی وجاہت کے ساتھ ساتھ مذہبی امور میں گہری دلچسپی رکھتی تھیں ۔ کار خیر میں اکثر مالی امداد فرماتی تھیں۔

خاندانی روایت کے مطابق حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے مصارف ان کے اپنے والد محترم اور والدہ محترمہ پورے فرماتے ۔اس لئے امام احمد ضا اور ان کی اہلیہ محترمہ کے مالی تعاون میں ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کا حصہ شامل ہے۔

☆---اہلیہ منتظم مدرسہ[۱۱]:مولانا حسن رضا خاں حسن کی اہلیہ محترمہ بھی دارالعلوم منظر اسلام کی باقاعدہ مالی امداد فرماتی تھیں علاوہ

ازیں امام احمد رضا کے خاندان کے دیگر افراد بھی مالی تعاون کرنے والوں میں شامل ہیں۔

☆---فاضل جلیل مطیع الرسول حضرت مولانا محمد عبد المقتدر قادری بدایونی [12] : مولانا ممدوح خانوادہ عثمانی کے چشم و چراغ تھے۔ علمائے بدایوں میں علمی و روحانی اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ دار العلوم اہل سنت پٹنہ کے سالانہ اجلاس، جس میں بلا شبہ سینکڑوں جلیل القدر علماء و مشائخ موجود تھے، آپ نے بر سر اجلاس امام احمد رضا محدث بریلوی کو ''مجدد مأتہ حاضرہ'' کے لقب سے یاد کیا۔ تمام حاضر اور اس کے بعد دیگر علماء نے اس کی تائید کی۔ مولانا موصوف دار العلوم منظر السلا بریلی کی نہ صرف مالی امداد فرماتے بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

☆---مولانا قاضی تفضل حسین، شہر کہنہ [13]

☆---مولانا قاضی قمر الدین خاں، بریلی [14]

☆---مولانا سید مسعود علی، بریلی [15]

☆---مولانا محمد اشفاق احمد، بریلی [16]

☆---مولانا سید فیض الحسن (نائب منتظم مدرسہ) بریلی [17]

☆---مولانا محمد یعقوب علی خاں، بریلی [18]

☆---قاضی محمد قطب الدین، شہر کہنہ [19]

☆---قاضی سراج احمد، بریلی [20]

☆---مفتی حسیب الدین، شہر کہنہ [21]

☆---مولانا سید امیر احمد، بریلی [22]

☆---مولانا محمد ظفر الدین، بہار شریف [23]

☆---مفتی بدر الحسن کوچہ مفتیان، بریلی [24]

☆---منشی فیض الحسن (نائب منتظم مدرسہ) بریلی [25]

☆---مولانا محمد حسین، میرٹھ [26] (موجد طلسمی پریس)

☆---مولانا حافظ غلام جیلانی، پیلی بھیت [27]

☆---مولانا حافظ نجیب اللہ خاں، پیلی بھیت [28]

☆---مولانا بقاء اللہ، بدایوں [29]

☆---مولانا عبد الرب، بدایوں [30]

☆---مولانا ذاکر حسین، بدایوں [31]

☆---مولانا شاہ سلامت اللہ، رامپور [32]

☆---مولانا عبد السلام، جبل پور [33]

☆---مولانا محمد ارشد رامپور [34]

☆---مولانا وصی احمد محدث سورتی [35]

☆---مولانا قاری بشیر احمد جبل پوری [36]

☆---مولانا حافظ سید توقیر حسین بجنور [37]

☆---جناب فصاحت اللہ خاں شاہجہاں پور [38]

☆---جناب محمد شریف و محمد شفیع، کلکتہ [39]

☆---جناب حکیم اکرام الدین، بریلی [40]

☆---مولانا غلام نبی سب رجسٹرار، بدایوں [41]

☆---مولانا تزین اللہ خاں، بدایوں [42]

☆---مولانا شاہد علی خاں ارستیا، بدایوں [43]

☆---جناب سید احمد حسن وکیل، بلند شہر [44]

☆---جناب محمد رحیم داد خاں، تحصیل دار، گلام نگر، بریلی [45]

☆---جناب سید مہدی حسین، بریلی [46]

☆---جناب اسلم علی وکیل گڑھیا، بریلی [47]

☆---حضرت مولانا سید مجومیاں قبلہ، نو محلہ بریلی [48]

☆---جناب سید نثار احمد، بریلی [49]

سید مجو میاں اور سید نثار احمد نے گھر کا طلائی زیور بطور امداد مدرسہ منظر اسلام بریلی کو دے دیا۔

☆---نواب سلطان احمد خاں، بریلی [۵۰]

☆---مولانا قاضی عبدالحق، بریلی [۵۱]

☆---مولانا نواب وزیر احمد خاں، بریلی [۵۲]

دارالافتا بریلی میں مولانا ظفر الدین بہاری نے بانکی پور (بھارت) کے انگریزی اخبار کے ایکسرپس کے ایک صفحہ کا تراشہ بغرض ملاحظہ واستصواب حاضر کیا۔ جس میں امریکی منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی تھی کہ فلاں تاریخ کو دنیا تباہ ہوجائے گی۔ اسی انگریزی تراشہ کا اردو ترجمہ جناب وزیر احمد خاں اور جناب سید اشتیاق علی رضوی نے کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۷ دسمبر کو عطارد مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور نیپچون چھ سیارے، جن کی طاقت سب سے زیادہ ہے قران میں ہوں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں ہولناک تباہی ہوگی امام احمد رضا نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اس روز ان سیاروں کا اجتماع نہ ہوگا اور نہ تباہی ہوگی۔ سو امام احمد رضا کے فرمان کے مطابق ہوا۔ اس طرح آپ کا علمی تفوق امریکی منجم پروفیسر البرٹ پر واضح ہوا۔ [۵۲]

☆---جناب قاضی عبدالحق، بریلی [۵۳]

☆---جناب منصور عالم سب انسپکٹر، بریلی [۵۴]

جزاهم الله احسن الجزا عنا

وعن المسلمين خير الجزا۔

حوالا جات:

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا محمد ظفر الدین بہاری، محررہ ۱۳- ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ / بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مصنفہ مولانا محمد ظفر الدین، مطبوعہ کراچی، ص ۳۰۷۔

(۲) روداد دارالعلوم منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ مرتبہ مولانا حسن رضا خاں حسن مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی۔

(۳) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مرتبہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ص ۴۷، ۴۸۔

(۴) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ، مطبوعہ بریلی، ص ۳۷۔

(۵) ایضاً ص ۳۱۔

(۶) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی، سال دوم، مطبوعہ بریلی ص ۹

(۷) ایضاً ص ۹

(۸) ایضاً ۲۵

(۹) ایضاً ۲۵

نوٹ: مرحومہ موصوفہ کا اسم گرامی حسینی خانم بنت اسفند یار بیگ ہے۔

(۱۰) ایضاً ص ۲۹

نوٹ: مرحومہ محترمہ کا اسم گرامی کنیز عائشہ بنت حاجی وارث علی خاں ہے۔ ان کی اولاد میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ مرحومہ حضرت حجۃ الاسلام کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔

(۱۱) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ ص ۲۵۔

(۱۲) ایضاً ص ۳۷

(۱۳) ایضاً ص ۱۵

(۱۴) ایضاً ص ۱۸

(۱۵) ایضاً ص ۱۵

(۱۶) روداد دارالعلوم منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ ص ۱۳

(۱۷) ایضاً ص ۱۳

(۱۸) ایضاً ص ۱۳

(۱۹) ایضاً ص ۱۸

(۲۰) ایضاً ص ۱۵

(۲۱) ایضاً ص ۱۹

(۲۲) ایضاً ص ۱۹

(۲۳) ایضاً ص ۱۹

(۲۴) ایضاً،ص۱۲

(۲۵) ایضاً،ص۱۹

(۲۶) ایضاً،ص۳۸

(۲۷) ایضاً،ص۴۲

(۲۸) ایضاً،ص۴۲

(۲۹) ایضاً،ص۴۲

(۳۰) ایضاً،ص۴۲

(۳۱) ایضاً،ص۴۲

(۳۲) ایضاً،ص۴۹

(۳۳) ایضاً،ص۳

(۳۴) ایضاً،ص۵۱

(۳۵) ایضاً،ص۲

(۳۶) ایضاً،ص۴

(۳۷) ایضاً،ص۲۹

(۳۸) ایضاً،ص۴۳

(۳۹) ایضاً،ص۴۳

(۴۰) ایضاً،ص۲۲

(۴۱) روداد منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۹۲۳ء، ص۴۲

(۴۲) ایضاً،ص۴۳

(۴۳) ایضاً،ص۴۳

(۴۴) ایضاً،ص۴۳

(۴۵) ایضاً،ص۹

(۴۶) ایضاً،ص۹

(۴۷) ایضاً،ص۲۰

(۴۸) ایضاً،ص۲۰

(۴۹) ایضاً،ص۲۰

(۵۰) ایضاً،ص۱۹

(۵۱) روداد مدرسہ منظر اسلام بریلی، سال دوم ۱۳۲۳ھ، ص۲۹

(۵۲) ایضاً،ص۱۹

حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ محمد ظفر الدین بہاری، ص۲۹۱

(۵۳) ایضاً،ص۱۹

(۵۴) ایضاً،ص۱۹

کنزالایمان، معیاری اور قابل اعتماد ترجمہ ہے

شیخ الازہر ڈاکٹر سید محمد طنطاوی

الحمد للہ بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ پاکستان اور جامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور) کی کوششوں کے نتیجے میں جامعۃ الازہر الشریف (قاہرہ، مصر) کے ایک تحقیقاتی بورڈ "مجمع البحوث الاسلامیہ" جو شیخ الازہر مفسر قرآن پروفیسر ڈاکٹر سید محمد طنطاوی کی سرپرستی میں قائم ہے نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کو معیاری اور قابل اعتماد قرار دیتے ہوئے اس کی عام اشاعت کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے، یہ خبر لیبیا کے ہفت روزہ "الدعوۃ" کے شمارہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ کی اشاعت میں عربی اور انگریزی زبانوں میں شائع ہوئی ہے "معارف رضا" قارئین کے افادہ کیلئے اس کا عکس پیش کیا جارہا ہے۔ ادارہ

الأزهر يعتمد ترجمة حديثة لمعاني القرآن بلغة الأردو

وافق مجمع البحوث الإسلامية بالقاهرة برئاسة الدكتور محمد سيد طنطاوي شيخ الأزهر على إصدار ترجمة حديثة لمعاني القرآن الكريم بلغة الأردو والتي عملها الشيخ محمد أحمد رضا خان القادري من كبار علماء الإسلام في الهند وكانت الجامعة الأشرفية بالهند قد قدمت الترجمة للأزهر لمراجعتها وتقوم الجامعة بطبع الترجمة على نفقتها لتوزيعها على المساجد ومعاهد التعليم الإسلامي بالهند والبلدان المتحدثة بلغة الأردو

Quran Translation

The Cairo based Islamic research academy headed by Dr. Muhammad Sa'yed Tantawi, Sheikh of al-Azhar has ratified the release of a modern interpretation of the meanings of the Holy Quran in Urdu language. The Ashrafiya University in India submitted the interpreted copy to Al-Azhar for review before it goes to printing to be distributed to mosques and Islamic institutes in India and the Urdu speaking countries. The interpretation was finalized by Sheikh Muhammad Ahmad Ridha Khan Al-Qadiri, one of the prominent Muslim scholars in India.

دنیائے اسلام کو

"دار العلوم منظر اسلام کا صد سالہ جشن مبارک ہو"

علامہ عبدالحکیم شرف قادری★

منظر اسلام! تو نے:

❁ غیر مسلم اکثریت والے ہندوستان میں پرچم اسلام بلند کیا۔

❁ تو نے شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا مقابلہ کر کے لاکھوں مسلمانوں کو ارتداد کے گڑھے سے نکالا۔

❁ تو نے قادیانیت، نیچریت، رافضیت اور وہابیت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ مخالفین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

❁ گستاخیوں کے طوفان کی زد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے عشق و محبت کی شمع مسلمانوں کے دلوں میں روشن رکھی

زمانے میں ہے احساں آپ کے احمد رضا خاں کا
پڑھایا جس نے ہر دم سینوں کو یا رسول اللہ

❁ اس وقت عظمت الوہیت اور ناموس رسالت کا پہرا دیا جب بعض کلمہ پڑھنے والے کہہ رہے تھے کہ (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور نبی اکرم ﷺ ہم جیسے بشر ہیں۔

❁ تو نے دو قومی نظریئے کا پرچار کیا جس کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا، یہی وہ نظریہ ہے جس کی حمایت بعد میں قائداعظم اور علامہ اقبال نے کی۔

❁ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے پاس ہوتے ہی پاکستان کے حق میں فتویٰ دیا۔

❁ تیرے ہم مسلک علماء نے پاکستان کی حمایت میں پوری قوت صرف کردی یہاں تک کہ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

❁ اور تیرے ہم مسلک علماء و مشائخ نے ۱۹۴۶ء میں "آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس" منعقد کی جو تحریک پاکستان کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔

❁ تو نے بیک وقت ہندو اور انگریزی سیاست کا سحر توڑا۔

❁ کانگریس اور کانگریسی علماء کی یلغار کو ناکام بنایا۔

❁ ملت اسلامیہ کو عظیم ترین فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) عظیم ترجمۂ قرآن پاک (کنزالایمان) اور عشق مصطفےٰ کا نعتیہ دیوان (حدائق بخشش) دیا۔

❁ چودھویں صدی کے مجدد، بریلی کے تاجدار امام اکبر احمد رضا خاں بریلوی کے ہاتھوں زندگی کا آغاز کیا، جن کا پیغام پوری دنیا میں بایں الفاظ گونج رہا ہے۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

❁ پاک و ہند میں محافل میلاد کی بہار اور نعرۂ رسالت کی گونج تیرے دم قدم سے ہے۔

❁ تیرے فیض یافتگان میں سے محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، علامہ وقار الدین (کراچی) علامہ سید جلال الدین شاہ (بھکھی شریف) رحمہم اللہ تعالیٰ نے تیرا فیضان پاکستان کے گوشے گوشے تک ہی نہیں دوسرے ممالک تک پہنچایا۔ منظر اسلام!

❁ تجھے دنیا بھر کے اہل محبت خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

❁ تیرے احسانات کے پیش نظر اسلامیان پاکستان تجھے ہدیۂ سپاس پیش کرتے ہیں۔

★ (شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

کنز الایمان و خزائن العرفان

তরজমা-ই-ক্বোরআন

কান্‌যুল ঈমান

কৃত

আ'লা হযরত ইমামে আহলে সুন্নাত
মাওলানা শাহ্ মুহাম্মদ আহমদ রেযা খান বেরলভী
রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

তাফ্‌সীর (হাশিয়া)

খাযাইনুল ইরফান

কৃত

সদ্‌রুল আফাযিল মাওলানা সৈয়্যদ মুহাম্মদ নঈম উদ্দীন মুরাদাবাদী
রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

বঙ্গানুবাদ

আলহাজ্ব মাওলানা মুহাম্মদ আবদুল মান্নান

প্রকাশনায়

গুলশানে-ই-হাবীব ইসলামী কমপ্লেক্স

চট্টগ্রাম

کنز الایمان کا بنگلہ زبان میں ترجمہ 'عکس مطبوعہ چٹاگانگ' بنگلہ دیش

مخزونہ لائبریری 'ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی

عہد رضا میں منظر اسلام کے سالانہ جلسے

از: مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری*

عہد رضا میں مدرسہ اہل سنت منظر اسلام کے سالانہ جلسے (۱۸) اٹھارہ ہوئے۔ تقریباً جلسہ کی اطلاع اور رپورٹ ہفت روزہ اخبار ''دبدبۂ سکندری رامپور'' کے صفحات کی زینت بنتی تھی اور دیگر معاصر اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی تھی رامپور رضا لائبریری اورصولت لائبریری رامپور میں دبدبۂ سکندری کی جو فائلیں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے اب تک جو اطلاعات اور رپورٹیں سامنے آئیں وہ بعینہٖ ہدیہ قارئین ہیں۔

ان رپورٹوں سے جہاں منظر اسلام کے احوال وکوائف اس کی تعلیم وترقی کا علم ہوتا ہے اہل ثروت، اصحاب خیر اور ارباب اقتدار کی توجہات اور ایثار وقربانی سامنے آتی ہیں وہیں اس عہد کے مقدس سادات عظام، عظیم المرتبت علماء کرام، عظیم المناصب اصحاب روحانیت سجادگان عظام کی ان جلسوں میں شرکت و خطابت بھی نظر آتی ہے۔ جس سے منظر اسلام کے جلسوں کی قدر و منزلت اور عظمت واہمیت کا پتہ لگتا ہے نیز ان جلسوں میں تشریف لانے والے معزز ومقدس مہمانوں کیلئے امام احمد رضا، شہزادگان رضا اور مجلس انتظامی کے ارکان وملازمین مدرسے کی طرف سے اعزاز و اکرام اور شایان شان استقبال۔ مہمانوں کی عظمت، علماء ومشائخ کی عزت افزائی اور قدر ومنزلت کو اجاگر کرتا ہے۔

کیفیت جلسہ سالانہ مدرسہ منظر اسلام

معروف بہ

"مدرسہ اہلسنت و جماعت، بریلی"

راقم دبدبۂ سکندری کے ایک شفیق نے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی کے سالانہ جلسہ کی کیفیت ارسال کی ہے جو مسلمان حنفی مشرب کیلئے نہایت دل خوش کن ہے لہذا نہایت خوشی کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ (وھوھذا)

الحمدللہ بتوجہ سرپرستان مدرسہ اہل سنت و جماعت خصوصاً امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ بحر ذخار معقول ومنقول حاوی فروع واصول جامع طریقت وشریعت اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی حافظ قاری حاجی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی لازالت شموس فیوضہ طالعۃ وبدور برکاتہ لامعۃ کے فیض وبرکت اور معینان مدرسہ وعطا کنندگان چندہ کی ہمت وخلوص نیت واراکین انتظامیہ کی سعی عرق ریزی سے مدرسہ اہل سنت و جماعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی کر رہا ہے آبیاری منتظمین و عرق ریزی طلباء کی ومدرسین سے اس نونہال جشن شریعت کی کامیابی طلباء کے عمدہ ثمرے نے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے۔ شاخ دارالافتاء کے معرکۃ الآراء فتوے کامیابی طلباء کے عمدہ نتیجے گزشتہ رودادوں میں شائع ہو چکے۔ گزشتہ سال چار طلباء فارغ

*(رام پور، انڈیا)

تحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام و علماء کرام وعمائد ورؤساء ذوی الاحترام بحسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا۔ اس سال بھی بمنہ وکرمہ ۸ طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کے نام نامی درج ذیل کروں تو زائد مناسب ہوگا۔

(۱) جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتاء بریلی

(۲) جناب مولانا ظہیر الدین صاحب اعظم گڑھی

(۳) جناب مولانا حفیظ احمد صاحب اعظم گڑھی

(۴) جناب مولانا نعمت اللہ صاحب نواکھالوی

(۵) جناب مولانا صدیق احمد صاحب نواکھالوی

(۶) جناب مولانا اعظم اللہ صاحب مچھلی شہری

(۷) جناب مولانا احمد عالم صاحب رجتھی

(۸) جناب مولانا ابراہیم صاحب بہاری

ان صاحبان کی دستار بندی جناب مولانا مولوی شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف اور جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتاء کی دستار بندی اعلیٰ حضرت موصوف نے اپنے دست حق پرست سے کی تاریخ ہائے ۱۰-۱۱-۱۲- شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ مطابق ۷-۸-۹- ستمبر ۱۹۰۸ء یومہائے دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو جلسہ بمقام بریلی مسجد بی بی صاحبہ میں منعقد ہوئے۔

دوشنبہ کو پہلا جلسہ ہوا اور اسی روز مولانا مولوی شاہ محمد عمر صاحب حیدر آبادی مع سات عالموں کے بریلی تشریف لائے۔ اسٹیشن پر فاضل نوجوان ابن فاضل ابن فاضل ابن فاضل قبلہ وکعبہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت و جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب صاحبزادہ خرد اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہم و جناب مولوی محمد ظفر الدین بہاری مدرس سوم مدرسہ اہل سنت و جناب سید برکت علی صاحب رئیس و جناب مولانا اسماعیل صاحب واعظ پیلی بھیتی و جناب مولانا محمد شفاعت الرسول صاحب و دو چپراسی مدرسہ اہل سنت برائے استقبال بوقت شب اسٹیشن پر حاضر تھے کہ ۸ رنج کر ۴۰ رمنٹ پر مولانا ممدوح تشریف فرما ہوئے جائے قیام پہلے سے مقرر کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ پہلے جناب مولانا مولوی عبدالمقتدر نے وعظ فرمایا اور بعد کو مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہلسنت حاوی معقول ومنقول جناب مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب نے وعظ فرمایا۔

سبحان اللہ وعظ کیا تھا کہ دریائے ذخار تھا کہ برابر موجزن اور ایسا پرتاثیر کہ سامعین وجد کی حالت میں تھے اور سکوت کا عالم چھا گیا اور مطلقا لوگوں کو اپنی خبر نہ رہی اور بعض لوگوں کو یہ حالت ہوگئی تھی کہ اگر ان کو روکا نہیں جاتا تو وہ اپنے کو ہلاک کردیتے غرض قلم میں وہ طاقت کہاں جو اس وقت کا حال لکھ سکے خیر وعظ ختم ہوا اور جناب مولانا حکیم محمد فاخر صاحب نے چندہ کی تحریک شروع کی ان کے بعد جناب مولانا مولوی شاہ محمد عمر صاحب نے بھی تحریک کی اور خود دوسو روپے مدرسے کو عنایت فرمائے۔ بخیر وخوبی یہ کاروائی ختم ہوئی اور دستار بندی ہوئی اور طلباء کو انعام تقسیم ہوا اور جلسہ بخیر وخوبی دوپہر کو تمام ہوا شب کو پھر وعظ پرتاثیر شروع ہوئے اور اس کے بعد میلاد شریف ہوا اور نہایت لطف سے ہوتا رہا اور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ کی چند غزلیں پڑھیں گئیں رات کو ایک بجے جلسہ تمام ہوا۔

چائے اور پان وغیرہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا اس کی ایک جماعت علیحدہ مقرر تھی اور انتظام طعام ہر سہ روز

نہایت اچھا رہا کھانا نہایت خوش ذائقہ تھا جملہ امور نہایت مناسب وموزوں تھے۔

اس قدر حضرات علماء تشریف لائے کہ وہ امید سے زیادہ تھے کیونکہ موسم برسات کا تھا اور ابر غلیظ ہر وقت گھرا رہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تین دن تک بخوبی کھلا رہا اور بہت سے علماء کہ جن کے نام روداد سے معلوم ہوں گے بوجہ کار جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔

سب سے پہلے فاضل نوجوان عالم دوران جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب دام فیضہ مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے ایسی جانفشانی سے اس کار خیر کو انجام دیا ہے کہ تعریف سے باہر ہے جس نے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے مولانا ممدوح کس درجہ مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی کی جانفشانی سے یہ مدرسہ چل بھی رہا ہے حضرت مولانا نہایت باخدا بزرگ ہیں طالب علموں سے آپ نہایت درجہ شفقت فرماتے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب مولانا صاحب اور مہتمم صاحب مدرسہ اور ان کے تمام خاندان کو اپنی کوششوں میں پردۂ غیب سے کامیاب فرمائے اور ہمیشہ اپنے مقاصد قلبی پر بطفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ والہ واصحابہ اجمعین فائز ہوں اور آپ کے عدو ہمیشہ پائمال رہیں -آمین- (بحوالہ دبدبۂ سکندری ۲۶ر اکتوبر ۱۹۰۸ء اخبار نمبر ۳۸، جلد نمبر ۴۴، ص ۳-۵)

بریلی میں علمائے اہلسنت کا ایک شاندار جلسہ

راقم کو دبدبۂ سکندری کے ایک شفیق لکھتے ہیں کہ ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ یومہائے یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار شنبہ کو بریلی میں مدرسہ منظر اسلام معروف بہ مدرسۂ اہلسنت و جماعت کا سالانہ جلسہ نہایت ہی اسلامی کروفر اور **شان و** شوکت سے ''بی بی کی مسجد'' میں منعقد ہوا اس مدرسہ کے **سرپرست** اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حامی سنت ماحی بدعت مؤید ملت **طاہرہ** صاحب حجت قاہرہ مؤید من اللہ من آیایۃ اللہ جناب مولانا **مولوی** حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب حنفی قادری مدظلہ **الاقدس** ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی اسلامی دنیا میں مثل آفتاب چمک **رہا** ہے اور حضرت ممدوح اپنی خداداد قابلیت کے باعث بہت **زیادہ** مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے خالصاً لوجہ اللہ اس مدرسہ کی **سرپرستی** اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اپنے فیوضات بے حد سے اس کی کشت تمنا کو سرسبز فرما رہے ہیں۔

مندرجہ بالا تاریخوں میں خوب خوب وعظ کی صحبتیں گرم رہیں بیرونجات کے بہت سے نامی علماء اہل سنت و جماعت شریک جلسہ ہوئے جن کے چند نام حسب ذیل ہیں:

☆ جناب مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث حنفی ساکن پیلی بھیت شریف

☆ جناب مولوی محمد دیدار علی صاحب حنفی الوری۔

☆ جناب مولانا مولوی محمد ہدایت الرسول صاحب قادری حنفی رامپوری

☆ جناب مولانا مولوی محمد ارشد علی صاحب نقشبندی حنفی رامپوری

☆ جناب مولوی سید شاہ خواجہ احمد صاحب قادری حنفی رامپوری۔

☆ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حنفی۔

☆ جناب مولوی محمد عبد الاحد حنفی۔

☆ جناب مولوی نعیم الدین صاحب حنفی مرادآبادی۔

☆ جناب مولوی محمد عبید اللہ صاحب حنفی کانپوری۔

☆ جناب مولانا سید شاہ محمد اشرف شاہ صاحب حنفی صاحبزادہ حضرت سجادہ نشین صاحب کچھوچھہ شریف۔

مسجد کو منتظمان مدرسہ نے نہایت عمدہ طور سے سجایا تھا

شامیانے روشنی وفرش کا اہتمام قابل تعریف تھا مہمانوں کیلئے ریلوے اسٹیشن پر سواری وغیرہ کا انتظام نہایت عمدہ کیا جاتا تھا اور ان کے قیام وطعام کا کافی اہتمام تھا خیر مجسم مخدوم مکرم جناب مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری حنفی سنی خلف اکبر اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت مولانا ممدوح بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو مدرسہ اہل سنت کے مہتمم ہیں اپنے مہمانوں کی خاطر ومدارات میں بہت بڑا حصہ لیا اور اپنے حسن انتظام سے کسی کو کسی امر کی شکایت کا موقع نہ دیا شاہ حامد رضا خان صاحب سلمہ اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم اور الولد سر لابیہ کے سچے مصداق ہیں خدا ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور وہ اپنے نامور بزرگ کی سچی مثال ہوں۔ان تواریخ میں ۲۱ رشعبان تک ہر روز صبح سے دو پہر تک اور شام سے ایک بجے رات تک مجالس وعظ منعقد ہوتی تھی اور لوگ بکثرت شرکت کرتے تھے۔۲۲ رشعبان کا دن پروگرام جلسہ کے خلاف بڑھا دیا گیا تھا اس واسطے کہ علمائے کرام اہل اسلام بہت کثرت سے تشریف لائے تھے جنہوں نے موقع موقع پر اپنے اپنے بیان سے حاضرین کو محظوظ فرمایا لیکن کوئی وقت ۲۱ رتک ایسا نہ مل سکا کہ جس میں اعلیٰ حضرت مولانا ممدوح بریلی کا بیان ہوتا جس کے سننے کا بریلی میں علاوہ فرقۂ وہابیہ ہر شخص ہمہ تن مشتاق ہوتا ہے للہ الحمد مولانا بریلوی نے ۲۲ رشعبان کو جناب مولانا محمد ہدایت الرسول صاحب حنفی قادری سنی کے مختصر بیان کے بعد وعظ فرمایا۔ اللہ اللہ اس کی کیفیت کو قلم لکھ نہیں سکتا۔آپ کا عجب بابرکت بیان ہے اور قدرت نے آپ کی زبان مبارک میں بڑا اثر مرتب فرمایا ہے۔حقیقتاً یہ اثر آپ کے تعلق کا اثر ہے۔میں نہایت زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے کسی عاشق صادق حضرت شہنشاہ دو عالم ﷺ کو نہ دیکھا ہو وہ حضرت فاضل بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لے امر حق یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا صاحب موصوف کا دم ہمارے لئے خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کی خاص رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے کہ جن کی قدرت والا صفات سے بہت بڑا فیض جاری ہے۔

اس جلسہ میں جناب مولوی تاج الدین احمد صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب سکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور بھی تشریف لائے تھے جنہوں نے جناب مہتمم صاحب مدرسے کی جانب سے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ حاضرین کو پڑھ کر سنائی اور معاونین مدرسہ کا نہایت قیمتی الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور جن حضرات نے زرنقد وغیرہ اسی جلسہ میں عطا فرمایا تھا ان کی علوِ ہمتی کا بیان کیا جس کی تفصیل آئندہ شائع کی جائے گی۔بعدہ ایک شاندار رسم یہ عمل میں آئی کہ چونکہ دو طلبہ فارغ التحصیل ہوئے تھے لہٰذا ان کے دستار فضیلت باندھی گئی۔دستار نہایت نفیس اور اس پر لطف یہ کہ مدرسے کا اور اس خوش بخت طالب علم کا پورا نام کہ جس کو وہ عطا ہوئی تھی نہایت نہایت خوبی سے ریشم سے کاڑھا گیا تھا۔

المختصر حضرات علماء اہل سنت وجماعت کا یہ شاندار جلسہ جو خالصاً لوجہ اللہ تھا بڑی خیر وبرکت سے ہوا۔اللہ تعالیٰ مدرسہ اور بانی مدرسہ اور مہتمم مدرسہ اور معاونین مدرسہ کو اس کا اجر دارین میں عطا فرمائے کہ جن کے باعث دینی چرچا ہوتا ہے۔راقم م-ب-ح

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۲۰ رستمبر ۱۹۰۹ء اخبار نمبر ۳۴، جلد نمبر ۴۵، ص ۷)

مدرسہ اہلسنت وجماعت کا سالانہ جلسہ دستار بندی

راقم نے دبدبۂ سکندری میں گزشتہ اشاعت میں اس متبرک جلسہ کا مختصر اعلان شائع کر دیا تھا لیکن اس ہفتہ حسب وعدہ مفصل اطلاع درج کی جاتی ہے۔امید ہے کہ حضرات اہل سنت و

جماعت خاص طور سے اپنی دینی تعلیم گاہ کے جلسہ میں شرکت فرمائیں گے۔ مکرمی مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری نوری مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت لکھتے ہیں کہ:

محترم بندہ ہدیہ سنیہ - الحمد للہ مکتوبہ سرپرستان مدرسہ اہل سنت خصوصاً مجدد مأۃ حاضرہ عالم اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ جناب مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ حنفی سنی قادری برکاتی مدظلہم الاقدس کے فیض و برکت اور ان معینان مدرسہ و عطا کنندگان چندہ کی ہمت و خلوص نیت اراکین انتظامیہ کی سعی و خدمت سے مدرسہ اہل سنت و جماعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی حاصل کر رہا ہے آبیاری منتظمین و عرق ریزی طلبہ و مدرسین سے اس نونہال چمن شریعت کی کامیابی کے عمدہ ثمرے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے شاخ دارالافتاء کے معرکۃ الآراء فتوے کامیابی طلبہ کے بہتر نتیجے گزشتہ جلسوں میں ظاہر ہو چکے سال گزشتہ ۱۲ رجید طلباء فارغ التحصیل ہوئے جنکی دستار بندی کا جلسہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام علماء کرام و عمائد روساذوی الاحترام بحسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا فالحمد للہ علی ذلک اراکین مدرسہ کی تمنا ہے کہ اپنی ناچیز خدمات کے نمونہ اور مدرسہ کی نمایاں ترقی کے نتیجے آپ جیسے عالی ہمم اہل کرم و عام برادران اسلام کے سامنے پیش کریں۔ اس لئے جلسہ انتظامی میں قرار پایا ہے کہ سال حال کا ۹ رواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۷-۲۸-۲۹ رذی قعدہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۸-۹-۱۰ رنومبر ۱۹۱۲ء روز جمعہ، شنبہ یکشنبہ، بریلی مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ میں منعقد ہو۔ اکثر بزرگان دین و علمائے مشائخ و واعظیم مدعو کئے گئے ہیں امید کہ جناب بھی خالصاً لوجہ اللہ قدم رنجہ فرمائیں کہ باعث اجر عظیم و خوشنودئی رب کریم، و رضائے حبیب رؤف و رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم و ممنونی فقیر اثیم ہے۔ والسلام خیر ختام۔

فقیر محمد حامد رضا قادری نوری

مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۲۸ر اکتوبر ۱۹۱۲ء، اخبار نمبر ۴۵، جلد نمبر ۴۸، ص ۱)

مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی کا دسواں سالانہ جلسہ

جناب مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی نے دعوت نامہ راقم دبدبۂ سکندری کے نام پہنچ کر اطلاع دی ہے کہ مدرسہ مذکور کا سالانہ جلسہ دستار بندی بتاریخ ۲۷-۲۸-۲۹- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۸-۲۹-۳۰ر اکتوبر ۱۹۱۳ء یومہائے سہ شنبہ و چہار شنبہ پنج شبنہ کو مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ میں منعقد ہوگا۔ اکثر بزرگان دین و علماء مشائخ و واعظیم مدعو کئے گئے حضرات اہل سنت کو ضرور شرکت فرمانی چاہیے کہ سال بھر میں یہ جلسہ قابل قدر طریقے سے منعقد ہوتا ہے۔ آخر روز اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ جناب تقدس مآب مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ حنفی سنی قادری مدظلہ الاقدس اپنے مواعظ حسنہ سے مخلصین و محبین کو فیض یاب فرمائیں گے۔ مسلمانو! اگر یہ خیال ہو کہ ایمان تازہ کیا جائے اور نعت سرکار دو عالم ﷺ ایک سچے عاشق و سرشار الفت کی زبان سے سنیں تو انہیں بے تأمل بریلی تشریف لے آنا چاہیے ورنہ اختیار باقی ہے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کے صاحبزادۂ والا شان مہمانوں کی مدارات میں کمی نہیں اٹھا رکھتے ہیں اسٹیشن پر استقبال کمیٹی کے کارکن ممبر موجود ہوتے ہیں ہر قسم کی آسائش کا اہتمام کیا جاتا ہے فدایان اسلام کیلئے دعوت عام ہے بذوق شرکت فرمائیں۔

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۳ء، اخبار نمبر ۴۵ جلد نمبر ۴۹ ص ۱۲)

(بحوالہ دبدبہ سکندری ۷؍ستمبر ۱۹۱۵ء اخبار نمبر ۴۵، جلد نمبر ۵۱، ص ۵)

مدرسہ اہلسنت بریلی کا ۱۲؍رواں سالانہ جلسہ

الحمدللہ بتوجہ سرپرستان مدرسۂ اہل سنت خصوصاً مجدد مأنہ حاضرہ عالم اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مدظلہم الاقدس کے یفں و برکت اور معینان مدرسہ وعطا کنندگان چندہ کی ہمت وخلوص یت اراکین انتظامیہ کی سعی و خدمت سے مدرسہ اہل سنت و جاعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی کررہا ہے۔ آبیاری منتظمین وعرق ریزی طلباء ومدرسین اس نونہال چمن شریعت کی کامیابی کے عمدہ ثمرے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے شاخ دارالافتاء کے معرکتہ لآراء فتوے کامیابی طلبہ کے بہتر نتیجے گزشتہ جلسوں میں ظاہر ہوچکے سال گزشتہ میں بعض چند طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ بہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام وعلمائے کرام و عمائد ورؤساء ذوی الاحترام بحسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سر انجام ہوا۔ فالحمدللہ علی ذلک۔ اراکین مدرسہ کی تمنا ہے کہ اپنی ناچیز خدمات کے نمونے ومدرسے کی نمایاں ترقی کے نتیجے آپ جیسے عالم ہم اہل کرم وعام برادران اسلام کے سامنے پیش کریں اس لئے جلسہ انتظامی میں قرار پایا ہے سال حال کا ۱۲؍رواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۷-۲۸-۲۹؍ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۸-۹-۱۰؍اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعہ شنبہ یک شنبہ بریلی مسجد بی بی جی صاحبہ مرحومہ میں منعقد ہوا اکثر بزرگان دین وعلماء مشائخ وواعظیم مدعو کئے گئے امید کہ جناب خالصاً لوجہ اللہ قدم رنجہ فرمائیں کہ باعث اجر عظیم و خوشنودی رب کریم ورضائے حبیب رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وممنونی فقیر اثیم ہے۔ والسلام خیر ختام

الداعی الی الخیر

فقیر محمد حامد رضا خاں بریلوی

مہتمم مدرسہ اہل سنت وجماعت محلہ سوداگراں بریلی شریف

دعوت عام برائے اہل اسلام

بیاکہ از فلک آید عطیۂ تکریم

بیاکہ از ملک آیت ہدیۂ تسلیم

اراکین انتظامی مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام بریلی اطلاع دیتے ہیں کہ برادران اسلام وحامیان دین رسول سید انام علیہ التحیۃ والسلام کو مژدہ ہو کہ بعد انتظار بسیار وہ ایام برکت التیام قریب آئے جن کی سال بھر سے آنکھیں منتظر قلوب مشتاق گوش و برآواز تھے عاشقان ذکر خدا اور رسول کو جن کی تلاش تھی الحمدللہ کہ جلسہ دستار فضیلت مدرسہ اہل سنت وجماعت کیلئے ۱۱-۱۲-۱۳؍ماہ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۷-۸-۹؍دسمبر ۱۹۱۶ء یوم ہائے پنج شنبہ وجمعہ وشنبہ مقرر ہوئے جن میں اکابر علماء کرام وفضلائے عظام ومشائخ ذوی الاحترام متعدد شہر ودیار مختلف بلاد وامصار سے تشریف فرما ہوکر اس متبرک جلسے کی رونق افزائی فرمائیں گے اور وقتاً فوقتاً حاضرین جلسہ کو اپنے بیانات ودل پذیر تقاریر پر تاثیر سے محظوظ ومسرور بنائیں گے۔ سامعین کے مشام جاں وروح ایماں کو اپنے مواعظ حسنہ سے تازگی بخشیں گے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے اس نونہال گلشن شریعت مدرسہ اہل سنت و جماعت کے فارغ التحصیل طلبہ کے دستار فضیلت باندھیں گے کارکنان مدرسہ اپنی سالانہ کوشش و جانفشانی اور آپ کی امداد واعانت و دینی خدمت کے نتیجے آپ کے روبرو پیش کریں گے کہ آپ نے آج تک اس دینی درسگاہ کے دامے درمے قدمے قلمے جو معاونت فرمائی اس سے آپ کے دین آپ کے مذہب کو یہ یہ نفع پہنچے اور اگر آپ آئندہ اس طرح اس کی اعانت وامداد کو ملحوظ خاطر رکھیں گے اور اس کی

استقامت کی طرف خاص توجہ مبذول کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ
آپ کا مدرسہ دن دونی رات سوائی ترقی کرکے ہمیشہ ہمیشہ کو نہ
صرف آپ کے بلکہ عامہ مسلمین کے واسطے نہایت مفید و سودمند
ثابت ہوگا اور بہت جلد دوسرے مدارس عربیہ پر فوق لے جائے
گا۔ دیکھئے ان ۱۳ رسال ہی کے قلیل عرصہ میں آپ کی نظروں کے
سامنے کیسے کیسے جید طلباء عالم، واعظ، مفتی، مدرس، مناظر ہوکر نکلے
جا بجا شہر و دیار میں منتشر ہوکر سرچشمۂ ہدایت بنے اور نبی کریم
رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے دین کی حفاظت و حمایت خلق اللہ
کی ہدایت میں مصروف ہوئے اور مسلمانوں کے واسطے اپنے درس
و تدریس اپنے وعظ و نصائح و فتاویٰ وغیرہ امور کے واعظ مفید و نفع
رساں ثابت ہوئے جن کے کارنامے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے
غرض کہ یہ متبرک جلسہ انہیں اغراض و نتائج کے اظہار کے واسطے ہر
سال منعقد کیا جاتا ہے تاکہ آپ حضرات معاونین مدرسہ اس میں
شریک ہوکر اللہ و رسول کا ذکر سنیں اور اپنی دینی خدمتوں کے نتیجے
آنکھوں سے دیکھیں۔ میرے پیارے سنی بھائیوں ذکر حبیب کے
شیدائیوں آؤ آؤ مقدس علماء و مشائخ کی زیارت سے برکت و
سعادت حاصل کرو۔ ملائکہ نے اپنے مبارک بازو تم پر سائے کیلئے
دراز کئے ہیں رحمت الٰہی نے اپنے دامن تمہیں ڈھانپ لینے کیلئے
وسیع فرمائے ہیں فطوبیٰ لکم طوبیٰ۔

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۲۷ر نومبر ۱۹۱۶ء، اخبار نمبر ۵، جلد نمبر ۵۳)

روداد جلسہ مدرسہ اہل سنت بریلی

(از مولوی شفاعت رسول صاحب قادری رضوی رامپوی)

الحمد للہ کہ بتوجہ و سرپرستی اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ
مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضاخاں صاحب قادری
بریلوی مدظلہم الاقدس و بہی خواہان مدرسہ و اراکین و منتظمین مدرسہ
منظر اسلام معروف بہ مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی کا چودھواں
سالانہ جلسہ مسجد بی بی جی میں نہایت ہی خیر و برکت سے ہوا۔

یہ بات حضرات حنفاء کرام اکثرہم تعالیٰ امثالہم پر
بخوبی روشن ہے کہ اس وقت کفر و ضلالت الحاد و بدمذہبی کا طوفان
عظیم برپا ہے اور چاروں طرف سے بدمذہبوں کا نرغہ ملت حنفیہ پر
کیا جارہا ہے۔ لیکن اس مبارک مدرسے نے مسلمانوں کو نیچریت
وغیر مقلدیت و وہابیت کی مذہبی وبائے خارشت سے بچا کر پکی
سنیت اور پکی عقیدت کی روحانی اور مقدس تعلیم دی ہے اور یہ ایسا
احسان عظیم ہے جس سے ہم یا ہماری آئندہ نسلیں عہدہ برآں
نہیں ہوسکتی ہیں یہی وہ درسگاہ جس میں خالص مخلص مذہب حقہ اہل
سنت کی تعلیم دی جاتی ہے اگر ہندوستان کے سچے مسلمان اس مایۂ
ناز مدرسہ کی قدر نہ کریں تو وہ بڑے ناحق شناس ثابت ہوں گے
اس کے لائق مہتمم فاضل ابن فاضل ادیب زمانہ فقیہ یگانہ جناب
صاحبزادہ مولانا مولوی حاجی محمد حامد رضاخاں صاحب قادری ہیں
جن کی محنت شاقہ اور ان تھک کوششوں نے مدرسے کو چار چاند
لگادیئے۔ اپنی تمام ضروریات چھوڑ کر ہر وقت اس کی نگہداشت
فرماتے رہتے ہیں کیا ایسے سچے دل سوز ہمدرد کی قدر افزائی ہمارا
فرض اخلاص و اسلام نہیں؟ کیا ہم مذہب اور برکات مذہب کو بالکل
پس پشت ڈال دیں گے؟ کیا اس لاثانی روحانی مدرسے کی خدمت
کا فرض ہمارے ذمہ عائد نہیں ہوتا؟ سب سے زیادہ سنیوں کی خوش
قسمتی کا یہ سبب ہے کہ حضرت مولانا مولوی شاہ ظہور الحسین صاحب
نقشبندی مجددی رامپوری مدظلہ جو علوم معقول و منقول کے جید عالم
ہیں اس مدرسہ کے صدر مدرس ہیں آپ کے باعث سے طلباء جوق
در جوق چلے آرہے ہیں۔ آپ کا تبحر علمی خصوصاً فن معقول کسی
خاص تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کے دم قدم سے مدرسے کو

ی رونق حاصل ہوئی ہے اور آپ کی کوششوں کا یہ نیک نتیجہ ہے کہ س سال کے جلسہ میں ۸؍طلباء فارغ التحصیل ہوئے طلبہ کو ند دستار اسی جلسہ میں دی گئی۔ اس جلسہ میں واعظیم کرام کا خاصہ مجمع تھا۔ خصوصیت سے حضرات ذیل قابل ذکر ہیں۔

جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات محمدن کالج علی گڑھ، مولانا مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی، جناب مولانا مولوی محمد اکرم الدین بخاری پیش امام مسجد وزیر خاں لاہور، جناب مولانا مولوی سید محمد حمد اللہ شاہ صاحب پشاوری، جناب مولانا مولوی محمد یار خاں صاحب فاضل بہاول پوری، جناب مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی، جناب مولانا مولوی قاضی محمد احسان الحق صاحب بہرائچی، جناب مولانا مولوی محمد یقوب خاں صاحب بلاسپوری، جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب بلند شہری، جناب مولانا مولوی نور الحسین رامپوری۔ راقم خاکسار فقیر شفاعت الرسول قادری رضوی رامپوری ۱۱؍سے ۱۴؍صفر المظفر تک ان حضرات علماء کرام کے بیانات ہوتے رہے۔ تیرہویں صفر کو عصر کے وقت مولوی حشمت اللہ صاحب جنٹ مجسٹریٹ پنشنر کی کوٹھی واقع نو محلہ پر اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ نے (جہاں اعلیٰ حضرت عارضی طور سے آج کل مقیم ہیں) تمام حضرات علماء کرام کو چائے کی دعوت دی، نہایت پر لطف صحبت رہی جو بعد مغرب ختم ہوئی۔

چودھویں کو آنریبل خان بہادر اصغر علی چیئر مین میونسپل بورڈ بریلی نے تمام علماء کو مدعو کیا۔ عصر سے عشاء تک یکے بعد دیگرے علماء نے اپنے اپنے بیانات سے حاضرین کو مستفیض فرمایا بعد عشاء پر تکلف کھانا کھلایا گیا اور یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا اس سال مدرسہ کو مالی خسارہ رہا اور عالمگیر جنگ کے اثر سے مدرسہ بھی نہ بچ سکا۔ اثنائے جلسہ میں چندے کی تعداد بالکل ناکافی رہی۔ بریلی والوں کو کیا بلکہ تمام ہندوستان کے سنیوں کو اس مدرسہ کے امداد کرنا فرض ہے۔ اثنائے جلسہ میں طلباء مدرسہ کو وقت دیا گیا تھا کہ اپنی اپنی نظمیں سنائیں۔ چنانچہ اکثر طلباء نے نظمیں سنائیں۔ جن سے حاضرین محظوظ ہوئے تین قصیدے مولوی عبداللہ بہاری کے نہایت فصیح و بلیغ ہیں۔

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۱۸؍دسمبر ۱۹۱۶ء اخبار نمبر ۸ جلد نمبر ۵۳، ص ۵)

مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی کا سالانہ جلسہ

محسن و مکرم جناب مولانا حامد رضا خاں صاحب مہتمم مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی نے اپنی نوازش بے پایاں سے بذریعہ کرم نامہ راقم دبدبۂ سکندری کو اس متبرک سالانہ جلسہ کی اطلاع دی ہے جو بعد شکر گزاری آگہی ناظرین دبدبۂ سکندری کیلئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

محترم بندہ ہدیۂ سنیہ

الحمدللہ بتوجہ سرپرستان مدرسۂ اہل سنت خصوصاً مجدد مائۃ حاضرہ عالم اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مدظلم الاقدس کے فیض و برکت اور معینان مدرسہ و عطا کنندگان چندہ کی محبت و ہمت و خلوص نیت اراکین انتظامیہ کی سعی و خدمت سے مدرسہ اہل سنت و جماعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی کر رہا ہے۔

آبیاری منتظمین و عرق ریزی طلباء مدرسین سے اس نونہال چمن شریعت کی کامیابی کے عمدہ ثمرے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے شاخ دار افتاء کے معرکۃ الآراء فتوے کامیابی طلباء کے بہترین نتیجے گزشتہ جلسوں میں ظاہر ہو چکے سال گزشتہ میں چند طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ بہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام و علماء کرام و عمائد و رؤساء ذوی الاحترام بحسن

انتظام نہایت دھوم دھام سے سر انجام ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک
اراکین مدرسہ کی تمنا ہے کہ اپنی ناچیز خدمات کے نمونے اور مدرسہ کی نمایاں ترقی کے نتیجے آپ جیسے عالی ہمم اہل کرم و عام برادران اسلام کے سامنے پیش کریں اس لئے جلسہ انتظامی میں قرار پایا ہے کہ سال حال کا سولھواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۲-۲۳-۲۴ رشعبان ۱۳۳۷ھ، مطابق ۲۳-۲۴-۲۵ رمئی ۱۹۱۹ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ بریلی مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ میں منعقد ہو۔ اکثر بزرگان دین علماء و مشائخ وواعظین مدعو کئے گئے ہیں امید کہ خالصاً لوجہ اللہ جناب بھی قدم رنجہ فرمائیں کہ باعث اجر عظیم وخوشنودئی رب کریم و رضائے حبیب رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم وممنونی فقیر اثیم ہے۔
والسلام خیر ختام الداعی الی الخیر

فقیر محمد حامد رضا خاں

مہتمم مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی محلہ سوداگران

(بحوالہ دبدبۂ سکندری ۱۹رمئی ۱۹۱۹ء اخبار نمبر ۳۳، جلد نمبر ۵۵، ص ۳)

مدرسہ اہل سنت بریلی کا سالانہ جلسہ

(از جناب مولانا مولوی حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری)

محترم بندہ، ہدیۂ سینہ، الحمد للہ بتوجہ سرپرستان مدرسہ اہل سنت خصوصاً مجدد مائۃ حاضرہ عالم اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس کے فیض و برکت اور معینان مدرسہ وعطا کنندگان چندہ کی ہمت وخلوص نیت اراکین انتظامیہ کی سعی وخدمت سے مدرسہ اہل سنت و جماعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی کر رہا ہے۔ آبیاری منتظمین و عرق ریزی طلباء ومدرسین سے اس نونہال چمن شریعت کی کامیابی کے عمدہ ثمرے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے شاخ دارالافتاء کے معرکۃ الآراء فتوے کامیابی طلباء کے بہتر نتیجے گزشتہ جلسوں میں ظاہر ہو چکے۔ سال گزشتہ میں چند جید طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ بہ تشریف آوری اکثر حضرات مشائخ عظام اور علماء کرام وعمائد ورؤساء ذوی الاحترام بحسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا۔

فالحمد للہ علی ذلک، اراکین مدرسہ کی تمنا ہے کہ اپنی ناچیز خدمات کے نمونے اور مدرسہ کی نمایاں ترقی کے نتیجے آپ جیسے عالی ہمم اہل کرم و عام برادران اسلام کے سامنے پیش کریں اس لئے جلسہ انتظامی میں قرار پایا ہے کہ سال حال کا چودھواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۹-۲۰-۲۱ رذی الحجہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۷-۸-۹ راکتوبر ۱۹۲۱ء روز یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ بریلی مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ میں منعقد ہو۔ اکثر بزرگان دین علماء مشائخ وواعظین مدعو کئے گئے ہیں امید کہ جناب خالصاً لوجہ اللہ قدم رنجہ فرمائیں کہ باعث اجر عظیم وخوشنودئی رب کریم و رضائے حبیب رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وممنونی فقیر اثیم ہے۔ والسلام خیر ختام الداعی الی الخیر فقیر محمد حامد رضا خاں مہتمم مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی محلہ سوداگران۔

(بحوالہ دبدبۂ سکندری یکم اکتوبر ۱۹۲۱ء اخبار نمبر ۴۹، جلد نمبر ۵۳، ص ۵)

مدرسہ اہل سنت بریلی کا سالانہ جلسہ

(از اراکین مجلس انتظامی مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام بریلی)

بریں رواق زبر جد نوشتہ اند بہ زر
کہ جز نکوئی اہل عمل نہ خواہد ماند

(بمعائنہ خدمت جناب مولوی محمد فاروق حسن خاں صاحب زید مجدکم)

الحمد للہ مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام بریلی بفیوض و برکات امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ نور اللہ مرقدہ وحسن توجہات ومجمع حسنات منبع برکات زیب مسند قدسیہ سجادہ رضویہ قادریہ و زینت تکرمہ عالیہ نوریہ برکاتیہ

حضرت عظیم البرکت سیدنا و مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی نوری مدظلہ العالی معتمد مدرسہ اہل سنت اپنے مقاصد میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے اعانت حضرات معاونین مدرسہ و عطا کنندگان چندہ عرق ریزی مدرسین و آبیاری اراکین سے ہے۔ نونہال چمن شریعت کی کامیابی عمدہ ثمرے حسن تعلیم کے خوشنما شگوفے، شاخ دارالافتاء کے معرکۃ الآرا فتوے، کامیابی طلباء کے بہتر نتیجے، شاندار جلسے اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ معاونین مدرسہ کے نام، رقم چندہ و عطیہ و زکوٰۃ و صدقات و فہرست اشیاء متفرقات جمیع خرچ کے مکمل حسابات ہماری ناچیز خدمات کے نمونے اور مدرسے کی نمایاں ترقیوں کے مرقعے پیش کش ہوتے رہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ! اس وقت تک تین سو کے قریب طلباء فارغ التحصیل ہوئے جملہ علماء فضلاء بن کر نکلے جو تصنیف و تدریس وعظ و افتاء وغیرہ خدمات کی وجہ سے سرچشمۂ ہدایات بنے ملک و قوم کو مذہبی، اخلاقی، اقتصادی فائدے پہنچا رہے ہیں یہاں تک وہ ہستیاں جن کی پاک کمائیاں دین سید المرسلین ﷺ کے کام آئیں فالحمد للہ علیٰ ذلک خیر مالک اب حقیر کے ساتھ وہ مبارک وقت آیا کہ مدرسہ اہل سنت کا تعلیمی سال بخیر و خوبی ختم ہوا اور حسب تجویزات مجلس انتظامی قرار پایا کہ سال حال کا سالانہ جلسہ بغرض دستار بندی طلباء فارغ التحصیل ہوئے تشکر حامیان و معینان مدرسہ و پیشی حسابات و روداد نتیجہ تعلیم بتاریخ ۲۲-۲۳-۲۴، شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ، مطابق ۲۱-۲۲-۲۳ر اپریل ۱۹۲۲ء روز جمعہ، شنبہ، یکشنبہ، بمقام خانقاہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگراں ہوگا اکثر علماء کرام و صوفیاء عظام و مشائخ و عمائد و رؤسائے ذوی الاحترام مدعو ہیں امید کہ جناب بھی برائے کرم تشریف لائیں گے ہم اراکین و خادمان دین کے ممنون بنائیں باعث اجر عظیم و خوشنودی رب کریم و رضائے حبیب رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم، والسلام خیر ختام۔

(بحوالہ دبدبۂ سکندری، ۱۷، اپریل ۱۹۲۲ء اخبار نمبر ۳۳)

روداد جلسہ سالانہ مدرسہ اہل سنت بریلی

الحمد للہ! مدرسہ منظر اسلام دار العلوم اہل سنت و جماعت بریلی کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ خانقاہ عالیہ رضویہ میں ۲۲ر سے ۲۴ر شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ تک منعقد ہوا۔ اراکین انتظامی نے روداد جلسہ بغرض اشاعت ارسال کی ہے جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ مدرسہ منظر اسلام کی معراج ترقی کے اعتبار سے سال حال کو خصوصی امتیاز سنین ماضیہ پر ہے وہ زریں حروف سے صفحات روداد میں لکھنے کے قابل ہے۔ اکرم الاکرمین واحکم الحاکمین جل و علا کے کرم عمیم سے دولت علیہ آصفیہ عثمانیہ خلد ہا اللہ تعالیٰ کے حسن احساس و حمایت دین متین و تعلیم علوم سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین سے ہمارا مرکزی دار العلوم منظر اسلام کرم خسروانہ و عطیہ شاہانہ سے محروم نہ رہا۔ دو سو روپے ماہوار سرکار عالی جاہ سے امداد مدرسہ کیلئے مقرر ہوئی جس سے مدرسہ کے مصارف کیلئے ایک مستقل صورت پیدا ہوگئی اگرچہ مصارف مدرسہ بہت ہیں

(بحوالہ دبدبۂ سکندری، ۸ مئی ۱۹۲۲ء اخبار نمبر ۳۳)

عہد رضا اور فضلاء منظر اسلام

(۱) ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد رضوی بہاری، مجرا ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

(۲) مولانا عبد الرشید عظیم آبادی، کوپاں ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

(۳) مولانا سید عزیز غوث بریلی، یو-پی، ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

(۴) مولانا ابو الفیض غلام محمد بہاری ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

(۵) مولانا مفتی نواب مرزا سابق مفتی دار الافتاء بریلی ۱۳۲۶ھ/

۱۹۰۸ء

(۶) مولانا ظہیر الدین اعظم گڑھ یوپی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۷) مولانا حفیظ احمد اعظم گڑھ یوپی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۸) مولانا نعمت اللہ، نواکھالی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۹) مولانا صدیق احمد نواکھالی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۱۰) مولانا عظیم اللہ مچھلی شہر، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۱۱) مولانا احمد عالم رنجھی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۱۲) مولانا غلام مصطفیٰ ابراہیم بلیاوی، یوپی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

(۱۳) مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری رضا نگر سوگران ، بریلی ، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

(۱۴) مولانا محمد حسنین رضا قادری رضانگر سوداگران بریلی، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

(۱۵) مولانا سید فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ (پاکستان) ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)

(۱۶) مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ضلع ہزارہ (پاکستان) ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء۔

(۱۷) مولانا اکبر حسن خاں رامپوری مصطفیٰ آباد ریاست رامپوری، یوپی ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء

(۱۸) مولانا محمد برہان الحق رضوی جبل پور ایم۔پی، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء۔

(۱۹) مولانا عبدالواحد رضوی گڑھی کپورہ (پاکستان) ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء۔

(۲۰) مولانا حشمت علی رضوی حشمت نگر پیلی بھیت ، یوپی، ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

(۲۱) مولانا حامد علی فاروقی ضلع پرتاب گڑھ، یوپی، ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)

تاثرات ممتحنین

امتحان طلباء مدرسہ اہل سنت منظر اسلام
بریلی شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء

(۱) سراج الفقہاء حضرت مولانا مفتی محمد سلامت اللہ نقشبندی مجددی رام پوری قدس سرہ

(ناظم و مدرس مدرسہ ارشاد العلوم کھاری کنواں رام پور، یوپی)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ والتزم متابعة المصطفی علیه وعلیٰ اٰله الکرماو اصحابه الرحماافضل الصلوة والسلام الاذکیٰ.

امابعد عرض کرتا ہے فقیر بارگاہ احمد محمد سلامت اللہ عفی عنہ کہ اس زمانہ میں جہل و بدعات کا شیوع جیسا عام و فاش ہے محتاج بیان نہیں۔ خصوصاً وہ فرقۂ معرکہ جو اسلام نیک نام بدنام کرنے والا بلکہ اپنی جان کو مقلد و حنفی کے لقب سے مشہور کرنے والا ہے۔ حالانکہ اس کے عقائد و اعمال سراسر اہل سنت کا مخالف **کانهم جراد منتشر** کا مترادف۔ ان کے سوا اور مدعیان اسلام کا فتنہ شرۂ آفاق ہر ایک کی ہمت تخریب دین اور اطفاء چراغ شرح متین میں شب و روز مصروف **یریدون لیطفؤ نور اللّٰه بافواههم** اور معلوم ہے کہ احیائے سنت و اماتت بدعت ترویج عقائد متمان اصول و فروع شریعت پر موقوف اور حق تعالیٰ کے سچے وعدے **انا له لحافظون** اور **ان یتم نوره ولو کره الکافرون** کا مظہر نہیں ہے مگر علماء ربانی اور علماء علم دین حقانی کے

وارث ہیں ۔ میراث حضرت عدیم المثل خاتم النبیین ﷺ کہ ان کے واسطے سے حق تعالیٰ متحرقین دین کے کید کو دفع فرماتا ہے اور انہیں کا علم اور سعی سب ظاہر و باہر ہے۔ حفظ دین اور ابطال مبطلین دفع مکائد محرقین کا چنانچہ مخبر صادق و مصدوق صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ نے ان علماء و طلباء وارثین سے یہ فرمایا **یحمل هذا العلم من کل خلف عدو له . ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین لایزال طائفة من امتی علی الحق منصورین لایضرهم من خالفهم** ان بشارتوں کے جو کامل مستحق ہیں وہ ہندوستان میں معدوم اشخاص ہیں جن کے مقابلے میں محرفین جاہلین و متعلین و مبطلین کا گروہ اصعافا مضاعفہ لیکن موافق فرمان عین واجب الاذعان **کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله . وکان حقا علینا نصر المومنین وان جندنا لهم الغلبون.** ہمیشہ ہر جگہ معرکہ تحریر و تقریری میں اہل باطل کو شکست فاش وعیاں اور اہل حق کو فتح وظفر نمایاں اور کیوں نہ ہو نور کے سامنے ظلمت کی مجال کیا جو ٹھہر سکے اور حق کے روبرو باطل کا زہرہ کیا جو ر کے صدق اللہ و رسولہ الکریم جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یہ گروہ اہل حق کا جن پر اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۔ صادق اور نفی تحریف ضآلین انتحال مبطلین اور تاویل جاہلین اور مصورین علی الحق المبین ان کے حال کے مطابق ہے۔ ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جود بدبہ وشوکت و جاہ وحشمت اور اقبال و ہمت وقوت ثروت ظاہری و معنوی علمی و عملی حق تعالیٰ نے جناب حامئی دین متین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی **متع الله المسلمین بطول بقائه** کو عطا فرمایا ہے۔ وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور اس کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل و مبرہن ہے وہ بے شبہ مصداق ہیں مضمون حدیث شریف ہذا کے **ان اللّٰه عند کل بدعة کیدیها الاسلام ولیا من اولیائه یذب عن دینه** حضرت مولانا کے فیضان کا ایک ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزندار جمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت ماحی بدعت حامل لواء شریعت مولوی حامد رضا خاں صاحب طول عمرہ وزیدہ قدرہ نے مشارکت بعض اہل سنت ایک مدرہ خاص اہل سنت کے بنام منظر اسلام بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کیلئے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی۔ اس کے وجود اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل معلوم ہوگی۔ بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکورہ حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ اور مدرسین اور مبلغ علوم طلباء اور طرز تعلیم پر واقف ہوا ہر قسم کے طلباء مبتدی اور متوسط ومنتہی کے متعدد جلسۂ امتحان مین شریک رہا اور علوم دینیہ ضروریہ معقول و منقول خصوصاً علم تفسیر و حدیث و فقہ وسیر واصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ برکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظامی ناظمین اکثر طلباء علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے ساتھ مبشر پایا۔ **لایزال الله یغرس فی هذاالدین غیر سالیستعملهم فی طاعته** بالخصوص منتہی طلباء کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادماں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے ہمت عالی توجہ خاص منتظم دفتر

جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے۔ ایسے برکات فائز ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کیلئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو تمام اہلسنت کو واسطے توجہ خاص و شرکت عام اس مدرسہ کے محدثین و فقہاء محققین ائمہ دین کی یہ ہدایت بس ہے **هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم** اور **يحب الصلوٰة فى الدين والله سبحانه الموفق و المبين۔**

(فقط: حوالہ- روداد سال دوم منظر اسلام ۱۳۲۳ھ بریلی)

(۲) حضرت مولانا الحاج سید ارشد علی نقشبندی مجددی تلمیذ ارشد شمس العلماء حضرت مفتی محمد ظهور الحسين فاروقی: (صدر المدرسین منظر اسلام بریلی قدس سرہما)

الحمدلله فى كل حين واوقات والصلوٰة والسلام على رسوله اشرف الخلق و البريات وعلىٰ اٰله و اصحابه الذين هم مقدمات الدين اولوالعلم والكرمات امابعد.

فقیر محمد ارشد علی عفی عنہ برادران اہل سنت و جماعت **نصرهم الله تعالىٰ و ايدكم** کی خدمت میں ملتمس ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فی زمانہ کیسا کچھ فتنہ وفساد وظلمت کفر و تاریکی الحاد نیچریت کا زور وہابیت کا شور فرقہ باطلہ ظالمہ ندویہ اور زمرۂ کذابین و متبعین ناپاک قادیانی مدعی نبوت نانجار کندہ تراشیدہ و نابکار کا آوازہ منکرین علم اعم و معاندین دین متین لعنت کے خوارے اعداء اہل بیت و اصحاب اخیار کا خمیازہ جھوٹے بیوپاروں میں کھوٹے بازاروں میں رواج پا رہا ہے۔ ذرا آنکھ کھولنے کا وقت ہے کمر ہمت باندھنے کا موقع ہے فرمان واجب الاذعان حضرت حق سبحانہ کیا دیکھا نہیں **انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم** ارشاد مبارک سید الانس والجان حضرت اقدس ﷺ کیا نہیں سنا **الدين النصيحة** و ذات **الشريعه** مبشر درجات انبیاء بنی اسرائیل ہیں انہیں کے نفوس پاک ورثہ انبیاء والمرسلین ہیں انہیں کے ظل عاطفت سے باغ علم شاداب ہے۔ خصوصاً حضرت مولانا محی السنہ قامع بدعت وارث الانبیاء المرسلین پشت پناہ مسلمین جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں دامت شموس برکاتہ وضاعت اجلالہ وفیوضاتہ جنہوں نے اپنی سچی کوشش سے جتھو کے جتھوں خاک اڑانے والوں کو برباد کیا اور رسالہ کے رسالوں کو لٹا دیا۔ الحمدللہ یہ حضرت ہی کے برکات کا ایک جلوہ ہے کہ اہل سنت بریلی نے بنیاد مدرسہ منظر اسلام کی خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ و ترویج الدین قائم کی۔

ہزاراں ثناء و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ و گوہر شناس

مدارس غیر مقلدین و مبتدعین وغیرہ کا استیصال ہو گیا۔
ان شاء اللہ العزیز منتظمین کا حسن انتظام مدرسین کی خوش اسلوبی طلباء کی جاں فشانی نیک انجام اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ چنانچہ فقیر امتحان سالانہ مدرسہ موصوف میں حاضر ہوا تھا اکثر تمام طلباء کو کامیاب پایا امید قوی ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے لہلہاتے اشجار مثمر اطراف و اکناف کو اپنے سائے میں ڈھانپ لیں آمین یارب العلمین یرحم اللہ بحمدہ تعالیٰ الینا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سید نا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(حوالہ روداد سال دوم منظر اسلام ۱۳۲۳ھ)

(۳) حضرت مولانا حافظ وقاری بشیر الدین جبل پوری قدس سرہ:

اواخر ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ کو بریلی کے طلبہ مدرسہ اہل سنت نے امتحان دیا مبتدئین منتہین محصلین اپنے اپنے حسب لیاقت و قابلیت و استعداد سب امتحان میں فائز المرام و شادکام ہوئے۔ علم قراء و تجوید جو نہایت ضروری التعلیم والتحصیل ہر مسلمان کیلئے متحتم واہم المہمات ہے۔ بریلی ہی کے مدرسہ اہل سنت میں ہم نے اس فن شریف کو داخل نصاب پایا اور اس مدرسہ کے صغیر السن بچوں کو ہی قرآن شریف موافق ماانزل اللہ با قاعدہ مخارج وصفات حروف کو مدنظر رکھ کر پڑھتے سنا اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کا فیض عام کرے اور طلباء کو علم نافع وفہم کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

(حوالہ روداد سال دوم منظر اسلام ۱۳۲۳ھ)

(۴) شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ:

(بانی مدرسۃ پیلی بھیت)

فقیر الی اللہ القدیر علامۂ دوراں فہامۂ زماں صاحب حجت قاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ آیت من آیت اللہ فی الارضین امام المسلمین فی الدین غیظ المبتدعین من النیاشرہ والوہابیہ والرفضہ والندوبین مولانا وسیدنا مولوی محمد احمد رضاخاں صاحب مد ظلہم العالی کے حسن الارشاد مدرسہ منظر اسلام **ابقاھا اللہ وجعلھا بحیث یتصاعد بتصاعد مراتبہ مراتب الدین الی یوم القیام** کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوا۔ بشرکت علماء کرام رامپور متکفل امتحان طلباء ہوا بفضلہ تعالیٰ اکثر طلباء کامیاب مستحق انعام اور اراکین ان شاء اللہ مستوجب ثواب پائے۔ مدرسین کی جانفشانی بھی قابل قدر اور ان کی سعی قابل شکر ہے۔ حق تعالیٰ اس مدرسے کے ہونہار طلباء کو زودتر خلعت دستار بندی سے آراستہ و شرف سند علم وافی سے پراستہ کرے اور علوم نافعہ دین و مذہب کو منصور رکھے آمین یا الٰہ العلمین بحرمۃ اعلیٰ النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وسلم۔

(۵) عید الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالسلام رضوی جبل پوری قدس سرہ ھما:

(خلیفۂ اعظم امام اہل سنت)

طلباء نے امتحان بہت عمدہ واعلیٰ درجہ کل نظم ونسق مدرسہ اور طرز تعلیم وطریقۂ درس وتدریس نہایت فائق وشائستہ ہے اور مدرسین طلباء ہر طرح پر قابل آفریں وتحسین ہیں۔ فارسی کتب و درسیہ اور ہدایۃ النحو، کافیہ شرح ملا جامی، اساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمد اللہ، شرح وقایہ، ہدایہ، نورالانوار، شفاء شریف وغیرہا کتب زیر درس میں جو مقام طلباء کے سامنے امتحاناً پیش کئے گئے۔ عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب ومطالب عبارات کو بعض طلباء نے معاً بعض نے تاملاً معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضاخاں اور میاں مولوی حسنین رضاخاں نے جس عمدگی اور خوبی خوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید وباید محققانہ امتحان دیا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ تھا۔ **بارک اللہ فی علمھما وفھمھما** اتنی قلیل مدت میں اس مدرسہ کا ایسا نمایاں عالی مفاد اور طلباء کا کافی استعداد آپ ہی اپنا نظیر اور روشن دلیل انتقاد ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر وبرکت اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

فتاویٰ رضویہ از جلد اول تا جلد دوازدھم۔ مطبوعہ رضا آفسیٹ ممبئی ۳، اشاعت ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ اگست ۱۹۹۴ء کے مطالعہ سے منظر اسلام کے زیر تعلیم طلباء کے جو اسماء مبارکہ سامنے

آئے وہ مندرجہ ذیل ہیں ان میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جنہوں نے عہد رضا ہی میں منظر اسلام سے فراغت بھی پائی:

(۱) ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین ۱۳۲۲ھ بہاری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کو پاپٹنہ ۱۳۲۲ھ

(۳) حضرت مولانا حامد حسن صاحب دوشنبہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۲۴ھ یازدہم ص ۳۱۔

(۴) حضرت مولانا اکبر علی صاحب رامپوری ۲۸ر ربیع الاول ۱۳۲۶ھ دوازدہم، ص ۱۸۷

(۵) حضرت مولانا محمد افضل صاحب قابلی ۱۲ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ یازدہم ص ۵۵۔

(۶) حضرت مولانا محدث احسان علی صاحب مظفر پوری ۱۸ر صفر ۱۳۲۹ھ سوم ص ۴۱۶

(۷) حضرت مولانا محمد طاہر صاحب رضوی ۹ر رجب المرجب ۱۳۳۰ھ جلد اول ص ۳۵۱

(۸) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ۲ر ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ دوم ص ۲۲۹

(۹) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ ہفتم ص ۳۹۰۔

(۱۰) حضرت مولانا شفاعت اللہ صاحب ۳ر ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ چہارم ص ۴۰۶۔

(۱۱) حضرت مولانا رجب الدین صاحب ۴ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ چہارم ص ۹۶۔

(۱۲) حضرت مولانا اشرف علی صاحب ۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ چہارم، ص ۶۱۲۔

(۱۳) حضرت مولانا اشفاق حسین صاحب ۳ر ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ پنجم ص ۹۹۰۔

(۱۴) حضرت مولانا قاسم علی صاحب ۲۸ر شوال ۱۳۳۲ھ ہفتم ص ۲۲

(۱۵) حضرت مولانا اسیر الدین صاحب بنگالی ۲۴ر محرم الحرام ۱۳۳۲ھ ہشتم ص ۵۴۵۔

(۱۶) حضرت مولانا اثیر الدین صاحب بنگالی ۲۴ر محرم الحرام ۱۳۳۲ھ یازدہم ص ۱۸۔

(۱۷) حضرت مولانا محمد الہ صاحب بنگالی ۲ر ربیع الاول ۱۳۳۳ھ ششم ص ۲۴۔

(۱۸) حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہاری ۲ر شعبان ۱۳۳۳ھ ہشتم ص ۲۲۶۔

(۱۹) حضرت مولانا حامد علی صاحب ۱۳۳۳ھ نہم ص ۲۱۷۔

(۲۰) حضرت مولانا رشید احمد صاحب ۷ر محرم الحرام ۱۳۳۴ھ چہارم، ص ۴۶۶۔

(۲۱) حضرت مولانا امیر حسن صاحب بنگالی ۲۸ر ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ چہارم ص ۴۷۱۔

(۲۲) حضرت مولانا نظام الدین صاحب ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ ششم ص ۱۱۶۔

(۲۳) حضرت مولانا محمد احمد صاحب یکم شعبان ۱۳۳۴ھ ششم ص ۱۱۹

(۲۴) حضرت مولانا احمد حسن صاحب بنگالی ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۳۴ھ ششم ص ۳۳۱۔

(۲۵) حضرت مولانا عزیز الحسن صاحب یکم شعبان ۱۳۳۴ھ نہم، ص ۱۲۶

(۲۶) حضرت مولانا اشرف علی صاحب بنگالی پنج شنبہ ۶ر ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ نہم ص ۱۲۰۔

(۲۷) حضرت مولانا محمد حسین صاحب ۷ر شعبان ۱۳۳۵ھ نہم ص ۱۴۶

(۲۸) حضرت مولانا مفتی شفیع احمد صاحب بیسل پوری ۲۵ر شوال ۱۳۳۵ھ نہم، ص ۱۵۴۔

(۲۹) حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ چہارم ص ۳۸۰۔

(۳۰) حضرت مولانا حاجی منیر الدین صاحب بنگالی ۱۲ر جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ نہم ص ۱۸۶۔

(۳۱) حضرت مولانا افضل صاحب بخاری ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۳۶ھ یازدہم ص ۶۷۔

(۳۲) حضرت مولانا محمد ظہور الحق صاحب ۳ رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ اول، ص ۲۵۷۔

(۳۳) حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب ۹ رربیع الآخر ۱۳۳۷ھ دوم ۱۵۵

(۳۴) حضرت مولانا محمد غلام جان صاحب ہزاروی ۱۸ رشوال ۱۳۳۷ھ سوم ۶۰۲-۶۶۷۔

(۳۵) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۳۷ھ پنجم ص ۳۰۴۔

(۳۶) حضرت مولانا محمد لیاقت صاحب ۶ ررمضان ۱۳۳۷ھ ششم ص ۲۰۹۔

(۳۷) حضرت مولانا عزیز احمد صاحب فرید پوری ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ ہشتم ص ۴۶۳۔

(۳۸) حضرت مولانا امام بخش صاحب ۱۵ رجمادی الاخری ۱۳۳۷ھ یازدہم، صفحہ ۸۷۔

(۳۹) حضرت مولانا نور محمد صاحب ۹ رربیع الآخر ۱۳۳۷ھ دوازدہم ص ۲۵۳۔

(۴۰) حضرت مولانا رحیم بخش صاحب ۱۶ رصفر المظفر ۱۳۳۸ھ سوم ص ۵۹۸۔

(۴۱) حضرت مولانا میر احمد صاحب بنگالی ۱۵ رربیع الآخر ۱۳۳۸ھ ششم، ص ۴۷۳۔

(۴۲) حضرت مولانا رمضان علی صاحب بنگالی ۲۰ رصفر ۱۳۳۸ھ ششم ص ۴۸۴۔

(۴۳) حضرت مولانا محمود حسن صاحب ۱۹ رربیع الاول ۱۳۳۸ھ اول، ص ۲۶۰۔

(۴۴) حضرت مولانا عبداللہ صاحب بنگالی ۱۴ رصفر المظفر ۱۳۳۸ھ اول، ص ۶۶۔

(۴۵) حضرت مولانا محمد عثمان صاحب بنگالی ۲۳ رشوال المکرم ۱۳۳۸ھ ہشتم ص ۱۶۸۔

(۴۶) حضرت مولانا محمد احمد صاحب بنگالی ۲۴ ررجب المرجب ۱۳۳۸ھ دہم ص ۳۲۴۔

(۴۷) حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب ۳ رربیع الآخر ۱۳۳۹ھ دوم ص ۱۸

(۴۸) حضرت مولانا وکیل الدین صاحب ۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۳۹ھ سوم، ص ۶۴۶۔

(۴۹) حضرت مولانا حاجی عبدالغنی صاحب ۲۸ رربیع الآخر ۱۳۳۹ھ چہارم ص ۱۶۳۔

(۵۰) حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب بریلوی ۲۷ رربیع الآخر ۱۳۳۹ھ چہارم، ص ۲۲۳۔

(۵۱) حضرت مولانا محمد اختر حسین صاحب ۲۲ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ پنجم، ص ۸۹۰۔

(۵۲) حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب ۱۲ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ ہشتم ص ۳۷۹۔

(۵۳) حضرت مولانا شمس الدین صاحب ۱۲ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ نہم ص ۲۷۹۔

(۵۴) حضرت مولانا آفتاب الدین صاحب ۲۲ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ نہم، ص ۲۸۲۔

(۵۵) حضرت مولانا عین الیقین صاحب ۱۲ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ نہم ص ۲۷۸۔

(۵۶) حضرت مولانا محمد ثناء اللہ صاحب ۲۸ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ نہم، ص ۲۸۴۔

(۵۷) حضرت مولانا محمد میاں صاحب بہاری نہم ص ۱۰۲۔

(۵۸) حضرت مولانا عبدالقوی صاحب بنگالی نہم ۱۸۸۔

المنظومة
السلامية
فی مدح خیر البریة صلی اللہ علیہ وسلم

لمولانا محمد أحمد رضا خان

ترجمها عن الأردية
حازم محمد أحمد محفوظ

شرحها ونقلها إلى الشعر العربی
د/حسین مجیب المصری

الدار الثقافية للنشر

مولانا امام محمد احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمۃ کے مشہور زمانہ سلام ''مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' ---کا عربی میں منظوم ترجمہ ''المنظومۃ السلامیہ فی مدح خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم''، کے نام سے مطبع الدار الثقافیہ للنشر، قاہرہ، مصر سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا ہے۔اس کا نثری ترجمہ ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب استاد شعبۂ اردو ادب جامعہ ازھر نے کیا اور اس کو منظوم عربی قالب میں ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب نے ڈھالا۔(ادارہ)
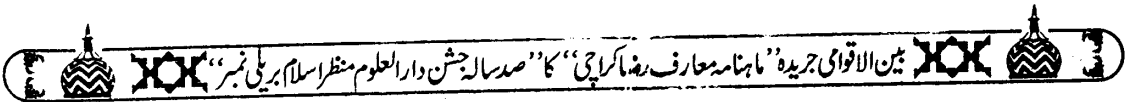
ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم*

منظر اسلام شہر بریلی کا وہ مستند ادارہ ہے جہاں ابتدائی درجات سے لے کر فضیلت تک کی درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا معقول بندوبست ہے۔ یہ ادارہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا۔ جس مقصد کے لئے یہ ادارہ قائم ہوا تھا ادارہ نے اپنے اس مقصد کو بحسن و خوبی انجام دیا اور تادم تحریر اشاعت دین حق کا یہ مبارک اور زریں سلسلہ جاری و ساری ہے۔

منظر اسلام کے چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہونے والوں کی طویل فہرست ہے مجھے امید تھی کہ ادارہ کے جشن صد سالہ کے موقع پر اس کی ڈائرکٹری ارباب حل وعقد شائع کریں گے مگر وہ حضرات کیوں ایسا نہ کر سکے اس کی ہمیں خبر نہیں تاہم اتنا واضح ہے کہ اہل سنت و جماعت کی نامی گرامی شخصیات جنہوں نے دین حق کی نشر و اشاعت میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے ان میں بیشتر کا تعلیمی سلسلہ اسی ادارہ پر منتہی ہوتا ہے۔ خواہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری ہوں یا مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری ہوں یا صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری ہوں یا مناظر اعظم ہند مولانا شاہ محمد حشمت علی خاں قادری یہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب شخصیتیں اسی خرمن علم و حکمت کے خوشہ چین ہیں جس کے بانی مبانی امام اہل سنت فاضل بریلوی مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

امام اہل سنت نے یہ ادارہ اس وقت قائم کیا تھا جب مذہب حق کے خلاف باطل قوتیں پوری طرح صف آرا تھیں۔ دشمنان رسول عاشقان محبوب پروردگار کے دلوں سے عشق و محبت کھرچ کر پھینک دینے کی سازشیں کر رہے تھے۔ انگریزوں نے مسلمانان ہند کی تعلیمی اعتبار سے پس ماندہ بنانے میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا تھا وہ تاریخ ہند کا ایک دلسوز باب ہے۔ ایسے ماحول میں ادارہ منظر اسلام کا قیام انتہائی ناگزیر تھا تاکہ اس ادارہ کے ذریعہ وفاداران رسول ﷺ کی ایک ایسی فوج تیار کی جاسکے جو عظمت اسلام پر کسی طرح آنچ نہ آنے دیں اور اسلام کے خلاف تمام باطل قوتوں کا پنجہ موڑ کر حقانیت و صداقت کا پرچم بلند سے بلند تر رکھیں۔ اس مقصد کو جامعہ منظر اسلام نے بحسن و خوبی انجام دیا اور باطل سے ٹکرانے والے علماء کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جنہوں نے پورے ملک میں رسول دشمنی کے خلاف آواز بلند کی اور ببانگ دہل یہ اعلان کر دیا۔

جو جان مانگو تو جان دے دیں جو مال مانگو تو مال دے دیں
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دے دیں

عاشقان نبوت کی جو ٹیم فاضل بریلوی نے تیار کی تھی ان کے صبح و شام کا یہی وظیفہ تھا:

*(صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، انڈیا)

پیارے حبیب کو پکار پیارے نبی کا نام لے
دامن مصطفیٰ میں آ پائے رسول تھام لے

ایمان ویقین کے اس وظیفہ اور اخلاص ومحبت کے اس جذبہ کے ساتھ وہ حضرات ڈٹے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناموس رسالت ﷺ کو صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کرنے کی جو سازش در پردہ انگریزوں کی نگرانی میں رچی جارہی تھی اس کا سدباب کیا گیا اور جو نام نہاد علماء اس سازش میں شریک تھے ان پر توہین رسالت ﷺ کے جرم میں کفر کے فتوے لگائے گئے ملت اسلامیہ کے بیچ انہیں ذلیل وخوار اور رسوا کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں نام نہاد علماء کی ایک بڑی جماعت جو حکومت کی وفادار سمجھی جاتی تھی انہوں نے اس کی پاداش میں فاضل بریلوی کو نہ جانے کیا کیا کہا، مشرک و بدعتی کہنے کے علاوہ گمراہ وگمراہ گر کہنے سے بھی ان علماء کی زبانیں نہ تھکیں مگر وہ شمع رسالت ﷺ کے پروانے تھے ان کا دل عشق و محبت کا مدینہ تھا انہوں نے کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی جو مہم انہوں نے چھیڑ رکھی تھی مستقل مزاجی کے ساتھ اسی پر اٹل رہے۔ یہی وجہ کہ ہندوستان کے ارباب علم و فضل کے علاوہ صاحبان ثروت نے بھی ان کی قدر ومنزلت اور عزت واحترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور جس دینی مشن کو لے کر وہ آگے بڑھے اس معاملہ میں انہیں ہر طرح کا تعاون ملا۔ ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں نظام حیدرآباد میر عثمان علی خاں کا نام نامی اسم گرامی بھی آتا ہے۔ جب مولانا عبدالحمید چودھری رئیس قصبہ سہاور نے نظام حیدرآباد سے جامعہ منظر اسلام اور اس کے اغراض و مقاصد کا تعارف کرایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور فوری طور پر مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لئے دوسو روپے ماہوار وظیفہ بھیجنا منظور کرلیا جو پابندی کے ساتھ ارسال کرتے رہے۔ ادارہ منظر اسلام کا چودھری عبدالحمید صاحب نے تعارف کس انداز میں کرایا اس کا تذکرہ تو ہم بعد میں کریں گے پہلے مختصر انداز میں ہی سہی چودھری عبدالحمید کا تعارف کرادیا جائے کہ یہ کون سے بزرگ ہیں اور مولانا احمد رضا خاں قادری سے ان کی انسیت کس درجہ تھی۔

چودھری عبدالحمید صاحب قصبہ سہاور ضلع ایٹہ کے روؤسا میں سے تھے۔ بڑی ذی مرتبت شخصیت کے مالک تھے۔ علم وفضل میں ان کا درجہ بہت بلند تھا مولانا امیر حسن سہسوانی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم متداولہ میں فقہ سے خصوصی دلچسپی تھی اس کا اظہار ان کی تصنیف کردہ کتاب ''کنز الآخرۃ'' سے ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اس کتاب کو مولانا احمد رضا خاں قادری نے بالاستیعاب دیکھا۔ پسند کیا اور مناسب مشورہ بھی دیئے۔

کنزالاخرۃ کے مرتب نے لکھا ہے:

> ''چودھری صاحب نے فاضل بریلوی سے ''کنزالآخرۃ'' کے بارے میں اصلاحی مشورت کی تھی اور انہوں نے اپنی غیر معمولی علالت اور اس کے سبب سے معاملات دنیا سے الگ تھلگ ہوجانے کے باوجود اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اصلاحی تجویزیں کیں جنہیں چودھری صاحب نے قبول کیا اور اس پر عمل کیا''

(کنزالآخرۃ، ص ۲۵، مطبوعہ ۱۹۹۶ء)

اس کتاب میں چودھری صاحب نے فقہ کے بیشتر کلیات وجزئیات کو نظم میں پیش کیا ہے اور جس انداز سے فقہ کے مشکل سے مشکل ترین مسائل کو چودھری صاحب نے شاعری کی زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ تقریب فہم کے لئے ہم یہاں ایک اقتباس حمل کی وراثت کے تعلق سے ذیل میں درج کررہے ہیں تاکہ قارئین پر واضح ہوجائے کہ جو بچہ ابھی شکم مادر میں ہے وراثت میں اس کا حصہ ہے کہ نہیں؟ اور ہے تو کتنا

ہے۔اس پیچیدہ مسئلہ کو چودھری صاحب نے نظم کے جامہ میں پیش کیا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وارثوں میں حمل بھی گرہو کہیں
اس کا حصہ بھی اٹھا رکھیں وہیں
مردوعورت میں جسے زائد ملے
پس وہ حصہ لے کے اک ضامن بھی لے
حمل میت موت سے دو سال تک
گرہو پیدا حصہ لے بے ریب و شک
دوسرے کا حمل ہو تو موت سے
چھ مہینے تک جنا تو حصہ لے
حمل جب تک نصف سے زائد جنے
اور ہو زندہ گو کہ بعد اس کے مرے
تب وارث بھی اور مورث بھی ہو
ورنہ حصہ اس کا تم اگلوں کو دو

(کنز الآخرۃ،ص ۳۶۷)

چودھری صاحب نے فقہی مسائل کے تعلق سے علماء کے اختلاف کو بھی بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور آخر میں سامعین کے لئے اپنا فیصلہ بھی دوٹوک انداز میں پیش کیا ہے۔ موجودہ دور کے مسائل میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ بسم اللہ۔اللہ اکبر کہہ کر بندوق چلائی جائے تو اس سے مراہوا شکار تیر اور تلوار سے مارے گئے شکار کی طرح حلال سمجھا جائے یا نہیں؟۔اس مسئلہ کے تعلق سے انہوں نے اپنی کتاب میں علماء کے اختلاف کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور آخر میں اس مسئلہ کے تعلق سے اپنی درج ذیل رائے یہ قائم کی ہے۔

تسمیہ پڑھ کر گولی چلائی جائے اور اس سے جانور ہلاک ہو جائے تو وہ ذبح کے بغیر بھی حلال ہوگا لیکن اس بحث کے آخر میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جید علماء کے اختلاف رائے کے پیش نظر اس قسم کے جانور نہ کھانا ہی بہتر ہے۔اس ضمن میں انہوں نے فاضل بریلوی کی رائے کو بڑی اہمیت دی وہ لکھتے ہیں۔

فی زمانہ مردمانِ ہر دیار
کرتے ہیں بندوق سے اکثر شکار
اس کے بارے میں بہت ہے اختلاف
کچھ نہیں ہے اس کا فتویٰ صاف صاف
کہتے ہیں نا جائز اکثر عالمیں
بعض جائز اس کو کرتے ہیں یقیں
مولوی بلہور کے خرم علی
شاہ اہل اللہ صاحب دہلوی
دونوں نے لکھا ہے ناجائز اسے
اپنے اپنے ترجمہ میں فقہ کے
اور مرے استاد مولانا حسن
عالم و فاضل فقیہ سہسون
وہ بھی فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے یہ
رحمۃ اللہ علیہ پے بہ پے
مولوی و مفتی ولطف الہٰ
قاضی شہر علی گڑھ، دیں پناہ
وہ بھی فرماتے ہیں ناجائز اسے
شامی و قاضی کے استدلال سے
مولوی احمد رضا خانِ فقیہ
نیست مثلش دیگرے لاریب فیہ
پایہ اش درفقہ باشد بس بلند
پر تو بو سف است آن ارجمند

پیشواؤ مقتدائے اہل دیں
وارثِ علم پیمبر در زمیں
فاضل کامل بریلی مسکنش
نیست جائز ایں شکار از گفتنش
ایک پیرو مرشد ہر شیخ و شاب
شاہ عبدالقادر عالی جناب
ہیں محدث وہ بڑے بااقتدار
کہتے ہیں بندوق کا جائز شکار
یعنی پڑھ کر تسمیہ کو ایک بار
جو کوئی بندوق سے مارے شکار
اس سے مرجائے اگر وہ جانور
ہوگیا پس وہ حلال و معتبر

آخر میں چودھری صاحب اپنا دوٹوک فیصلہ ان لفظوں میں سناتے ہیں:

صیدیہ جائز ہو یا ناجائز ہو
ہے مگر انصاف شرط اے مومنو
شک ہو جس کی حلت وحرمت میں جب
پس وہاں یہ حکم ہے اے حق طلب
ترک کرنا اس کا اولیٰ ہے مدام
ہے یہی حکم شریعت لا کلام
ہوگئی پس کہ جب یہ بات صاف
اکثر اہل علم ہیں اس کے خلاف
پس ہے اس کا ترک کرنا لازمی
بن کئے ذبح اس کو مت کھانا کبھی

(کنز الآخرۃ ص ۱۵، مطبوعہ ۱۹۹۶ء)

چودھری عبدالحمید کو دینی امور سے بے حد دلچسپی تھی وہ مدرسہ عربیہ جہاں درس نظامی کی مکمل تعلیم کا انتظام تھا اور مدرسہ اس پائے کا تھا کہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت جیسے تبحر علماء اس ادارہ کے صدر مدرس رہے۔ چودھری صاحب اسی مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے رکنِ رکین تھے۔

چودھری صاحب کو فاضل بریلوی سے قلبی لگاؤ تھا ان کے حلقۂ احباب میں سب سے زیادہ مقتدر اور معروف شخصیت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی ہی کی تھی چودھری صاحب کا آپ سے والہانہ محبت کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے جو وصایا شریف میں موجود ہے۔

چودھری عبدالحمید خاں رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ وصال شریف سے کچھ قبل اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں، صحیح العقیدہ سنی ہیں اور فقیر دوست ہیں، میرے خیال سے انہیں بلایا جائے۔

(مولانا احمد رضا خاں نے) ارشاد فرمایا:

"انسان آخر تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا"

(وصایا شریف، ص ۲۴، المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۹۸۳ء)

فاضل بریلوی سے والہانہ محبت کے نتیجے میں چودھری عبدالحمید خاں نے نظام حیدر آباد میر عثمان علی خاں کو مدرسہ منظر اسلام بریلی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فارسی زباں میں ایڈرس پیش کیا تھا اس سے متاثر ہو کر نظام حیدر آباد نے دوسو روپے ماہوار مقرر کئے تھے۔

یہ ایڈرس کل ۴۰/اشعار پر مشتمل ہے جس میں شروع سے لے کر ۱۶/اشعار تک میر عثمان علی خاں کی عظمت و برتری،

سروری وخسروی اور فضائل ومناقب پر مشتمل ہے جس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

مرحبا اے مسند آرائے سریر سروری
مرحبا اے آفتاب آسمان برتری
مرحبا اے نوربخش تاج وتخت جام جم
مرحبا اے یادگار نامداران جری

مرحبا اے جانشین آن نظام نام ور
آنکہ نامش کرد شیراں راچو میش بربری
مرحبا اے از تو رونق یافت باصد کروفر
شان دارائی وفرد شوکت اسکندری

تا نشستی برسر تخت دکن باآب و تاب
بررخ ملک دکن پر تو فگن شد مشتری
خانخاناں اے شہ عثماں علی خاں حکمراں
اختر بخت سکندر یا کہ ظل داوری

ذات بابرکات تو واللہ ظل اللہ ہست
رحمت حق داداہ ات برخلق سایہ گستری
ہادیٔ شرع متینی حامیٔ دین متین
اے امیر المؤمنین تو نائب پیغمبری

نیست تا اقصاء مشرق چو تو شاہِ علم دوست
اے نظام الملک والملۃ تو یکتا گوہری
چشمہ ہائے علم از فیض تو شد ہر سو رواں
اے بہائے دین و دنیا تو شۂ دیں پروری

بالیقیں ہستی تو از صدیق اکبر یادگار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
زیں سبب در علم و فضل و ہنر کامل تری

کردۂ آغاز یونیورسٹی عثمانیہ
مرحبا اے محسن قوم و زبانِ مادری

از فیوض تو مبارک باد ملک و قوم را
ایں بنائے درسگاہ علم اردو مادری
از فروغ علم اردوئے معلّیٰ اے کریم
می سزد زیر لحد نازد چو روح اکبری

حق تعالیٰ عمر چوں خضر گر داند دراز
زیر ظل تو ببالد درسگاہ خاوری

۱---اے تخت وتاج کے مسند نشین اے آسمان عظمت کے آفتاب مبارک ہو۔

۲---اے تخت وتاج اور جام جمشید کو روشنی عطا کرنے والے، اے بہادر اور بلند ہمت لوگوں کی یادگار۔

۳---اے نظام حیدرآباد کے سچے جانشین جس کا نام سنتے ہی شیر بھیڑ وبکری کی مانند ہوجائیں۔

۴---اے وہ شخص جس کے ذریعہ شان دارائی اور شوکت سکندری کو بڑے کروفر کے ساتھ رونق ملی۔

۵----جب تخت دکن پر جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہوتو مشتری بھی ملک دکن پر سایہ افگن ہوجاتا ہے۔ اے سلطان عثمان علی خان بلاشبہ تم بخت سکندر کے ستارے اور ظل الٰہی ہو۔

۶---خدا کی قسم آپ ظل الٰہی ہو رحمت حق نے آپ کا سایہ سارے عالم پر پھیلا رکھا ہے۔

۷---اے امیر المؤمنین آپ شرع مبین کے ہادی اور دین متین کے حامی ومددگار اور نائب پیغمبر ہو۔

۸---اقصائے مشرق تک آپ جیسا کوئی علم دوست بادشاہ نہیں۔ بے شک ملک وملّت کے لئے تو گوہر نایاب ہے۔

۹---اے دین ودنیا کا سرمایہ! آپ کی ہستی دین پروری کا توشہ ہے آپ کے فیض سے علم کے چشمے ہر چہار جانب رواں دواں ہیں

۱۰---آپ کی ذات بلاشبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار ہے اسی وجہ سے آپ علم وفضل اور کمال میں ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔

۱۱---آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی کی بنا ڈالی اے قوم اور مادری زبان کے محسن بلاشبہ آپ مبارکباد کے قابل ہیں۔

۱۲---اس علم وفن کی درسگاہ سے آپ کا فیض ملک اور قوم کے لئے مبارک ہو۔ بلاشبہ یہ مادری زبان اردو کی عظیم درسگاہ کی بنیاد ہے۔

۱۳---اے مہربان وکریم فروغ علم سے اردوئے معلیٰ اس بات کا سزاوار ہے کہ قبر میں روح اکبری (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کی طرح ناز کرے۔

۱۴---اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے اور آپ کے زیر کرم یہ اعلیٰ درسگاہ قائم ودائم رہے۔

چودھری صاحب نے یہاں اس ایڈرس کا مقصد جو منظر اسلام کے تعلق سے ہے پیش کیا ہے اور ہر طرح اس ادارہ کی تعریف کی ہے۔ یہاں کے منتظمین اور ان کے کارناموں کو سراہتے ہوئے میر عثمان علی خاں کی توجہ منظر اسلام کی طرف مبذول کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ شروع کے اشعار میں حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے فضائل ومناقب اور علم وفن میں ان کی بالغ نظری و دقیقہ رسی کا ذکر کیا ہے۔ پھر منظر سلام کے محاسن اور خدمات بیان کئے ہیں۔

درسگہ داریم شاہا منظر اسلام نام
تشنگان علم راچوں آب حیواں بشری

بنگہ اودر بریلی زیر ظل فاضلے
آنکہ مثلش نیست دراقلیم خشکی وتری

فاضل و یکتا و نام نامیش احمد رضا
در رضائے احمد مختار از دنیا بری

وارث علم نبی دانائے قرآن و حدیث
از دمش احیائے سنت گشت ورد مفتری

در بنائے منظر اسلام آں علامۂ
سعی مشکور او بجاآورد ازدیں پروری

آل ومال وحال وقالش کرد وقف راہ دیں
چارۂ بیچارگاں تاکرد آن مرد جری

وارث علمش بود حامد رضا خان خلف
گام بر گام پدر بنہاد در دانشوری

پر تو احمد چوبر جان دل حامد فتاد
کرددراحیائے علم آن ہم بہالش ہمسری

اہتمام مدرسہ اکنوں بدست اوست خاص
ہست تاباں منظرش زیں ہر دو ماہ ومشتری

اہل سنت راست دارالعلم یکتا اوفقط
برصراط مستقیم و ملت پیغمبری

مجمع طلاب چوں پروانہ ہابرگرد شمع
دائما ماندراں در حاصلِ دانشوری

یاکہ چوں انجم بگردِ ماہ تاباں حلقہ زن
بہر کسب فقہ وتحصیلِ علومِ ظاہری

روز وشب باشند درقال اللہ وقال الرسول
نغمۂ شان می رسد بالائے چرخ چنبری

جز بتعلیم وتعلم کار ایشاں ہیچ نیست
لیک در تبلیغ دیں باشد قصور از ہیزری

۱.....اے سلطان! منظر اسلام کا نام ایک ادارہ ہے جو تشنگان علم کے لئے آب حیوان کا درجہ رکھتا ہے۔

۲.....وہ ادارہ بریلی کی سرزمین پر ایک ایسے فاضل کی زیر نگرانی چل رہا ہے، جس کی دنیائے بحر و بر میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

۳.....اس یگانہ فاضل کا نام احمد رضا ہے جو احمد مختار علیہ السلام کی رضا کی خاطر دنیا سے بالکل بے گانہ ہے۔

۴.....وہ علم نبوت کا وارث اور قرآن وحدیث کا رمز شناس اس کے دم سے سنیت زندہ ہے اور مفترین کی صف میں ہلچل ہے۔

۵.....دین حق کی نشر و اشاعت کی خاطر منظر سلام کی تعمیر و ترقی میں اس علامۂ دھر کی کوششیں بارآور ہوئیں۔

۶.....اس دین حق کے لئے اس نے اپنی آل اولاد، مال و دولت اور حال و قال سب کچھ وقف کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس مرد آہن کو غریب ومحتاج اپنا سہارا سمجھنے لگے۔

۷.....اس کے علم وفضل کے سچے وارث اور صحیح جانشین ان کے فرزند مولانا حامد رضا خاں ہیں جو فہم و دانش میں بالکل اپنے والد ماجد ہی کی طرح ہیں۔

۸.....جب احمد (رضا) کا پرتو حامد (رضا) پر پڑا تو وہ بھی احیائے علم میں ان کی عظمتوں کا ہمسر ہو گیا۔

۹.....اس مدرسہ کا اہتمام وانصرام انہیں کے ہاتھ میں ہے وہ مدرسہ چاند اور مشتری دونوں کی تابانی سے روشن اور تابندہ ہے۔

۱۰.....اہل سنت کے طلبہ کا وہ واحد دار العلوم ہے جو صراط مستقیم اور ملت محمدی کے اصولوں پر گامزن ہے۔

۱۱.....طلبہ کا ہجوم اس مدرسہ میں ہمیشہ علم (ظاہری و باطنی) اور فقہ کے حصول کے لئے اسی طرح رہتا ہے جیسے پروانے شمع کے گرد رہتے ہیں۔

۱۲.....یا بالکل اس طرح جس طرح ستارے چاند کے ارد گرد حلقہ زن رہتے ہیں۔

۱۳.....طلبہ وہاں رات دن قال اللہ وقال الرسول کے نغمے الاپتے رہتے ہیں جس کی گونج آسمانوں کے اوپر سنائی دیتے ہے۔

۱۴.....پڑھنے پڑھانے کے علاوہ ان حضرات کا کوئی کام نہیں ہے۔ البتہ تبلیغ دین میں ان حضرات کی سرگرمیاں بدستور رہتی ہیں

چودھری صاحب نے اس کے بعد مدرسہ کی ضروریات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذرائع آمدنی محدود ہونے کی وجہ سے حسب منشاء ادارہ منازلِ ترقی نہیں طے کر پارہا ہے۔ لہذا مالی طور پر آپ اس ادارہ کی مدد فرمائیں امید کہ آپ میری باتوں پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

آہ از بے مایگی شاہا کی خاطر جمع نیست
کار از دست تہی ناید بجز حسرت خوری
گرچہ مارانیست ننگ از فقر ہرگز اے کریم
ہست ازالفقر فخری فقر مادر فاخری
ہاں مگر بے استطاعت کردنتواں ہیچ کار
کاردنیا باشدیادیں تو خود دانا تری
پس گروہ بے نوائے طالبان علم دیں
بردر دولت سرایت می رسداز ابتری
شیئاً اللہ اے کریم از خوانِ نعمائے کرم
کاسہ لیسان شریعت راباحساں بنگری
وارثان انبیاء پیش تو حاضر آمدند
گرشناسی قدر ایشاں قدرخود از حق بری

(۱) افسوس اے سلطان بے مایگی سے ان کے دن سے تسلی مفقود ہے بھلا خالی حسرت ویاس کے اور کیا کام نکل سکتا ہے۔

(۲) ہرگز ہمیں فقر سے کوئی تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ''الفقر فخری'' آیا ہے اور ہمارے فخر کی شان فقر ہی میں ہے۔

(۳) لیکن آپ تو جانتے ہیں مالی اعتبار سے کمزور شخص بھلا دین و دنیا کا کیا کام کرسکتا ہے۔

(۴) اس لئے بے نوائی سے نڈھال دین کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی ایک جماعت آپ کے در دولت پر پہنچ رہی ہے۔

(۵) اے کریم اپنے خوان نعمت سے انہیں کچھ عطا کردیجئے ان شریعت کے گداگروں پر احسان وترحم کی نظر ڈالئے۔

(۶) یہ وارثین انبیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں اگر آپ نے ان کی قدر و منزلت کی تو اللہ تعالیٰ آپ کا رتبہ بلند فرمائے گا۔

اس ایڈرس کے آخر میں چودھری عبدالحمید نے اپنا تعارف کرایا ہے اور منظر اسلام سے اپنا رشتہ بتاتے ہوئے اس کی طرف توجہ دلائی ہے اور دعا دیتے ہوئے اپنا کلام ختم کردیا ہے۔

من کہ باشم مدح خوانت اے شہ عالی ہمم
نام من عبدالحمید است و خطابم چودھری
خادم ناچیز ہستم منظر اسلام را
ختم سازم بر دعایت نیست کارم شاعری
سالہا مانی سریر سلطنت را جلوہ گر
بر سرت دائم درخشاں باد تاج قیصری
صید ہر کامت بدام و بادۂ عشرت بجام
ابلقِ ایام رام و عون حق در یاوری

(کنز الآخرہ ص ۴۲۴)

۱..........اے شہ عالی ہمت میں آپ کے مدح خوانوں میں ہوں میرا نام عبدالحمید چودھری ہے۔

۲..........میں منظر اسلام کا ادنیٰ خادم ہوں شاعری کا مجھے کوئی شوق نہیں بس آپ کے بلندیِ اقبال کی دعاؤں پر اپنی گفتگو ختم کر رہا ہوں۔

۳..........سالہا سال آپ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کے سر پر قیصری تاج ہمیشہ روشن وتابندہ رہے۔

۴..........آپ کا ہر مقصد پورا ہو، ہر گھڑی عیش و آرام سے گزرے، زمانہ کی لگام آپ کے ہاتھوں میں ہو اور حق تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے۔

" إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا "

صفوة المديح

في مدح النبي ﷺ وآل البيت والصحابة والأولياء

لمولانا

الشيخ محمد أحمد رضا القادري

رضي الله عنه

ترجمه عن الشعر الأردي

دكتور حازم محمد أحمد محفوظ

نقله إلى الشعر العربي

دكتور حسين مجيب المصري

دار الهداية

للطباعة والنشر والتوزيع

القاهـرة

١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١م

"صفوة المديح فی مدح النبی ﷺ " کے عنوان سے مولانا امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا منظوم عربی ترجمہ "دارالھدایۃ" قاہرہ، مصر سے ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء کو شائع ہوا ہے۔ اس کا نثری ترجمہ ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب نے اور منظوم عربی ترجمہ ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب نے کیا ہے۔ (ادارہ)

منبع رشد و ھدایت

تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی *

بلاشبہ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف مینارۂ نور و ہدایت ہے---مرکز حق وصداقت ہے---منبع رشد ومعرفت ہے ---سرچشمۂ فیض وبرکت ہے---شیخ مکتب کے فیضان نظر کا یہ عالم ہے کہ جو یہاں آیا صبغۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے رنگ) میں رنگا گیا---کوئی مفتی اعظم ہند ہوا تو کوئی ملک العلماء کہلایا---کوئی مفسر اعظم ہند تو کوئی شیر بیشۂ اہل سنت قرار پایا---کوئی محدث اعظم پاکستان تو کوئی شیخ القرآن کے منصب پر فائز ہوا۔

منظر اسلام، بریلی شریف ۱۳۲۲ھ میں ابتداً رحیم یار خان کے مکان پر قائم کیا گیا---مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا--- محدث بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف کا سبق شروع کرایا---منظر اسلام تاریخی نام ہے جو امام احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا علامہ محمد حسن رضا خاں نے تجویز کیا ---وہی اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔

دوسرے سال ۱۳۲۳ھ کی روئداد منظر اسلام اس وقت میرے سامنے ہے جسے علامہ محمد حسن رضا خاں نے مرتب کیا تھا، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ کی عنایت سے یہ روئداد راقم کو حاصل ہوئی۔ اس روئداد میں دوسرے سال کی آمدن اور خرچ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ نیز کلاس وار طلباء کی تعداد اور زیر درس کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے،

عام طور پر مدارس میں ابتدائی کلاس کو پہلی کلاس قرار دیا جاتا ہے اور آخری کلاس یعنی درجہ حدیث کو آٹھویں کلاس کہا جاتا ہے۔ جب کہ اس مدرسہ میں قرآن پاک کی کلاس کو درجہ اول قرار دیا گیا، اس درجے میں پڑھنے والے پچیس طلبہ تھے، چار طلبہ قواعد بغدادی پڑھنے والے تھے۔ دوسرے درجے میں پڑھنے والے طلباء کی تعداد اکیس تھی، ان میں مولانا سید حکیم عزیز غوث، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا سید عبدالرشید، مولانا نواب مرزا وغیرہ علماء تھے، اور یہ درس نظامی کی آخری کلاس تھی، تیسرے درجے میں ستائس، طلبہ تھے، چوتھے درجے میں چونتیس طلباء تھے اور پانچویں درجے میں پانچ طلباء تھے۔ ان درجات کے طلباء کی تعداد ۱۱۶ تھی، جب کہ باقی درجات کے طلباء کی تعداد کا ذکر نہیں ہے، تاہم امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سوچ کی ایک انفرادیت یہ تھی کہ حدیث شریف کی کلاس کا نام درجہ ثانیہ اور ابتدائی کتب پڑھنے والے طلباء کی کلاس کا نام درجہ ثامنہ رکھا۔

اس روئداد سے منظر اسلام کے نصاب کا بھی پتا چلتا ہے نصاب میں جہاں منطق کی کتب میرزاہد ملا جلال، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح مسلم بحر العلوم فلسفہ میں میبذی اور علم ہیئت میں تصریح وغیرہ کتب شامل ہیں وہیں شفاء شریف اور مسند امام اعظم بھی شامل نصاب ہیں جنہیں آج بھی شامل نصاب کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح فارسی کی متعدد کتب تعلیم عزیزی، اخلاق

*(استاذ الحدیث، جامعہ نظامیہ، لاہور)

محسنی، انوار سہیلی، گلزار دبستاں حصہ اول رقعات مظہر الحق وغیرہ شامل ہیں۔

اس روئداد میں امتحان لینے والے علماء کے تاثرات بھی شامل ہیں، ممتحن حضرات کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی

(۲) حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری

(۳) مولانا حافظ قاری بشیر الدین جبلپوری

(۴) حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری

(۵) مولانا محمد ارشد علی رامپوری رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحریر کردہ تاثرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امتحان دینے والوں میں شامل تھے، اگر چہ یہ واضح نہیں ہوتا کہ انہوں نے کس درجے کا امتحان دیا؟ مولانا عبدالسلام جبلپوری تحریر فرماتے ہیں:

''خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا خاں اور میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی اور خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید و باید محققانہ امتحان دیا، حق تو یہ ہے کہ وہ انھیں کا حصہ تھا۔ بارک اللہ فی علمھما وفھمھا۔(روئداد ۱۳۲۳ھ، ص ۳)

حضرت علامہ مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری تلمیذ الرشید حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری (رحمہما اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں:

''ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا محمد حسن رضا خان صاحب دام مجد ہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے، ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنیفہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔ (روئداد ص،۵۱)

اس روئداد میں طلبہ کے لئے لکھے ہوئے دو فتوے بھی شامل ہیں، ایک فتویٰ اردو میں ہے جو مولانا علامہ ظفر الدین بہاری کا تحریر کردہ ہے اور دوسرا فارسی میں ہے جو مولانا علامہ غلام محمد بہاری کا لکھا ہوا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ منظر اسلام میں کس نہج پر طلباء کو تیار کیا جاتا تھا۔

منظر اسلام بریلی شریف کے پہلے مہتمم حضرت مولانا حسن رضا خاں تھے، دوسرے مہتمم حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، ۱۳۶۲ھ کے بعد پانچ چھ سال مولانا تقدس علی خاں مہتمم رہے، پھر مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں، ان کے بعد مولانا ریحان رضا خاں اور اب حضرت مولانا سبحان رضا خاں قادری رضوی، مدظلہ العالی مہتمم ہیں۔

ابتدائی دور کے اساتذہ میں یہ نام ملتے ہیں:

☆ مولانا بشیر احمد.................علیگڑھ

☆ مولانا علامہ رحم الٰہی.................مظفر نگر

☆ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی............گھوسی، اعظم گڑھ

☆ بدر الطریقۃ مولانا عبدالعزیز خاں.....بجنور

☆ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں.........بریلی شریف (فرزند اکبر امام احمد رضا)

صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علوم شرعیہ نقلیہ میں اور مولانا علامہ رحم الٰہی علوم عقلیہ میں ممتاز تھے، ان میں سے کسے صدر

مدرس بنایا جائے؟ اس بارے میں آراء مختلف ہوگئیں، امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

''انہیں باری باری صدر مدرس بنایا جائے اور پچاس روپے مشاہرہ دیا جائے''

اگر کوئی مدرس غیر حاضر ہوتا تو اس کی ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی---اور اگر انکے صاحبزادے (حضرت حجۃ الاسلام) غیر حاضر ہوتے تو ان کی دو چند تنخواہ کاٹ لی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی للٰہیت کا یہ عالم تھا کہ نظام حیدر آباد دکن نے آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو صدر الصدور کے عہدے پر مقرر کرنا منظور کیا---جب یہ آرڈر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دکھایا گیا تو آپ نے یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیا:

''ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ''

اسی طرح نظام حیدر آباد دکن نے منظر اسلام بریلی شریف کے لئے دوسو روپے ماہانہ منظور کئے، جو امام احمد رضا بریلوی نے تاحیات وصول نہیں کئے، البتہ آپ کی وفات کے بعد حجۃ الاسلام کے دور میں وصول کئے گئے۔ آپ نے فرمایا تھا۔

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

انہوں نے صرف یہ کہا نہیں تھا، بلکہ اس پر عمل کر کے دکھایا اور اس کی برکت یہ ہوئی کہ ان کا قائم کیا ہوا دار العلوم منظر اسلام دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت کا مرجع اور مرکز قرار پایا---اور موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سبحان رضا خاں مدظلہ العالی نے سابق وزیر اعظم ہند کی کروڑ روپے کی پیشکش مسترد کر کے اسلاف کی یاد تازہ کردی۔

اللہ تعالیٰ منظر اسلام، بریلی شریف کو مزید وسعت اور ترقی عطا فرمائے اس عظیم الشان ادارے کو صبح قیامت تک پائندہ و سلامت رکھے آمین--- مقام مسرت ہے کہ اس وقت بھی تبحر علماء اور مدرسین کی ایک ٹیم منظر اسلام میں مسند تدریس کی زینت ہے اور قوم سازی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

آستانہ عالیہ رضویہ زندہ باد
منظر اسلام پائندہ باد

القَاديانيّة

تأليف

مولانا الإمام أحمد رضا خان الحنفى

(١٢٧٢هـ/ ١٣٤٠هـ ١٨٥٦م/ ١٩٢١م)

تعريب

محمد جلال رضا منظر الإسلام

طبع على نفقة
أكاديمية رضا ـ ٢٦. شارع كامبيكر
بمباى ٣ ـ الهند.

ردقادیانیت میں مولانا امام احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمۃ کے تین رسائل ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب''، ''الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی'' اور ''المبین ختم النبیین'' قاھرہ، مصر سے عربی میں ''القادیانیہ'' کے نام الدار الثقافیہ للنشر کے مطبع سے نومبر ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈیمی ممبئی کی معاونت سے شائع ہوئے ہیں جامعہ ازھر کے دو ہندوستانی طالب علم جناب جلال رضا اور جناب منظر اسلام نے اس کی تعریب کی ہے۔(ادارہ)

منظر اسلام کے قیام سے تقریباً ایک دہائی قبل مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق دس نکات پیش فرمائے تھے۔ اس تعلیمی منصوبہ کا سب سے اہم نکتہ نمبر ۳ رہے جو عشق رسول ﷺ پر مبنی ہے۔ بلاشبہ زندگی اور بندگی ہر ایک میں اسی عشق کی بدولت نکھار ہے، یہی ایمان کی جان ہے اور اس عشق کے بغیر علم کو جلا نہیں مل سکتی۔ حضرت امام احمد رضا کے نکات میں حصول علم کیلئے خلوص وللّٰہیت اور علماء، اولیاء، اساتذہ، والدین غرضیکہ ہر مسلمان کا احترام اور محبت بھی شامل ہے۔ ان تمام امور کو دھیان میں رکھ کر جب طلبہ کی تعلیم و تربیت کی جائے گی تو یقیناً ان میں کا ہر فرد ایک نمونہ بن کر نکلے گا۔ جو پورے معاشرہ کو حقیقی معنی میں صالح صحت مند مسلم معاشرہ بنانے میں خود کو وقف کردے گا اور قوم کی صلاح وفلاح میں اسے ہر حال کامیابی ملے گی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ۱۹۰۴ء میں جب حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہما کے مشوروں نیز سید امیر احمد قدس سرہ کی سفارش پر ''منظر اسلام'' کا قیام فرمایا تو ظاہر ہے کہ خود ان کے اپنے تعلیمی نکات ان کے پیش نظر رہے ہوں گے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اس دارالعلوم کے فارغ اول ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر امام احمد رضا کے تعلیمی وتربیتی نظریات کا پورا پورا نور اور پوری پوری خوشبو رچی بسی تھی وہ بیک وقت جید عالم دین، مدبر ومفکر دانش ور، خطیب ومقرر، ادیب ومصنف، استاذ ومدرس اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ بالخصوص تکسیر، توقیر، شماریات ریاضیات، ہیئت وغیرہ میں ماہر تھے۔ حیات اعلیٰ حضرت سے لیکر اب تک جو علماء اس دارالعلوم سے فارغ ہوئے ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت جس انداز میں ہوئی ہے وہ حضرت امام احمد رضا ہی کے نظریات پر ہوئی ہے اور فارغین نمونہ بن کر نکلے ہیں۔

منظر اسلام کے اساتذہ اور ممتحن بھی اپنے اپنے زمانے کے ماہرین تعلیم اور آسمانِ علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے اور الحمد للہ ناظمین منظر اسلام خانوادۂ رضا کے شہزادگان سے ظاہر ہے جو ماحول دیکھ بھال، اہتمام اور تعلیم وتربیت ملی وہ رابقدر پاکیزہ اور نورانی تھی کہ فارغ ہونے والے علماء، قراء، حفاظ کی چمک دمک میں اس سے یقیناً اضافہ ہونا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ منظر اسلام کے ناظمین، اساتذہ اور فارغین سب کے سب ہر اعتبار سے اسلاف کا نمونہ اور دین کے سپاہی بنے۔

آج دنیائے سنیت کو جن علماء ، فضلاء اور پیران طریقت پرفخر و ناز ہے اور جنکا شمار مشاہیر عالم میں ہوتا ہے ۔ وہ سب کے سب اسی دارالعلوم منظر اسلام سے متعلق تھے ۔مثلاً ملک العلماء مولانا ظفرالدین صاحب ،صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی ،مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب ،حضرت مولانا حامد علی فاروقی صاحب ،شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب ، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی تقدس علی خان صاحب، حضرت مفتی وقارالدین صاحب وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔

اساتذۂ کرام میں مندرجہ بالا اساتذۂ منظر اسلام و فارغین منظر اسلام کے علاوہ حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت مولانا ظہور الحسین رامپوری، حضرت مولانا نور الحسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب، حضرت محدث احسان علی صاحب، حضرت مفتی جہانگیر صاحب وغیرہم علیہا الرحمہ،

اللہ اکبر! یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے مریدین ، خلفاء اور تلامذہ کی بدولت آج برصغیر سے لیکر مشرق و مغرب امریکہ و افریقہ میں دین اور علم دین کا پرچم بلند ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ناظمین منظر اسلام میں سب کے سب خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ ہی تھے۔ تو سبحان اللہ، ماشاء اللہ یہ حضرات ایسے نامور عالم تھے کہ ان میں کا ہر ایک بیک وقت مرشد و ہادی، استاذ، خطیب و ادیب، مہتمم و منتظم سب کچھ تھا۔ ان حضرات کے اسماء سن کر ہی عقیدت کی جبین جھک جاتی ہے ۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں، داماد حجۃ الاسلام حضرت مفتی تقدس علی خاں، مفسر اعظم حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں ، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں قدس سرہم۔

ان ناظمین منظر اسلام کے خلفاء، مریدین اور تلامذہ کی ایک کثیر تعداد بھارت، نیپال ، بنگلہ دیش، پاکستان اور لنکا سے لیکر برطانیہ، ہالینڈ ، ہورنیام، افریقہ، موریشس، آسٹریلیا اور متحدہ ریاست ہائے امریکہ تک پھیلی ہوئی ہے جو''منظر اسلام'' کا حسین منظر دکھا کر ایمان کی درستگی سے لے کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کی درستگی اور پختگی میں مصروف ہے۔

یوں تو اعلیٰ حضرت کی حیات ظاہری ہی میں سارا زمانہ ان سے واقف تھا اور انہیں کے حوالے سے منظر اسلام سے بھی متعارف تھا لیکن باقاعدہ غیر ممالک اور عالم اسلام و انسانیت کی قدیم و عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر سے رابطہ میرے جد امجد سرکار مفسر اعظم ہند نے کرایا۔ ازہر سے عربی زبان و ادب کے عالم ۔مولانا عبدالتواب علیہ الرحمہ کو منظر اسلام میں لائے اور شعبۂ عربی ادب کا انہیں صدر بنایا بعد میں میرے والد ماجد حضرت ریحان ملت قدس سرہ العزیز نے اسے خصوصیت کے ساتھ افریقی و امریکی ممالک میں متعارف کرایا۔ افریقہ اور ماریشس کے طلبہ یہاں سے پڑھ کر اور فارغ ہوکر گئے ۔تعمیری امور میں بھی تیزی آئی۔ عصری تعلیم سے اسے جوڑ کر اس کا حلقہ۔ حلقۂ دانش تک پہنچا اور ایک طرح سے اسے ایک اوپن یونیورسٹی **(Open University)** کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

آج ہمارے برادر اکبر مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں کے دور اہتمام میں جامعہ منظر اسلام نے اپنا سو سالہ سفر خوش اسلوبی سے طے کرلیا۔ اللہ عزوجل اسے مزید ترقی اور اونچائی کے راستے پر گامزن کرے آمین۔

من مكتبة اقرأ

شاعر هندى ينظم ملحمة فى مدح الرسول

صفوة المديح فى مدح النبى وآل البيت والصحابة والاولياء.

ديوان ضخم نظمه بالاوردية شاعر هندى كبير، هو الشيخ محمد أحـمد رضا القادرى الذى يعد من أعلام الاسلام فى الهند فى القرن العشرين، وهو صوفى وله مريدون فى كل مكان، وهو كذلك شاعر كبير، شعره بالاوردية ذائع فى الهند وباكستان، والشاعر من اشهر من نظموا فى المدائح النبوية.

هذا الديوان - صفوة المديح - صدر هذه الايام فى جزءين فى طبعة انيقة مترجما الى العربية شعرا.

قام بترجمة الديوان من الشعر الاوردى الى اللغة العربية الدكتور حازم محمد احمد محفوظ مدرس اللغة الاوردية وآدابها بكلية اللغات والترجمة بجامعة الازهر الشريف.

وكان من الممكن ان يصدر الديوان بالعربية نثرا، لكن الاستاذ الدكتور حسين مجيب المصرى - اطال الله حياته - اضاف الى مأثرة الترجمة مأثرة اخرى، هى ان يصوغ هذه الترجمة العربية للديوان شعرا.

وصدر الديوان - صـ نوة المديح - فى طبعة انيقة فى جزءين كبيرين شعرا عربيا بديعا فى غاية الجمال.

والدكتور حسين مجيب المصرى الاستاذ الجامعى صاحب باع طويل فى الدراسات الفارسية والتركية والادب الاسلامى المقارن، ومؤلفاته الغزيرة وبحوثه فى هذا المجال مصدر وثيق من مصادر البحث العلمى لجميع الباحثين فى مختلف الجامعات العربية والاسلامية بل والاوروبية ايضا.

والدكتور حازم مدرس اللغة الاوردية وآدابها فى كلية اللغات والترجمة بجامعة الازهر، له كذلك حضوره العلمى ببحوثه ومؤلفاته فى مجالات تخصصه، وصاحب الديوان الشيخ محمد احمد رضا القادرى «١٨٥٦ - ١٩٢١» مولود فى مدينة بريلى بالهند وطوف بالعالم الاسلامى، وقد عكف على الشعر والتأليف طيلة حياته، وكان داعية اسلاميا كبيرا، وهو من العلماء المجتهدين فى الفقه الحنفى، ويعترف العلماء فى الهند وباكستان وبنجلاديش له بالريادة، وكتابه «العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية» مشهور وهو مطبوع فى اثنى عشر مجلدا، ويقول عنه شاعر الاسلام محمد اقبال: ان شبه القارة الهندية من اقصاها الى اقصاها لم يولد فيها من يشبه فى عبقريته التى لايجود الزمان على احد بما يدانيها.

ويلقب الشيخ القادرى بشاعر الرسول، حيث كان لشعره فى المديح النبوى صدى كبير فى كل مكان.

د. عبد المنعم خفاجى

''اخبار الوفد'' مورخہ ۱۲؍جولائی ۲۰۰۱ء قاہرہ مصر کا تراشہ، جس میں امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے منظوم عربی ترجمہ بعنوان ''صفوۃ المدیح'' شائع شدہ از قاہرہ پر مصر کے عظیم ادیب شاعر عالم فضیلۃ الشیخ دکتور عبدالمنعم خفاجی حفظ اللہ تعالیٰ کا تبصرہ شائع ہوا ہے۔ تبصرہ نگار نے امام احمد رضا کی شاعری اور علمی کارناموں کو جامع الفاظ میں سراہا ہے اور ان کی قد آور شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حدائق بخشش کا یہ منظوم ترجمہ قاہرہ، مصر کے ہفت زبان عظیم بزرگ شاعر، ادیب، عالم محترم دکتور حسین مجیب مصری نے کیا ہے اور اردو نثر میں اس کی ترجمانی فاضل نوجوان استاذ شعبۂ اردو، جامعہ ازہر شیخ حازم المحفوظ صاحب نے کیا ہے۔ (ادارہ)

مرکز اھل سنت منظر اسلام
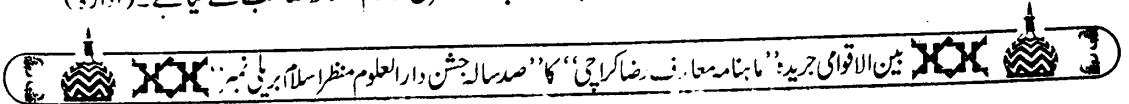
از قلم ۔۔۔ قاری محمد تسلیم رضا خاں بریلی شریف

میرے جد کریم، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جہاں اپنے دینی وتجدیدی کارناموں سے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔ وہیں ۱۳۲۲ھ میں منظر اسلام کا قیام فرما کر ایک اور احسان کیا۔ منظر اسلام سے قبل ندوۃ العلماء، دیوبند اور علی گڑھ کالج وجود میں آچکے تھے۔ علم دین کے فروغ اور مسلمانوں کو تعلیمی پسماندگی سے نکالنے کے نام پر مسلمانوں کے عقائد وایمان کو پامال کرنے کا جو مشن یہ چلا رہے تھے اس کا توڑ صرف مدرسہ کا قیام تھا ایک ایسے دینی تعلیمی ادارہ کا قیام جہاں مسلک حقہ اہل سنت کی روشنی میں طالبان حق کو اس طرح علم وعمل سے آراستہ کیا جائے کہ بدمذہبیت اور نیچیریت کی آلودگی سے محفوظ رہ کر یہ قوم وملت کا رشتہ کو قرآن و سنت سے جوڑ دیں اور محبت رسول کی دلوں میں شمعیں جلا کر ہر سمت صدیقی روشنی اور بلالی اجالا برپا کردیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اسی کار عظیم کیلئے منظر اسلام کا قیام فرمایا اور دیکھتے دیکھتے برصغیر ہندوپاک کے صحیح العقیدہ مسلمان اس کی جانب متوجہ ہونے لگے امام احمد رضا کی حیات ظاہری میں ہی ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری قادری مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، علامہ عزیز غوث قادری، برہان ملت علامہ برہان الحق قادری جیسے مشاہیر عالم اس ادارہ سے علم وعشق کے پیکر بن کر نکلے اور ایک زمانہ ان کے فیضان سے مالا مال ہونے لگا۔ سولہ سترہ برسوں کے مختصر عرصے میں منظر اسلام نے اپنی ترقی کا وہ سفر طے کرلیا جس کیلئے ایک مدتِ طویل درکار ہوتی ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس اللہ سرۃ العزیز کے بعد راقم کے پردادا سیدنا حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے کام کو آگے بڑھایا مدرسہ کی تعمیر بھی کرائی لائبریری قائم فرمائی اور اس کا حلقۂ اثر دور دور تک قائم کردیا آپ کے زمانے کے صرف یہی دو فارغین حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہما ایسے ہیں کہ آج عالم اسلام میں ان کے تلامذہ کا ایک نوری سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

جد امجد سیدنا مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے گھر کا اثاثہ قربان کر کے منظر اسلام کو ہر طرح کے بحران سے نکالا اسے علوم دینیہ کے باوصف عربی وادب کا ایک مرکز بنادیا مالی استحکام بخشا اشاعتی امور میں تیزی آئی علماء اور مفتیوں کی تربیت یافتہ فوج نکل نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلے برپا کرنے لگی علم دین اور عشق رسول کا پرچم لہرانے لگا۔

میرے والد گرامی وقار، حضرت ریحان ملت قدس سرہ العزیز نے اسلاف کی بسائی ہوئی اس علمی وتربیتی دنیا کو وسعت دی اور اسے تعمیری اشاعتی اعتبار سے نئے جہات سے آشناء کیا

الہ آباد بورڈ سے الحاق کرا کر طلبہ کیلئے باوقار طریقے سے نیا باب وا کیا مدرسین کی تنخواہوں کی ضمانت گورنمنٹ کی امداد سے مضبوط کرادی کئی کئی سو علماء حفاظ اور قراء فارغ ہوکر ملک اور بیرون ملک میں دینی تبلیغ اور فروغ علم کا فریضہ انجام دینے لگے منظر اسلام کو یورپ وافریقہ میں متعارف کرایا اور اس کا دائرہ بحمد اللہ بڑھتا ہی چلا گیا۔

آج میرے برادر اکبر حضرت مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ کے اہتمام میں منظر اسلام سے ہزاروں علماء قراء اور حفاظ نکل کر مشرق ومغرب میں دین وسنیت اور محبت رسالت پناہی کا اجالا پھیلانے میں مصروف ہیں۔

برادر معظم نے منظر اسلام کو عصری تعلیم سے جوڑ کر ایک اور بڑا کام انجام دیا ہے اور آج الحمد للہ انہیں کے زمانہ میں منظر اسلام اپنا صد سالہ جشن برپا کر رہا ہے۔

منظر اسلام ایک ایسا چراغ ہے جس سے مدارس کے لاتعداد چراغ روشن ہوئے اور اس کا دائرہ بریلی شریف سے لے کر بنگلہ دیش، پاکستان، اور افریقی و یورپی ممالک تک پھیل گیا۔ عصر حاضر کے ہر سنی مدرسہ میں منظر اسلام کا حسین منظر نظر آتا ہے اور اس طرح اسلام کے منظر سے زمانہ فیضیاب ہو رہا ہے۔ موجودہ سنی علماء کی اکثریت منظر اسلام ہی کے فارغین اور اساتذہ کے تلامذہ میں ہیں اور اس طرح منظر اسلام ہی کا جوہر ہر ایک کی تعلیم و تربیت اور شخصیت میں کارفرما ہے۔ بلاشبہ جامعہ منظر اسلام مرکز اہل سنت ہے۔

القرآن الحکیم

THE HOLY QUR'ĀN

(The Treasure of Faith)
KANZUL IMAN
(Urdu)

By
The Scholar of the Century
His Eminence
MAULANA SHAH AHMAD RAZA KHAN

Rendered into English
By
PROF. SHAH FARIDUL HAQUE

کنزالایمان کا انگریزی زبان میں ترجمہ "عکس مطبوعہ کراچی" مخزونہ لائبریری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

میں (
وفدو

مصر تشارك فى المؤتمر العالمى لعلماء الإسلام بباكستان

بمشاركة وفود من ست وثلاثين دولة إسلامية عقدت جمعية البركات الخيرية الباكستانية بمدينة كراتشي المؤتمر العالمي الأول لعلماء الإسلام. شاركت فيه مصر واليمن والكويت والإمارات والعراق ولبنان وسوريا والهند وجنوب أفريقيا. مثل مصر فى المؤتمر وفد من الأزهر برئاسة الشيخ محمود عاشور وكيل الأزهر، ود. القصبي زلط نائب رئيس جامعة الأزهر، ود. حازم محفوظ المدرس بكلية اللغات والترجمة.

عقد المؤتمر عشر جلسات على مدى خمسة أيام أصدر بعدها البيان الختامي الذى أوصى بعقد المؤتمر بصفة سنوية فى دولة إسلامية أخرى وطالب بالعمل الجاد لصالح وحدة العالم الإسلامي وعقد صلات وثيقة بين علماء المسلمين.

آفاق عربية

العدد ٤٩٧

الخميس
• ٢٨ من ذى القعدة ١٤٢١ هـ •
• ٢٢ من فبراير ٢٠٠١م •

اخباری تراشہ روزنامہ ''آفاقِ عربیہ'' قاھرہ مصر مورخہ ۲۲ر نومبر ۲۰۰۱ء اس میں برکاتی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام کراچی میں (جنوری ۲۰۰۱ء) منعقدہ عالمی کانفرنس میں ۳۶ر اسلامی ممالک کے وفود کی شرکت کی خبر ہے جس میں جامعہ ازھر سے بھی ایک وفد وکیل الازھر الشیخ محمود عاشور کی قیادت میں شریک ہوا تھا۔ (ادارہ)

دارالافتاء منظر اسلام (بریلی شریف)
کا عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا (فتاویٰ رضویہ)

علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی*

فتاویٰ رضویہ ''دارافتاء منظر اسلام'' کی طرف سے عالم اسلام کیلئے عظیم تحفہ ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کیلئے دارالعلوم نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ اور خوبصورت انداز میں اشاعت ہے، فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الہبۃ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں جو مجموعی طور پر چودہ ہزار صفحات ۱۲۴ رسائل اور ۴۵۷۱ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہیں۔ اندازہ ہے کہ یہ عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا تقریباً چھبیس جلدوں میں مکمل ہوگا، مطبوعہ جلدوں کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

جلد نمبر	عنوانات	اسلۂ جوابات	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰---مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارت	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲---نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارت	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲---فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	کتاب الطہارت	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳---جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴---ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵---اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵---دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶---جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶---اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷---اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸---مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸---نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان حدود وتعزیز	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸---مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (الف)	۳۳۹	۷	جمادی الاخری ۱۴۱۹---ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰---اپریل ۱۹۹۹ء	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰---ستمبر ۱۹۹۹ء	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰---فروری ۲۰۰۰ء	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱---جولائی ۲۰۰۰ء	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱---فروری ۲۰۰۱ء	۶۹۲
ٹوٹل		۴۵۷۱	۱۲۴		۱۳۱۹۸

* (ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

الدعوة إلى وحدة العالم الإسلامى

الأزهر يشارك فى المؤتمر العالمى الأول لميلاد النبى (صلى الله عليه وسلم)

جمعية البركات الخيرية بمدينة كراتشى الباكستانية ... العالمى الأول لميلاد الرسول ﷺ وعلماء الإسلام، ... وفود من ستة وثلاثين دولة إسلامية منها مصر ... والكويت والإمارات العربية المتحدة والعراق ولبنان ... وبنجلاديش، كما حضره وفود من الدول التى بها ... إسلامية منها الهند وجنوب أفريقيا وانجلترا. مثّل ... والأزهر وفد رفيع المستوى برئاسة الشيخ محمود ... وكيل الأزهر

... الوفد الشيخ على محمد فتح الله رئيس قطاع المعاهد ... والدكتور القصبى محمود زلط نائب رئيس جامعة ... والشريف الدكتور حازم محمد أحمد محفوظ مدرس ... الأردية بجامعة الأزهر.

... المؤتمر بحفل استقبال للوفود المشاركة، وذلك تحت رعاية ... بحوث الإمام أحمد رضا ومديره فضيلة السيد وجاهت ... القادرى، ثم عقدت عشر جلسات على مدار خمسة ... التى فيها كثير من البحوث والكلمات، وصدر كتاب ... تضمن بحوث المؤتمر.

... الجلسة الختامية للمؤتمر وموضوعها: (ميلاد الرسول ... المصطفى صلى الله عليه وسلم)، والتى عقدت فى مسجد ... بكراتشى، وحضرها ما يقرب من ستين ألفا. صدر ... البيان الختامى عن المؤتمر، الذى أوصى بأن يعقد مؤتمر ... ميلاد الرسول ﷺ وعلماء الإسلام بصفة سنوية وفى دولة ... إسلامية أخرى، تحت رعاية جمعية البركات الخيرية التى ... يرأسها فضيلة الشيخ محمد أمين البركاتى وفضيلة الشيخ ... محمد رفيق البركاتى.

كما أوصى المؤتمر بالعمل الجاد من أجل وحدة العالم ... الإسلامى، وذلك بتذليل جميع العقبات أمام طلاب العالم ... الإسلامى، وتوثيق العلاقات مع علماء العالم الإسلامى، ... نشر المؤلفات الدينية وخاصة تلك التى تقدم جديدًا بهدف ... وحدة العالم الإسلامى الكبير.

... يجدر بالذكر أن الوفد الأزهرى المشارك فى المؤتمر قام ... بوضع حجر الأساس للكلية الأزهرية الرضوية للدراسات ... الإسلامية داخل جامعة دار العلوم الأمجدية بمدينة كراتشى، ... وذلك بناء على طلب من فضيلة الشيخ محمد رفيق البركاتى ... الذى تعهد ببناء مبنى الكلية خلال عام واحد، كما تقدم بطلب ... إلى وكيل الأزهر لتشييد معهدًا أزهريا نموذجيًا فى القاهرة ... على نفقته الخاصة.

وفد الأزهر فى مدينة لاهور

... عقب انتهاء أعمال المؤتمر توجه وفد الأزهر إلى مدينة لاهور ... واستقبل استقبالاً حافلاً فى مطار لاهور الدولى، وكان فى ... مقدمة مستقبليه فضيلة الإمام ميان جميل أحمد الشرقبورى، ... عضو مجلس الشعب الباكستانى السابق ورئيس جامعة دار ... المبلغين وشيخ الطريقة النقشبندية، الذى دعى وفد الأزهر ... لزيارة منطقة شرقبور.

... وفى شرقبور قام وفد الأزهر بزيارة جامعة دار المبلغين ... الإسلامية، وعقد حفل تكريم بساحة هذه الجامعة، وألقى ... فضيلة الشيخ محمود عاشور وكيل الأزهر كلمة عبر فيها عن ... سعادته بلقاء رئيس وأعضاء هيئة التدريس وطلاب جامعة ... دار المبلغين الإسلامية. ثم توجه الوفد لزيارة مرقد العارف ... بالله محمد شير ربانى الشرقبورى أحد أشهر أعلام الدعوة

الإسلامية فى باكستان وقراءة الفاتحة على روحه الطاهرة.

وفى اليوم التالى توجه وفد الأزهر إلى مدينة شيخبوره حيث زار الجامعة النظامية الرضوية الإسلامية، وكان فى مقدمة مستقبليه فضيلة الإمام المفتى عبد القيوم الهزاروى رئيس الجامعة ورئيس قطاع المدارس والجامعات الإسلامية فى باكستان. وعقد فى مسجد الجامعة حفل تكريم لأعضاء الوفد الأزهرى، وألقى كل من الدكتور القصبى محمود زلط نائب رئيس جامعة الأزهر، والشيخ على محمد فتح الله رئيس قطاع المعاهد الأزهرية، كلمة عبرا فيها عن سعادتهما بزيارة الجامعة النظامية الرضوية الإسلامية، وما شاهداه من إقبال الطلاب على تحصيل العلوم الإسلامية.

عند مرقد العلامة محمد إقبال

ثم توجه وفد الأزهر إلى مدينة لاهور، وقام بزيارة مرقد العلامة محمد إقبال الشاعر والفيلسوف الإسلامى الأشهر، وبعد قراءة الفاتحة على روحه الطاهرة توجه الوفد لزيارة مرقد ومسجد العارف بالله الإمام على الهجويرى الحسنى أحد أعلام التصوف الإسلامى فى باكستان وصاحب كتاب (كشف المحجوب) الذي نال الشهر العريضة في كل اقطار العالم الإسلامى.

وفى لاهور قام الوفد الأزهرى بزيارة جامعة بنجاب العريقة - أقدم جامعات باكستان الحكومية - والتقى بعميد الكلية الشرقية، ثم توجه الوفد إلى الجامعة النعيمية الإسلامية واستقبل استقبالاً حارًا وكان فى مقدمة مستقبليه فضيلة الدكتور سرفراز أحمد رئيس الجامعة.

ثم عقد فى منطقة شرقبور حفل وداع لوفد الأزهر، وفيه ألقى كل أعضاء الوفد الأزهرى كلمة، عبروا فيها عن سعادتهم بما شاهدوه من انتشار التعليم الدينى وإقبال الطلاب على تحصيل العلوم الإسلامية، كما حيوا كل من رحب بالوفد الأزهرى فى كراتشى ولاهور وشرقبور وشيخبوره، وتمنوا العودة إلى رحاب باكستان مرات ومرات. كما وجهوا الدعوة إلى رؤساء الجامعات الإسلامية لزيارة مصر والأزهر.

پندرہ روزہ صوت آل بیت، قاہرہ مصر کا تراشہ، جس میں کراچی میں منعقدہ (جنوری ۲۰۰۱ء) عالمی میلاد کانفرنس جامعہ ازھر کے وفد کی شرکت، میلاد کانفرنس کے موضوعات اور جامعہ ازھر کے وفد کی کراچی، لاہور، شیخوپورہ، شرقپور شریف میں اہل سنت کے مدارس اور علمی شخصیات سے ملاقات کے سلسلے میں ازھر کے وفد کے ایک رکن ڈکتور شیخ حازم صاحب کا مفصل مضمون۔ اس مضمون میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے جامعہ ازھر اور دیگر اسلامی ممالک کے وفد کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ کا بھی ذکر ہے۔ (ادارہ)

از: ڈاکٹر محمد حسان حسین رضوی

حافظ پیلی بھیتی اور منظر اسلام

قاضی حاجی حافظ مولانا محمد خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی کا تعلق خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باعظمت اور باوقار خاندان سے تھا جس کا ذکر ''بیاض نعت'' میں اس طرح موجود ہے۔

جو میرا جد امجد ہے وہی صدیق اکبر ہے
وہ جس کی افضلیت پر ہے شاہد نص قرآنی

(بیاض نعت، از حافظ پیلی بھیتی دیوان پنجم)

حافظ موصوف پیلی بھیت کے انتہائی معزز و محتشم علمی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے (تذکرۂ محدث سورتی از خواجہ رضی الدین حیدر، ص ۲۶۸ رسورتی اکیڈمی کراچی ۱۹۸۱ء سید آفاق جعفری ص ۵۴ رڈیسنٹ پرنٹنگ پریس کراچی ۱۹۸۸ء) آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی بشیر الدین حسن تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور ماموں (اپنے وقت کے ممتاز محقق) قاضی محمد ممتاز حسین ممتاز پیلی بھیتی سے حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث کیا مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے بریلی تشریف لے گئے۔

(محراب معانی، از سید آفاق جعفری ص ۵۴ رڈیسنٹ پرنٹنگ پریس کراچی ۱۹۸۸ء)

موصوف کو سلسلہ نقشبندیہ کے فاضل کامل و عارف اکمل بزرگ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ حافظ کے ہر دیوان میں آپ کے مناقب ملتے ہیں جس سے ان کی والہانہ وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ ۹ ردسمبر ۱۹۲۹ء بمطابق ۷ ررجب المرجب ۱۳۴۸ھ کو پیلی بھیت میں آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار حضرت کلیم اللہ شاہ میاں کے قبرستان میں تھا جو ۱۹۶۱ء میں دیوان کے سیلاب کی نذر ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ قبلہ حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں نے پڑھائی۔

(تذکرۂ محدث سورتی از خواجہ رضی الدین حیدر، ص ۲۶۹ سورتی اکیڈمی کراچی ۱۹۸۱ء)

حافظ قاضی خلیل الدین حسن دیوان کے مشہور و معروف وکیل تھے آپ کئی مرتبہ پیلی بھیت کے صدر بھی منتخب ہوئے اس کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ و وائس چیئرمین میونسپل بورڈ پیلی بھیت کے عہدوں پر بھی فائز ہوئے۔

اردو نعتیہ شاعری میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کے ۱۹ رنعتیہ دیوان تھے نعتیہ شاعری کے علاوہ کچھ نہ کہا آپ کے آٹھ شائع شدہ دواوین اس طرح ہیں:

(۱)	نعت مقبول خدا	۱۳۰۳ھ
(۲)	نغمۂ روح	۱۳۰۹ھ
(۳)	خمخانۂ حجاز	۱۳۱۵ھ
(۴)	آئینۂ پیمبر	۱۳۳۰ھ
(۵)	بیاض نعت	۱۳۳۳ھ
(۶)	نغمۂ جگر دوز	۱۳۳۵ھ
(۷)	لذت درد	۱۳۳۸ھ
(۸)	میخانۂ خلد	۱۳۴۰ھ

امیر مینائی اور داغ دہلوی بھی موصوف کے کلام سے بے حد متاثر تھے جس کا ذکر ان کے دواوین میں ملتا ہے۔ ان

*(ایڈووکیٹ، بریلی۔ انڈیا)

دواوین کے علاوہ رباعیات کے دو مجموعے نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) رباعیات حافظ (۲) جدید رباعیات حافظ

حافظ پیلی بھیتی کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ، پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، شاہ محمد شیر میاں علیہ الرحمہ۔ مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ، مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ اور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ بریلوی سے دیرینہ تعلقات تھے موصوف نے مولانا حسن بریلوی کے ذوق کی تعریف اس طرح کی ہے۔

بحمد للہ حسن کا چھپ گیا دیوان نعتیہ
ہے عقبیٰ کیلئے روحوں کا لاثانی سفر توشہ
یہ روحانی سفر توشہ نظر آیا جو حافظ کو
کہا چھپنے کی ہے تاریخ روحانی سفر توشہ

مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے انتقال کے موقع پر آپ نے لذت درد میں تاریخ رحلت یوں فرمائی ہے۔

حسن پہنچے جو لے کر دفتر نعت
حضور کبریا ہشاش بشاش
سرا پردے سے حافظ بہر تاریخ
ندا آئی ''حسن شاباش شاباش''

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر پیلی بھیتی حافظ کے ''میخانۂ خلد'' میں تاریخی مادے ہیں۔ جنکی تاریخیں ملاحظہ فرمایئے۔

مال وبنون ودو مان الباقیات الصالحات (۱۳۴۰ھ) (۱) میخانۂ خلد ص ۱۶۸، رحمت ایزد، رحمت ایزد (۱۳۴۰ھ) (۲) ایضاً، ص ۱۶۹، سردار پیشوائے اہل سنت (۱۳۴۰ھ) (۳) ایضاً، ص ۱۶۹، مقبول حق احمد رضا (۱۳۴۰ھ) (۴) ایضاً، ص ۱۶۹، علم وعمل احمد رضا (۱۳۴۰ھ) (۵) ایضاً ص ۱۷۰، اوج کو کیا سفر بست وپنجم صفر (۱۳۴۰ھ) (۶) ایضاً ۱۷۰، کہہ دیا ''مومن حق نما'' چار بار (۱۳۴۰ھ) (۷) ایضاً ص ۱۷۴، پہنچے احمد رضا رؤف کے پاس (۱۳۴۰ھ) (۸) ایضاً ص ۱۷۴، کتبۂ والامزار احمد رضا (۱۳۴۰ھ) (۹) ایضاً، ص ۱۷۳۔

اسلام دشمن عناصر کے خلاف ان کا موقف شمشیر برہنہ کی طرح عیاں تھا۔ وہ ایک رباعی میں اسکو اس طرح قلمبند کرتے ہیں۔

جو منکر توحید رہے وہ کافر
بس ہوتے جو منکر کی سہے وہ کافر
منکر کو جو منکر نہ کہے منکر ہے
کافر کو جو کافر نہ کہے وہ کافر

حافظ پیلی بھیتی جماعت اہل سنت کی ایک عظیم متحرک شخصیت تھی آپ نے ملت اسلامیہ میں اتحاد قائم کرنے کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ اس سلسلے میں آپ نے انجمن اتحاد کے نام سے ایک جماعت کی بھی داغ بیل ڈالی جس کا مقصد اصلاح قوم واتحاد قوم و فروغ تعلیم تھا۔

وہ باعمل انسان تھے اسلئے وہ ہر منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بے قرار رہتے تھے۔ اس کا اظہار وہ ایک غزل میں اس طرح کرتے ہیں۔

کوئی تو پورا ہو مقصد انجمن کا یہ نہیں
کرکے جلسہ چھاپ دی سالانہ خوشخط روداد

انجمن اتحاد کے علاوہ ان کے اندرون ملک و بیرون ملک کی اہم تنظیموں سے گہرے رابطے واسطے تھے۔ جن میں انجمن نعمانیہ لاہور، انجمن راعین، مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ) انجمن خدام الصوفیہ علی پور اور منظر اسلام بریلی شریف وغیرہ خاص ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد سیدنا مولانا محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز نے ۱۸۸۹ء میں ''مصباح التہذیب'' کے نام

سے مداری دروازہ بریلی شریف میں ایک مدرسہ قائم فرمایا تھا۔
(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین ،قادری بکڈ پو رنومحلہ
بریلی شریف ص ۲۱۱) اب اس کا نام مصباح العلوم ہے۔
اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فارغ ہو کر تدریس
وافتاء وتصنیف کی طرف خاص توجہ فرمائی اعلیٰ حضرت نے اس وقت
تک کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی باضابطہ کسی مدرسہ میں بطور
مدرس پڑھایا فقط اعلیٰ حضرت کی ذات واحد مرجع طلباء وعلماء تھی جن
کو علمی چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا وہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں
حاضر ہوتے اور فیضیاب ہو کر جاتے (حیات اعلیٰ حضرت از مولانا
ظفر الدین ،ص ۲۱۱ رقادری بکڈ پو نومحلہ بریلی) قبلہ سید امیر احمد
صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ کے مخلص دوست تھے ان کی خصوصی توجہ
کے باعث ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ''دارالعلوم منظر اسلام'' قائم ہوا
جس کے پہلے منتظم قبلہ سیدنا مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ ہوئے
۱۳۲۶ھ میں آپ کی رحلت کے بعد حضرت حجۃ الاسلام
سیدنا مولانا محمد حامد رضا علیہ الرحمہ اس دارالعلوم کے مہتمم ہوئے
آپ کے وصال کے بعد منظر اسلام کے مہتمم کا دور ۱۹ سال اس طرح
ہیں۔حافظ پیلی بھیتی نے دارالعلوم منظر اسلام کے جلسۂ دستار بندی
میں ۱۳۲۹ھ/۱۳۳۰ھ میں شرکت کی تھی۔
۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۲۹ھ کے جلسہ میں اکاون اشعار پر مشتمل ایک
تاریخی غزل قلم بند فرمائی ہے اس غزل کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے
اس طرح کیا گیا ہے۔

سزاوار ہر حمد ہے رب عزت
ہے مصداق ہر مدح ختم رسالت

حمد باری تعالیٰ کے بعد نعت اقدس کے اشعار ہیں جس
میں رسالت مآب نور مجسم ﷺ کی افضلیت شافع محشر ہونے اور
علم غیب کے موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔

وہ اول کے ممکن نہیں جس کا ثانی
وہ ثانی کے ہمسر نہیں تحت قدرت
وہ رحمت خدا کی وہ محشر کا دولہا
نچھاور ہو اس پر درود اور رحمت
وہ حاضر کہ غائب نہیں کوئی اس کا
وہ ظاہر ہے کہ ہر غیب اس کو شہادت

نعت شریف کے اشعار کے بعد خلفاء راشدین کی
عظمت اور چاروں اصحاب کو حق پر ہونا قرار دیا ہے۔

وہ چاروں ہیں محبوب ، محبوب رب کے
محب کو نہ کیونکر ہو ان سے محبت

مناقب خلفاء راشدین کے بعد وہ ائمہ کرام علماء کرام
کے مقام ومرتبے کو آشکار کرتے ہیں۔

ائمہ نے پھر دین حق کو سنوار
خدا کی ہو ان پر رضا اور رحمت
ائمہ نے پائے جو عالم ہمارے
فن فقہ کی ہے سپرد ان کو خدمت

اس تمہید کے بعد موصوف امام اہل سنت عظیم البرکت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف وتعریف بڑے حسین پیرائے میں
کرتے ہیں۔(آئینہ پیغمبراز حافظ پیلی بھیتی ص ۱۹۰ رنظامی پریس بدایوں ۱۳۳۰ھ)

زمانے کو ہے اس زمانے میں روشن
کہ یہ فتح و نصرت ہے کس کی بدولت
وہ عالم وہ فاضل وہ احمد رضا خاں
وہ سر خیل و سر لشکر اہل سنت
وہ محسن ہمارا وہ مغنی وہ معطی
وہ شان کریمی وہ جان سخاوت

دارالعلوم منظر اسلام کو قبلہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے
قائم فرمایا اور وہاں بلا کسی عوض کے علم کے دریا بہائے اس کو قبلہ
حافظ صاحب نے اس طرح قلمبند فرمایا ہے۔(ایضاً،ص ۱۹۰)

کیامدرسہ دین کا جس نے قائم
ہوئی علم دین پڑھنے والوں کی کثرت
دیا دین حق مفت ہم ناکسوں کو
یہ احسان اس کا یہ اس کی ہے منت

کسی ادارے کو جاری ساری رکھنے کیلئے زر کی ہمیشہ ضرورت محسوس ہوتی ہے یہ ضرورت دارالعلوم منظر اسلام کے ابتدائی دور میں کچھ زیادہ ہی شدت سے محسوس کی گئی اس لئے ۱۳۲۹ھ کے اجلاس میں حافظ پیلی بھیتی نے عوام سے بھرپور تعاون کرنیکی اپیل کی جس کے کچھ اشعار حسب ذیل ہیں۔

حمایت کا ہے وقت کچھ خرچ کرو
وہ شئی جس کی پاتے ہو دل میں محبت
ملے ذرہ ذرہ تو ہو براعظم
جڑے قطرہ قطرہ تو ہو بحر رحمت
رضائے خدا اور نبی کے مقابل
یہ کیا مال ہے جس کو کہتے ہو دولت
کریں گے اگر ہم حمایت میں سستی
قیامت کے دن اور ہوگی قیامت

اس اجلاس مقدس کی تاریخ میں وہ اس طرح قلمبند کرتے ہیں۔

یونہی جلسے دستار بندی کے دیکھیں
نظر آئے ہر سال جاہ فضیلت
پڑھی جائے ہر سال تاریخ گوئی
ہے اس سن کی تاریخ جاہ فضیلت

اس دارالعلوم کی جشن دستار بندی کی شان وشوکت کا بیان موصوف نے بڑے دلچسپ انداز میں فرمایا۔

کہ دستار بندی گو ہے سیدھی سادی
مگر اس میں طرہ ہے ایک شان و شوکت
فضیلت کی دستار کا ہے جو گنبد
صدا اس میں گونجی مبارک سلامت
فضیلت کی دستار باندھی یہ سر پر
کہ دستار نے سر سے پائی فضیلت

علمائے کرام کے اس لشکر مبارک پر اعلیٰ حضرت کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس مقدس قافلے کی حوصلہ افزائی کچھ اس طرح کرکے قلمبند کرتے ہیں۔

سفیہان عالم کے ہوکر مقابل
پیاپے بڑھا لشکر اہلسنت
ملا مصرع سال حافظ کو پورا
پیاپے بڑھا لشکر اہلسنت

حضرت حافظ نے دارالعلوم منظر اسلام ۱۳۲۹ھ کے اجلاس دستار فضیلت میں سن تاریخ جاہ فضیلت قلمبند فرمائی تھی اور ۱۳۳۰ھ کے اجلاس میں آپ نے اس میں معمولی تبدیلی کرکے اوج فضیلت بیان فرمائی اس کے کچھ اشعار اس طرح ہیں۔

تم کو مبارک اور سلامت
اہل سنت اوج فضیلت
آج بندھی ہیں وہ دستاریں
جنکی رفعت اوج فضیلت
حافظ نے بیساختہ لکھا
سال فضیلت اوج فضیلت

(آئینہ پیغمبراز حافظ پیلی بھیتی ،ص۱۹۴، نظامی پریس بدایوں ۱۳۳۰ھ)

اس کے علاوہ آپ نے اور دو سن تاریخ بھی اس اجلاس میں پڑھے تھے جن میں علمائے کرام کی سربلندی اور ان کی سلامتی اور ترقی کی دعا نہایت ہی پراثر انداز میں فرمائی۔

رہے دستار بندی یاد حافظ
ہے تاریخی عدد دستار دستار

(ایضاً، ص۱۹۴)

KUR'AN-I KERÎM
DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - TURKS - NEDERLANDS
ARAPÇA - TÜRÇE - HOLLANDACA

IN DE OORSPRONKELIJKE ARABISCHE TEKST
MET
NIEUWE NEDERLANDSE VERTALING DOOR
GOELAM RASOEL ALLADIEN
EN
TURKSE VERTALING DOOR
İSMAİL HAKKI İZMİRLİ

Uitgegeven door
De Mohammadi Stichting Nederland
Ahli Soennat Wa Djamaat
Hanafi
Amsterdam
1988

کنز الایمان کا ڈچ اور ترکی زبان میں ترجمہ، عکس مطبوعہ ایمسٹرڈیم، ہالینڈ

مخزونہ لائبریری، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
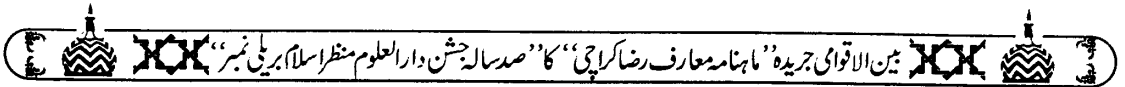
منظر اسلام کا پہلا طالب علم

کتبہ: استاذ العلماء شیخ الحدیث مفتی عبدالقیوم ہزاروی*

فاضل شہیر ادیب لبیب پروفیسر مختار الدین احمد آرزو نے صحیح بہاری کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے موقع پر یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۷؍مارچ ۱۹۹۲ء میں مصنف اور کتاب کا تعارف قلم بند فرمایا پروفیسر صاحب کا یہ تعارفی مقالہ جو ۳۴؍صفحات پر مشتمل ہے جو دوسرے ایڈیشن میں کتاب کی ابتداء میں شامل اشاعت ہے جو مستند اور جامع بھی ہے اگر چہ وہ تحریر مختصر ہے مگر دلالۃً مبسوط ہے جس کے متعلق انہوں نے خود فرمایا:

''یہ چند صفحات مصنف علامہ ملک العلماء فاضل بہار پر جن میں صرف انکی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے ارتجالاً لکھ دیئے گئے یہ اوراق ان شاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کے لئے جس کی ترتیب واشاعت کی ضرورت ہے پیش خیمہ ثابت ہوں گے'' (مختار الدین احمد)

پروفیسر آرزو صاحب مدظلہ کے بیان سے ماخوذ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا خلاصہ درج ذیل ہے ملک العلماء کو دارالعلوم منظر اسلام کا پہلا طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔

نام	:	(علامہ مولانا مولوی) ظفر الدین
کنیت	:	ابوالمختار
لقب	:	ملک العلماء بہاری قادری رضوی
ولدیت	:	عبدالرزاق اشرفی
ولادت	:	۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ
وفات	:	۱۱؍جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ

مشہور اساتذہ:

امام احمد رضا بریلوی --- مولانا وصی احمد سورتی --- مولانا احمد حسن کانپوری --- مولانا بشیر احمد علی گڑھی --- مولانا حامد حسن رامپوری --- مولانا کبیر الدین --- مولانا ابراہیم --- مولانا عبداللطیف --- مولانا محی الدین اشرف --- مولانا بدر الدین اشرف --- مولانا مہدی حسن --- مولانا اسماعیل بہاری --- قاضی عبدالرزاق --- مولانا فخر الدین --- مولانا منعم --- مولانا اکرام الحق --- مولانا معین اظہر --- مولانا عبداللہ کانپوری ---

مدارس جہاں تعلیم حاصل کی:

گھر، مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین پٹنہ، مدرسہ حنفیہ پٹنہ، دارالعلوم کانپور، امداد العلوم کانپور، احسن المدارس کانپور، دارالحدیث پیلی بھیت، مصباح التہذیب بانس بریلی، منظر اسلام بریلی شریف۔

مدارس جہاں تدریس فرمائی:

منظر اسلام بریلی شریف..... دارالعلوم جامع مسجد

*(ناظم اعلیٰ، تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان)

شملہ..... مدرسہ حنفیہ آراء ضلع شاہ آباد..... شمس الہدیٰ پٹنہ..... جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹہار ضلع پورینہ..... مدرسہ ظفر منظر پٹنہ .....جبکہ جامعہ نعمانیہ لاہور کے لئے تقرری ہوئی مگر بریلی شریف سے شملہ کے لئے اچانک منتقل ہونا پڑا۔

چند مدارس کے قیام میں سعی فرمائی:

اعلیٰ حضرت کے ہاں حاضری کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کے لئے مولانا حامد رضا خاں، مولانا حسن رضا خاں کے اشتراک سے اعلیٰ حضرت سے منظوری لی اور خود اور ایک ساتھی سید عبداللہ عظیم آبادی سمیت پہلے طالبعلم بنے، جامع مسجد شملہ میں مدرسہ قائم فرما کر تدریس کی زندگی کے آخری دور میں جامعہ لطیفیہ کٹہار میں دو سال تدریس کے بعد اور کچھ پہلے اپنے گھر پٹنہ میں ظفر منزل کو مدرسہ کی صورت دی۔

بعض شریک درس حضرات:

مولانا عبدالرشید عظیم آبادی--- مولانا غلام مصطفیٰ --- مولانا محمد ابراہیم روگانوی--- سید غلام محمد بہاری--- سید عبدالرحمٰن بیتھوی--- مولانا محمد اسماعیل بہاری--- مولانا نذیر الحق رمضان پوری--- وغیرہم

چند مشہور تلامذہ:

مولانا احسن الہدیٰ، مولانا قمر الہدیٰ، مولانا سید فرید الحق، مولانا سید عاشق حسین فاضل شمسی، مولانا عظیم الدین، مولانا ظہوری نعیمی، مولانا حافظ عبدالرؤف صدر مدرس بریلی، مولانا نظام الدین بلیاوی، مولانا محمد یحییٰ بلیاوی۔

چند مشہور معاصرین:

مولانا حامد رضا خاں..... مولانا حسن رضا خان..... مولانا مصطفیٰ رضا خان..... مولانا محدث کچھوچھوی..... مولانا نعیم الدین مراد آبادی..... مولانا امجد علی صدر الشریعہ..... مولانا عبدالسلام جبل پوری..... مولانا احمد اشرف ..... مولانا دیدار علی ..... مولانا احمد مختار..... مولانا عبدالعلیم میرٹھی..... مولانا رحیم بخش ..... مولانا لعل خان..... مولانا عبدالاحد..... مولانا برہان الحق ..... مولانا عبدالباقی..... مولانا شفیع احمد..... مولانا حسنین رضا خاں....

تصانیف:

شرح کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ١٣٢٤ھ
خیر السلوک فی نسب الملوک ١٣٣٣ھ
بدر الاسلام لمیقات کل الصلوة والصیام ١٣٣٥ھ
مؤذن الاوقات ١٣٣٥ھ
تنویر السراج فی ذکر المعراج ١٣٥٣ھ
نافع البشر فی فتاوی ظفر ١٣٦٩ھ
حیات اعلیٰ حضرت ١٣٢٧ھ
المجمل المعددلتالیف المجدد ١٣٣٠ھ
البواقیت والجواهر فی علم التوقیت ١٣٣٠ھ
جواهر البیان ١٣٣٣ھ
عافیه (صرف) ١٣٣٥ھ
چودھویں صدی کے مجدد ١٣٦٧ھ
الجامع الرضوی المعروف بصحیح البهاری ١٣٤٥ھ

اجمالی تعارف کے بعد مناسب تھا کہ ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے متعلق کچھ تفصیلی تعارف قارئین کی نذر کیا جاتا لیکن پروفیسر آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالہ میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق شخصی اور نجی معلومات، دین وملت کے لئے ان کے پرخلوص جذبات، احقاق حق وابطال باطل میں مجاہدانہ مصروفیات،

علوم وفنون کی کثرت و بہتات، تدریس وتالیف میں کثیر باقیات، زہد وتقویٰ پر دال قابل اعتبار واقعات، اوران کو آغوش تربیت میں رکھنے والی یکتا شخصیات، کو جامع انداز میں بیان کر دیا ہے اگرچہ ملک العلماء علیہ الرحمہ کی ظاہری اور باطنی عظمت کے اظہار میں پروفیسر صاحب کا اتناذکر کر دینا کافی تھا۔

جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کئے وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخاں بریلوی علیہ الرحمۃ تھے جن کی صحبت بابرکت میں برسہا برس رہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا خلیفہ تاج الدین لاہور کے نام ایک مکتوب کو بیان کر دینا ہی مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ثقاہت کا جامع بیان ہوگا۔

''مکرمی مولانا مولوی محمد ظفرالدین قادری فقیر کے ہاں اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتاب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارافتاء میں میرے معاون ہیں میں اتنا ضرور کہوں گا، سنی خالص مخلص، صحیح العقیدہ ہادی مہدی، عام درسیات میں عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ کر سکتے ہیں علماءِ زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ''

اور پھر اعلیٰ حضرت نے مصنف کے نام ایک مکتوب میں یوں فرمایا:

''آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے ثبات علی السنہ ہے اب کون زائد ہے کسی پر نعمت بیشتر ہے
آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر''

اور کبھی یوں اظہار تعلق فرمایا

''حبيبي ولدي قرة عيني''

اور کبھی یوں خطاب فرمایا:

''ولدی الاعزہ، حامی سنت، ماحی فتن، جان پدر بلکہ از جان بہتر''

کلام الامام کے اس امام الکلام نے ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق ہمہ پہلو باکمال بلکہ انتہائی باکمال اور جامعہ بے مثال ہونے کی شہادت دے دی تو امام اہل سنت مجدد ملت رہبر شریعت وطریقت، مخزن علوم وحکمت، مظہر عجائبات قدرت کی اس جامع توصیف کے بعد کسی دوسرے کی کیا ہمت ہے کہ وہ ملک العلماء کی توصیف وتعریف کا دعویٰ کرے ہاں ''اما بنعمة ربک فحدث'' کے تحت اس نعمت الٰہی کی مدح ہر ممنون پر لازم ہے کہ یہ شکر الٰہی ہے، نفس نعمت کا ذکر اور اس کی مدح بھی منعم کا شکر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سنۃ ۱۳۳۷ھ

العبد احمد رضا

الفقیر محمد حامد رضا

عکس سند فراغت مفتی غلام جان ہزاروی صاحب در عہد امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

بانئ منظر اسلام کا معیارِ تحقیق

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری برکاتی

اچھی اور مستند معلومات کی حامل تحریر کسی بھی قوم کا ورثہ ہوتی ہے----"تحقیق" صرف الفاظ کو گرامر کے اصولوں کے مطابق جمع کرنے کا نام نہیں----"تحقیق" صرف اپنی معلومات کا انبار لگا دینے کا نام بھی نہیں----لکھتے وقت وہی الفاظ استعمال کرنا چاہیں جو قاری کو بات صحیح طور سے سمجھا سکیں اور اصل مدعا بیان کر سکیں----تحقیق میں ضروری ہے کہ معلومات اس طور پر سامنے لائی جائیں کہ ان کا منطقی ربط بھی باقی رہے اور قاری کو نتائج اخذ کرنے میں دشواری بھی نہ ہو (۱)----

اسلام نے بلاتحقیق وتصدیق کوئی بھی بات دوسروں تک پہنچانے کو ناپسند کیا ہے----مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے----

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ماسمع"(۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ بات کی تحقیق کئے بغیر اسے آگے بڑھا دے"۔

معلوم ہوا کہ بلاتفتیش وتحقیق کسی بھی بات کو دوسروں تک نہیں پہنچانا چاہیئے----کسی بھی بات کو بلاتحقیق دوسروں تک پہنچانے کے دو اثرات تو عام ہوتے ہیں۔

۱......غلط بات سے معاشرہ میں بداعتمادی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۲......اگر کہی گئی بات عملی نتائج رکھتی ہے تو بلاتحقیق ایسے کلام سے تکلیف دہ نتائج نکل سکتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ تحقیق ایک سنجیدہ اور ذمہ داری کا کام ہے، اسکی افادیت محقق تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ محقق کے خیالات تحریر کے ذریعہ دوسروں تک پہنچتے ہیں (۳)۔

ماضی قریب کے ماہرین علوم میں امام احمد رضا محدث بریلوی کا قوت حافظہ اور اسلوب تحقیق نمایاں نظر آتا ہے----وہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں بریلی ہی میں وصال فرمایا (۴)----محیر العقول فطری ذکاوت کی وجہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ سے بہت جلد فراغت حاصل کر لی تھی چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں----

"میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فراغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے۔اس وقت میں تیرا سال دس ماہ پانچ دن کا تھا، اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے"۔(۵)

امام احمد رضا نے اپنے رسالہ "الاجازة الرضويه لمبجل مكة البهيه" میں جن کثیر علوم وفنون کا ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر میں ان کو تبحر حاصل تھا، جس کا اندازہ ان علوم وفنون سے مزین ان کی کثیر تعداد میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف سے ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کی کتب و رسائل کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہے مگر افسوس کہ ان میں اکثر مفقود ہیں اور مزید یہ کہ ان کی کوئی مستند و جامع فہرست بھی دستیاب نہیں ---- ڈاکٹر حسن رضا خاں اعظمی نے اپنے ڈاکٹریٹ (Ph.D) کے مقالہ "فقیہ اسلام" میں امام احمد رضا کی "۶۶۶" کتب و رسائل (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کا ذکر کیا ہے ---- جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے فاضل علامہ عبدالمبین نعمانی، فاضل بریلوی کی فہرست کتب مرتب فرما رہے ہیں، وہ غالباً "۸۲۰" تک مرتب کر چکے ہیں (۶) ---- مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم (بانی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان) نے تقریباً "۹۰۰" کے قریب فہرست تیار کی تھی مگر افسوس کے ان کے سانحہ ارتحال کے بعد ان کے خاندان کی اسلام آباد سے کراچی منتقلی میں کہیں گم ہوگئی ---- اس وقت ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی مرکزی لائبریری "گوشۂ محققین" میں تقریباً "۳۶۰" مطبوعہ کتب و رسائل اور "۱۵۰" کے قریب عکسی مخطوطات کا ذخیرہ موجود ہے ----

کسی کا کثیر التصانیف ہونا فی نفسہ کوئی خوبی نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مصنف کا اسلوب تحریر و تحقیق کیا ہے! ----
وہ رطب ویابس بیان کرنے کا تو عادی نہیں ---- !

امام احمد رضا کے اسلوب تحقیق اور قوت فیصلہ سے متعلق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ----

"مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں، انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی" ---- (۷)

ناظم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) علامہ ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کی قوت استدلال پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"انہوں نے ایک کتاب بنام "الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية" تصنیف کی یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفور علم اور قوۃ استدلال پر دال ہے" ---- (۸)

فاضل بریلوی کے فتاویٰ میں اسلوب تحقیق اور ان کے تحقیقی معیار پر اظہار خیال کرتے ہوئے پاکستان کے ممتاز ادیب و دانشور حکیم محمد سعید دہلوی فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں، بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں" ---- (۹)

"فتاویٰ رضویہ" امام احمد رضا کے اسلوب تحقیق کا عظیم شاہکار ہے اور آپکی وسعت علمی و فقہی جزئیات پر عمیق نظر کا درخشاں باب ---- اس کے مطالعہ سے ان کے تحقیقی جوہر کھل کر سامنے آتے ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ نویسی کے تمام

اصول وقواعد سے بخوبی آگاہ ہیں---- ان کے فتاویٰ میں فتویٰ نویسی کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں یعنی مستفتی کا نام و پتہ، تاریخ استفتاء، صورت مسئولہ اور پیش آمدہ واقعات کی ضروری جزئیات اور اہم تفاصیل----

امام احمد رضا سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا گیا یا فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کیا، پھر حدیث نبوی سے استفادہ کرنے کی کوشش کی، بعد ازاں آثار سیر اور فقہائے احناف سے استفادہ کیا (۱۰)---- جس کی بدولت فقہ حنفی کو برصغیر میں وسعت اور قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

امام احمد رضا کے فتاویٰ میں ایک اصول نمایاں نظر آتا ہے کہ آپ نے جن مآخذ و مصادر سے فتاویٰ میں استدلال کیا، ان کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے جو کہ آپ کی وسعت مطالعہ، علمی دیانت، اسلاف احناف سے اتفاق وعقیدت اور روایت کے تسلسل کی درخشاں دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے اسلوب تحقیق کی نمایاں خصوصیت ہے----

امام احمد رضا کا اسلوب تحقیق بلند ہی نہیں بلکہ بہت بلند ہے، انہوں جو کچھ تحریر فرمایا اس میں نادر و نایاب تحقیقات پیش کر کے ہر دور کے اہل علم وفن کو ششدر کیا----

آپ نے محققین کے لئے معیاری تحقیق سے متعلق بعض رہنما نکات پیش فرمائے ہیں، ان میں سے چند نکات بیان کئے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ آپ کا اسلوب تحقیق کس قدر بلند ہے----

تحقیق میں صحت نسخ اور صحت متن کو اساسی اہمیت حاصل ہے، اکثر محققین اس کی پرواہ نہیں کرتے اور چھپی ہوئی کتاب سے استفادہ کر کے استدلال و استناد کرتے ہیں اور اس کے مندرجات کو بلا تامل مصنف سے منسوب کر دیتے ہیں---- امام احمد رضا اس معاملے میں بہت محتاط تھے---- انہوں نے ''صحت نسخ''----''صحت متون''----''اتصال سند''---- ''تواتر''----''تداول'' اور ''احتیاط استدلال'' وغیرہ پر بحث کی ہے----

★ ''صحت نسخ'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں----

۱...... ''کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلاً ثبوت نہیں'' ----(۱۱)

۲......کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر، امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے'' ----(۱۲)

★ ''اتصال سند'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں----

۱...... ''علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو'' ----(۱۳)

۲......اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے یعنی اصول معتمدہ متعدد سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے یہ اتصال سند اصل وہ شے ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے'' ----(۱۴)

★ ''تواتر'' پر بحث میں لکھتے ہیں----

۱...... ''کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی

"---(۱۵)

۲......"متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہ ان سے نقل، نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے" (۱۶)

★ "تداول" سے متعلق امام احمد رضا فرماتے ہیں---

۱......"متاخرین نے، کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان ہو کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی، اسے مثل اتصال سند جانا"---(۱۷)

۲......"تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آ چکے اور وہ بحالت موجود رہی ہو، اسے مصنف کا کلام مانا جائے"---(۱۸)

۳......"زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے"---(۱۹)

★ "احتیاط نقل و استدلال" پر بحث کرتے ہوئے امام احمد رضا درج ذیل نکات پیش کرتے ہیں---

۱....."علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے نسخے میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخے سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا یوں ہی اس ناقل تک تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں"---(۲۰)

۲....."اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ سے کیا وسائط زائد ہوں تو سب کا اسی طرح کا معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ سب بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز"---(۲۱)

عالم اسلام کے جلیل القدر سائنسدان اور پروجیکٹ ڈائریکٹر، پاکستان اکیڈمی آف سائنسز، کہوٹہ، ڈاکٹر عبدالقدیر خان امام احمد رضا کے تحقیقی دلائل کو نہایت اہمیت کا حامل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی ہے سورج کو حرکت پذیر اور محو گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں"

وزارت تعلیم، حکومت سندھ کے سابق ایڈیشنل سیکریٹری اور پاکستان کے ممتاز ماہر تعلیم و نصاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، امام احمد رضا کے معیار تحقیق سے متعلق فرماتے ہیں ----

> "امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا، اپنی تصنیف "جبالعوار" میں انہوں نے مآخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے"---(۲۲)

امام احمد رضا کی تحقیقات اور ان کا معیار اس قدر بلند ہے کہ ان سے برصغیر کے محققین ہی نہیں بلکہ علماء عرب اور مستشرقین یورپ بھی متاثر نظر آتے ہیں----

مشہور شامی عالم، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (۲۳) (پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب) جو عربی

زبان و ادب کے ممتاز ادیب و دانشور اور تقریباً پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، فرماتے ہیں----

''میں نے جلدی جلدی میں (امام احمد رضا کا) ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے'' ----(۲۴)

یورپی مستشرق، کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف لکھتی ہیں----

''احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا، جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے، جس سے ان کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے'' --(۲۵)

۱۳۳۹ھ میں دانا پور (ہندوستان) کے محمد حنیف خاں نامی شخص نے امام احمد رضا سے ایک مسئلہ دریافت کیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ:

''حجب العوار عن مخدوم بہار''

تحریر فرمایا تھا، اس رسالے کے شروع میں امام احمد رضا نے اسلوب تحقیق کے تمام جزئیات پر تفصیلی بحث کی ہے جو محققین کیلئے لائق دید اور قابل مطالعہ ہے امام احمد رضا کی علمی شخصیت کا تقاضا تھا کہ عالمی تحقیقی اداروں اور عالمی جامعات میں ان پر تحقیقی کام ہو، چنانچہ عالمی جامعات نے اپنا رخ امام احمد رضا کی سمت کیا ہے، فاضل بریلوی کے حوالے سے تحقیقاتی کام ہوا ہے اور مزید ہو رہا ہے جس کی تفصیلات ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل'' کراچی کے سالانہ مجلّہ میں ہر سال شائع ہو رہی ہیں جبکہ ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' کے نام سے تفصیلی معلومات پر مبنی ایک کتاب بھی منظر علوم پر آ چکی ہے----

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسکول و کالج اور جامعات کے تمام نصاب میں امام احمد رضا کے حوالے سے اسباق شامل کئے جائیں تاکہ نئی نسل اپنے اسلاف کے علمی کارناموں اور ان کے اسالیب تحقیق سے متعارف و مستفیض ہو سکے---

اس ضمن میں ان محققین، علماء اور دانشور حضرات کی زیادہ ذمہ داری ہے جو امام احمد رضا سے عقیدت و محبت کا رشتہ بھی رکھتے ہیں کہ وہ جس منصب و مقام پر فائز ہیں، جہاں بھی ہیں وہاں اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے اس سمت میں پیش قدمی کریں---- امام احمد رضا اور دیگر اسلاف کرام کی شخصیات اور کارناموں کو ہر سطح پر داخل نصاب کرانے کیلئے تحریکی انداز میں جدوجہد کریں---- اور ارباب حل وعقد کی توجہ مبذول کرانے کیلئے تحریر و تقریر کے علاوہ دیگر میڈیا کے تمام ذرائع سے کام لیں۔ امام احمد رضا اور دیگر اسلاف کے علمی کارنامے دنیائے علم و فن کا سنگھار ہیں---- تعلیمی نصاب کو ان سے آراستہ و پیراستہ کر کے اس میں چار چاند لگائے جا سکتے ہیں----

حواشی وحوالے

(۱) قاضی عبدالقادر، ڈاکٹر، تصنیف و تحقیق کے اصول، مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۲ء، صفحہ ۳۔

(۲) مسلم شریف، جلد اول، مطبوعہ مصر، صفحہ ۳/۷ مطبوعہ کراچی صفحہ ۸۔

(۳) قاضی عبدالقادر، ڈاکٹر، تصنیف و تحقیق کے اصول، مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۲ء صفحہ ۵۴

(۴) ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ بریلی۔

(۵) احمد رضا خاں، مولانا، الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ بشمول رسائل رضویہ (مرتب علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری) جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۳۰۹۔

(۶) یٰسین اختر مصباحی، مولانا، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص-۳۸

(۷) مقالات یوم رضا، حصہ سوئم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص-۱۰۔

(۸) ابوالحسن علی ندوی، مولانا، نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر، جز ثامن، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء ص-۴۱۔

(۹) محمد سعید دہلوی، حکیم، فاضل بریلوی کی طبی بصیرت، مشمولہ سالنامہ معارف رضا، شمارہ نہم (۱۹۸۹ء) مطبوعہ کراچی، ص ۹۹۔

(۱۰) محمد طفیل، حافظ، ڈاکٹر، قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اولین مآخذ بشمولہ سالنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۴ء مطبوعہ کراچی، ص-۵۷

(۱۱) احمد رضا خاں، مولانا، عجب العوارعن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور ص ۱

(۱۲) ایضاً

(۱۳) ایضاً، ص-۲

(۱۴) ایضاً-ص-۳

(۱۵) ایضاً، ص-۲

(۱۶) ایضاً، ص-۴

(۱۷) ظفر الدین بہاری، مولانا، المجمل المعد دلتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ، ص-۷

(۱۸) (الف) ایضاً، ص-۷

(ب) احمد رضا خاں، مولانا، عجب العوارعن مخدوم بہار، ص-۴

(۱۹) احمد رضا خاں، مولانا، عجب العوارعن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور ص-۴

(۲۰) ایضاً، ص-۳۔

(۲۱) ایضاً، ص-۲۔

(۲۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، افتتاحیہ (فقیہہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا خان اعظمی) مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء ص-۳۲۔

(۲۳) شام کے معروف حنفی عالم شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کا ۱۶ فروری ۱۹۹۷ء کو ریاض میں وصال ہو گیا ہے جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں آسودہ خاک کیا گیا آپ کے تفصیلی حالات و خدمات پر چکوال (پاکستان) کے فاضل عابد حسین شاہ نے اردو میں تفصیلی مقالہ مرتب کیا ہے جو کہ پاک و ہند میں زیر طبع ہے۔

(۲۴) یٰسین اختر مصباحی، مولانا، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص-۱۸۴۔

(۲۵) DR. BARBRA D. METCALF, THE REFORMIST ULEMA:MUSLIM RELIGIOUS LEADERSHIP IN INDIA (1860-1900), BARKELEY-1974 (بحوالہ فقیہہ اسلام)

نتیجہ فکرہ طارق سلطانپوری

مصطفیٰ کا وہ عبد حق آگاہ — پیکر علم و دانش و عرفان
"اعلیٰ حضرت" جسے زمانہ کہے — جس کا افزوں ہے احتشام ہر آن
جس کو بخشی ہے حق تعالیٰ نے — مصلحانہ مجددانہ شان
اس نے سیرت کی روشنی بانٹی — وہ حسیم تجلی قرآن
ترجمہ کلام پاک کیا — جو ہے بے شک خزانہ ایمان
پاسبان عظمت محمد کا — حفظ ناموس مصطفیٰ کا نشان
درس عشق نبی کا اس نے دیا — اہل ایمان کی ہے یہ پہچان
جو مودب نہیں محمد کا — وہ موحد نہ صاحب ایمان
گلشن علم "منظر اسلام" — اس کا بانی ہے وہ عظیم انسان
سر بلندی دین کی خاطر — اس کی خدمات ہیں عظیم الشان

منظر اسلام اور خدمت افتاء

پروفیسر مجیب احمد*

افتاء کا کام علمی سلاسل میں سب سے زیادہ مشکل، دقیق لیکن اہم ترین ہے۔ یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی اجتہاد کی بھی ایک صورت ہے۔ شریعت کے مختلف پہلوؤں اور فروع پر عمل کرنے کے سلسلے میں فوری اور صحیح رہنمائی کے لئے فن افتاء نہایت مفید ہے۔ فتویٰ دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حسب ضرورت فتویٰ ارشاد فرماتے تھے۔ فن افتاء اور فتاویٰ کا انسانی زندگی سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ جیسے جیسے انسانی ضروریات اور مسائل بڑھتے گئے، اس فن میں بھی وسعت اور پھیلاؤ آتا گیا۔ ہر دور، ہر عہد اور ہر مقام پر انسانوں کی رہنمائی اور دینی وفکری تربیت کے لئے مفتیان کرام موجود رہے ہیں۔ آج انسانی زندگی سے متعلق شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو جس کے حل کے لئے کسی مفتی کا فتویٰ موجود نہ ہو۔ فتاویٰ مسلمانوں کی فکری، دینی، تاریخی، سماجی، سیاسی اور اخلاقی حالت کو بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسلامی قانون کی تشریح وتعبیر، اصلاح معاشرہ اور دینی تبلیغ کے علاوہ، اسلام کے حرکی نظام فکر وعمل کے تصور کو آگے بڑھانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

فقہ حنفی تمام فقہی مذاہب میں سے قدیم ترین ہے۔ عام مسلمانوں کا قلبی وذہنی رجحان فقہ حنفی کی طرف زیادہ ہے۔ اگرچہ فقہ حنفی بعض ممالک میں مکمل طور پر اور بعض میں جزوی طور پر متداول ہے۔ تاہم جنوبی ایشیاء دنیا کا واحد خطہ ہے جہاں حنفی المذہب مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جنوبی ایشیاء میں فقہی مسائل کا باقاعدہ آغاز محمد بن قاسم (۶۹۳ء-۷۱۵ء) کے جون ۷۱۲ء میں سندھ فتح کرنے کے بعد ہوا۔ سلاطین دہلی کے عہد (۱۲۰۶ء-۱۵۲۶ء) میں علم فقہ، خصوصاً فقہ حنفی کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ عہد مغلیہ (۱۵۲۶ء-۱۶۵۸ء) میں بھی فقہ حنفی کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ مسلم دور میں ہندوستان میں عدالتی نظام بھی فقہ حنفی کے مطابق چلتا رہا۔ تاہم ۱۸۵۷ء میں مسلم دور کے خاتمے کے ساتھ ہی دیگر نظام ہائے حکومت کی طرح عدالتی نظام میں بھی تبدیلیاں آگئیں اور شریعت کو ثانوی حیثیت حاصل ہوگئی لیکن عامۃ المسلمین میں ابھی تک اسلامی شریعت اور فقہ حنفی کا دور دورہ تھا اور وہ اپنے دینی ودنیوی مسائل کے حل کے لئے انگریزی عدالتوں کی بجائے علماء ومفتیان کرام کے پاس ہی جاتے تھے (۱)۔ دہلی اور فرنگی محل کے علاوہ بریلی میں قائم دارالافتاء بھی مسلمانان ہند کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

۱۸۳۱ء میں مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۰۹ء-۱۸۶۹ء) نے بریلی میں دارالافتاء کی بنیاد رکھی (۲)۔ جنوبی ایشیاء میں قائم ہونے والا اپنی نوعیت کا یہ پہلا معلوم دارالافتاء ہے۔ آج اس کو قائم ہوئے تقریباً پونے دو سو سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن عالم اسلام میں اس کی مرکزی حیثیت آج بھی روز اول کی طرح ہی برقرار ہے اور اس دارالافتاء کے بانی کی طرح اس کی موجودہ نسل بھی فن افتاء میں مرجع خلائق ہے۔

*(ریسرچ اسکالر، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد)

مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۳۰ء-۱۸۸۰ء)، پھر ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) اس مسند افتاء پر فائز ہوئے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آبائی مسند افتاء کی تنظیم نو کی اور اس کا نام رضوی دارالافتاء رکھا اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء-۱۹۸۱ء) کو اس کا مہتمم مقرر کیا (۳)۔ آج کل اس مرکزی دارالافتاء کے مہتمم مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پرپوتے مولانا محمد اختر رضا خاں بریلوی ازہری (پ-۱۹۴۲ء) ہیں۔

اپنی دینی، علمی، تحقیقی و تصنیفی مصروفیات کو مربوط اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ارادت مندوں کی فکری و علمی تعلیم و تربیت کے لئے ۱۹/مارچ ۱۹۰۴ء کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے محلہ سوداگران میں مدرسہ اہل سنت و جماعت المعروف بہ جامعہ رضویہ منظر اسلام قائم کیا۔ جو آج ہجری سن تاسیس (یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ) کے لحاظ سے اپنے قیام کے شاندار اور تاریخی سو سال پورے کر چکا ہے۔ ان زریں سو سالوں میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے متعلقین نے اسلام، مسلک اہل سنت و جماعت اور فقہ حنفی کی ہمہ جہت اور ناقابل فراموش عظیم علمی و فکری خدمات سرانجام دیں ہیں۔ جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی فکری، دینی، علمی اور تصنیفی تاریخ، ان خدمات جلیلہ کا احاطہ کیئے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ ذیل میں صرف ان خدمات کا اجمالی تعارف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تعلق فن افتاء سے ہے۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سرپرست اور بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعی طور پر چون سال فتویٰ نویسی کی۔ آپ نے ۱۹/نومبر ۱۸۶۹ء کو پہلا فتویٰ دیا۔ تاہم فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت ۱۸۷۶ء میں ملی۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جنوبی ایشیاء کے علاوہ افریقہ، افغانستان، امریکہ، حجاز مقدس اور چین وغیرہ سے اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں باکثرت استفتاء آتے تھے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کے پاس ایک ہی وقت میں پانچ سو کے قریب استفتاء جمع ہوجاتے تھے (۴)۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اپنے فتاویٰ کی ایک نقل اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے، پھر بھی ان کے کئی فتاویٰ ضائع ہوگئے ہیں جو محفوظ رہ سکے وہ بارہ جلدوں میں ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بعض دیگر فتاویٰ ''السنیۃ الانقیہ فی الفتاویٰ افریقہ''، ''فتاویٰ کرامات غوثیہ''، ''احکام شریعت'' (تین حصے) اور ''عرفان شریعت'' (تین حصے) کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بعض فتاویٰ ''جامع الفتاویٰ'' (جلد اول و دوم) میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بعض عربی فتاویٰ مع اردو ترجمہ اور چند دیگر فقہی رسائل، ''رسائل رضویہ'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہیں۔ آپ کے کئی فتاویٰ الگ سے کتابی اور رسائل کی صورت میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ نویسی سے دلی لگاؤ تھا اور وہ اسے دینی فریضہ تصور کرتے تھے۔ اسی لئے وہ مکمل تحقیق اور شرح صدر کے بعد فتویٰ دیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہیں کبھی بھی اپنے فتاویٰ سے رجوع نہیں کرنا پڑا۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کے علاوہ کتب فقہ حنفی کے کثرت سے دلائل دیتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت کو جدید و قدیم علوم کی روشنی میں حل کرتے ہیں (۵)۔

"فتاویٰ الرضویہ" میں تقلید کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر اجتہادی رنگ بھی نمایاں ہے۔ اصول الفقہ اور فتویٰ نویسی کے جملہ اصول و قواعد اور آداب المفتی پر مکمل پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ فقہائے سلف سے علمی اختلاف بھی ملتا ہے (۶)۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسوم و رواج اور عرف و عادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مسلمان کے لئے دنیوی و اخروی نجات کا منہاج وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کے بانی و سرپرست ہونے کی حیثیت سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان فتاویٰ کے ذریعے جامعہ رضویہ منظر اسلام کا دینی و فکری رجحان اور علمی و تحقیقی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ اپنی عددی حیثیت سے بھی یہ فتاویٰ نہایت اہم ہیں کیونکہ جنوبی ایشیاء کے کسی بھی دینی مدرسہ کے بانی و سرپرست کے اتنی کثیر تعداد میں فتاویٰ شائع شدہ نہیں ہیں جتنے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء-۱۹۴۳ء) ۱۹۰۸ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم و منتظم ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہو گئے۔ آپ نے فن فتویٰ نویسی کی علمی و عملی تربیت اپنے والد گرامی مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ یہ اسی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کو اس فن میں ید طولیٰ حاصل ہو گیا۔ آپ کے فتاویٰ اپنے وقت کے مشہور و معروف سنی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ "جامع الفتاویٰ" (جلد اول و دوم) میں بھی آپ کے چند فتاویٰ شائع شدہ ہیں۔ تاہم ابھی تک آپ کے فتاویٰ کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و تدوین کا کام بریلی میں جاری ہے اور ان شاء اللہ اسی سال عرس حامدی (۱۷ جمادی الاول) کے موقع پر یہ مجموعہ "فتاویٰ حجۃ الاسلام" کے نام سے شائع ہو جائے گا۔ یہ تقریباً ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے (۷)۔

مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ ۱۹۰۹ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام سے درسیات اور علوم متداولہ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ تک اپنی مادر علمی میں درس و تدریس کی خدمات بھی سر انجام دیتے رہے۔ آپ رضوی دارالافتاء کے مہتمم بھی تھے۔ فتویٰ نویسی آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک، مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ مفتی بن گئے تھے۔ آپ کی فقاہت اور ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بعض فتاویٰ پر آپ سے تائیدی دستخط کراتے تھے (۸)۔ برعظیم پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے معاصر جید علماء و فقہا مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی بہت قدر کرتے تھے۔ آپ کے پاس بھارت کے علاوہ افریقہ، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا، ماریشس، ملائیشیاء سے بھی استفتاء آتے تھے۔ آپ اردو، عربی اور فارسی میں فتاویٰ دیتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق اپنی وفات تک آپ ایک لاکھ سے زائد فتاویٰ جاری کر چکے تھے (۹)۔ آپ کے زیادہ تر فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں۔ تاہم آپ کے ۳۹۰ مختلف مسائل پر دیئے گئے فتاویٰ اور بعض فقہی رسائل، "المکرمة النبوية في الفتاوىٰ المصطفوية" کے نام سے ممبئی سے شائع شدہ ہیں۔ آپ کے بعض فتاویٰ علیحدہ سے کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔

مولانا محمد اختر رضا خاں بریلوی ازہری جامعہ رضویہ منظر اسلام کے فاضل دینیات ہیں۔ آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۶ء تک جامعہ الازہر (۱۹۷۰ء) قاہرہ، مصر میں زیر تعلیم رہے۔ جہاں

آپ نے عربی ادب اور دینیات میں ایم ۔اے کیا اور تفسیر و حدیث میں تخصص حاصل کیا۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۷ء تک آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے شیخ الحدیث اور صدر مفتی رہے۔ آج کل آپ مرکزی دارالافتاء بریلی کے مہتمم ہیں اور اس حیثیت میں ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری کر چکے ہیں۔ آپ کے پاس دنیا بھر سے خصوصاً جنوبی افریقہ اور یورپ سے باکثرت استفتاء آتے ہیں۔ آپ اردو، عربی اور انگریزی میں فتویٰ دیتے ہیں۔ آپ کے اردو فتاویٰ ماہنامہ ''سنی دنیا'' (بریلی) میں شائع ہوتے رہتے ہیں، جبکہ بعض اردو فتاویٰ الگ سے کتابی صورت میں بھی شائع شدہ ہیں اگرچہ آپ کے فتاویٰ کئی متعدد رجسٹر میں نقل کیئے جا چکے ہیں جن کی متعدد جلدیں بن سکتی ہیں تاہم آپ کے اردو فتاویٰ کا کوئی مجموعہ تا حال شائع نہیں ہوا۔ البتہ آپ کے بعض انگریزی فتاویٰ "Azharul Fatawa" کے نام سے دوحصوں میں شائع شدہ ہیں۔ اس میں زیادہ تر جدید مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ مولانا اختر رضا خاں اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے علاوہ کتب فقہ کے حوالے بکثرت دیتے ہیں۔

مولانا محمد امجد علی الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء) جامعہ رضویہ منظر اسلام میں ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۵ء تک مدرس ومفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے، ۱۹۳۳ء میں دوبارہ جامعہ رضویہ منظر اسلام آئے اور تین سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بعدازاں ۱۹۴۵ء میں بھی تقریباً ایک سال تک آپ یہاں تدریس کرتے رہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فن فتویٰ نویسی میں اپنے تمام تلامذہ میں سے مولانا امجد علی الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی ممتاز خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر ہی جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مفتی مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا امجد علی الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ستائیس سال فتویٰ نویسی کی۔ لیکن آپ کے کئی فتاویٰ ضائع ہو چکے ہیں۔ تاہم نومبر ۱۹۲۱ء سے لے کر اگست ۱۹۴۸ء تک کے فتاویٰ کا مجموعہ چار جلدوں میں ''فتاویٰ امجدیہ'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اس میں اردو کے علاوہ بعض عربی فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ بعض فتاویٰ جدید مسائل سے بھی متعلق ہیں۔ ''فتاویٰ امجدیہ'' قرآن حکیم اور سنت نبوی کی تائیدات سے مزین ہے۔ تحقیق کے مواقع پر احادیث نبویہ کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات و جزئیات اور نظائر و شواہد کے ذکر میں بھی کسی طرح کی کمی نہیں ہے۔ ندرت استدلال و حسن استنباط دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ''فتاویٰ امجدیہ'' حقیقتاً ''فتاویٰ الرضویہ'' کا تتمہ ہے(۱۰)۔

مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ ستمبر ۱۹۴۰ء کو جامعہ رضویہ منظر اسلا سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بعدازاں آپ اپنی مادر علمی کی مسند افتاء پر فائز کر دیئے گئے۔ ساتھ ساتھ تدریسی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ آپ مختلف ادوار میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے شیخ الحدیث، صدر مدرسین اور مفتی رہے۔ آپ کے چند فتاویٰ، ''منظر الفتاویٰ'' کے نام سے رام پور سے شائع شدہ ہیں۔ فتاویٰ میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے علاوہ کتب فقہ کے حوالے اور دلائل کثرت سے موجود ہیں۔

مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۵ء-۱۹۹۲ء) جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء-۱۹۴۸ء تک آپ یہاں کے ناظم تعلیمات رہے۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''وقار الفتاویٰ'' تین جلدوں میں کراچی سے شائع ہوا ہے۔ آپ کے پاس دنیا بھر سے استفتاء آتے تھے۔ ''وقار الفتاویٰ''، میں اگرچہ مفتی وقار الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف وہ فتاویٰ شامل ہیں جوانہوں نے دارالعلوم امجدیہ، کراچی

(۱۹۵۰ء) میں بحیثیت مفتی کے دیئے تھے تاہم ان فتاویٰ میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کی علمی، فکری اور تحقیقی جھلک موجود ہے۔ مفتی وقار الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی فتاویٰ الگ سے رسائل کی صورت میں بھی شائع شدہ ہیں۔

غیر مطبوعہ فتاویٰ:

مولانا سید محمد ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۵ء-۱۹۶۲ء) نہ صرف جامعہ رضویہ منظر اسلام کے اولین دو طالب علموں میں سے ایک ہیں بلکہ آپ اس کے قیام کے اصل محرک بھی ہیں۔ آپ ۱۹۰۷ء میں فارغ التحلیل ہوئے۔ بعد ازاں اپنی مادر علمی میں ۱۹۱۱ء تک مدرس و مفتی رہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی فتویٰ نویسی میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ کی معاونت کرتے رہے۔ آپ کے اپریل ۱۹۰۵ء سے لے کر فروری ۱۹۰۷ء کے دوران دیئے گئے ۵۷۳ رفتاوی، ''نافع البشر فی فتاویٰ ظفر'' کے نام سے مرتب ہو کر ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ تاہم ان کی از سر ترتیب و تبویب کا کام علی گڑھ میں جاری ہے امید ہے کہ یہ مجموعہ جلد ہی شائع ہو جائے گا (۱۱)۔

مفتی محمد غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۶ء-۱۹۵۹ء) کی جامعہ رضویہ منظر اسلام سے جولائی ۱۹۱۹ء میں دستار بندی ہوئی اور سند فضیلت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ کچھ عرصہ یہاں مدرس بھی رہے، آپ کے پاس پاکستان اور ہندوستان بھر سے استفتاء آتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ اپنے عہد کے جید علماء کی تائید و توثیق لئے ہوتے تھے۔ مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ۵۰۰ رفتاویٰ دو حصوں میں ''فتاویٰ غلامیہ'' کے نام سے محفوظ ہیں لیکن تا حال غیر مطبوعہ ہیں (۱۲)۔

مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء-۱۹۸۴ء) ۱۹۱۹ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فتویٰ نویسی کی باقاعدہ تعلیم مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ سے حاصل کی اور ان کے امین الفتویٰ رہے۔ مفتی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ مارچ ۱۹۲۱ء میں مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ کی طرف سے قائم کردہ شرعی دار القضاۃ کے معین المفتی بھی رہے (۱۳)۔ تاہم ابھی تک آپ کے فتاویٰ نہ تو مرتب ہی ہوئے ہیں اور نہ شائع ہو سکے ہیں۔

مولانا محمد امام الدین رضوی کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۱ء) اکتوبر ۱۹۱۲ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام سے فاتغ التحصیل ہوئے (۱۴)۔ آپ کے فتاویٰ اپنے وقت کے مؤقر سنی اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے بعض فتاویٰ الگ سے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ تاہم ابھی تک کوئی مجموعۂ فتاویٰ شائع نہیں ہو سکا۔ راقم الحروف آپ کے فتاویٰ کو جمع و مدون کر رہا ہے۔

مفتی محمد ظہور الحسین فاروقی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶/۵۷ء-۱۹۲۴ء) ۱۹۱۴ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر مدرس بنے اور چھ سال تک اس منصب کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ ۱۸۹۶/۹۷ء میں آپ نے باضابطہ طور پر فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ آپ کو اس فن میں کمال حاصل تھا۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر گہری نظر تھی۔ آپ کے فتاویٰ سنی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں جواب ناپید ہیں (۱۵)۔

مفتی محمد نور الحسین فاروقی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۹ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر مدرس بنے۔ آپ نے ۲۴/۱۹۲۳ء میں باقاعدہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ آپ کو اس فن میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں آپ پر جو حق واضح ہو جاتا اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ آپ کے بعض

فتاویٰ الگ سے کتابی صورت میں شائع شدہ ہیں تاہم زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ فتاویٰ کو مرتب و مدوّن کرنے کا کام رام پور میں جاری ہے (۱۶)۔ امید ہے کہ آپ کا مجموعۂ فتاویٰ جلد ہی منظر عام پر آ جائے گا۔

مولانا محمد سردار احمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۵ء-۱۹۶۲ء) جامعہ رضویہ منظر اسلام سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ یہاں پانچ سال تک مدرس بھی رہے۔ بعد ازاں شیخ الحدیث ہو گئے آپ کے چند فتاویٰ، اگرچہ ''جامع الفتاویٰ'' (جلد دوم) میں شائع شدہ ہیں تاہم آپ کے اکثر فتاویٰ تادم تحریر غیر مرتب شدہ اور غیر مطبوعہ ہیں۔

مذکورہ بالا متعلقین جامعہ رضویہ منظر اسلام کے علاوہ ذیل میں بعض ان نمایاں سابق طلبہ، مدرسین اور مفتیان کرام کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں کہ جن کے فتاویٰ کے بارے میں معلوم نہیں کہ آیا وہ تاریخ کے صفحات پر محفوظ بھی رہے ہیں یا زمانہ کی دست بردریا اپنوں کی عدم توجہی کا شکار ہو گئے ہیں۔

(۱) مفتی سید عبدالرشید عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۰۷ء میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پہلے دو طالب علموں میں سے ایک ہیں۔

(۲) مفتی سید عزیز غوث رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۰۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

(۳) مفتی غلام محمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۰۷ء میں سند فراغت حاصل کی۔

(۴) مفتی نواب مرزا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۰۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے، آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے دار الافتاء کے مفتی بھی رہے۔

(۵) مفتی غلام مصطفیٰ ابراھیم بہاری رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۰۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

(۶) مفتی نذیر الحق رمضان پوری بہاری رحمۃ اللہ علیہ،

(۷) مفتی شاہ وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۳۶ء-۱۹۱۶ء)، سابق صدر مدرسین۔

(۸) مفتی تقدس علی خاں رضوی رحمۃ علیہ (۱۹۰۷ء-۱۹۸۸ء)، ۱۹۲۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے، مدرس، ناظم اور مہتمم رہے۔

(۹) مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۴ء-۱۹۷۳ء)، سابق طالب علم اور مدرس۔

(۱۰) مفتی محمود احمد قادری، سابق طالب علم

(۱۱) مفتی لطف اللہ قادری، سابق طالب علم

(۱۲) مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری ۱۹۳۲ء میں سند فراغت حاصل کر کے کچھ عرصہ مدرس رہے۔

(۱۳) مفتی سید محمد ریاض الحسن جیلانی نیر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۴۱ء میں فارغ التحصیل ہوئے، کچھ عرصہ کے لئے مدرس بھی رہے۔

(۱۴) مولانا محمد ریحان رضا خان بریلوی (۱۹۳۴ء-۱۹۸۵ء)، سابق طالب علم، مدرس اور مہتمم رہے۔

(۱۵) مفتی عبدالواجد، سابق طالب علم

(۱۶) مفتی محمد جہانگیر، سابق شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ۔

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پہلے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔ اس موقع پر مدرسہ ارشاد العلوم، کھاری کنواں رامپور (۱۸۶۷ء) کے ناظم مفتی شاہ محمد سلامت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (۳۳/۱۸۳۲ء-۱۹۱۹ء) ممتحن کی حیثیت سے جامع رضوی منظر اسلام، امتحان لینے آئے۔ آپ ناظمین و مدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام کے خوبی انتظام اور حسنِ سعی کے ساتھ ساتھ تمام طلبہ، خصوصاً منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر

مطالب اور تحریرات فتاویٰ سے نہایت خوش وشاداں ہوئے۔(۱۷)
جامعہ رضویہ منظر اسلام کے منتہی طلبہ کے بعض اردو اور فارسی مشقی فتاویٰ (۱۸) کے مطالعہ کے بعد، اگر اپنے عہد کا ایک جید عالم دین اور متبحر مفتی نہایت خوشی اور شادمانی کا اظہار کرتا ہے تو اس عظیم دینی درس گاہ کے بانی وسرپرست، مہتمم وناظمین حضرات، مدرسین ومفتیان کرام اور فارغ التحصیل طلبہ کے فتاویٰ کے معیار اور اہمیت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔فتویٰ نویسی کا عمل خالصتاً فی سبیل اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے۔اسی لئے مفتیان کرام اپنے فتاویٰ کو محفوظ رکھنے کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔تاہم اب ہمارا یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ اپنے اسلاف کے اس عظیم علمی، فقہی، تحقیقی، اور تاریخی ورثہ کو مرتب ومدون کریں، اس کی تخریج وتبویب کریں اور اس علمی ذخیرہ کو ''فتاویٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام'' کے نام سے شائع کرا کے پوری دنیا میں پھیلا دیں تاکہ فقہ حنفی اور مسلک اہل سنت وجماعت کے ذریعے پوری دنیا حقیقی منظر اسلام سے روشناس ہوجائے۔

مآخذ ومراجع

(۱) مشیر الحق، ''برصغیر میں فقہ اسلامی کے ارتقاء کا ایک جائزہ''، عماد الحسن آزاد فاروقی (مرتبہ)، ''ہندوستان میں اسلامی علوم و ادبیات'' نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۶۴۔

(۲) محمد شہاب الدین رضوی، ''مولانا نقی علی خاں بریلوی''، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۲۹۔

(۳) سید شاہد علی نورانی، ''تاجدار اہل سنت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں''، لاہور، ت، ن، ص ۳۷۔

(۴) محمد مسعود احمد، ''حیات امام اہل سنت''، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۴

(۵) Ziauddin,"A Study of Figh Literature In Urdu Since 1857 A.D"., unpublished M.Phil Thesis, Deptt. of Islamic Studies, Aligarh Muslim University, Aligarh,1996, p.139.

(۶) شمس الحسن بریلوی، ''فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام''، سالنامہ معارف رضا'' (کراچی)، شمارہ Vi، ۱۹۸۶ء، ص ۵۰-۵۱

(۷) ذاتی انٹرویو: مولانا محمد منان رضا خاں بریلوی، ۲۸/ مئی ۲۰۰۱ء، محلہ سوداگران، بریلی، یو۔پی، بھارت

(۸) غلام یحییٰ مصباحی، ''مولانا احمد رضا خاں (اور ان کے معاصر علماء اہل سنت) کی علمی وادبی خدمات''، کراچی ۱۹۹۹ء، ص ۱۶۸

(۹) شاہ محمد رئیس میاں قادری، ''حضرت مفتی اعظم ہند کی مجتہدانہ بصیرت''، سہ ماہی پیغام رضا (پوکھریرا، بہار)، (مفتی اعظم نمبر)، جنوری ۱۹۹۷ء - مارچ ۱۹۹۷ء، ص ۲۰۰

(۱۰) غلام یحییٰ انجم، ''فقہ اسلامی اور بہار شریعت''، سالنامہ ''معارف رضا'' (کراچی)، شمارہ Viii، ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۳

(۱۱) ڈاکٹر مختار الدین احمد کا خط بنام راقم الحروف، مورخہ ۲۱ مارچ ۲۰۰۱ء، از علی گڑھ

(۱۲) قاضی محمد مظفر اقبال رضوی کا خط بنام راقم الحروف، مؤرخہ ۶/ جولائی ۱۹۹۵ء، از لاہور۔

(۱۳) محمد شہاب الدین رضوی، ''حیات برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری''، ''ماہنامہ سنی دنیا'' (بریلی)، مئی ۲۰۰۱ء ص ۳۲-۳۳

(۱۴) مجیب احمد ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے کوٹلی لوہاراں'' ''ماہنامہ جہان رضا'' (لاہور)، نومبر ۱۹۹۹ء، ص ۵۹

(۱۵) سید شاہد علی رضوی جمالی، ''خورشید منیر''، رام پور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۵، ۵۰ اور ۵۶

(۱۶) ایضاً ص ۷۰-۷۱

(۱۷) ''تاثرات ممتحنین''، ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی)، (صد سالہ منظر اسلام نمبر، پہلی قسط)، مئی - جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۲۵۲۔

(۱۸) سید شاہد علی رام پوری، ''عہد رضا کے مشقی فتاویٰ''، ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'' (بریلی)، (صد سالہ منظر اسلام نمبر، پہلی قسط) مئی - جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۳۰۶/۳۲۰

❋❋❋

تقریبات جشن صد سالہ منظر اسلام، بریلی شریف ایک رپورٹ

(بشکریہ، ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی)

اس سال ۱۴۲۲ھ میں جامعہ منظر اسلام نے اپنا سو سالہ تعلیمی و تدریسی سفر خوش اسلوبی اور باوقار طریقے سے مکمل کرایا اور عرس رضوی کے مقدس موقع پر اس کا صد سالہ جشن بھی تمام تر مذہبی تقدیسی جلوہ سامانیوں کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔

۲۳ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

۱۸ مئی ۲۰۰۱ء بروز جمعہ

سرکاری ہیلی کاپٹر نے تین اڑانوں میں بیلا، چمبیلی اور گیندے کے پھولوں کی --- خانقاہ اعلیٰ حضرت، رضا مسجد، منظر اسلام اور جسلہ گاہ (اسلامیہ انٹر کالج، گراؤنڈ) پر ایسی بارش کی کہ فضا مہک اٹھی۔

بعد نماز جمعہ تقریباً ۵ ربجے شام جلسہ گاہ پہنچ کر پرچم کشائی کی رضا اکیڈمی کا پیش کردہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ رفٹ اونچا غبارہ پہلے ہی سے لہرا رہا تھا جس پر ''۸۲ رواں عرس رضوی اور جشن صد سالہ منظر اسلام مبارک ہو'' لکھا ہوا تھا---

شب کا پروگرام -طرحی مشاعرہ نعت و منقبت

بعد نماز عشاء--- مشاعرہ کے پروگرام کا آغاز ہوا مصرع طرح حسب ذیل تھے---

(۱) یاد گار اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے

(۲) ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

مشاعرہ کی نظامت کے فرائض:

☆ مولانا علی احمد سیوانی ☆ مولانا الیاس فیضی

☆ جناب طارق انور بھاگلپوری نے انجام دیئے۔ سو سے زائد شعرائے کرام نے مشاعرہ میں شرکت کی --- جس میں حسب ذیل اسماء قابل ذکر ہیں:

دلکش رانچوی...... خوشتر سہرامی ...... طاہر کانپوری ...... مہتاب بھدوہوی...... نوشاد فتح پوری ...... شادان افغانی ...... نشاط عرشی ...... شکیل اختر نورانی ...... محشر ...... اختر موہن پوری ...... عطا ہیڑوی ...... دلاور ...... سمنانی بریلی ...... فریاد رضا ...... فیروز راحت کلکتوی ...... بسمل بھاگلپوری ...... فیاض بھدوہوی ...... جابر اختر سلطان پوری ...... ظفر بنارسی ...... یاسین اختر ہزاری باغوی ...... سجاد جمالی ...... توقیر الہ آبادی ...... آصف پرتاب گڑھی ...... نعمان دہلوی ...... سلطان اشرف ...... مناظر بدایونی ...... حسرت اترولوی ...... معین جامی کلکتوی وغیرہ!

اذان فجر سے قبل مشاعرہ --- صلوٰۃ وسلام اور دعا پر ختم ہوا---

۲۴ صفر / ۱۹ مئی، بروز ہفتہ

عرس ریحانی منظر اسلام سیمینار اور عرس مفتی اعظم

صبح ۸ ربجے، تلاوت قرآن کے بعد عرس ریحان ملت،

علامہ مولانا ریحان رضاخان علیہ الرحمہ کی تقریب سعید کا آغاز ہوا۔ قاری تسلیم رضاخاں، محشر بریلوی، ظہور الاسلام، ثروت نورانی، قمر ربانی وغیرہ نے نعت ومنقبت پیش کیں اور مولانا انور علی بہرائچی، ڈاکٹر اعجاز انجم، سابق شیخ الحدیث جامع منظر اسلام علامہ سید عارف مدظلہ العالی اور چند دیگر حضرات نے تقریریں کیں۔ نو بجکر اٹھاون منٹ پر قل شریف کا آغاز ہوا۔ قاری عبدالرحمٰن خاں صاحب نے شجرہ خوانی کی اور علامہ سید عارف صاحب نے دعا کی۔

منظر اسلام سیمینار:

صبح دس بجے سے ''منظر اسلام سیمینار'' شروع ہوا۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے حسب ذیل مقالہ نگار صاحبان نے منظر اسلام کے تعلق سے اپنے اپنے مقالے پڑھے:

قاری سخاوت حسین ......مولانا انور علی ......قاری تسلیم رضاخان ......ڈاکٹر سرتاج احمد ......ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی......مولانا عیسیٰ رضوی......مولانا سید شاہد علی رام پوری......ڈاکٹر حسن رضاخاں ......مولانا شبیہ القادری......قاری عبدالرحمٰن خاں ......مولانا سید وجاہت رسول قادری کراچی ......سید عرفان علی ......مولانا سید عارف...... پروفیسر مجیب احمد، راولپنڈی......مولانا جمیل احمد نعیمی، کراچی......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، وغیرھم۔

ان حضرات کے علاوہ منبر پر حسب ذیل مشاہیر ومہمان کرام موجود تھے۔ سیمینار ساڑھے تین بجے سہ پہر میں ختم ہوا۔

مولانا توصیف رضاخان، علامہ نصر اللہ خاں افغانی کراچی، مولانا صوفی عبدالحق خانیوال (پاکستان)، ڈاکٹر مولانا ارشاد احمد بخاری (بنگلہ دیش) جناب محمد عمر شریف (ہالینڈ)، مولانا عبدالحمید پامر (جنوبی افریقہ)۔

عرس مفتی اعظم قدس سرہ العزیز:

بعد نماز عشاء، تلاوت کلام مجید اور بعد میلاد شریف کے سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کے عرس کا آغاز ہوا۔

محشر بریلوی، علی احمد شاہ جہانپوری، مناظر بدایونی، مولانا سلطان اشرف، فریاد بریلوی، مہتاب بھدوہوی، وغیرھم نے نعت ومنقبت پیش کیں اور مولانا سید کفیل ہاشمی، مولانا مسیح الدین، مولانا مظفر حسین، محمد عمر نورانی، قاری امیر حمزہ الہ آبادی اور مولانا سید وجاہت رسول صاحب پاکستانی نے تقریریں کیں۔ شب ۱ بجکر ۴۰ منٹ پر قل شریف، شجرہ خوانی قاری محمد تسلیم رضاخان نے فرمائی اور دعا علامہ توصیف رضاخان نے کی۔

رسم پرچم کشائی اور صد سالہ جشن منظر اسلام:

حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے قل شریف کے بعد پرچم کشائی کی رسم ادائیگی بعدہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے اس علان کہ

''آسمان کی نگاہیں سو سال تک جس منظر کو دیکھنے کے لئے بیتاب رہیں، چاند اپنی چاندنی لٹاتا رہا، سورج اپنی تب و تاب و توانائی بکھیرتا رہا، گلاب اپنی خوشبو تقسیم کرتا رہا---اہل سنت و جماعت دلوں کی دھڑکنیں گن گن کر انتظار کی گھڑیاں گزارتے رہے تب جا کر یہ یوم سعید ---یہ ساعت حسین آئی---عالم اسلام اور جہاں علم و فضل کو یہ جشن صد سالہ مبارک ہو--- صاحب سجادہ حضرت مولانا سبحان رضاخاں کی یہ فیروز بختی ہے کہ جشن صد سالہ کا یہ انتظام و اہتمام انہیں کے حصہ میں آیا ---تمامی اہل سنت کی جانب سے انھیں یہ جشن اور اہتمام جشن مبارک ہو!''

اس کے بعد شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں افغانی مدظلہ

العالی، کراچی نے مجلہ منظر اسلام (منظر اسلام نمبر ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'') کا رسم اجرا فرمایا اور پھر اعزازنوازی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جامعہ منظر اسلام کے ۲۲ ر ابنائے قدیم اور دو محبین کے اعزازات ان کے ورثا یا خلفاء یا تلامذہ وغیرہ نے وصول کئے۔ امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنیوالے اسکالرز کو بھی رضا ایوارڈ دیئے گئے۔ ڈاکٹر حسن رضا خان، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر عبدالباری صدیقی-کراچی، ڈاکٹر اوشا سانیال-امریکہ، ڈاکٹر مجید اللہ قادری-کراچی، اور ڈاکٹر سراج بستوی۔

(نوٹ: جشن صد سالہ اور اعزازنوازی کا سلسلہ ۲۰۰۴ء تک عرس رضوی کے مواقع پر قائم رہے گا۔)

اعزانوازی کے بعد شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی، (کراچی) اور صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی (پاکستان) دیگر غیر ملکی علماء ومشائخ اور دوسرے علماء کی تقریریں ہوئیں۔

۲۵ رصفر/۲۰ رمئی بروز اتوار،

عرس اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آغاز تقریب عرس اعلیٰ حضرت صبح ۸ ربجے سے---

تلاوت کلام مجید سے---ترنم، محشر، خوشتر، ونوشاد، آزاد رضا، ملا کرامت، مناظر بدایونی، مولانا عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر حسن رضا خاں، علامہ عبدالرحیم کانپوری، مولانا سبیل احمد و دیگر ملکی و بیرونی علماء بالخصوص مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری بنگلہ دیشی نے عربی میں تقریر کی۔ صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ حضرت ڈاکٹر مولانا سید امین میاں صاحب، ان کے برادر اصغر سید نجیب میاں صاحب اور مولانا توصیف رضا خان صاحب نے خصوصی تقریریں---نبیرۂ اعلیٰ حضرت قاری تسلیم رضا خاں نے شجرۂ خوانی کی اور مولانا توصیف رضا خان اور ڈاکٹر سید امین میاں صاحبان نے دعائیں کیں۔

صاحب سجادہ مولانا سبحان رضا خاں صاحب کے برادران، صاحبزادگان، مولانا قمر رضا خاں مع صاحبزادگان، مولانا منانی رضا خان مع صاحبزادگان، علامہ تحسین رضا خان صاحب مع برادران و صاحبزادگان، مولانا خالد علی خاں مع صاحبزادگان، مولانا جمال رضا خاں، وغیرہ صاحبان---نبیران رضا ونواسگان مفتی اعظم نے عرس وصد سالہ کے پروگرام میں برابر شرکت فرمائی۔

غیر ممالک سے آنے والوں میں علامہ نصر اللہ خاں، سید وجاہت رسول، علامہ جمیل احمد نعیمی، ڈاکٹر اقبال اختر القادری، پروفیسر مجیب احمد، مولانا صوفی عبدالحق (پاکستان سے)، ڈاکٹر مولانا ارشاد بخاری و ارکان رضا اکادمی چٹاگانگ (بنگلہ دیش سے)، مولانا عبدالحمید افریقی وصاحبزادگان (جنوبی افریقہ سے) جناب محمد عمر شریف (ہالینڈ سے)۔ مکہ مکرمہ سے جناب حیات صاحب، مدینہ منورہ سے میلاد خواں علامہ سبحانی صاحب، دوبئی سے جناب اسمٰعیل جانی صاحب---

جن ملکی حضرات کے اسماء پروگرام کے تحت آچکے ہیں ان کے علاوہ عرس رضوی میں حسب ذیل حضرات نے بھی شرکت فرمائی---محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب، علامہ محمد حسین صدیقی ابوالحقانی، علامہ سید ظہیر الدین زیدی، مفتی لطف اللہ متھرا، مولانا مختار احمد بہیڑوی، مولانا صغیر احمد جوکھنپوری---اور جناب محمد سعید نوری رضا اکیڈمی ممبئی---

"یادگارِ اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے"

از قلم۔ عرس رضوی کے مستقل نقیب حضرت علامہ علی احمد صاحب سیوانی رضوی منظری، ایڈیٹر ماہنامہ "البرکات" حسن پورہ سیوان (بہار)

واصفِ اوصافِ قدرت منظر اسلام ہے
ذاکرِ ذاتِ نبوت منظر اسلام ہے

اس کے سایے میں حفاظت کیوں نہ ہو اسلام کی
دین کی محکم عمارت منظر اسلام ہے

تشنگان علم دین مصطفیٰ کیواسطے
بحر شفاف شریعت منظر اسلام ہے

چہرۂ دینِ شہ کون و مکاں کی دوستو
دلکشی وجاذبیت منظر اسلام ہے

آؤ اس کے قرب میں رہ کر گزاریں زندگی
بالیقیں، ایوان رحمت منظر اسلام ہے

علم کے جلووں سے روشن کرلو اپنی زندگی
نور چشمان، رسالت منظر اسلام ہے

جس میں جلوے سرور عالم کے آتے ہیں نظر
وہ حسیں اک قصر جنت منظر اسلام ہے

جس سے دل کے سارے غنچے کھل کے بن جاتے ہیں پھول
وہ بہار باغِ جنت منظر اسلام ہے

قوم کے سارے مسائل اس میں ہو جاتے ہیں حل
افتخار ،قوم و ملت منظر اسلام ہے

گلشن احمد رضا خاں قادری کے پھول کی
اے علی خوشبو و نکہت منظر اسلام ہے

حواشی الفتاوی البزازیة للامام حافظ الدین ابن البزاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ ان کان الحوض — الذی فی الخلاصة ان کان الکبیر قدر ذراعین و نصف ۱۲

قولہ من کردابة — صوابہ گردابہ کما فی الخلاصة ۱۲

قولہ لا یجوز — للنجاہ فی الخلاصة تقبل ۱۲

قولہ لانہ یتکرر الاستعمال — مبنی علی الضعیف والصحیح الجواز مالم یغلب المستعمل ۱۲

قولہ وعمق لا عرض ومادہ لقدر — ما لا ینحسر بالاغتراف ۱۲

قولہ وبہ یفتی — ہو خلاف ما اعتمدہ الجمہور ملتقطہ ۱۲

قولہ تجری وان لم یقع — صوابہ بالمہملة ۱۲

قولہ علی شئ وان غاب تحال الخ — لعل صوابہ فان غاب بالبلاد ۱۲ ای

جعل بن العین فی القصعة ثم غاب بنیة ثم رجع فوجد للغارة فی القصعة ۱۲

قولہ وقد ذکرنا خلافہ — فی الصفحة الماضیة ۱۲

قولہ لا یکون ذا عذر — والفتوی علی الاول ۱۲

قولہ ولم یسیل نقض — عند محمد فی التصحیح لا ۱۲

قولہ وفی جامع الصغیر — فی الخلاصة ای فی بعض نسخ الجامع الصغیر ۱۲

قولہ ما فی النوازل والاول — انقلب والصواب العکس ۱۲

قولہ والنقض اقیس — صحح العامة قول ابی یوسف انہ لا یکون سیلانا ما لم یتجدد واختارہ السرخسی وقال فی الفتح انہ اولی ونص فی جواہر الاخلاطی عن فتاوی خوارزم ان علیہ الفتوی فلا نظر الی ما وقع ہنا ۱۲

قولہ فوصل بتحریک المحل جاز — اقول یتعلق بالمسألتین ای ذرعا مما بہ

عکس قلمی مخطوطہ (صفحہ اول) ''حواشی فتاویٰ برازیہ'' از امام احمد رضا، مخزونہ لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

عہد رضا کے مشتق فتاویٰ

ماخوذ-از روداد سال اول-مسمیٰ به" اظہار روداد"

۱۳۲۲ھ

مرتب :- مولانا محمد حسن رضا خاں حسن قادری **پیش کش**:- مولانا سید شاہد علی رامپوری

(فارسی)

مسئله از:-بنگاله ضلع نواکهال مرسله مولوی ولی الله صاحب ۱۰ رجب ۱۳۲۳ھ

چه می فرمایند راز داران دین متین، ودقیقه شناسان شرع مبین اندریں مسئله که آخر الظهر ،یا احتیاط الظهر، بعد فرض الجمعه بدیار مامروج است ،اصل اُں چیست؟ وبادائے آں در هر چهار رکعت بعد الفاتحه خوانده شودیانه بینوا توجروا۔

الجواب :- اللهم ارنا الحق حقاوالباطل باطلا، چوں جمعه مشروط بشرائط نزد ائمه ما سادات حنفیه علیهم الرضوان من الملك العلام بود،و وجود بمه شروط دریں بلاد محل تامل اختلا ف ست، بدینوجه اکثر مشائخ بخارا بلکه جمهور ائمۂ دین و علماء معتمدین بمقامیکه درجواز صلاة جمعه شك افتد، یا نماز جمعه متعدد جاخوانده شود، اگرچه حسب مذہب مفتی به بتعدد جمعه مطلقاً جائز و درست است ،کما اعتمد علیه فی الکنز والوافی ،والملتقی والکافی، والتنویر والطحاوی،والهندیه والشافی، والمحیط وجواهر الاخلاطی وصححة مفتی الجن والانس نجم الدین المشفی والعلامه شرنبلالی فی المراقی، قال فی شرح الوقایه وبه یفتی، وفی شرح المجمع للعینی والحاوی القدسی وجواہر الاخلاطی و علیه الفتویٰ وفی فتح القدیر و علی المفتی به وفی المحیط وتکملة الرازی وبه ناخذ خواص را حکم چهار رکعت بعد ادائے چهار رکعت سنت بعد الجمعه به نیت سنت وقت بایں نیت که آخریں ظهر که وقت اویافته ام وہنوز ادا نه کرده ام، داده اندقال فی
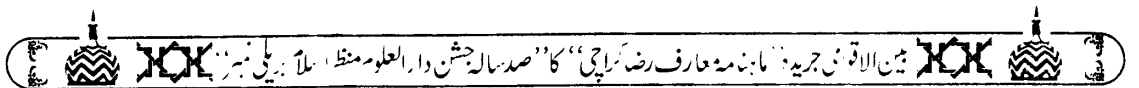
الحليه شرح المنية وقد يقع الشك فى صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك اذا تعددت فى المصر وهى واقعة اهل مرو فيفعل مافعلوه،قال الحسن لما ابتلى اهل مروباقامة الجمعة فى موضعين مع اختلاف العلماء فى جوازها،امر ائمتهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتياطيا، درفتاوىٰ عالمگيريه است ثم فى كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة لوقوع الشك فى المصر اوغيره واقام اهله الجمعة ينبغى ان يصلوا بعد الجمعة اربع ركعات و ينووا بها الظهر حتى لو لم تقع الجمعة موقعها، يخرج عن عهدة فرض الوقت بتعين هكذا فى الصغيرى والغنيه شرح المنيه والكافى و فتح القدير والقنيه والطحطاوى على الدر والمراقى والحاوى القدسى والبحر الرائق و مجمع الانهر و شرح المجمع ونهر الفائق، والفتاوى الظهيرية، والحجة، وخزانة المفتين ، ومختار الفتاوى،والسراجية ،وشرح الكنز لملا مسكين .والتاتارخانية، والفتاوى الصوفية،وجامع المضمرات والد رالمختار، والفتاوى رحمانية ،وخزانة الروايات ،واختاره الامام الحسن والتمر تاشى، والعلامه ابن شحنة ،والباقانى، والمقدسى وابو السعود، والقاضى بديع الدين و شيخ الاسلام وغيرهم من الائمة عليهم الرحمة والرضوان من الملك العلام اما عوام كه بتصحيح نيست قدرت ندارند، يا به سبب اين ركعات اربعه جمعه را فرض خدا ندانندیا قائل فرضيت صلاتين شوند محكوم بايں حكم نيند بلكه اوشاں رابر اداىش اطلاع نداده شود كه دردفع اكدوابم مفسده اشد واعظم است، درحق شاں بميں بس ست كه بر بعض روايات نماز اوشاں صحيح گرد،ولهذا در نور الشمعة تصريح فرمود نحن لا نامر بذلك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولوبالنسبة اليهم،در مراقى الفلاح ست بفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض،اوتعدد المفروض فى وقتها، ولا يفتى بالارباع الاالخواص ويكون فعلهم اياها فى منازلهم اه ولهذادرطحطاوى فرمود فالاولىٰ ان تكون فى بيته خفية خوفامن مفسدة فعلها اقول وهواعتقاد الجهلة الخ وبمثله صرح غير واحد من الائمة ودرضم سورة اختلاف لكن احوط ضم درركعات اربعه است، در بحر الرائق نويسد ثم اختلفوا فى القرأة فقيل يقراء الفاتحة والسورة فى الاربع وقيل فى الاوليين كالظهر،صاحب منحة الخالق فرمايد ويقرؤن فى جميع ركعاتها، ،درفتح الله المعين است واختلفوا فى ضم السورة للفاتحة

فی الاربع اوفی الاولیین فقط والاحتیاط ان یقراء هما فی الاربع هکذا فی العالمگیریه عن فتاوی (آهو) ینبغی ان یقرء الفاتحة والسورة فی الاربع التی یصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتار خانیه اه اقول لکن الحق هوالتفصیل ای شخصیکه قضابائے ظهر برگردن ندارد، دورکعات اربعه ضم نماید وہرکه دارد دراولین فقط قال الحلبی و ینبغی ضمها فی الکل ان لم یکن علیه قضاء فان وقعت فرضا فالسورة لاتضروان وقعت نفلا فالضم واجب وان کان علیه قضاء لا یضم فی الاخیر ین لا نها فرض البتته والله تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم واحکم۔

کتبہ

عبید المصطفیٰ ظفر الدین احمد رضوی عفی عنه

بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ)

مسئلہ از :- بنگالہ ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی ولی اللہ صاحب ۱؍ رجب ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں دین متین کے رازدار و شرع مبین کے دقیقہ شناس مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ آخر الظہر یا احتیاط الظہر جو فرض جمعہ کے بعد ہمارے دیار میں رائج ہے اس کی اصل کیا ہے ؟ اور اسکی ادائے گی میں ہر چار رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرأت کی جائے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :-- اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا، باطل کو باطل چونکہ جمعہ ہمارے ائمہ سادات حنفیہ رضوان اللہ علیہم جمعین کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے اسی وجہ سے اکثر مشائخ مختار ابلحہ جمہور ائمۂ دین اور علمائے معتمدین نے جس جگہ کہ نمازے جمعہ کے جائز ہونے میں شک واقع ہو، یا نماز جمعہ متعدد جگہ پڑھی جائے، اگرچہ مفتی بہ مذہب کے مطابق تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے، جیساکہ کنزاور وافی، مطلقہ اور کافی، تنویر اور طحاوی، ہندیہ اور شافی، محیط وجواہر اخلاطی میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور مفتی ثقلین نجم الدین نسفی اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ شرح وقایہ میں فرمایا : اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور عینی کی شرح مجمع اور حاوی قدسی وجواہر اخلاطی میں ہے وعلیہ الفتویٰ یعنی فتویٰ اسی پر ہے، اور

فتح القدیر میں ہے وعلی المفتی بہ، یعنی مفتی بہ قول پر، اور محیط بتکملۃ الراضی میں ہے :وبہ نأخذ یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں) جمعہ کے بعد سنت کی نیت سے چار رکعت سنت ادا کرنے کے بعد خواص کو چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس نیت کے ساتھ کہ آخری ظہر جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی ادا نہیں کی، حلیہ شرح منیہ میں فرمایا: کہ کبھی جمعہ کے صحیح ہونے میں بعض شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے شک واقع ہو جاتا ہے اور اسی سے ہے شہر میں متعدد جگہ قیام جمعہ اہل مرو کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا، تو جو انہوں نے کیا ویسا ہی کریں۔ حسن نے فرمایا کہ جب اہل مرو دو جگہ جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں آزمائے گئے حالانکہ اس کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے، تو ان کے ائمہ نے جمعہ کے بعد احتیاطی طور پر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے پھر ہر وہ جگہ جہاں جمعہ کے جائز ہونے میں شک واقع ہو شہر وغیرہ میں شک واقع ہونے کے سبب اور وہاں کے باشندے جمعہ قائم کریں تو ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں اور اس سے ظہر کی نیت کریں یہاں تک اگر جمعہ صحیح نہیں ہوا ہو گا تو یقینی طور پر وقت کے فرض سے عہدہ بر آ ہو جائے گا، اسی طرح ہے منیہ کی شرح صغیری اور غنیۃ، کافی اور فتح القدیر، قنیہ، طحطاوی علی الدر مراقی اور حاوی قدسی، بحر الرائق، مجمع الانہر اور شرح مجمع و نہر الفائق اور فتاویٰ ظہیریہ اور حجت اور خزانت المفتین، مختار الفتاویٰ اور سراجیہ، شرح کنز لملا مسکین، تاتارخانیہ، فتاویٰ صوفیہ، جامع مضمرات، در مختار، فتاویٰ رحمانیہ اور خزانت الروایات میں :- امام محسن تمر تاشی، علامہ ابن شحنہ باقانی، مقدسی، ابو السعود، قاضی بدیع الدین، اور شیخ الاسلام وغیرہ ائمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (علیہم الرحمہ والرضوان من الملک العلام) لیکن عوام جو تصحیح نیت پر قادر نہیں، یا ان چار رکعتوں کے سبب سے جمعہ کو خدا کا فرض نہ جانیں، یا دو نمازوں کی فرضیت کے قائل ہوں انہیں یہ حکم نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ انہیں اس کی ادائیگی کی اطلاع بھی نہیں دی جائے گی، کہ اہم اور مؤکد فساد کو دفع کرنے میں شدید و عظیم تر ہے، ان کے حق میں اتنا ہی کافی ہے کہ بعض روایات کے مطابق انکی نماز صحیح ہو جائے گی، اسی لئے نور الشمعۃ کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ ہم ان جیسے احکام کا عوام کو حکم نہیں دیتے، بلکہ خواص کو اس پر مطلع کرتے ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے کہ چار رکعت ادا کرنے سے جاہلوں کے اعتقاد کو بگاڑنا ہے کہ جمعہ فرض نہیں یا اس کے وقت میں فرائض متعدد ہیں، چار کا حکم خواص ہی کو دیا جائے گا اور یہ چار رکعات اپنے گھروں میں ادا کریں گے۔ اھ اسی وجہ سے طحطاوی شریف میں فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ان چار رکعت کی ادائے گی پوشیدہ طور پر گھر میں کی جائے کہ انکی ادائیگی سے اندیشۂ فساد ہے میں کہتا ہوں یہ جاہلوں کا اعتقاد ہے الخ اور اسی کے مثل بہت سے ائمہ نے تصریح کی ہے اور سورت ملانے میں اختلاف ہے، لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ چاروں رکعات میں سورت ملائی جائے، بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ قرأت میں اختلاف ہے پس کہا

گیا ہے کہ فاتحہ اور سورت چاروں رکعتوں میں پڑھی جائے اور کہا گیا ہے کہ ظہر کی طرح پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے، صاحب منحۃ الخالق فرماتے ہیں کہ اسکی تمام رکعات میں قرأت کی جائے، فتح اللہ المعین میں ہے فاتحہ کے ساتھ ضم سورت میں اختلاف ہے آیا چاروں رکعتوں میں ملائی جائے یا صرف پہلی رکعت والی دو میں، احتیاط اس میں ہے کہ فاتحہ اور سورت کو چاروں میں پڑھا جائے اسی طرح ہے فتاوی عالمگیری میں فتاوی آھو سے کہ سورت فاتحہ اور سورت کو ان چار رکعتوں میں پڑھنا چاہیئے جو ہمارے دیار میں جمعہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں، ایسا ہی تاتار خانیہ میں ہے اھ لیکن میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ جو شخص ظہر کی قضا گردن پر نہ رکھتا ہو وہ چاروں رکعات میں سورت ملائے اور جو ظہر کی قضا رکھتا ہو وہ صرف پہلی دو رکعتوں میں سورت ملائے، حلبی نے فرمایا کہ چاروں رکعت میں سورت ملائے اگر اس پر قضا نہ ہو پس اگر وہ نماز فرض واقع ہوئی تو سورت اسے کچھ نقصان نہ دیگی اور اگر نفلی واقع ہوئی تو ضم سورت واجب تھا ہی، اور اگر اس پر قضا ہو تو آخری دو رکعت میں نہ ملائے کہ وہ یقیناً فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبد المصطفیٰ ظفر الدین احمد الرضوی عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

مسئلہ:۔ از بہار شریف مرسلہ مولوی عبد الرحمن صاحب ۲۴ رمضان المبارک یوم چہار شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع شریف وفضلاء دین لطیف، اس مسائل حسب ذیل میں ہندہ ایک عورت ہے اسکے ایک لڑکی تولد ہوئی، ہنوز اسکی لڑکی کی عمر تین برس تھی کہ اس ایام میں ایک نو تولد لڑکا مسمی زید اس عورت کا دودھ پیا بعدہ اس عورت کے تین بچے پیدا ہوئے، جس وقت اس عورت کے پسر اصغر کی عمر چار سال تھی ایک لڑکی مسماۃ زینب پھر ہندہ سے دودھ پی آئی، اس صورت میں زن مذکور زید وزینب کی رضائی ماں ٹھہری یا نہیں اور زید وہندہ کے درمیان شرعاً نکاح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ومنہ الهداية إلىٰ طريق الصواب:۔

جسکا دودھ پیا ہو اسے رضائی ماں کہتے ہیں عام اس سے کہ اپنی ماں کا دودھ پیا ہو یا غیر کا۔ لیکن اول میں شدت درجہ کی قرابت ہے لہٰذا رضائی نہیں کہتے۔ تو صورت مسئول عنہا میں ہندہ زید وزینب دونوں کی رضائی ماں ہوں گی، اگر ان دونوں

نے مدت معینہ میں دودھ پیا ہو (یعنی دو برس چھ مہینے کی عمر کے اندر اندر) درمختار میں ہے: هو مص من ثدی ادمیته فی وقت مخصوص وهوحولان ونصف عنده یعنی رضاع دودھ چوسنا ہے پستان سے عورت کے وقت وقت مخصوص میں اور وہ امام صاحب کے نزدیک دو برس چھ مہینے ہیں، خزانہ میں ہے وهو ثلثون شهرا یعنی وقت معین تیس مہینے ہے تبیین میں ہے: حرم بسبب الرضاع ما حرم من الناس یسبب النسب اذا وجد فی ثلثین شهرا هكذا فی غیرها "یعنی دودھ پینے کے سبب سے وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو بوجہ نسب لوگوں سے حرام ہو جاتی ہیں جبکہ رضاع (دودھ پینا) تیس مہینے کے اندر پایا جائے اسی طرح اسکے علاوہ میں ہے" (مترجم) بزازیہ میں ہے ارضعت صبية و اخرى ايضا إن اللبن من زوجين فهما اختان لام ولو ذكران فاخوان لام وان كان لرجل واحد فاختان لاب وام یعنی اگر دودھ پلایا عورت نے کسی لڑکی کو اور دوسری کو بھی۔ اگر دودھ دو زوج کا (یہ پہلے عمرو کے نکاح میں تھی اس وقت ایک کو دودھ پلایا، بعد ہ اس نے اسے طلاق دیدی یا مر گیا، اور عدت کے بعد اب نکاح کر لیا بکر سے اب اس سے اولاد ہوئی، اس وقت دوسری کو پلایا) تو یہ دونوں علاتی رضاعی بہن ہونگی اور اگر دونوں مذکر ہیں تو علاتی رضاعی بھائی ہونگے۔ اور اگر دودھ ایک زوج کا ہے تو دونوں عینی رضاعی بہن ہوں گی۔ خلاصہ میں ہے إمرء ة ارضعت صبيتين فهما اختان فان كان ابو هما واحد فها اختان لاب وام من الرضاعة ،وإن كان مختلفا فهما اختان لام، یعنی ایک عورت نے دو لڑکیوں کو دودھ پلایا تو یہ دونوں بہن ہوں گی اور اگر ان دونوں کے رضاعی باپ بھی ایک ہیں تو عینی رضاعی بہن ہونگی ورنہ علاتی، اور رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: ولاحل بين رضيعی امرأة لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب یعنی نہیں حلال ہے نکاح درمیان دو رضیع ایک عورت کے اس واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں، اگرچہ زمانہ دونوں کا جدا ہو اور باپ بھی الگ ہوں۔ طحطاوی میں ہے: والمراد بالرضعين الذكر والانثى، فكل رضيعی امرأة لا يحل للذكر منهما تزوج الانثى حيث كان الرضاع منهما داخل العامين تقدم احد هما على الاخرى ام لا، اور مراد رضعین سے مذکر اور مؤنث ہے، پس دو رضیع ایک عورت کی نہیں حلال ہے واسطے مذکر کے ان دونوں سے نکاح کرنا مؤنث سے؟ جہاں کہیں ان دونوں سے رضاع دو برس کی عمر کے اندر ہو، ایک دو میں سے دودھ پینے میں مقدم ہو یا نہیں تبیین میں ہے ولا حل بين رضيعی ثدی لانهما اخوان من الرضاع، یعنی نہیں حلال ہے نکاح دو رضیع کا کہ

ایک عورت کا دونوں نے دودھ پیا ہو اس

واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں، اللہ تعالی اعلم بالصواب۔

۲۴؍رمضان المبارک یوم چہار شنبہ ۱۳۲۳ھ

کتبہ عبدہ المذنب غلام محمد البہاری

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خوشدامن اور زوجہ ایک جگہ سوتی ہیں، حالت شہوت میں زوجہ سمجھ کر اس کو جگایا معلوم ہوا کہ خوشدامن ہے۔ ندامت سے بھاگا اب اسکی زوجہ حلال رہی یا حرام ہوگئی، کفارہ لازم آیا بینوا توجروا۔

الجواب :- اللھم ارنا الصواب:-

شہوت کے ساتھ خوشدامن کو چھونا یا چومنا سہواً ہو یا عمداً، مکرہاً ہو یا مخطئاً ہر طرح داماد پر زوجہ کے ابدی حرام ہونے کا موجب عالمگیری میں فرمایا: ثم لا فرق فی ثبوت الحرمۃ بالمس بین کونہ عامدا اوناسیا اومکرھا او مخطئا اھ یعنی چھونے سے حرمت کے ثابت ہونے میں کوئی فرق نہیں کہ چھونے والے نے جان بوجھ کر چھوا ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا چھونے پر مجبور کیا گیا ہو، پھر مخطئاً تفریع فرمائی فلوایقظ زوجتہ لیجامعھا فوصلت یدہ الی بنت منھا فقرصھا بشھوۃ وھی من تشتھی یظن انھا امھا حرمت علیہ الام حرمۃ مؤبدۃ کذافی الفتح القدیر اھ اقول ھذا لووصلت الحرارۃ الی الید کما سیجئ ان شاء اللہ وعلیہ قیاس المسئلۃ وقال فی الخانیۃ حرمت علیہ امرأۃ وان کان یظن انھا امرأۃ لوجود المس عن شھوۃ اھ یعنی اگر اس نے اپنی بیوی کو جماع کیلئے جگایا تو اس کا ہاتھ اس کی بیوی کی لڑکی پر پڑا تو شہوت کیساتھ اسکی چٹکی لی اور وہ تھی مشتہاۃ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی ماں ہے تو اسکی ماں ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوگئی، ایسا ہی فتح القدیر میں ہے اھ۔ میں کہتا ہوں یہ حکم اس وقت ہوگا جب اسکے ہاتھ میں گرمی محسوس ہو جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ آرہا ہے، اور اسی پر مسئلہ کا قیاس ہے، اور خانیہ میں فرمایا اسکی بیوی اس پر حرام ہوگئی اگر چہ اسکو اپنی بیوی گمان کرتا ہو، شہوت کیساتھ چھونے کی وجہ سے صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنی خوشدامن کو صرف آواز دے کر بغیر ہاتھ لگائے یا ہاتھ لگایا مگر ایسا موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا جو ادراک واحساس حرارت کو مانع یا صرف کپڑا ہی پکڑ کر بیدار کیا کہ زید کا ہاتھ اسکی خوشدامن کے جسم کو نہ لگا، یا اس کے سر کے بالوں کا وہ حصہ مس کیا جو مسترسل تھا، یا بوقت لمس زید کو شہوت نہ تھی، یا پہلے

سے تھی مگر اس لمس سے زائد نہ ہوئی، یا زائد ہوئی تو اتنی کہ زید کو انزال ہو گیا ان صورتوں میں اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ردالمحتار میں ہے ولو کان (الحا ئل) مانعا غن (وصول الحرارة)لاتثبت الحر مة اھ :اگر حائل چیز وصول حرارت سے مانع ہو تو حرمت ثابت نہیں ہو گی ہندیہ میں ہے الشهوة تعتبر عندالمس و النظر حتى لووجد ا بغير شهوة ثم اشتهى بعد الترك لاتتعلق به الحرمة ، و حد الشهوة فى الرجل ان تنتشر اٰلته او تزداد اانتشا ر اان كانت منتشرة كذ ا فى التبيين وهوالصحيح كذ افى جوا هرالاخلاطى و به ينتى كذ افى الخلاصةو ايضا قال لو مس فانز ل لم تثبت به حرمة المصا هرة فى الصحيح لانه تبين بالانز ا ل انه اى (المس) غير داع الى الوطى كذ ا فى الكافى اھ وقال فى در مختار وعليه افتى ابن الكمال وغيره اھ اقول لان الاصل فى ثبوت الحرمت هوالوطى وامادواعيه فقد اقيمت مقا مه احتيا طاكماصر ح به فى رد المحتار و غيره من معتبرات الاسفار فلماانطفئت النائرة وانكسرت الشهوةولم تتادّالى الغاية ولاتماد الى النهاية بطلت داعيتهاو ظهرانها ليست من دواعيه بخصو صهااذ هولايوجد بدونها یعنی شہوت کا اعتبار چھونے اور دیکھنے کے وقت ہو گا، حتی کہ اگر یہ دونوں بغیر شہوت کے پائے گئے پھر چھوڑنے کے بعد شہوت پیدا ہوئی تو اس سے حرمت متعلق نہیں ہو گی، اور شہوت کی حد مرد میں یہ ہے کہ اسکا عضو مخصوص منتشر ہو جائے، یا اگر پہلے سے منتشر تھا تو انتشار میں اضافہ ہو جائے ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے، ایسا ہی جواہر اخلاطی میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے نیز انہوں نے فرمایا اگر اس نے خوشدامن کو چھوا اور انزال ہو گیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی صحیح قول کے مطابق کیونکہ انزال سے ثابت ہو گیا کہ چھونا وطی تک پہنچانے والا نہیں، ایسا ہی کافی میں ہے، اور در مختار میں فرمایا کہ اسی پر ابن کمال وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے میں کہتا ہوں اس لئے کہ اصل حرمت کے ثبوت میں وطی ہے، رہے اس کے دواعی تو انکو احتیاطا اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب معتبرہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے، تو جب آگ بجھ گئی اور شہوت ختم ہو گئی اور وہ مقصد تک نہیں پہنچی اور انتہا تک اسے رسائی حاصل نہیں ہوئی تو اس کا داعی ہونا باطل ہو گیا، ظاہر ہو گیا کہ خاص کر وہ دواعی جماع سے نہیں، کیونکہ جماع اس کے بغیر نہیں پایا جاتا (مترجم) اور اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا چھوا جو برہنہ تھا، یا اس پر ایسا باریک کپڑا تھا جو احساس حرارت لینت بدن کو مانع نہ تھا، یا اسکے سر کے بال مس کئے اور اس مس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے شہوت تھی تو زائد ہو گئی اور انز

ال نہ ہوا تو ان حالتوں میں اسکی بیوی ہمیشہ کیواسطے حرام ہو گئی، اب کسی طرح یہ اس کے اور وہ اس کیلئے حلال نہیں ہو سکتی
عالمگیریہ میں فرمایا ثم المس انمایوجب حرمت المصا هرة اذا لم یکن بینهماثو ب فان کان
ضعیفا لایجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصا هرة وان انتشر ت آلته
بذلک ، وان کان رقیقا بحیث تصل حرارة الممسوس الی یده تثبت به حرمة المصا
هرة کذا فی التبیین وقال صد رالشهیدو علیه الفتوی وکذا فی الثمنی شرح النقایه اه
پھر حرمت مصاہرت چھونے سے اس وقت ثابت ہوگی جبکہ دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو، پس اگر کپڑا ایسا موٹا ہے کہ
چھونے والے کو ممسوس کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اگر چہ اس سے اس
کا آلہ منتشر ہو جائے اور اگر اس کا کپڑا ایسا باریک ہے کہ ممسوس کی حرارت اس کے ہاتھ تک پہنچتی ہے تو اس سے حرمت
ثابت ہو جائے گی، ایسا ہی تبیین میں ہے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے، اور ایسا ہی ثمنی شرح نقایہ میں ہے
(مترجم) در مختار میں ہے ولوبشعر علی الرا س بحائل لایمنع الحر ارة، اگر چہ سر کے بال چھوئے ایسے
حائل کیساتھ جو مانع حرارت نہ ہو (مترجم) عالمگیریہ میں ہے لومس شعرهابشهوة ان مس مااتصل
براسهاتثبت وان مس مااسترسل لاتثبت و اطلق الناطفی اطلاقا من غیر هذ التفصیل
کذا فی الظهیریه و هکذا فی وجیز الکردری والسر اج الوهاج ولومس ظفرهاتثبت کذا فی
الخلاصة اه وفی الخانیةولو قبل الرجل ام امرائته تثبت الحرمة مالم یظهر انه
قبلهابغیر شهوة وفی المس مالم یعلم انه کان ان الشهوة لاتثبت الحرمة اقول
اذالمتبادر فی التقبیل هوالشهوة فلایحکم علی خلاف الظاہرالا بدلیل صارف عنه ،
بخلاف المس فانماالاصل فیه عدم الشهوة فلابد ههنامن شاهدعلیهااذلایصح الحکم
بوجودا لمشروط بالشرط الذی وجود ه لیس بضروری الابعد اثبات تلک الشر ط
بالدلیل فاذن لاسبیل الی القول بالمشروط قبل قیام البرهان علی وجود الشر ط والله
تعالی اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم :یعنی اگر اس کے وہ بال جو سر سے متصل ہیں شہوت کیساتھ
چھوئے تو حرمت ثابت اور اگر لٹکے ہوئے بال چھوئے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، ناطفی نے اسکو مطلق رکھا ہے بغیر تفصیل،
ایسا ہی ظہیریہ میں ہے، اور ایسا ہی وجیز کردری اور سراج وہاج میں ہے، اور اگر شہوت کے ساتھ اسکے ناخن کو چھوا تو حرمت

ثابت ہو جائے گی اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے اگر مرد نے اپنی بیوی کی ماں کا بوسہ لیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی جبتک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ اس نے بغیر شہوت کے بوسہ لیا ہے اور چھونے میں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے شہوت سے بوسہ لیا ہے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ میں کہتا ہوں اس لئے کہ متبادر بوسہ لینے میں شہوت ہے تو ظاہر کے خلاف حکم نہیں لگایا جائیگا بغیر کسی دلیل صارف کے مس (چھونے) کے بر خلاف اس لئے کہ اصل اسمیں عدم شہوت ہے تو یہاں اس پر کسی شاہد کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ایسی شرط کے ساتھ مشروط کے وجود کا حکم لگانا جس کا وجود ضروری ہو صحیح نہیں، جب تک دلیل سے اس شرط کا اثبات نہ ہو جائے تو مشروط کے قول کی طرف کوئی راستہ نہیں شرط کے وجود پر دلیل قائم ہونے سے پہلے (مترجم) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ المذنب عبدہ المذنب عزیز غوث غفرلہ بمحمدن المصطفی ﷺ

مسئلہ :-از قصبہ آنولہ ضلع بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر پر اولیاء اللہ کی چادر چڑھانا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب :- واجب وہ ہے جسکو اللہ و رسول نے واجب کیا اور حرام وہ ہے جس سے اللہ و رسول نے منع فرمایا اور جس بات کو اللہ و رسول نے نہ منع کیا اور نہ اس کا حکم دیا وہ جائز ہے جو اسے منع کرے شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، قبور اولیاء کرام پر اس نیت سے چادر ڈالنا کہ قلوب عوام میں عظمت اور ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا ہو اور وہ توہین جو عام قبور کے ساتھ کرتے ہیں اور رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے یہاں تک کہ جوتا پہنے ہوئے چلتے ہیں یہاں تک کہ قبر پر بیٹھ کر جوا کھیلتے دیکھا گیا ہے یہاں تک معاذ اللہ قبروں پر پیشاب کرنے میں بھی باک نہیں قبور اولیاء کرام بھی اگر عام قبروں کی طرح رکھے جائیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين یعنی یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں (کنزالایمان) اسکی نظیر شرع میں تحلیہ مصحف ہے یعنی قرآن مجید پر سونا چڑھانا، اس میں طلائی آیتیں سنہری جدولیں بنانا کہ زمانہ سلف میں اصلاً نہ تھا، اور فقہاء نے مکروہ تک لکھا ہے تو اس وقت اس کی حاجت نہ تھی دلوں میں عظمت قرآن مجید کی ویسی ہی متمکن تھی تو یہ بے فائدہ صرف تھا مگر جب یہ قریب کا تاریک زمانہ آیا، اور نگاہ عوام میں عظمت اجلال پیدا کرنا اس ظاہری زینت کا ثمرہ ہو گیا، لاجرم علماء نے حکم استحباب دیا، عالمگیری میں ہے : هوان كان احداثا فهو بدعة حسنة وكم من شئ كان احد اثاوهو بدعة حسنة وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان كذا فی جواهر الاخلاطی۔ وہ اگر نو ایجاد ہو تو بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں نئی

ہوتے ہوئے بھی بدعت حسنہ ہوتی ہیں اور بہت ساری چیزیں زمان ومکان کے مختلف ہونے سے بدل جاتی ہیں ایسا ہی جواہر اخلاطی میں ہے، **ترجمہ** :- علامہ سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی **کشف النور عن اصحاب القبور** میں فرماتے ہیں ان كان القصد بذالك التعظيم اعين العامة حتى لا يحتقر واصاحب هذا القبر الذى وضعت عليه الثياب والعمائم ولجلب الخشوع والادب لقلوب الغافلين الزائرين لان قلوبهم نافرة عند الحضور فى التادب بين يدى اولياء الله تعالىٰ المدفونين فى تلك القبور كما ذكرنا من حضور روحانيتهم المباركة عند قبورهم فهو امر جائز لا ينبغى النهى عنه لان الاعمال بالنيات وكل امرء مانوى ۔ دونوں عبارتوں کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ اگر چہ نو پیدا ہے مگر مستحسن ہے کہ بہت سی باتیں نو پیدا ہوتی ہیں مگر حسن ہوتی ہیں اور بہت باتیں زمان ومکان کے اختلاف سے بدل جاتی ہیں قبور اولیاء کرام پر چادر ڈالنے سے جبکہ یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں عظمت پیدا ہو، ان کے حضور خشوع وخضوع غافل زائروں کے دل میں پیدا ہو کہ ان کے دل اولیاء مدفونین کے حضور میں ادب کیلئے کم جھکتے ہیں اور ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اولیائے کرام کی ارواح طیبہ انکے قبور پاک کے پاس تشریف فرما ہوتی ہیں یہ چادر ڈالنا جائز بات ہے جس سے نہی نہ چاہئے اسلئے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص اپنے کئے کا پھل پائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب عبد الرشید عفی عنہ

مسئلہ :- مرسلہ عبد الرحمن از ملک بنگال ضلع بریسال ڈاکخانہ دیر چڑ موضع چرکبہ :-

فارسی

چه مى فرمايند علماء دين اندريں مسئله كه زيددركا بين نامۂ منكوحه خورش بعد ذكرواقرار شرائط چنيں و چناں بدیں گونه شرط ديگرنوشته داد كه من ازشرائط مذكوره ہيچگونه شرط رايا جزوشرط راخلاف نكنم اگر بكنم پس اختيار كه مرابرائے طلاق دادن مرترا حاصل است آں اختيار بتوسپردم كه تو نفس خودرا بيك بسه طلاق داد و بزوجيت شخص ديگر داخل شده زندگانى خودرابسر بكنى آنكه مرا بر تو ہيچگونه دعوىٰ باقى نه خواہد ماند ، اگر بكنم شرعاً و عدالةً مقبول ومسموع نخواہد شد ،پس اگر زيد به شرائط مذكوره كابين نامه

ہیچگونہ شرط را خلاف بکند حسب شرائط تفویض زید ،سرزنش را برائے ایقاع طلاق برنفس خود شرعاً اختیار باشد یا نہ بینوا توجروا۔

(ترجمہ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کے اقرار نامہ میں مختلف شرطوں کے ذکر و اقرار کے بعد اس طرح کی ایک دوسری شرط بھی لگائی کہ میں مذکورہ شرطوں میں سے کسی شرط، یا جزو شرط کے خلاف نہیں کرونگا اگر کروں تو وہ اختیار جو مجھے تجھ کو طلاق دینے کا حاصل ہے وہ تیرے سپرد ہے کہ تو اپنے آپ کو ایک دو تین طلاق دے اور دوسرے شخص کی بیوی بنکر زندگی گزارے اس وقت میرا تجھ پر کسی قسم کا دعویٰ باقی نہیں رہے گا اگر میں دعویٰ کروں تو شرعاً اور عدالۃً مقبول اور مسموع نہ ہوگا لہٰذا زید اگر اقرار نامہ میں مذکورہ شرطوں میں سے کسی شرط کے خلاف کرے تو سپردگی کی شرطوں کے مطابق اسکی عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا شرعاً اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

فارسی

الجواب :— در صورت مستفسرہ زن زید را اختیار ایقاع طلاق برخود حاصل ست درساعتے کہ زن را علم خلاف شرط کر دن زوج اوشود ہمدراں مجلس خودرا ازیك تا سہ برقدر خواہد طلاق دہد ،تادو طلاق از زوجیت بیروں نخواھدشد، شوھر را اختیار رجعت در عدت بود، اگر رجعت کرد بدستور زنش ماند ،ورنہ از حبالۂ نکا حش بیروں خواھدشد، و آنگاہ زن را اختیار نکاح باہر کہ خواھد بدست خواھد آمد اگر سہ طلاق نفس خودرا داد پس فی الحال از زوجیت برآمد واورا اختیار است کہ بعد عدت نکاح ثانی بشخصیکہ خواہد کند زیدرااصلاً اختیار منع نبود فاما ایں اختیار زن را د ر ہماں مجلس باشد بعد تبدیل مجلس نتواند کہ خودرا طلاق دہد در مجمع الانہر ست ولوقال لھا انت طالق دما شئت ما شئت طلقت ماشآء ت ،واحدۃ اواکثر لان کم اسم العذر فیتناول الکل فی المجلس لابعدہ در اصلاح ست لمن قیل لھا طلقی نفسك او امرك بیدك

اواختیاری بنیة الطلاق تطلقها فی مجلس علمت به والله تعالیٰ اعلم۔

کتبه غلام مصطفی ابراهیم البهاری عفا عنه الباری

بمحمدن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ترجمہ)

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہے، جس وقت کہ عورت کو شوہر کے شرط کی مخالفت کرنے کا علم ہو اسی مجلس میں اپنے آپ کو ایک سے تین تک جس قدر چاہے طلاق دے، دو طلاق تک زوجیت سے خارج نہیں ہوگی، شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہوگا۔ اگر رجعت کرلے تو بدستور اسکی بیوی باقی رہے گی ورنہ اس کے عقد نکاح سے نکل جائے گی، اور اس وقت اس کو جس سے بھی چاہے نکاح کا اختیار حاصل ہوگا اگر وہ اپنے آپ کو تین طلاق دیدے تو فی الحال زوجیت سے باہر ہو جائے گی اور اس کو اختیار رہے گا کہ عدت کے بعد دوسرا نکاح جس سے چاہے کرے، زید کو بالکل منع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا لیکن عورت کا یہ اختیار اسی مجلس میں ہوگا، تبدیلی مجلس کے بعد وہ اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی، مجمع الانھر میں ہے اگر شوہر نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے جیسے چاہے، جتنی چاہے، تو جس قدر چاہے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی ایک یا زیادہ اسلئے کہ کم اسم عدد ہے تو وہ کل کو شامل ہوگا مجلس میں بعد میں نہیں اصلاح میں ہے جس عورت سے کہا گیا اپنے آپ کو طلاق دے، یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، یا اپنے آپ کو اختیار کر (یہ طلاق کی نیت سے کہا) تو جس مجلس میں اسے علم ہوا اپنے آپ کو طلاق دے لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ غلام مصطفیٰ ابراہیم البہاری

عفااللہ عنہ الباری بمحمدان المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۳ر شوال یوم جمعہ ۱۳۲۳ھ

مسئلہ:- از بریلی مرسلہ عبدالسبحان چاٹگامی ۲۳ر شوال یوم جمعہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر آیات قرآن مجید میں کوئی لفظی غلطی ہو جائے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب :- اصلی کلی اس باب میں تغییر معنوی فاحش ہے عام ازیں کہ تقدیم و تاخیر کلمات و حروف سے ہو یا زیادۃ و نقصان کلمہ و حروف کے باعث پس اگر معنی کا تغیر فاحش ہو گیا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں خلاصہ میں ہے لو قدم کلمۃ علی کلمۃ اواخر کلمۃ عن کلمۃٍ فلم یغیرا لمعنی لا تفسد یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ پر مقدم کیا یا مؤخر اگر معنی میں تغیر نہیں آیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اسی میں ہے لوزاد کلمۃ فلم یغیر المعنی لا تفسد یعنی اگر زیادہ کیا کلمہ اور معنی میں تغیر نہ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی خزانۃ المفتین میں ہے وان ترک کلمۃ من آیۃ فلم تتغیر المعنی کما لو قراء وما تدری نفس ماذا تکسب غدا و ترک ذالا یفسد صلاتہ، وان تغیر المعنی بترک الکلمۃ بان قرء فما لھم لا یؤمنون و ترک لا یفسد صلاتہ عند الغامۃ یعنی اگر چھوڑ دیا ایک کلمہ کسی آیت سے اور معنی نہ بدلے ہوں مثلاو ما تدری نفس ماذا تکسب غدا پڑھا اور (ذا) چھوڑ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں تغیر آگیا مثلافما لھم لا یؤمنون پڑھا اور (لا) چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حرف میں تغیر ہو جائے تو اسکی بھی تین صورتیں ہیں کم کر دیا یا زیادہ یا ایک حرف کو دوسرے سے بدل دیا اسکی بھی وہی صورت ہے جو گزری، یعنی اگر معنی میں تغیر فاحش ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں خلاصہ میں ہے: ولوقدم حرفا علے حرف إن تغیر المعنی بالتقدیم تفسد یعنی اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کیا اور معنی میں تغیر آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی میں ہے :اذا زاد حرفا إن کان لا تغیر المعنی لا تفسد صلاتہ عند عامۃ المشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ اگر حرف زائد ہو گیا ہو اور معنی میں تغیر نہیں آیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی میں ہے: نقصان حرف أن کان لا یتغیر المعنی لا تفسدصلاتہ بلا خلاف کم کرنے میں حرف کے اگر معنی بدل نہ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ھکذا فی غیرھا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واحکم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا بریلوی
عفی اللہ عنہ محمد ن المصطفیٰ علیہ ﷺ

مسئلہ :-از سیتھل ضلع بریلی مرسلہ رحمت حسین صاحب ۲۲ر جمادی الثانی یوم پنج شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جبکہ اسکے دوماہ کا حمل تھا طلاق دی اور مسماۃ نے دوروز کے بعد اپنا نکاح ثانی بکر کے ساتھ کرلیا۔بارہ روز مسماۃ ہندہ بکر کے یہاں رہی بعد کو فرار ہوکر اپنے باپ کے گھر چلی آئی اب مسماۃ بکر کے یہاں جانے پر راضی نہیں پھر اس صورت میں جب کہ مسماۃ ہندہ کو دوماہ کا حمل تھا طلاق جائز ہوئی یا نہیں ؟اور اگر اب زید اس کو پھر اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو درست ہے یا نہیں ؟اور اگر درست ہے تو کس صورت میں۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب :- رب زدنی علما نافعا وفهما كاملا ،صورت مسئولہ میں اگر زید نے ہندہ کو تین طلاق دی ہیں تو بلا تحلیل زید کیلئے حلال نہیں ،اور اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی ہے تو نکاح کی ضرورت نہیں صرف زبان سے کہہ دے کہ رجوع کی میں نے اور ایک یا دو طلاق بائن دی ہے تو صرف نکاح کی ضرورت ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور زید اس سے ابھی نکاح کرسکتا ہے ،انتظار وضع حمل کی حاجت نہیں اور دوسرا نکاح جو ہندہ نے بکر کے ساتھ کیا وہ محض باطل اسلئے کہ یہ نکاح قبل عدت کے ہوا کیونکہ اسکی عدت وضع حمل تھی ،حمل دوماہ کا ہو یا تین ماہ کا ہر صورت میں زید ہندہ کو طلاق دے سکتا ہے ،لعدم المانع واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد الرضا عاصی نذیر الحق الرمضانپوری البہاری عفی عنہ

محمد ن المصطفیٰ علیہ ﷺ

منظر اسلام اور اس کا اہتمام

ازقلم:۔ الحاج ڈاکٹر محمد پرویز صدیقی نوری، بریلی شریف

جس پر فتن دور اور ہوشربا ماحول میں مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ المعروف منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا ۔ یہ اپنے بانی کے کمال جد و جہد وغایت درجہ کدوکاوش ۔ اسلامی ہمدردی، دور بینی وبصیرت افروزی کی منہ بولتی تصویر ہے ۔ اسی طرح ادارہ کا حسن انتظام وکمال اہتمام تولیت کی عمدگی وجدت انصرام کے ان کے ناظمین ومہتممین ومتولیان کی کامیاب کدو کاوش وغایت اجتہاد پر دلیل بین ہے۔ بلکہ ایک گونہ امر زائد پر دال ہے کہ ایجاد شئی تو فی نفسہ ایک مشکل امر ہے لیکن حسن انتظام کے ساتھ اس کی بقاء اور اس کا استمرار ودوام اس سے کہیں زیادہ مشکل امر ہے۔ باوجود اس کے مرکز اہل سنت کے ناظمین نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور وقت کے چیلنجوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہے اور باطل قوتوں کی ریشہ دوانیوں شورشوں اور یلغاروں کو مات دیتے ہوئے اپنے نظامت کے فرائض حسن وخوبی انجام دیتے رہے ۔

ادارہ کے انتظامی امور کی ذمہ داری سلسلہ بسلسلہ حضرت استاذ زمن مولانا الشاہ حسن رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے شروع ہو کر حضور حجۃ الاسلام، حضور مفسر اعظم ہند و مفکر ملت حضرت علامہ ومولانا ریحان رضا خان رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے کاندھوں تک پہونچی اور انہوں نے حتی المقدور مخزن علم وفن یادگار اعلی حضرت منظر اسلام کو اپنا خون جگر پلا پلا کر بام عروج تک پہونچایا اور دن بدن، دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا ہوا قوم کے دلکی دھڑکن اور ہر سنی مسلمان کے ضمیر کی آواز بن کر رہ گیا جس کی مرکزیت وعلم وفن کا ڈنکا ہر چہار جانب بج رہا ہے اور انشاء اللہ الرحمن بفیضان بزرگان دین تا قیامت بجتا رہے گا۔

جب ان کا مبارک زمانہ گذرا تو ان کے بعد جس وقت کے بارگاہ رضا عالمگیر شہرت یافتہ ادارہ بن گیا اور آفتاب نیمروز کی طرح دنیائے سنیت کو اپنے علوم وفنون اور عشق مصطفی کی سنہری کرنوں سے جگمگانے لگا ۔ انتظامی امور کی گرانبار ذمہ داریاں شہزادۂ حضور ریحان ملت صاحب سجادہ گل گلزار رضویت حضرت العلام مولانا الحاج سبحان رضا خان صاحب سبحانی میاں کے مضبوط اور مستحکم کاندھوں پر سوار ہوئیں۔ اور اسطرح سے منظر اسلام کو حضور صاحب سجادہ کی خدمات جلیلہ اور توجہات کاملہ نافعہ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا صاحب سجادہ موصوف نے جس مستعدی دور بینی اور حسن وخوبی

سے اپنی ذمہ داریوں کے فرض شناسی اور کمال واہتمام کا فریضہ انجام دیا۔ برملا یہ کہنا پڑتا ہے کہ صدفی صد انہیں کا حق وحصہ تھا اور بس ناظم موصوف نے ادارہ کو تعلیمی وتعمیری ہر پہلو سے مکمل کر دیا۔ علوم وفنون کے مختلف گوشے اجاگر کر دیئے ادبی وفنی لحاظ سے مختلف شعبہ جات کا قیام عمل میں آیا۔ تعلیمی اور تعمیری معیار کو بلند فرمایا۔ ادارہ کے اسٹاف وعملہ میں اضافہ در اضافہ فرمایا۔ جو اہل فکر ونظر سے مخفی نہیں اور تعمیری سرگرمیوں کو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ناظم موصوف کی طبیعت مستقیم اور ذوق سلیم نے ایسی پر شکوہ اور دیدہ زیب عمارت کھڑی کر دی کہ کوئی دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں مرعوب ہو جائے اور نعرۂ داد تحسین اس کی ضمیر صادق سے بلند ہو اٹھے اور جامعہ رضویہ منظر اسلام جو مسلمانان اہل سنت کا علمی روحانی مرکز ہے اسکی تیسری منزل کی تعمیر وتزئین ہی صرف ان کے تعمیری کارناموں میں نہیں۔ بلکہ مسجد رضا کی تعمیر جدید اور اس کی تین منزلہ پر شکوہ عمارت اور ہر منزل کی دیدہ زیب نقش ونگاری دلفریب تزئین وآرائش سب کے سب انہیں کی دین اور انہیں کی کامیابیوں کا ثمرہ ہے۔ مزید برآں روضۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ایک وسیع وعریض رضا ہال کی تعمیر باہر سے تشریف لانے والے عقیدت مند زائرین کیلئے مہمان خانہ کی بھی لمبی چوڑی عمارت ان کی نظامت کی کامیابی انکی سعئی لازوال وکاوش باکمال کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

حضور صاحب سجادہ کی بارآور اور اہتمامی وانتظامی صلاحیت کی ثمرات خیزی اور بارآوری اسی پر بس نہیں بلکہ مسجد رضا کا فلک بوس خوبصورت منارہ جو شہر بریلی سے کوسوں دور رہنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔
اور گمگشتگان ضلالت کیلئے مشعل راہ ہدایت کا فرض انجام دے رہا ہے۔ یہ بھی حضور صاحب سجادہ کرمنواز ذوق سلیم کا ایک قیمتی تحفہ ہے۔ مفتی اعظم نمبر اور ریحان ملت نمبر کی ترویج واشاعت بھی ان کے دیوانوں کیلئے ایک عظیم تصنیفی سوانحی مایہ حضرت والا کی عطیہ جات سے ہے۔

الغرض! حضرت والا کی سعی پیہم کی کامیابیاں احاطۂ تحریر سے فزوں تر ہیں کن کن کا ذکر جمیل کیا جائے رہ رہ کے سیکڑوں کا خیال آتا ہے۔ دو چند جو حیات سے اقرب واولیٰ تھے وہی معرض تحریر میں آئے ان کے علاوہ مسجد کی تولیت خانقاہ عالیہ رضویہ کی سربراہی اور ان کے آثار جمیلہ بھی بیرون از تحریر ہیں۔ بس بارگاہ رب الصمد میں دعا ہے کہ حضور صاحب سجادہ کا سایۂ عاطفت تادیر قائم ودائم رکھے اور مجھے بالخصوص اور ساری قوم مسلم کو بالعموم حضرت والا کے فیوض و برکات سے انتفاع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

دار العلوم ''منظر اسلام'' بریلی شریف

تاریخی اعداد کے آئینے میں

طارق سلطانپوری

(۱): (الف) سال تاسیس: ۱۳۲۲ھ

''چراغ اوج حق'' ۱۳۲۲ھ — ''صراط فیض اسلام'' ۱۳۲۲ھ

''بنیاد شہرستان حب مصطفیٰ'' ۱۳۲۲ھ — ''شمستان صفا'' ۱۳۲۲ھ

''مرکز خوب ولایت'' ۱۳۲۲ھ — ''کاشانہ خیر وصلاح'' ۱۳۲۲ھ

''فیض عشق نبیؐ'' ۱۳۲۲ھ — ''خدمت علوم اسلام'' ۱۳۲۲ھ

''زیب خورشید علم وآگاہی'' ۱۳۲۲ھ — ''چمن ادب وہدایت ومعرفت'' ۱۳۲۲ھ

☆

(ب) عرصہ قیام وخدمات — سوسال (ایک صدی) ۱۳۲۲ھ تا ۱۴۲۲ھ

''آداب محمدؐ'' 100 — ''طیب گلاب طیبہ'' 100

''مہر احمدؐ'' 100 — ''بلد دین'' 100

''زیب جہان حبیب'' 100 — ''جادۂ وفا'' 100

''اوج بزم حبیب حجاز'' 100 — ''لازوال جدوجہد'' 100

''پاکی محبوب حجاز'' 100 — ''جہاز جہاد حریۂ جہاد'' 100

''جمال طیبہ'' 100

(ج) مادہ ہائے تاریخ وقطعہ تاریخ۔ تقریبات بسلسلہ جشن تاسیس دار العلوم ''منظر اسلام'' بریلی شریف۔

محرم احرام اصفر امظفر ۱۴۲۲ھ — ۲۰۰۱ء

''حسن چمن تاریخ'' ۱۴۲۲ھ — ''نشان شرف عظیم'' ۲۰۰۱ء

''منظر یمن اسلام'' ۱۴۲۲ھ — ''جمیل وارفع نظریات'' ۲۰۰۱ء

''خوبی گلشن ابرار'' ۱۴۲۲ھ — ''حسین اقدار ونظریات'' ۲۰۰۱ء

''جہان علوم وخیرات'' ۱۴۲۲ھ — ''بہار باغ معرفت'' ۲۰۰۱ء

(۲): (الف) سال تاسیس ''منظر اسلام'' ۱۹۰۴ء

''فیض حضور'' ۱۹۰۴ء — ''باب ذکر رفعت مصطفیٰ'' ۱۹۰۴ء

''راہ احترام خیر الوریٰ'' ۱۹۰۴ء — ''درس عظمت مصطفائی'' ۱۹۰۴ء

''اقبال طریقت واجلال شریعت'' ۱۹۰۴ء

....
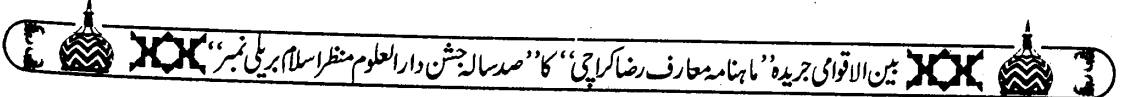
از............مولانا محمد شریف القادری رضوی

مرحبا اھلاو سہلا حضرت سجا ن رضا
جشن صد سالہ منایا منظر اسلام کا
واہ وا کیا پیاری پیاری شام ہے
آج جشن منظر اسلام ہے

چودھویں صدی کے ابتدائی نازک دور میں جب عبد اللہ ابن ابی کا ناپاک فتنہ وہابیت ونجدیت اور دیوبندیت کی شکل میں اسلام کی فصیلوں سے ٹکرا رہا تھا۔ اس وقت بریلی شریف سے ایک مرد آہن دیوبندیت کی سرکوبی کیلئے مجاہدانہ جاہ و جلال کے ساتھ اٹھا جسے دنیا آج۔ رسول پاک کا سچا نائب، علم کا جبل شامخ، اور عمل کا اسوۂ حسنہ، معقولات میں بحر ذخار، منقولات میں دریائے ناپید اکنار، اہل سنت کا امام واجب الاحترام، چودھویں صدی کا باجماع عرب وعجم مجدد، تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں عمر فاروق کا مظہر، رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر، اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہل سنت فی الآفاق، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، اعلم العلماء عند العلماء قطب الارشاد علی لسان الاولیاء مولانا وفی جمیع الکمالات اولانا فانی فی اللہ والباقی باللہ، عاشق کامل رسول اللہ حضرت مولانا مفتی حافظ وقاری الحاج الشاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی اور مانتی ہے۔ آپنے اپنے علم وعمل اور تقریر وتحریر سے مجدیت کا مقابلہ کرتے ہوئے پرچم عظمت رسالت بلند کیا۔ اور مسلمانان اہل سنت کے عقائد ونظریات کی اصلاح اور اخلاق وکردار کو سنت نبوی کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے ایک عظیم درسگاہ جامعہ منظر اسلام قائم فرمایا۔ جس کی یادگار آج ہم سو سالہ جشن کی صورت میں منا رہے ہیں۔

منظر اسلام کا وجہ قیام:-

دار العلوم منظر اسلام کا اجراء ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں ہوا اسکی تقریب اس طرح معرض وجود میں آئی کہ بریلی شریف میں محلہ سرائے کے ایک دیوبندی مولوی غلام یٰسین نے سنیت کے روپ میں اعلیٰ حضرت کی تائید وحمایت میں

ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے قائم کیا۔ اس مدرسہ میں علامہ ظفر الدین بہاری بطور طالب علم داخل ہو گئے مگر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی حاضری دیتے رہے یہیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولوی موصوف در پردہ دیوبندی ہے۔ علامہ ظفر الدین بہاری نے اعلیٰ حضرت کے برادر اصغر استاذ زمن علامہ حسن رضا خان صاحب، اور اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خانصاحب سے مشورہ کر کے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ صاحب بریلوی کو منتخب کیا تاکہ اعلیٰ حضرت موصوف حکیم صاحب کے سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حکیم صاحب نے اعلیٰ حضرت سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست کی مگر اعلیٰ حضرت نے تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تب حکیم صاحب نے کہا کہ اگر قیامت کے دن پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپکا نام لوں گا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا وہ کیونکر؟ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ حکیم صاحب نے فوراً کہا کہ ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں آپ تائید فرمادیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا سید صاحب آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ یہ ذمہ داری سنبھالیں (بحوالہ تذکرہ جمیل ص ۱۷۷)

علم اور حکمت کا دریا منظر اسلام ہے ------------ ذرے ذرے سے عیاں ہے عشق محبوب خدا

اور منظر اسلام قائم ہو گیا:-

چنانچہ عالی جناب رحیم یار خان کے مکان پر علامہ ظفر الدین صاحب و مولانا عبد الرشید صاحب دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے صحیح بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا پھر مولانا لطف اللہ علی گڑھی تشریف لائے اور وہ مسلم الثبوت اور صحیح مسلم شریف پڑھانے لگے۔ اعلیٰ حضرت خاص طلبہ کو اقلیدس، تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی، اور تصوف کی کتابوں میں عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا بھی درس دیتے تھے۔

فیض جس کا کل جہاں میں عام ہے ------------ وہ رضا کا منظر اسلام ہے

منظر اسلام کا پہلا مہتمم:-

اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ علوم عقلیہ ونقلیہ والد ماجد اعلیٰحضرت سے حاصل کئے اور ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء انیس

سال کی عمر میں فراغت ہوئی۔ بڑے مولانا اور حجتہ الاسلام کا لقب خود اعلیٰ حضرت کا عطا کردہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں کے بارے میں فرمایا۔ حامد منی وانا من حامد یعنی حامد مجھ سے ہے اور میں حامد سے ہوں۔ صورت وسیرت میں اعلیٰ حضرت کا عکس کامل نظر آتے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ بے شمار لوگ آپکا چہرہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔ علمی جلالت کا اندازہ آپ کے تلامذہ کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو منظر اسلام کا مہتمم بنایا اور منظر اسلام کی تمام ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر ڈال دیں۔

آپ کے دور اہتمام میں شیخ الحدیث حضرت علامہ رحم الٰہی صاحب مظفر نگری اور صدر المدرسین کے فرائض علامہ ظہور الحسین صاحب رامپوری (جو استاذ حضور مفتی اعظم ہند ہیں)، علامہ نور الحسین رامپوری، صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) اور علامہ سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان و مولانا محمد حسین صاحب وغیرہم تدریسی فرائض انجام دیتے رہے رحم اللہ علیہم۔

وہ حق پرست حق آگاہ حق نظر حق دوست ☆ ہر ایک سانس رہی وقف دین حق کے لئے

حجتہ الاسلام کے مشاہیر تلامذہ و خلفاء :-

حضور حجتہ الاسلام کے مشہور تلامذہ و خلفاء میں برادر اصغر حضور مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خان۔ فرزند اکبر مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں، فرزند اصغر حضرت مولانا حماد رضا خان صاحب عرف نعمانی میاں نبیرۂ اکبر مفکر اعظم حضرت علامہ ریحان رضا خان صاحب (بعمر چار سال) شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد لائل پوری محدث اعظم پاکستان، شیخ القرآن حضرت علامہ عبد الغفور صاحب ہزاروی، بقیۃ السلف مولانا تقدس علی خاں، مجاہد ملت، حضرت علامہ محمد احمد قادری لاہوری، شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خان پیلی بھیتی رضی اللہ عنہم فاضل نبیل علامہ ظفر علی صاحب کراچی، حضرت علامہ ابراہیم صاحب خوشتر وغیرہم ہیں۔

منظر اسلام میں پہلا جشن دستار بندی :-

جامعہ منظر اسلام میں سب سے پہلے دو طلبہ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین صاحب بہاری اور حضرت علامہ عبد الرشید صاحب عظیم آبادی کی دستار بندی ہوئی اور پھر منظر اسلام وقت اور حالات کی آندھیوں سے گزرتا ہوا اور دیوبندیت کے بھیانک شعلوں کو روندتا ہوا عروج کی طرف رواں دواں ہو گیا اور مینارۂ رشد و ہدایت بن کر عالم اسلام کے دل

کی دھڑکن بن گیا۔

نام سے جس کے تمامی نجدیت ---آج بھی تو لرزہ براندام ہے

اور منظر اسلام مرکز اہل اسلام بن گیا :-

فراغت کے بعد ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین صاحب منظر اسلام کے مدرس مقرر ہوئے اور پھر منظر اسلام اہل ایمان، علماء کرام وطلباء کیلئے علم وفضل کا گہوارہ بنتا گیا۔ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں صاحب، حضرت علامہ سردار احمد صاحب اور مفسر قرآن علامہ عبد الغفور صاحب ہزاروی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب اعظمی، امین شریعت مفتی رفاقت حسین صاحب، قائد ملت حضرت مولانا احسان علی صاحب محدث مظفر پوری، مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب، حافظ ملت علامہ عبد العزیز صاحب، شمس العلماء حضرت علامہ شمس الدین صاحب، محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی، مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں صاحب، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ و مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں رضی اللہ عنہم اسی عظیم دینی درسگاہ جامعہ منظر اسلام کے خوشہ چیں ہیں جو اپنے زمانے میں علم وفضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ علم وفضل کی اس عظیم دینی درسگاہ سے آج بھی سیکڑوں تعداد میں ہر سال علماء و حفاظ و قرآء فارغ ہو کر خدمت دین متین میں مصروف ہو جاتے ہیں تو سیکڑوں ہر سال آکر اپنی علمی پیاس بجھانے میں لگ جاتے ہیں۔

اے بریلی میر لباب جنت ہے تو☆یعنی جلوہ گہہ اعلیٰ حضرت ہے تو
بالیقیں مرکز اہل سنت ہے تو☆یہ تیری مرکزیت سلامت رہے

منظر اسلام نئے موڑ پر :-

حضور حجۃ الاسلام کے وصال ۱۹۴۲ء کے بعد منظر اسلام کی تمام ذمہ داریاں آپ کے خلف اکبر مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں کے ہاتھوں میں آگئیں یہ وہ دور تھا کہ منظر اسلام سخت بحران کا شکار ہو گیا تھا لیکن مفسر اعظم نے بڑی فراست اور جدوجہد کے ساتھ سفینۂ منظر اسلام کو بحران کے بھنور سے نکالا اور ساحل عافیت پر لا کھڑا کیا۔ دار العلوم کی ترقی اور اشاعت سنیت کی خاطر اور مسلمانوں کے ایمان و عقائد اور اخلاق و کردار کی اصلاح کیلئے دیوبندیت کے سیلاب کو روکنے کی غرض سے، دشمنان رسول ﷺ کا مکروہ چہرہ قوم کو دکھانے، گھر گھر مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام پہونچانے کیلئے

ایک مسیحانہ انداز میں مجاہدانہ قدم اٹھایااور "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" جاری فرمایا۔ یہی رسالہ آج مسلمانوں کے دل کی دھڑکن اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان ہے۔

مبارک ہے رسالہ نام جس کا اعلیٰ حضرت ہے ☆ الٹ کر دیکھئے ہر ہر ورق میں درس عبرت ہے

منظر اسلام ابھی سنبھل کر آگے بڑھا ہی تھا کہ ۱۹۶۵ء میں مفسر اعظم کے وصال کے سبب تمام تر تیزی و ترقی پر رکاوٹیں آگئیں اور یہ ذمہ داریاں ریحان ملت پر آگئیں۔

گلشن منظر اسلام میں نئی بہار:-

مفسر اعظم جیلانی میاں کے خلف اکبر مفکر اعظم حضرت علامہ ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں کی ولادت باسعادت ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں محلہ خواجہ قطب میں ہوئی ۔ خاندانی روایات کے مطابق دادا نے پوتے کا نام محمد رکھا اور پکارنے کیلئے ریحان رضا خاں نام تجویز کیا اور ابھی جبکہ عمر صرف تین سال تھی حضور حجۃ الاسلام نے وصیت کے ذریعہ آپ کو ولیعہد سجادہ نشین، متولی اور جامعہ کا مہتمم مقرر فرمادیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہو گیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ محدث اعظم پاکستان، علامہ سردار احمد صاحب، امام النحو علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی، حضرت علامہ شاہ محمد احسان علی فیض پوری، بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، جلالۃ العلم مفتی محمد احمد جہانگیر خاں، اور صاحب تصانیف کثیرہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہم۔ اتنے عظیم اور بافیض اساتذہ کی تعلیم و تربیت اور والد محترم حضور مفسر اعظم اور نانا جان حضور مفتی اعظم ہند کی نظر کرم میں پروان چڑھنے والا رضا و حامد و نوری کے گلشن کا حسین ریحان اپنا دامن بہار جانفزا لیکر تقریباً ۱۹۵۳ء میں بعمر ۱۹/ سال مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور مسلسل بارہ سال تک صرف تدریسی خدمات انجام دیتے رہے انداز درس ایسا والہانہ ہوتا کہ طلباء عش عش کر اٹھتے تھے۔ اور پھر ۱۹۶۵ء میں والد محترم مفسر اعظم کے چہلم کے موقع پر جانشینی کی پگڑی باندھی گئی اور دادا محترم حضور حجۃ الاسلام نے جو ذمہ داریاں ایام بچپن میں سونپی تھیں انہیں ادا کرنے کا وقت آگیا۔

منظر اسلام کا اہتمام ہاتھ میں آتے ہی حضور ریحان ملت ایک مرد مجاہد کی طرح میدان عمل میں اتر پڑے۔ منظر اسلام کی ترقی و استحکام اور ذرائع آمدنی کیلئے لیٹر پیچرس کے ساتھ، مخیرین اہل سنت سے روابط یہاں تک کہ جامعہ کے تعارف اور اس کی نشاۃ ثانیہ کیلئے افریقہ، برطانیہ، ہالینڈ وغیرہ کے احباب اہل سنت سے رابطہ قائم کیا۔ اور خود بھی دینی تبلیغی دورے

شروع کردیے۔ منظر اسلام کے اسٹاف میں اضافہ کیاذی استعداد اور قابل تر علماء کی تقرری کی۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں اور عام علاقوں کے طلباء کے علاوہ ماریشس، افریقہ، سری لنکا وغیرہ کے طلباء منظر اسلام میں آنے لگے اور پھر منظر اسلام کی نئی بلڈنگ کی دو منزلہ تعمیر کرائی، افریقی ہاسٹل کا قیام فرمایا منظر اسلام کیلئے بورڈ سے مالی امداد کی رقم منظور کرائی۔ لائبریری گرانٹ بھی جاری ہوئی، منظر اسلام کی سند کو بہار و بنگال وغیرہ بورڈ سے منظوری دلائی۔ اور یہاں کے سند یافتہ علماء کو جونیئر ہائی اسکول، ہائی اسکول، انٹر میڈیٹ کالجوں اور بہار بورڈ سے ملحق اداروں میں ملازمت کا اہل مان لیا گیا۔ اور ریحان ملت کی جدو جہد سے گلشن منظر اسلام میں ایک تازہ بہار آگئی۔ فارغین کی تعداد ہر سال کئی سو پہنچ گئی۔ منظر اسلام کو آپنے ایک یونیورسٹی کی شکل دیدی، جس کے تحت مختلف مدارس کے طلباء آ آکر امتحان دینے لگے۔

نور کا مینار ہے یہ بھولے بھٹکوں کیلئے ☆ رہبر راہ شریعت منظر اسلام ہے

منظر اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں :-

تبلیغ دین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں اہم ترین رول انجام دینے میں ریحان ملت کا نام سر فہرست ہے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں تبلیغی دورے کر کے لوگوں کے قلوب میں عشق رسول ﷺ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی پھیلادی۔ اور بیرون ہند خصوصاً۔ افریقہ، امریکہ، ہالینڈ، برطانیہ، سوری نام، مانچسٹر، ماریشس، سری لنکا ،نیپال، پاکستان، وغیرہ کے متعدد دورے کر کے سنیت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دیوبندیت کا قلع قمع کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ بڑے سرمایہ داروں نے لاکھوں ڈالر دیکر رد وہابیت سے روکنا چاہا۔ مگر اعلیٰ حضرت کا یہ نبیرہ، حق وصداقت کا مرد آہن مجاہدانہ تیور سے افریقہ کی صحراؤں میں گزرتا ہوا دکھائی دیا کہ اے لوگو امام احمد رضا کا یہ پوتا افریقہ میں دین اسلام کا سودا کرنے نہیں آیا ہے بلکہ دین حق کی تبلیغ واشاعت کرنے آیا ہے۔ حضور ریحان ملت ایک طرف تو اشاعت دین حق و دیوبندیت کی سرکوبی میں لگے ہوئے تھے تو دوسری طرف سنیت کی خستہ حالی اور ملکی وملی مسائل پر نظر دوڑائی، جہاں سنیت سے تعلق رکھنے والوں کو ہر جگہ نظر انداز کیا جارہا تھا الغرض سنیوں کو آبرومندانہ اور باوقار زندگی دلانے کیلئے تمام سیاسی جماعتوں کو سنیوں کی اہمیت تسلیم کروانے کیلئے میدان سیاست میں قدم رکھ کر اسمبلی میں داخل ہوئے اور دنیا نے دیکھا کہ سیاست میں جاکر پہلا حملہ آپنے دیوبندیت پر کیا۔ بریلی اور دیگر مقامات کی وہ مساجد جن پر باطل جماعتوں کا قبضہ تھا اپنی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی سے دیوبندیت کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اور سنیت کا بول بالا کیا۔ یہ عظیم مفکر ایک طرف

تو مسلمانوں سے منظر اسلام کی ترقی کیلئے مالی تعاون کی گذارش پر گذارش کرتا نظر آرہا ہے اور منظر اسلام کو عروج کی منزلوں پر لیجارہا ہے تو کبھی اغیار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارتا ہوا نظر آتا ہے کبھی منظر اسلام میں درس حدیث دیتا نظر آتا ہے تو کبھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا ہوا دیکھ کر اسمبلی ہاؤس میں قائد اہل سنت کی حیثیت سے حکومت کو للکار کر حکومت کی بنیادوں کو ہلاتا ہوا نظر آتا ہے، کبھی جلوس محمدی کی قیادت کرتا دکھائی دیتا ہے تو کبھی مجاہدانہ جاہ و جلال سے ارکان حکومت اور پولس کے پرخچے اڑاتا نظر آتا ہے۔ اندرا گاندھی کے دور حکومت میں ایمرجینسی کے بھیانک طوفان جس میں بڑے بڑے سیاست دانوں اور علماء کی زبانوں پر تالے لگ گئے تھے۔ لیکن جب تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کا فتویٰ حکومت ہند کے خلاف صادر ہوا تو کوئی پریس اسے چھاپنے کو تیار نہ ہوا تو یہی مرد مجاہد قوم کا عظیم رہنما منظر اسلام کا بے مثال مہتمم نہایت دلیری اور حوصلہ مندی سے حکومت کی پروانہ کرتے ہوئے عظمت اسلام اور ناموس رسالت کے تحفظ اور تبلیغ دین متین کیلئے رات ورات سائیکلو اسٹائل مشین. خرید کر فتوے کو اشتہار کی شکل میں شائع کر کے حکومت کی دھجیاں اڑادیں اور حالات کے پیش نظر رضا برقی پریس بھی قائم کیا۔ حضور ریحان ملت ہر جگہ ہر مقام پر شیر دل نظر آتے ہیں۔ حضور مفسر اعظم نے منظر اسلام کی آواز ہر گھر اور ہر ملک تک پہونچانے کیلئے تبلیغ کی غرض سے "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" جاری فرمایا اور آپ نے منظر اسلام کے اس تبلیغی مشن میں تیزی لانے، بے باک اور آزادانہ قلم چلانے کیلئے پریس لگوا کر منظر اسلام میں چار چاند لگادیئے۔ جس کی مثال آج تک کوئی اور ادارہ پیش نہ کر سکا۔

ہے تیری آغوش میں آسودہ امت کا امام---------یوں مسلم تیری عظمت منظر اسلام ہے

منظر اسلام کے سو سال

ہو بہار آشناء قیامت تک
یہ علوم و فنون کا بستان

اس کے سالِ قیام کی تاریخ
''مایۂ ناز مرکزِ فیضان''
۲ ۲ ۳ ۱ ھ

جشنِ صدسالہ کی بھی کہہ تاریخ
ہاتفِ غیب کا ہے یہ فرمان

''گلِ والا و دل فروزِ رضا''
ہے مآل تفکر و وجدان
۲ ۲ ۴ ۱ ھ

(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)

MAARIF-E-RAZA

MONTHLY

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMAD RAZA INTERNATIONAL

KARACHI. ISLAMABAD